عمران سیریز

جلد نمبر
26

علامہ دہشت ناک

ابن صفی

عمران سیریز نمبر 89

علامہ دہشت ناک

(پہلا حصہ)

پیشرس

علامہ دہشت ناک سے ملئے اور دیکھئے کہ انتقامی جذبہ کیا گل کھلاتا ہے...! یہ آگ کتنوں کو جلاتی ہے اور کسی طرح بجھنے کا نام ہی نہیں لیتی۔!

کہانی کے بارے میں کچھ نہیں کہہ سکتا کیونکہ ابھی آپ علامہ کی شخصیت کا صرف ایک ہی پہلو دیکھیں گے۔ اس بار ایک ایسا خط ملا ہے جس نے مجھے چکرا کر رکھ دیا ہے۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ کیا لکھوں۔ ایک صاحب کراچی سے لکھتے ہیں۔

"صفی صاحب! بڑی پریشانی میں پڑ گیا ہوں۔ خدارا بتایئے کیا کروں.... اپنے مکان میں سفیدی کرائی تھی۔ صبح اٹھ کر دیکھا تو باہر دیوار پر بہت بڑے حروف میں لکھا تھا۔ "فضل محمد خاں کو رہا کرو۔" میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ فضل محمد خاں کو جانتا تک نہیں۔ کہاں سے رہا کروں۔ کیسے رہا کروں۔ کوئی میں نے پکڑ کر بند کر رکھا ہے! آخر میری دیوار پر کیوں لکھ گئے ہیں۔"

بھائی اس میں بُرا ماننے کی کوئی بات نہیں۔ دس سال پہلے قوم میرے پیچھے پڑ گئی تھی کہ اسلامی دستور بنوادوں۔ یار لوگ پوری دیوار پر لکھ گئے تھے۔ "ہم اسلامی دستور چاہتے ہیں۔" لہٰذا مجھے اسلامی دستور بنوانا پڑا.... اس کے بعد سے دیوار صاف پڑی تھی کہ اچانک حال ہی میں نئی بپتا پڑ گئی۔ کوئی صاحب میری دیوار پر "طلبا کسان اور مزدوروں" کو متحد ہو جانے کی دعوت دے گئے ہیں۔ سمجھ میں نہیں آتا کہ انہیں کہاں تلاش کروں! طلباء تو خیر بس اسٹاپوں پر ڈھیروں

مل جاتے ہیں لیکن مزدور اپنے دھندوں سے لگے ہوئے ہیں.... رہے کسان تو شہر میں ان سے ملاقات نہیں ہو سکتی۔ ایک دن ایک مزدور کے آگے ہاتھ جوڑ کر کھڑا ہو گیا تھا کہ بھائی متحد ہو جاؤ۔ بولے متحد کیا ہوتا ہے.... میں نے کہا کہ میل جول.... حیرت سے فرمایا.... بائی اَم نے کس کا گردن کاٹا ہے کہ میل جول کرے... اپنا سا منہ لے کر رہ گیا.... طلباء سے کچھ کہنے کی ہمت نہیں پڑتی کہ تالیاں پیٹ دیں گے۔ بہر حال ایک ایک سے پوچھتا پھر رہا ہوں کہ ان کا اتحاد کس طرح کراؤں کہ میری دیوار پھر صاف نظر آنے لگے... ہاں تو بھائی صاحب آپ کو مشورہ دوں۔ اگر آپ میرے ہی ہم عمر ہیں تو آپ کو یاد ہوگا، اب سے بیس بائیس سال پہلے "بے ضرر ختنہ کرنے والے" اور "بارجسٹر نکاح خواں" "تیری میری دیوار پر اپنے نام اور پتے لکھ جایا کرتے تھے.... جس طرح آپ نے انہیں برداشت کیا تھا اسی طرح انہیں بھی بخش دیجئے!.... یا پھر جائیے اور پتا لگائیے کہ فضل محمد خاں کو کس نے پکڑ رکھا ہے.... اس کے ہاتھ پیر جوڑیئے کہ رہا کردے ورنہ پورا شہر چھاپہ خانہ بن کر رہ جائے گا۔ ویسے ایک بات ہے.... اب سے دو ہزار سال بعد جب اس "مسخرن جوڑو" کی کھدائی ہو گی تو اس وقت کے لوگ عش عش کریں گے کہ یہاں کتنی پڑھی لکھی قوم آباد تھی۔ بس کا ڈھانچہ نکلا تو اس پر اشعار لکھے ہوئے ہیں۔ ٹیکسی کے ڈھانچے پر اشعار۔ رکشے کے ڈھانچے پر اشعار۔ رکشے کے ڈھانچے پر دل خوش کن تحریریں... اور یہ دیواریں..... کیا پوچھنا؟...

ابنِ صفی

۱۸ر فروری ۱۹۷۶ء



گیارہ افراد ایک قطار میں دوڑے جا رہے تھے۔ اس طرح کہ ایک کے پیچھے ایک تھا۔ اور یہ لمبی سی قطار کہیں سے بھی ٹیڑھی دکھائی نہیں دیتی تھی۔ اس قطار میں عورتیں بھی تھیں اور مرد بھی۔

سورج ابھی طلوع نہیں ہوا تھا۔ اوائل جنوری کی یخ بستہ ہوا ہڈیوں میں گھستی محسوس ہو رہی تھی!

سب سے آگے ایک قد آور جسیم آدمی تھا۔ عمر چالیس اور پچاس کے درمیان رہی ہو گی اور چہرہ ڈاڑھی مونچھوں سے بے نیاز۔ البتہ سر پر گھنے اور لمبے لمبے بال لہرا رہے تھے۔ آنکھوں میں بے پناہ توانائی ظاہر ہوتی تھی۔

سڑک سے وہ بائیں جانب والے میدان میں اُتر گئے۔ اور پھر انہوں نے دائرے کی شکل میں دوڑنا شروع کر دیا تھا.... دائرے میں بھی تنظیم اس حد تک برقرار رہی تھی کہ وہ کہیں سے بھی غیر متوازن نہیں معلوم ہوتا تھا۔

"ہالٹ۔!" قد آور آدمی نے زور سے کہا۔

اور وہ سب رُک گئے۔ لیکن دائرہ بدستور برقرار رہا۔

"ڈیس پریس!" قد آور آدمی کی آواز پھر بلند ہوئی اور وہ سب تتر بتر ہو کر گھاس میں بیٹھ گئے۔

سبھی گہرے گہرے سانس لے رہے تھے۔ قد آور آدمی جہاں تھا وہیں کھڑا رہا اس کی ظاہری حالت سے کوئی تبدیلی نہیں دکھائی دیتی تھی۔ سب کچھ معمول کے مطابق تھا نہ چہرے پر تھکن کے آثار تھے اور نہ سینہ دھونکنی کی طرح چل رہا تھا۔ قطعی نہیں معلوم تھا کہ اس نے بھی دوسروں کی طرح یہ مسافت دوڑتے ہی ہوئے طے کی ہے....!

آدھے منٹ سے زیادہ وقت نہیں گذرا تھا کہ اس نے "فال اِن" کی ہانک لگائی اور وہ سب اٹھ کھڑے ہوئے اور تیزی سے قطار بنالی۔!

"ایٹ ایز" کہہ کر اس نے ان پر اچٹتی سی نظر ڈالی اور بولا۔

"دوستو.... طاقت کا سرچشمہ۔"

"ذہانت۔!" سب بیک آواز بولے۔

"کیڑے مکوڑے....!" وہ پھر دہاڑا۔

"غیر ذہین دوپائے۔!" انہوں نے ہم آواز ہو کر کہا۔

"اور یہ کیڑے مکوڑے!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ذہین آدمیوں کے آلۂ کار سے زیادہ حیثیت نہیں رکھتے.... انہیں استعمال کرو اور صرف اتنا ہی تیل انہیں دو کہ متحرک رہ سکیں.... اگر ان میں سے کوئی ناکارہ ہو جائے تو اسے کوڑے کے ڈھیر پر پھینک دو۔ اور اس کی جگہ دوسرا پُرزہ فٹ کردو۔ انہیں قابو میں رکھنے کا طریقہ یہ ہے کہ حقارت سے دیکھا جائے.... اگر تم نے انہیں آدمی سمجھا تو یہ خود کو اہمیت دینے لگیں گے.... اور پھر تم انہیں اپنے قابو میں نہ رکھ سکو گے۔!"

وہ خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا تھا! سامنے دس افراد سر جھکائے کھڑے تھے۔ یہ سب جوان العمر تھے اور ان میں سے چار لڑکیاں تھیں۔

"بیٹھ جاؤ....!" قد آور آدمی نے ہاتھ ہلا کر کہا۔

انہوں نے اسی طرح تعمیل کی تھی جیسے وہ پوری طرح ان پر حاوی ہو! ان کی آنکھوں میں اس کے لئے بے اندازہ احترام پایا جاتا تھا۔

"آج میں تمہیں ایک کہانی سناؤں گا۔" اس نے کہا اور وہ سب دم بخود بیٹھے رہے۔!

"یہ کہانی ایک گاؤں سے شروع ہوتی ہے.... ایک بچے کی کہانی ہے.... لیکن بچے سے اس کی ابتدا نہیں ہوگی.... اس گاؤں میں صرف ایک اونچی اور پکی حویلی تھی بقیہ مکانات کچے تھے.... تم سمجھ گئے ہوگے کہ حویلی میں کون رہتا تھا اور کچے مکانوں میں کیسے لوگ آباد تھے۔ بہر حال ایک بار ایسا ہوا کہ حویلی کا ایک فرد قتل کے ایک وقوعے میں ماخوذ ہوگیا.... اور کچے مکان کے ایک باسی نے اس کے خلاف عدالت میں شہادت دے دی۔ کچے مکان کا وہ باسی ایک دیندار آدمی تھا۔ اس نے جو کچھ اپنی آنکھوں سے دیکھا تھا عدالت میں بیان کر دیا۔ اس کی شہادت

کے مقابلے میں جھوٹی گواہیاں کام نہ آسکیں۔ اور حویلی والے ملزم کے خلاف جُرم ثابت ہوگیا۔ پھانسی کی سزا سنادی گئی۔!"

قد آور آدمی خاموش ہو کر پھر کچھ سوچنے لگا اور سننے والوں کے چہرے اضطراب کی آماجگاہ بن گئے۔

تھوڑی دیر بعد وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔!" اب یہاں سے اُس دیندار آدمی کی کہانی شروع ہوتی ہے جو حویلی والوں کا مزارع بھی تھا۔ جانتے ہو اس پر حویلی والوں کا عتاب کس شکل میں نازل ہوا۔؟ ایک رات جب کچے مکان کے لوگ بے خبر سو رہے تھے.... کچے مکان میں آگ لگادی گئی۔ اور اس بات کا خاص خیال رکھا گیا کہ کوئی باہر نہ نکلنے پائے۔ چھوٹے بڑے آٹھ افراد جل کر بھسم ہوگئے تھے۔ جس نے باہر نکلنے کی کوشش کی اسے گولی ماردی گئی۔ اس کنبے کا صرف ایک بچہ زندہ بچ سکا تھا۔ وہ بھی اسلئے کہ واردات کے وقت وہ اس کچے مکان میں موجود نہیں تھا۔ دوسرے گاؤں میں اس کی ننہال تھی۔ کچھ دنوں پہلے اس کا ماموں اسے گھر سے لے گیا تھا.... اور وہ وہیں مقیم تھا.... بہر حال حویلی والوں کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکا تھا۔ تھیلیوں کے منہ کھل گئے تھے۔ پھر قانون کے محافظوں کے منہ پر تالے کیوں نہ پڑ جاتے، آگ حادثاتی طور پر لگی تھی اور آٹھ افراد اپنی بد بختی کی بھینٹ چڑھ گئے تھے۔ اُس دین دار آدمی نے ایک درندگی کے خلاف شہادت دی تھی لیکن اس کے ساتھ جو درندگی ہوئی اس کا کوئی عینی شاہد قانون کے محافظوں کو نہ مل سکا!.... ظاہر ہے جس بات کا علم ہر ایک کو تھا اسے کیوں نہ ہوتا۔ کون نہیں جانتا تھا کہ کچا مکان کیسے بھسم ہوا تھا.... کون اس سے ناواقف تھا کہ آٹھ بے بس افراد کس طرح جل مرے.... لیکن کس میں ہمت تھی کہ اب حویلی کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی دیکھ سکتا۔ وہ ایک شخص کی جرأت کا انجام دیکھ چکے تھے! اب تم مجھے بتاؤ کہ اس بچے کی کہانی کیا ہونی چاہئے۔!"

کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ خاموشی سے ان کے چہروں کا جائزہ لیتا رہا۔ دفعتاً ایک لڑکی مٹھیاں بھینچ کر چیخی۔ "انتقام"

قد آور آدمی کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ نمودار ہوئی۔

"تمہارا خیال درست ہے!" اس نے کہا۔ "لیکن لہجہ مناسب نہیں ہے.... اس لہجے میں اٹھنے اور جھپٹ پڑنے کا سا انداز ہے۔" اس بچے نے انتقامی جذبے کی تہذیب کی طرف توجہ دی تھی۔

خنجر سنبھال کر ٹوٹ نہیں پڑا تھا دشمنوں پر۔۔۔۔ وہ کیڑوں مکوڑوں میں سے نہیں تھا۔ ذہین تھا۔ اس نے پوری حویلی ویران کر دی لیکن قانون کا ہاتھ اس تک نہیں پہنچ سکا تھا۔"

ایک نوجوان نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔

"ہاں کہو۔۔۔۔! کیا کہنا چاہتے ہو۔!" قد آور آدمی نے اِس کی طرف دیکھ کر کہا۔!

"حویلی والوں تک بھی تو قانون کا ہاتھ نہیں پہنچ سکا تھا!" نوجوان بولا۔

"قانون کے محافظوں کی چشم پوشی اس کی وجہ تھی۔ اگر جلی ہوئی لاشوں کا پوسٹ مارٹم کیا جاتا تو ایک آدھ کے جسم سے گولیاں ضرور برآمد ہوتیں۔ لیکن اس بچے کے انتقام نے کوئی ایسا نشان نہیں چھوڑا تھا جس سے اس کا سراغ قانون کے محافظوں کو مل سکتا۔ اس کے مقابلے میں حویلی والے بھی کیڑے مکوڑے تھے!۔۔۔۔ تو کہنے کا مطلب یہ کہ ذہانت ہی برتری کی علامت ہے۔ کوئی اور سوال۔؟"

فوری طور پر کسی نے کچھ نہیں پوچھا تھا۔ پھر ایک لڑکی نے ہاتھ اٹھایا۔

"ہاں۔۔۔۔ پوچھو۔!"

"کیا اب اس حویلی کا کوئی فرد زندہ نہیں۔۔۔۔!"

"صرف ایک فرد۔۔۔ جس کی موت سے پورے ملک میں تہلکہ مچ جائے گا۔ تم دیکھ ہی لو گے۔!"

"اور اس کا سراغ بھی کوئی نہ پا سکے گا۔!"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔"

"کیا وہ کوئی اہم شخصیت ہے۔!"

"بہت زیادہ اہم بھی نہیں ہے۔ حکمران جماعت کی بساطِ سیاست کا ایک مہرہ سمجھ لو۔!"

"تب تو اسکا امکان ہے کہ انہیں سراغ مل جائے۔ اُس سے وہ چشم پوشی نہیں کر سکیں گے۔!"

"اس بچے کی طرف کسی کا دھیان نہیں گیا۔ اب بھی یہی ہوگا۔!"

"میں نہیں سمجھ سکی جناب!"

"ان کی توجہ صرف اپوزیشن کی طرف مبذول ہوگی۔!"

"ہاں یہ تو ہے۔!" کسی نے کہا۔

قد آور آدمی نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔!" اس بچے کو کوئی نہیں جانتا کیونکہ وہ بہت چھوٹی عمر میں

نانہال سے بھی بھاگ نکلا تھا۔ بڑی دشواریوں سے اُس نے اعلیٰ تعلیم حاصل کی۔ لیکن طبیعت کا یہ عالم تھا کہ شاعری شروع کی تو "دہشت" تخلص کیا۔۔۔۔ اور اب بھی یونیورسٹی میں علامہ دہشت کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔! اور اس کی غیبت میں بعض طالب علم اُسے علامہ دہشت ناک بھی کہتے ہیں۔۔۔۔! ہاں۔۔۔۔ لڑکی تم کیا کہنا چاہتی ہو؟"

"آپ نے یہ کہانی ہمیں کیوں سُنائی ہے؟"

"جن پر اعتماد ہو جاتا ہے انہیں یہ کہانی ضرور سناتا ہوں۔۔۔۔ تم جیسے بے شمار شاگرد پورے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں اور جہاں بھی ہیں ذہانت کو بروئے کار لا کر بڑی بڑی پوزیشنیں حاصل کر چکے ہیں۔۔۔۔ کیا تم دسوں میرے اعتماد کو ٹھیس پہنچا سکتے ہو؟"

"ہرگز نہیں!" سب بیک زبان بولے!" آپ ہماری زندگی ہیں۔"

"اس سال پانچ ہزار میں سے تم دس منتخب کئے گئے ہو۔۔۔۔ دس جو دس لاکھ پر بھی بھاری رہو گے۔۔۔۔! اچھا۔۔۔۔ عہد۔!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

دسوں پھر قطار میں کھڑے ہو گئے۔ اور بیک آواز کہنے لگے۔!" ہماری ذہانت کا سرچشمہ آپ ہیں۔۔۔۔ ہم کبھی آپ سے غداری نہیں کریں گے۔!"

"لیکن مجھے اپنے سوال کا جواب نہیں ملا جناب!" لڑکی پھر ہاتھ اٹھا کر بولی۔

"کس سوال کا جواب۔!"

"ہمیں یہ کہانی کیوں سنائی گئی ہے۔!"

"یہ بتانے کے لئے کہ مجرم کی پردہ پوشی دو ہی طریقوں سے ممکن ہے۔ یا تجوریوں کے دہانے کھول دو یا ذہانت کو بروئے کار لاؤ۔۔۔۔" دولت کے بل بوتے پر کیے جانے والے اقدام کا اثر دیرپا نہیں ہوتا۔ اس لئے اسے کیڑوں مکوڑوں کے لئے چھوڑ دو۔۔۔۔ حویلی والوں نے دولت کے بل بوتے پر صرف اپنا تحفظ کیا تھا۔ لیکن دوسرے ذہنوں سے اپنے جرائم کے نقوش نہیں مٹا سکے تھے۔ بے شک وہ عدالت تک نہ پہنچ سکے لیکن گاؤں کا بچہ بچہ جانتا تھا کہ کچا مکان کس طرح تباہ ہوا۔ اب ذہانت کا کارنامہ دیکھو! کوئی نہیں جانتا کہ حویلی کیسے تباہ ہوئی اور حویلی والوں کی اموات میں کس کا ہاتھ تھا۔۔۔۔"

"میں سمجھ گئی جناب!" لڑکی نے طویل سانس لے کر کہا۔

"دوسری بات۔! کچا مکان تباہ ہو گیا.. حویلی فنا ہو گئی۔ لیکن وہ ہمیشہ زندہ رہیں گے جنہوں نے حویلی والوں کو عدالت میں پیش ہونے سے بچالیا تھا۔ لہذا اس ذہین بچے کو بھی ہمیشہ زندہ رہنا چاہئے۔"

"علامہ دہشت!" ایک پرجوش جوان نے ہانک لگائی۔

"زندہ باد" متفقہ نعرہ تھا۔

علامہ دہشت نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "جرائم کی پردہ پوشی کرنے والے قانون کے محافظ اس وقت سے موجود ہیں جب قانون نے جنم لیا تھا اور جب تک قانون موجود ہے وہ بھی زندہ رہیں گے۔ لہذا انہیں بھی زندہ رہنے کا حق حاصل ہونا چاہئے۔ جس دن یہ بھی ختم ہو گئے تم بھی ختم ہو جاؤ گے۔ جرائم کا اصل سبب یہی ہے کہ لوگ قانون کے محافظوں کی طرف سے مطمئن نہیں ہیں۔"

وہ خاموش ہو کر ان کی شکلیں دیکھنے لگا تھا۔

دفعتاً ایک لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔ "کیا تمہیں اس میں شبہ ہے۔!"

"نن.... نہیں جناب.... لیکن....؟"

"میں نے یہ "لیکن" تمہارے چہرے پر پڑھ لیا تھا۔!"

"میری دانست میں جرائم کی صرف یہی ایک وجہ نہیں ہے؟۔"

"میں سمجھ گیا تم کیا کہنا چاہتی ہو۔" علامہ دہشت نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "وہی گھسی پٹی بات کہ کسی قسم کی اقتصادی بدحالی جرائم کو جنم دیتی ہے۔!"

"جج.... جی ہاں....!"

"غلط ہے! یہ صرف جذبہ انتقام کی کار فرمائی ہے۔ اگر کوئی ایک روٹی چراتا ہے تو یہ معاشرے کی اُس مصلحت کوشی کے خلاف انتقامی کارروائی ہے جس نے اسے بھوکا رہنے پر مجبور کر دیا۔"

"معاشرے کی مصلحت کوشی سمجھ میں نہیں آئی جناب۔!"

"یہ مصلحت کوشی ان چند افراد کی ہوس ہے جو وسائل حیات کو اپنے قبضے میں رکھنا چاہتے ہیں۔ اصل مجرم وہی ہیں۔ لیکن صدیوں سے ان کی ذہانت ان کے اس بنیادی جرم کی پردہ پوشی کرتی آرہی ہے....!"

"وہ ایسا کیوں کرتے ہیں۔؟"

"دوسروں کو اپنے سامنے جھکائے رکھنے کے لئے۔ اپنے اقتدار کو برقرار رکھنے کے لئے۔ ان

کی ذہانت ان کے اس بنیادی جرم کو صدیوں سے خدا کا قانون قرار دیتی چلی آرہی ہے۔"

"میں سمجھ گئی جناب....!"

"لیکن مطمئن نہیں ہوئیں۔ میں تمہاری آنکھوں میں اب بھی شبہات کی جھلکیاں دیکھ رہا ہوں۔" لڑکی کچھ نہ بولی۔ علامہ اسے گھورتا رہا۔

"میں دراصل.... یہ کہنا چاہتی تھی جناب کہ مذہب۔!"

"بس....!" علامہ اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "تم پر میری محنت ضائع ہوئی ہے۔"

لڑکی سختی سے ہونٹ بھینچ کر رہ گئی۔ اور وہ کہتا رہا۔ "تمہاری ذہانت مشتبہ ہے....!"

"شش شاید.... مم.... میں۔"

"بات آگے نہ بڑھاؤ۔ اس مسئلے پر کئی بار روشنی ڈال چکا ہوں اور تم سب بھی سن لو کہ حویلی والے بڑے بڑے مذہبی لوگ تھے.... اور کچے مکان کا وہ فرد بھی بڑا مذہبی تھا جو اپنے متعلقین سمیت جل کر بھسم ہو گیا تھا۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ وہ لڑکی بھی خاموش ہو گئی تھی۔ علامہ نے اس طرح ہونٹ سکوڑ رکھے تھے جیسے کوئی کڑوی کسیلی چیز حلق سے اتار گیا ہو۔"

"واپسی....!" دفعتاً اس نے کہا اور وہ ایک بار پھر قطار میں دوڑتے نظر آئے لیکن ترتیب پہلی کی سی نہیں تھی۔ علامہ سب سے پیچھے تھا.... اور پھر وہ ایک نوجوان سمیت دوسروں سے بہت دور رہ گیا۔ اس نے اپنے آگے والے نوجوان کو پہلے ہی ہدایت کر دی تھی کہ وہ اپنی رفتار معمول سے کم رکھے۔ اب وہ دونوں برابر سے دوڑ رہے تھے اور دوسروں سے بہت پیچھے تھے۔

"پیٹر۔!" علامہ نے نوجوان کا نام لے کر مخاطب کیا۔

"یس سر۔!" پیٹر بولا اور دوڑ برابر جاری رہی۔

"یاسمین کے خیالات سنے تم نے۔!"

"یس سر۔!"

"تمہارا کیا خیال ہے۔!"

"وہ راستے سے ہٹ سکتی ہے.... اس نے مذہب کا نام لیا تھا۔!"

"مجھے تم پر فخر ہے پیٹر.... تم بہت ذہین ہو۔!"

"میں کچھ اور کہنا چاہتا ہوں جناب۔!"

"ضرور کہو پیٹر۔!"

"قبل اس کے وہ راستے سے ہٹے.... ہم خود ہی کیوں نہ ہٹا دیں۔"

"میں تمہارے علاوہ اور کسی میں اپنا نائب بننے کی صلاحیت نہیں دیکھتا۔"

"میں اسے راستے سے ہٹا دوں گا جناب!"

"مگر اسے نہ بھولنا کہ تم ایک ذہین آدمی ہو۔"

"آپ مطمئن رہیے۔!"

پھر انہوں نے رفتار بڑھائی تھی اور دوسروں سے جا ملے تھے.... قریباً آدھے گھنٹے بعد وہ اس جگہ پر پہنچے جہاں ان کا کیمپ تھا۔ چھوٹی چھوٹی گیارہ چھولداریاں نصب تھیں ایک ایک کر کے وہ اپنی اپنی چھولداریوں میں داخل ہوئے اور آرام کرنے لگے۔

یہ سب علامہ دہشت کے مخصوص شاگرد تھے یعنی اُس کے نظریات سے اتفاق رکھتے تھے وہ نظریات جن کا اظہار وہ سب کے سامنے نہیں کرتا تھا۔ ویسے پڑھے لکھے حلقوں میں خاصی بڑی پوزیشن رکھتا تھا۔ لوگ اس کی علمیت سے مرعوب ہو جاتے تھے۔ یونیورسٹی میں "ذہنی دیو" کہلاتا تھا۔ اچھا شاعر اور اچھا نقاد بھی تھا۔ آئے دن اس کی قیام گاہ پر بزم شعر و سخن کا اہتمام ہوتا رہتا تھا۔

بعض بے تکلف احباب کبھی کبھی کہہ بیٹھتے کہ سوشیالوجی کے ہیڈ آف دی ڈپارٹمنٹ کو تو وحشت ناک نہ ہونا چاہیئے۔ لہٰذا اسے تخلص بدل دینا چاہیئے کوئی فرق نہ پڑے گا۔! وہ ہنس کر کہتا "کتنے ہی تخلص تبدیل کروں کہلاؤں گا دہشت ہی۔!"

سردیوں کی تعطیل شروع ہوتے ہی وہ ہر سال اپنے مخصوص شاگردوں کا کیمپ لگاتا تھا اور انہیں جسمانی تربیت کی طرف بھی توجہ دینے کی ہدایات کرتا رہتا تھا.... ان دسوں شاگردوں کا تعلق اسی کے ڈپارٹمنٹ سے نہیں تھا۔ ان کے مضامین مختلف تھے....! یہ تو اس کی گھریلو نشستوں کے دوران میں اس کے حلقہ بگوش ہوئے تھے۔

علامہ کی شخصیت بے حد پرکشش تھی اور اس کی ساری باتیں عام ڈگر سے ہٹ کر ہوتی تھیں۔ ہر معاملے میں اس کا نظریہ عام نظریات سے مختلف ہوتا تھا۔ اور اپنی قوت استدلال سے کام لے کر وہ دوسروں کو اس سے متعلق مطمئن بھی کر دیتا تھا.... پہلے پہل لوگ اس کے طرزِ

تقریر کے جال میں پھنستے تھے.... پھر آہستہ آہستہ اس طرح گرویدہ ہوتے چلے جاتے تھے۔ جیسے وہ پیغمبرانہ انداز میں اُن کے درمیان آیا ہو.... ان میں کچھ انتہائی درجہ کے جاں نثار ہوتے تھے۔ اور انہی جاں نثاروں کو خاص شاگرد ہونے کا شرف حاصل ہو جاتا تھا۔

بہر حال ان مخصوص شاگردوں کو وہ ہر طرح کی تربیت دیتا تھا۔ کیمپنگ کا اصل مقصد یہ ہوتا تھا کہ وہ بے سروسامانی کی حالت میں بھی زندگی بسر کرنے کے طریقوں سے آگاہ ہو جائیں....! غلیلوں سے پرندوں کا شکار ہوتا اور زمین سے مختلف قسم کی جڑیں کھود کر نکالی جاتیں۔ پرندے آگ پر بھونے جاتے اور جڑیں اُبالی جاتیں کیمپنگ کے دوران میں یہی ان کی خوراک ہوتی۔ چھولداریوں میں راتیں گذارتے سردی سے بچاؤ کے لئے کم سے کم سامان ان کے ساتھ ہوتا تھا.... ہر فرد اپنی چھولداری میں تنہا راتیں بسر کرتا تھا....!

اس وقت اس دوڑ دھوپ کے بعد انہیں اپنی چھولداری میں صرف آدھے گھنٹے آرام کرنا تھا۔ پھر دوپہر کے لئے غذا فراہم کرنے کی باری آتی۔

علامہ دہشت اپنی چھولداری میں پہنچ کر بیٹھ گیا تھا۔ اس کی آنکھوں میں فکرمندی کے آثار پائے جاتے تھے۔

تھوڑی دیر بعد اس نے چھولداری سے سر نکال کر یاسمین کو آواز دی تھی۔

وہ اپنی چھولداری سے نکل کر اس طرح اس کی طرف دوڑ پڑی تھی جیسے اُس کی پالتو کتیا ہو۔!

"اندر آ جاؤ۔!" وہ ایک طرف کھسکتا ہوا بولا تھا۔!

"وہ چھولداری میں داخل ہوئی اور اس کی اجازت سے ایک طرف بیٹھ گئی۔ وہ کچھ شرمندہ سی نظر آ رہی تھی۔ سر جھکائے بیٹھی رہی۔ علامہ دہشت اسے گھورتا رہا پھر بولا۔ "تم اب بھی کچھ کہنا چاہتی ہو۔"

"جج.... جی.... ہاں.... مذہب کا نام غیر ارادی طور پر زبان سے نکل گیا تھا۔ اس کی بھی وجہ غالباً نفسیاتی ہو سکتی ہے۔"

"تمہاری دانست میں کیا وجہ ہو سکتی ہے۔!"

"آپ عام طور پر خود کو مذہبی آدمی ظاہر کرتے ہیں۔"

"ہمیں کیڑوں مکوڑوں کے درمیان رہ کر ہی زندگی بسر کرنی چاہیئے۔!"

"یہ میں بھول گئی تھی۔!" یاسمین کے لہجے میں کسی قدر تلخی پیدا ہوگئی۔!

"حالانکہ ہمیں اپنا مشن ہر وقت یاد رکھنا چاہئے۔!"

یاسمین کچھ نہ بولی۔ بدستور سر جھکائے بیٹھی رہی۔ اُس نے یہ گفتگو علامہ سے آنکھیں ملا کر نہیں کی تھی۔ اس سے آنکھیں ملا کر گفتگو کرنا آسان بھی نہیں تھا.... مقابل کی زبان لڑکھڑا جاتی تھی اور اگلا جملہ ذہن سے محو ہو جاتا تھا۔ اس سے پوری بات اسی طرح کی جاسکتی تھی کہ اس کی آنکھوں میں نہ دیکھا جائے۔

"مذہب!" وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔ "محض بعض رسوم کی ادائیگی ہی تک محدود ہو کر رہ گیا ہے۔ لہذا اسے کیڑوں مکوڑوں ہی کے لئے چھوڑ دو۔!"

"مم.... میں سمجھتی ہوں جناب!"

"میں نے ابتدا میں لوگوں کو مذہب کی حقیقی روح سے روشناس کرانا چاہا تھا لیکن انہوں نے کہنا شروع کردیا کہ میں شاید کسی نئے مذہب کی داغ بیل ڈالنا چاہتا ہوں مجھ پر کفر بکنے کا الزام لگایا گیا تھا.... لہذا میں نے مذہب کو بریانی کی دیگ میں دفن کردیا۔"

یاسمین کچھ نہ بولی.... وہ کہتا رہا۔ "میرے بس سے باہر تھا کہ وہ غلاظتوں کے ڈھیر لگاتے رہیں اور میں ان میں دفن ہوتا چلا جاؤں۔ نہ وہ مذہب کی حقیقی روح تک پہنچنے کے لئے تیار ہیں اور نہ کوئی نیا نظریہ حیات اپنانے پر آمادہ.... لہذا ان کیڑوں مکوڑوں کو فنا کردینا ہی میرا مشن ٹھہرا۔"

"میں اپنی غلطی پر نادم ہوں جناب!" وہ گھگھیائی۔

"غلطی نہیں میرے بارے میں غلط فہمی کہو۔!"

"جج.... جی.... ہاں۔ بعض اوقات مجھے اظہار خیال کے لئے الفاظ نہیں ملتے۔"

اس کی وجہ صرف یہ ہے کہ تمہارے ذہن میں ابھی تک کھچڑی پک رہی ہے۔ نہ مذہب کی طرف سے مطمئن ہوا اور نہ میرے مشن پر یقین رکھتی ہو۔!"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔"

"فکر نہ کرو سب کچھ ٹھیک ہو جائے گا۔ جاؤ آرام کرو۔!".... وہ اٹھ گئی۔



فون کی گھنٹی بجی تھی اور کیپٹن فیاض نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھایا تھا۔ دوسری طرف سے جانی پہچانی سی نسوانی آواز آئی تھی۔!" مم میں ایک دشواری میں پڑ گئی ہوں کیپٹن۔!"

"آپ کون ہیں!" فیاض نے پیشانی پر بل ڈال کر پوچھا۔

"ڈاکٹر زہرہ جبیں۔"

"اوہ.... ہلو ڈاکٹر.... کیا پریشانی ہے....!"

"شش شاید.... میں گرفتار کرلی جاؤں....!"

"خیریت....!"

"ایسی ہی کچھ بات ہے! کیا آپ میری ڈسپنسری تک آسکیں گے۔!"

"میں پہنچ رہا ہوں لیکن بات کیا ہے۔!"

"دواخانہ بند کرکے سیل کیا جارہا ہے اور تفتیش کرنے والے آفیسر کے تیور اچھے نہیں ہیں۔!"

"کیا کوئی مریض غیر متوقع طور پر مر گیا ہے۔!"

"ایسی ہی کچھ بات۔!"

"اچھا میں آرہا ہوں.... ویسے وارنٹ کے بغیر تمہیں کوئی گرفتار نہیں کرسکتا۔ کیا آفیسر کے پاس وارنٹ موجود ہے؟"

"میں نہیں جانتی۔ لیکن خدا کے لئے آپ جلد پہنچئے۔!"

"میں آرہا ہوں۔" فیاض نے کہا اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہوجانے کی آواز سن کر خود بھی ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ پھر وہ اٹھ کر آفس سے باہر آیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس کی گاڑی محکمہ سراغ رسانی کے دفاتر کی کمپاؤنڈ سے سڑک پر نکل آئی۔

ڈاکٹر زہرہ جبیں اس کی خاص دوستوں میں سے تھی۔ خوش شکل اور پرکشش عورت تھی۔ عمر تیس سال سے زیادہ نہیں تھی لیکن اس وقت چالیس سے بھی متجاوز لگ رہی تھی۔ فیاض کو

دیکھتے ہی غیر ارادی طور پر اس کی طرف بڑھی۔

"وہ لوگ دواخانے میں ہیں۔ دواؤں کی الماریوں کو سیل کر رہے ہیں۔!"

"ضابطہ کی کاروائی میں دخل اندازی نہیں کی جاسکے گی۔!" فیاض نے کہا۔ "پہلے تم بتاؤ معاملہ کیا ہے....؟"

"پرسوں میری ایک مریضہ اچانک مر گئی۔!"

"کس طرح۔ کیا یہیں ڈسپنسری میں۔!"

"نہیں اپنے گھر پر.... وہ.... دوا کی شیشی.... یہیں ڈسپنسری سے دی گئی تھی۔ اعصاب کو سکون دینے والی ٹکیاں تھیں۔ بازار میں دستیاب نہیں تھی۔ میرے پاس کچھ شیشیاں پہلے کی پڑی ہوئی تھیں۔ ایک میں نے اسے دے دی تھی....!"

"اوہ.... کہیں تم اس لڑکی یاسمین کی بات تو نہیں کر رہیں....!"

"وہی.... وہی....!"

"خداوندا.... تو وہ ٹکیاں تم نے فراہم کی تھیں۔!"

"ہاں.... اس وقت اس کی بڑی بہن دردانہ بھی ساتھ تھی۔!"

فیاض سر پکڑ کر بیٹھ گیا.... وہ اس کیس سے واقف تھا.... لڑکی نے اپنے گھر ہی پر بیگ سے دوا کی شیشی نکالی تھی۔ دو ٹکیاں کھائی تھیں۔ اور ایک گھنٹے کے اندر ختم ہو گئی تھی۔

"اگر شیشی تم نے فراہم کی تھی تو...." وہ تھوڑی دیر بعد بولا۔

"شیشی سر بند تھی.... میں نہیں جانتی تھی کہ اس میں کیا ہے اس پر لیبل اسی دوا کا موجود تھا جس کی اسے ضرورت تھی.... اس کی بہن کو یاد نہیں لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ اس نے شیشی کھول کر دو ٹکیاں یہیں میرے سامنے کھائی تھیں۔ میری نرس شہادت دے گی کہ وہ اس کے لئے گلاس میں پانی لائی تھی۔"

"تم نے اسے شیشی کب دی تھی۔!"

"مرنے سے دو گھنٹے پہلے کی بات ہے۔!"

"ٹکیوں کا تجزیہ کرنے پر معلوم ہوا ہے کہ ان میں پوٹاشیم سائنائیڈ کی آمیزش تھی اور بناوٹ کے اعتبار سے وہ اصل ٹکیوں کے مماثل تھیں۔"

"کیا ساری ٹکیاں....؟ ڈاکٹر زہرہ جبیں نے پوچھا۔!

"جتنی بھی اس وقت شیشی میں تھیں۔!"

"دو دن تک وہ انہیں ٹکیوں کو استعمال کرتی رہی تھی۔!"

"تم نے بہت دیر میں مجھے مطلع کیا۔!" فیاض مضطربانہ انداز میں بولا۔

"میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں۔ ابھی ایک گھنٹہ پہلے انہوں نے مجھ سے پوچھ گچھ کی اور دواؤں کی الماریوں کو سیل کرنا شروع کر دیا۔"

"خیر میں دیکھتا ہوں۔ کیا وہ سب ڈسپنسری ہی میں ہیں۔؟"

زہرہ جبیں نے سر کو اثباتی جنبش دیتے ہوئے پوچھا۔ "اب کیا ہوگا۔"

"فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔ وہ مرنے سے دو دن قبل بھی اسی شیشی کی ٹکیاں استعمال کرتی رہی تھی۔!"

فیاض مطب سے اٹھ کر ڈسپنسری میں آیا جہاں ضابطے کی کارروائی جاری تھی۔ حلقے کے تھانے کے انچارج کی نگرانی میں ساری ادویات سیل کر دی گئی تھیں۔ فیاض کو دیکھ کر وہ پذیرائی کے لئے آگے بڑھا۔

"کیا وارنٹ بھی ہے۔!" فیاض نے پوچھا۔

"نہیں جناب عالی...!" ڈاکٹر صاحب کے اعتراف کے بعد یہ کارروائی عمل میں لائی گئی ہے۔

"ٹھیک ہے۔!"

"ویسے گرفتاری کا بھی امکان ہے۔!"

"ہاں ہو سکتا ہے.... وارنٹ تمہارے پاس ہی آئے گا۔!"

"جی ہاں۔!"

"اس کا خیال رکھنا کہ ضمانت قبل از گرفتاری کی کوشش کی جارہی ہے۔!"

"آپ بے فکر رہیں جناب۔ آپ کو اطلاع دیئے بغیر کوئی کارروائی نہیں کروں گا۔!"

"شکریہ۔!"

"میں تو خادم ہوں جناب!"

فیاض پھر مطب میں واپس آگیا۔

"کیا ہورہا ہے....!" زہرہ جبیں نے گھٹی گھٹی سی آواز میں پوچھا۔

"خواہ مخواہ پریشان ہورہی ہو۔! ضمانت قبل از گرفتاری کی درخواست دلوانے جارہا ہوں۔!"

"تو کیا گرفتاری کی نوبت آسکتی ہے۔!"

"اگر تم اعتراف نہ کرلیتیں کہ وہ شیشی یہیں سے دی گئی ہے تو کوئی بات نہیں تھی۔ پھر بھی بے فکر رہو۔ ضابطے کی کاروائیاں تو ہوتی ہی رہتی ہیں۔"

"اس کی پبلسٹی بھی ہوگی۔!"

"یہ مجھ پر چھوڑ دو۔ اگر دوستوں کے لئے اتنے چھوٹے موٹے کام بھی نہ کرسکوں تو پھر میرے وجود کا فائدہ ہی کیا.... نہیں.... تمہارا نام پریس تک نہیں پہنچنے پائے گا۔"

پھر فیاض نے مطب ہی سے اپنے ایک دوست ایڈووکیٹ کو زہرہ کی ضمانت قبل از گرفتاری کے لئے ہدایات دی تھیں۔ اور زہرہ کو مزید تسلیاں دے کر وہاں سے روانہ ہوگیا تھا۔!

اُسے مرنے والی کی قیام گاہ کا پتا معلوم تھا۔ لہذا وہ سیدھا وہیں پہنچا۔ یاسمین کی بڑی بہن دردانہ بنگلے میں موجود تھی۔ زہرہ کے بیان کے مطابق دوا کی شیشی اس کے سامنے ہی یاسمین کو دی گئی تھی۔

"یہ درست ہے جناب!" دردانہ نے فیاض کو سوال کے جواب میں کہا۔ "میں موجود تھی اور مجھے یہ بھی یاد ہے کہ اس نے شیشی کھول کر دو ٹکیاں وہیں کھائی تھیں۔!"

"لیکن اس کا حوالہ آپ کے بیان میں نہیں ہے.... اس سے لیڈی ڈاکٹر کی پوزیشن خطرے میں پڑگئی ہے۔!"

"مجھے افسوس ہے اگر ایسا ہوا ہے۔! میں اپنے بیان میں اس اضافے کے لئے تیار ہوں۔"

"تو انہوں نے دو دنوں تک اسی شیشی سے وہ ٹکیاں استعمال کی تھیں۔!"

"جی ہاں۔!"

"اور آپ کو یقین ہے کہ کوئی دوسری شیشی نہیں خریدی گئی تھی۔!"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا کیونکہ بازار میں دستیاب ہی نہیں ہے۔!"

"کیا وہ آخری ٹکیاں استعمال کرنے سے قبل گھر ہی پر رہی تھیں۔!"

"جی نہیں.... تھوڑی دیر قبل باہر سے آئی تھی۔!"

"بہر حال۔!" فیاض پُر تفکر لہجے میں بولا۔ "آپ لوگوں کے بیان کی روشنی میں یہی کہا جاسکتا ہے کہ وقوعے سے قبل شیشی سے اصل ٹکیاں نکال کر ویسی ہی شکل والی دوسری ٹکیاں رکھی گئی تھیں۔ کیونکہ وہ ساری ہی زہر آمیز ثابت ہوئی ہیں۔ زہر بھی ایسا کہ دو ٹکیاں زیادہ دیر تک زندہ نہیں رہنے دے سکتیں۔!"

دردانہ کچھ نہ بولی۔ اس کے پپوٹے متورّم اور آنکھیں سرخ تھیں۔ چہرے پر گہرا اضمحلال طاری تھا۔ فیاض نے دوسرے افراد خاندان سے متعلق پوچھ گچھ شروع کردی۔

دردانہ کا باپ ایک متمول سرکاری ٹھیکیدار تھا۔ ماں سوتیلی تھی۔ لیکن لاولد تھی۔ یہی دونوں لڑکیاں باپ کے بعد جائیداد اور دوسری املاک کی حقدار ہوتیں۔ بھائی کوئی نہیں تھا۔!

"سنئے جناب!" دردانہ بولی۔ "اس کا یہ مطلب نہیں ہے کہ آپ کوئی غلط نظریہ قائم کرلیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"کہیں آپ لوگ یہ نہ سوچیں کہ سوتیلی ماں....!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہوگئی۔!

غالباً کسی کی آہٹ سن کر بات پوری نہیں کی تھی۔ مڑ کر دروازے کی طرف دیکھنے لگی۔

ادھیڑ عمر کی ایک خوش شکل عورت کمرے میں داخل ہوئی۔ انداز پُر وقار تھا۔

دردانہ کھڑی ہوگئی۔ فیاض بھی اٹھا تھا۔ عورت نے دردانہ سے کہا۔ "تم اپنی بات جاری رکھو۔!"

"یہ میری ماں ہیں۔!" دردانہ نے فیاض سے کہا۔

"آداب قبول فرمایئے محترمہ! بعض معاملات کی وضاحت کے لئے آپ لوگوں کو تکلیف دینی پڑی۔"

"تشریف رکھئے۔" عورت نے مغموم لہجے میں کہا۔

"ہاں تو میں یہ کہہ رہی تھی جناب!" دردانہ نے ان کے بیٹھ جانے کے بعد کہا۔ "گھر میں کوئی ایسا فرد نہیں جو یاسمین کی موت کا خواہاں ہوتا۔"

"آپ غلط سمجھیں!" فیاض مسکرا کر بولا۔ "افراد خاندان کے بارے میں پوچھ گچھ کرنے کا یہ مطلب نہیں تھا۔!"

"نہیں آپ شوق سے امکانات کا جائزہ لے سکتے ہیں۔!" عورت نے کہا۔ "میں ان بچیوں کی

سوتیلی ماں ہوں۔"

"خدا کے لئے ایسا نہ کہئے امی۔!" دردانہ کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔"آپ نے کبھی ہمیں یہ محسوس نہیں ہونے دیا۔!"

"دل کا حال صرف خدا جانتا ہے۔!" عورت بولی۔

"تب پھر میں بھی اس کی موت کا باعث ہو سکتی ہوں۔!" دردانہ نے کہا۔

"میں دراصل یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ وہ آخری ٹکیاں استعمال کرنے سے پہلے کہاں سے آئی تھی۔" فیاض بول پڑا۔

"کم از کم مجھے علم نہیں۔!"

"ان کے قریبی دوستوں کے نام اور پتے مل سکیں گے۔!"

"میں صرف ایک لڑکی کا نام اور پتا جانتی ہوں جو کبھی کبھی یہاں بھی آتی رہتی ہے۔!"

فیاض نے جیب سے نوٹ بک اور قلم نکالتے ہوئے کہا۔"براہ کرم نوٹ کروا دیجئے۔"

"شیلا دھنی رام.... دھنی اسکوائر.... ففتھ اسٹریٹ....!"

فیاض نے مزید پوچھ گچھ نہیں کی تھی۔ دونوں سے ایک بار پھر اظہار ہمدردی کر کے وہاں سے چل پڑا تھا۔

دھنی سکوائر والا دھنی رام شہر کے متمول ترین لوگوں میں سے تھا۔! تو اس کی لڑکی سے یاسمین کے اتنے گہرے مراسم تھے کہ وہ اس کے گھر بھی آتی تھی۔

فی الحال فیاض نے اس کی طرف جانے کا ارادہ ملتوی کر دیا۔ اس کی بھاگ دوڑ کا مقصد صرف اسی قدر تھا کہ ڈاکٹر زہرہ جبیں کا تحفظ کیا جا سکے۔ ورنہ ابھی یہ کیس سول پولیس ہی کے پاس تھا۔



شیلا دھنی رام ان چار لڑکیوں میں سے تھی۔ جنہوں نے علامہ دہشت کے ساتھ کیمپ کیا تھا.... اس وقت وہ اسی مسئلے پر گفتگو کرنے کے لئے علامہ کے پاس آئی تھی۔ کیونکہ پولیس نے اس سے بھی یاسمین کے سلسلے میں پوچھ گچھ کی تھی۔

"قدرتی بات ہے۔" علامہ سر ہلا کر بولا۔"قریب ترین لوگوں سے ضرور پوچھ گچھ کی جائے گی۔"

"لیکن انہوں نے کیمپ کے بارے میں کچھ نہیں پوچھا۔"

"اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کیمپنگ کئی دن پہلے ختم ہو گئی تھی۔"

"اس کی ایک وجہ اور بھی ہے۔!" شیلا نے کہا۔

"وہ کیا ہے؟"

"اسے ایک ہفتے تک گھر سے باہر رہنے کی اجازت نہیں مل سکتی تھی۔ میں نے یہ کہہ کر دلوائی تھی کہ میں اسے اپنے ساتھ شاہ دارا لے جانا چاہتی ہوں۔ جہاں میرے چچا رہتے ہیں۔!"

"اوہ....!"

"اسی لئے کیمپنگ کا ذکر نہیں آنے پایا۔!"

"میں نہیں جانتا تھا کہ وہ اتنے بیک ورڈ گھرانے سے تعلق رکھتی ہے۔ تمہیں مجھ کو آگاہ کر دینا چاہئے تھا۔ تمہاری ہی سفارش پر میں نے اسے خصوصی حلقے میں شامل کیا تھا۔ تم جانتی ہو کہ یہاں بیک ورڈ گھرانوں سے تعلق رکھنے والوں کے لئے کوئی گنجائش نہیں ہے۔"

"لیکن وہ ذاتی طور پر بے حد آزاد خیال تھی۔ اور خود بھی اپنے خاندان والوں کی تنگ نظری سے متنفر تھی۔!"

"ویسے کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ ان لوگوں نے تمہارے ہی ساتھ جانے کی اجازت کیوں دے دی تھی جبکہ تم ان کی ہم مذہب بھی نہیں ہو۔!"

"میرے باپ سے اس کے باپ کے گہرے مراسم ہیں۔!"

"اس کے باوجود بھی بات سمجھ میں نہیں آئی۔ بیک ورڈ گھرانوں کی عورتیں بے حد تنگ نظر ہوتی ہیں۔!"

"گھر کا سربراہ جو چاہتا ہے وہ ہوتا ہے۔ یاسمین کے ڈیڈی نے میری بات کبھی نہیں ٹالی۔!"

"کیوں....؟" علامہ نے اسے غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"میں نہیں جانتی۔!"

"کیا تمہارے باپ اور اس کے باپ کی دوستی بہت پرانی ہے۔!"

"میری پیدائش سے بھی پہلے کی بات ہے۔!"

"پولیس اُس کے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتی تھی۔!"

"آخری ٹکیاں استعمال کرنے سے پہلے وہ کہاں سے آئی تھی۔!"

"ہاں.... یہ ضروری سوال ہے۔!" علامہ نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔

"سر کیوں نہ ہم اپنے طور پر پتہ لگانے کی کوشش کریں۔!"

"وقت ضائع کرنے سے کیا فائدہ.... وہ واپس تو نہیں آسکتی۔!"

"میں اس کے لئے بہت مغموم ہوں۔!"

"شیلا۔!" وہ تیز لہجے میں بولا۔ "یہ جہالت کی بات ہے۔! کسی کے مرنے کا غم اسے ہونا چاہئے۔ جسے خود نہ مرنا ہو۔!"

"مم.... میں نہیں سمجھی۔!"

"ایک دن ہم سب مر جائیں گے۔ لہذا کسی کے مرنے کا غم احمقانہ انداز فکر ہے۔"

"یہ تو ٹھیک ہے جناب۔!"

"شعور نے جہاں ہمیں ذہانت عطا کی ہے۔ وہیں کچھ احمقانہ کیفیتیں بھی ہم پر مسلط کر دی ہیں۔ ہمیں ان سے پیچھا چھڑانا چاہئے۔"

شیلا کچھ نہ بولی۔!

"یقیناً کوئی اس کا دشمن تھا جس کا علم خود اسے بھی نہیں تھا۔!"

"وہ بہت اچھی لڑکی تھی۔ سر کوئی بھی اسے ناپسند نہیں کرتا تھا۔ حتیٰ کہ سوتیلی ماں کی لاڈلی تھی۔!"

"سوتیلی ماں دوسری بہن کو بھی اسی طرح ختم کرا دے گی اور دوسرے اسے فرشتہ سمجھتے رہیں گے۔ یہی ہے ذہانت.... واہ۔"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی۔!"

"اس کی سوتیلی ماں کو میرے مخصوص حلقے میں ہونا چاہئے تھا۔!"

شیلا پھر خاموش رہی۔ اس کے چہرے پر تکدر کے آثار تھے۔

علامہ اسے گھورتا ہوا بولا۔! "تم یقین نہیں کرو گی۔ وہ بہت ذہین عورت معلوم ہوتی ہے۔ پولیس اس کے خلاف کچھ بھی ثابت نہیں کر سکے گی۔ بہر حال اب تم اس معاملے کی طرف سے اپنا ذہن ہٹا لو۔ اگر پولیس کیمپنگ کے بارے میں پوچھے تو تم صفائی سے ہر بات بتا سکتی ہو۔ میری

کیمپنگ کوئی پوشیدہ معاملہ نہیں ہے۔!"

"میری زبان سے ہرگز نہ نکل سکے گا کہ میں شاہ دارا کے بہانے کہیں اور لے گئی تھی۔!"

"تمہارا ذاتی معاملہ ہے۔ میں کیا کہہ سکتا ہوں۔! لیکن اس کا افسوس ہمیشہ رہے گا کہ میں نے نادانستگی ایک بڑی غلطی کی تھی۔"

"کیسی غلطی جناب۔!"

"یہی کہ ایک بیک ورڈ گھرانے کی لڑکی کو اپنے خصوصی حلقے میں جگہ دے دی تھی۔"

"مجھے اس پر شرمندگی ہے جناب۔!"

"خیر آئندہ احتیاط رکھنا۔ بس اب جاؤ.... پولیس سے اس لئے خائف ہونے کی ضرورت نہیں کہ یاسمین تمہارے حلقے سے تعلق رکھتی تھی۔"

"میں خائف نہیں ہوں جناب صرف اس لئے آئی تھی کہ آپ کو آگاہ کر دوں۔"

"اگر پولیس کو یہ علم ہو بھی گیا کہ تم اسے وہاں نہیں لے گئی تھیں جہاں کا بہانہ کیا تھا۔ تو بھی اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ ایک ہفتہ پہلے جو کچھ بھی ہوا تھا۔ اس کا اس کی موت سے کیا تعلق۔"

شیلا چلی گئی تھی۔ اور علامہ نے فون پر کسی کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر ماؤتھ پیس میں بولا تھا۔

"پیٹر کو فون پر بلا دیجئے۔" تھوڑی دیر بعد پیٹر کی آواز آئی تھی۔

"تم کتنی دیر میں مجھ تک پہنچ سکتے ہو۔!" علامہ نے پوچھا۔

"زیادہ سے زیادہ پندرہ منٹ میں۔"

"بس تو پھر آجاؤ۔"

"بہت بہتر جناب۔!"

علامہ نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی تھی اور ایک آرام کرسی پر نیم دراز ہو کر پیٹر کا انتظار کرنے لگا تھا۔

پیٹر ٹھیک تیرہ منٹ بعد کمرے میں داخل ہوا۔

"تم بہت شاندار جا رہے ہو پیٹر۔" علامہ سیدھا بیٹھتا ہوا بولا۔

"شکریہ جناب۔!"

"تم نے اس کی ٹکیاں کہاں اور کیسے تبدیل کی تھیں....!"

"مجھے اس کی ایک کمزوری کا علم تھا۔ اسی سے فائدہ اٹھایا۔ چائے پینے کے دس منٹ بعد باتھ روم ضرور جاتی ہے.... اس دن ریالٹو کے قریب ملی تھی میں اسے چائے پلانے کے لئے اندر لے گیا۔ ایک کیبن منتخب کر کے اس میں جا بیٹھے۔ چائے منگوائی اس کا علم تو پہلے ہی سے تھا کہ وہ بیگ میں اعصاب کو سکون دینے والی ٹکیاں ضرور رکھتی ہے۔ میں نے ویسی ہی زہریلی ٹکیاں اسی وقت سے اپنے پاس رکھنی شروع کر دی تھیں۔ جب سے اس کا فیصلہ کیا تھا۔ جہاں بھی موقع ملتا مجھے یہی کرنا تھا۔ بہر حال چائے پی کر دس منٹ بعد اس نے باتھ روم کا راستہ لیا تھا۔ بیگ کیبن ہی میں چھوڑ گئی تھی۔ لہذا وہ کام بے حد آسان ہو گیا۔"

"کسی شناسا نے تمہیں اس کے ساتھ تو نہیں دیکھا تھا۔!"

"میری دانست میں تو نہیں۔!"

علامہ نے اسے شیلا سے گفتگو کے متعلق بتاتے ہوئے کہا۔ "اس نے ایک بیک ورڈ گھرانے کی لڑکی کی سفارش کر کے غلطی کی تھی۔!"

"یاسمین بے حد آزاد خیال تھی۔!"

"اس سے کوئی فرق نہیں پڑتا۔ بات اس کی ہے کہ وہ کسی اور بہانے سے اسے کیمپنگ کے لئے اجازت دلوا لائی تھی۔ ابھی پولیس کے علم میں نہیں آئی یہ بات۔!"

"تو پھر شیلا بھی....!"

"جلد بازی کی ضرورت نہیں۔ بہر حال سوچنا پڑے گا۔ ویسے تم محتاط رہو۔"

"میں خائف تو نہیں ہوں جناب! مجھے ذرہ برابر بھی فکر نہیں ہے.... یاسمین کی موت کی خبر سننے کے بعد گہری نیند سویا تھا۔!"

"تم بہت اونچے جاؤ گے اسے لکھ لو۔"

"شکریہ جناب۔!"

"شیلا کے بارے میں کوئی فیصلہ کرنے کے بعد تمہیں مطلع کر دوں گا۔!"

"بہت بہتر۔!"



فون کی گھنٹی بجی تھی اور کیپٹن فیاض نے ریسیور اٹھایا تھا۔ لیکن دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز پہچان کر بھنویں سکوڑ لی تھیں۔

"کیا بات ہے۔!" اس نے برا سا منہ بنا کر کہا۔ "اس وقت میں بہت مصروف ہوں۔"

"کیا آلو چھیل رہے ہو جسے بٹاٹا بھی کہتے ہیں....!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔

"بکواس کی ضرورت نہیں جلدی سے اصل موضوع کی طرف آجاؤ۔!" فیاض نے غصیلے لہجے میں کہا۔!

"تم بیگم تصدق کے پیچھے کیوں پڑ گئے ہو۔!"

"تم سے مطلب۔!"

"بیگم تصدق ان کے سمدھیانے سے تعلق رکھتی ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"ثریا کی چچیا ساس کے بھانجے کی بہو کی خالہ ہیں بیگم تصدق....!"

"فضول باتیں نہ کرو۔"

"اگر ڈاکٹر لق لقا قبلہ والد صاحب کے پاس پہنچ گئیں تو تمہاری والی ڈاکٹر صاحبہ خطرے میں پڑ جائیں گی۔ لہذا اصل مجرم کو گھر کے باہر تلاش کرو تو بہتر ہو گا۔!"

"کیا تم کسی نتیجے پر پہنچ گئے ہو....!" فیاض نے نرم پڑتے ہوئے پوچھا۔

"مجھے اتنی فرصت کہاں۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔ "بیگم تصدق دل کی مریضہ بھی ہیں۔ لہذا اب تم ادھر کا رخ بھی نہ کرنا۔ میں نہیں چاہتا کہ تمہاری محبوبہ صاحبہ والد صاحب قبلہ کی بھی نظر میں آجائیں۔"

"کیوں فضول باتیں کر رہے ہو۔ کہاں ہو اس وقت۔!"

"جہنم میں بیٹھا سلیمان کی شادی پر پچھتا رہا ہوں۔"

"کہیں جانا مت.... میں آرہا ہوں۔!"

"اب تم بھی آجاؤ گے....؟" مری مری سی آواز آئی۔

فیاض نے کچھ کہے بغیر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا.... اور جیب سے سگریٹ کا پیکٹ نکال کر ہاتھ ہی میں لئے بیٹھا رہا۔

کسی گہری سوچ میں ڈوبا ہوا تھا.... پھر ایک سگریٹ سلگا کر اٹھ گیا۔ چہرے پر پائے جانے والے آثار بتا رہے تھے کہ شرمندگی اور جھنجھلاہٹ کا بیک وقت شکار ہوا ہے۔

آدھے گھنٹے بعد عمران کے فلیٹ میں داخل ہوا تھا۔ جوزف سے مڈبھیڑ ہوئی۔

"سلیمان ڈاکٹر کو بلانے گیا ہے۔!" اس نے اطلاع دی۔

"کیوں بکواس کرتے ہو۔!"

"یقین کرو کیپٹن.... ان پر غشی کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ میں نے بہت منع کیا تھا ہر طرح سمجھایا تھا لیکن انہوں نے مجھے احمق سمجھا۔"

"قصہ کیا ہے۔!"

"گھریلو ماحول سے بچنے کے لئے باپ کا گھر چھوڑا تھا اور سلیمان کی شادی کرا کے پھر وہی ماحول پیدا کر لیا۔!"

"لیکن غشی کے دورے.... وہ ہے کہاں؟"

"آیئے میرے ساتھ۔!" وہ بیڈ روم کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

"کون آیا ہے رے کالئے....!" کچن کی جانب سے نسوانی آواز آئی۔

"دیکھا تم نے کیپٹن....!" جوزف بھنا کر بولا۔

"کیا دیکھا؟"

"آخر اسے پوچھنے کی کیا ضرورت ہے کہ کون ہے۔!"

"چلو.... چلو۔!" فیاض بیزاری سے بولا۔

وہ اسے بیڈ روم میں لایا تھا۔! سامنے ہی بستر پر عمران چت پڑا نظر آیا۔ آنکھیں بند تھیں۔

"اب تم جاؤ۔" فیاض نے مڑ کر جوزف سے کہا۔!

جوزف ہچکچاہٹ کے ساتھ واپس ہوا تھا فیاض چند لمحے کھڑا عمران کو دیکھتا رہا۔ پھر آگے بڑھا ہی تھا کہ عمران نے مسکرا کر آنکھیں کھول دیں۔ نہ صرف کھول دیں بلکہ بائیں دبائی بھی تھی اور

اٹھ بیٹھا تھا۔

"کسی دن اسی طرح پاگل ہو جاؤ گے اور لوگ عادت ہی سمجھ کر نظر انداز کر دیں گے۔"

فیاض بھنا کر بولا

"میرے پیارے دوست۔!" عمران نے مغموم لہجے میں کہا۔ "مجھے یہاں سے نکال لے چلو خدارا....!"

"تم تو بے ہوش تھے۔!"

"اسی طرح ڈوج دے دے کر زندگی بسر کر رہا ہوں۔ لیکن وہ اول درجے کا بدمعاش ہے ڈاکٹر کو بلانے کے حیلے سے خود نکل بھاگا۔ گاڑی بھی لے گیا ہوگا.... شادی کے پندرہ دن بعد ہی سے اختلاجِ قلب کی شکایت کرنے لگا تھا۔!"

"زندگی بھر اسی طرح مٹی پلید رہے گی تمہاری۔!" فیاض نے کہا۔

"اور تو اور مردود کہتا ہے کہ شادی اسلئے کی تھی کہ وہ کھانا پکائے گی اور میں آزاد ہو جاؤں گا۔!"

"تو اب تم بھی شادی کر کے آزاد ہو جاؤ۔!"

"مجھے خوفزدہ کرنے کی کوشش مت کرو سوپر فیاض۔!"

فیاض کرسی کھینچ کر بیٹھتا ہوا بولا۔!"فون پر کیا بکواس کر رہے تھے۔!"

"اب وہ بے چاری ایسی بھی نہیں ہے کہ تم اسے بکواس کہو۔!"

"میں بیگم تصدق کی بات کر رہا تھا۔!"

"میں سمجھا شاید ڈاکٹر زہرہ جبیں۔!"

"تم نے قبلہ والد صاحب کا حوالہ کیوں دیا تھا۔!"

"یہ غلط نہیں ہے کہ وہ ڈاکٹر شاہد کی رشتہ دار ہیں....! اگر ڈاکٹر مہ لقا نے والد صاحب کے گوش گذار کر دیا تو تم زحمت میں پڑو گے۔!"

"میں صرف پوچھ گچھ کرتا رہا ہوں۔!"

"دن میں کئی بار۔!"

"اتفاق ہے....!"

"خیر.... تو کیا معلوم کیا تم نے....!"

"کچھ بھی نہیں۔ جب تک یہ نہ معلوم ہو جائے کہ آخری نکیاں استعمال کرنے سے قبل وہ کہاں تھی۔ اسی نظریئے پر قائم رہنا پڑے گا کہ نکیاں گھر ہی میں کسی نے تبدیل کی تھیں۔!"

"دو دن بعد!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔ "گھر کا کوئی فرد اتنا احمق نہیں ہو سکتا وہ اسی دن نکیوں کو بدلنے کی کوشش کرتا جس دن شیشی خریدی گئی تھی۔ اسی طرح وہ شبے سے بالاتر ہو سکتا۔!"

"ہاں.... یہ بھی سوچنے کی بات ہے۔"

"لہٰذا اسی پر زور دیتے رہو کہ وہ نکیاں استعمال کرنے سے قبل کہاں تھی۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا.... محض ڈاکٹر جبیں کی وجہ سے مجھے توجہ دینی پڑی۔!"

"ٹھیک ہے۔! میں بھی ہر عمر میں عشق کرنے کا قائل ہوں....!"

"عشق...." فیاض دانت پیس کر بولا۔

"فرینڈ شپ میں بھی کوئی حرج نہیں ہے۔ ایسی صورت میں جبکہ چھوٹی عمر والوں کو ہنسنے کا موقع مل رہا ہو۔!"

"وہ میری بیوی کی معالج ہے....!"

"اس طرح بیوی بھی خوش.... واہ کپتان صاحب! اگر کبھی شادی کی توفیق عطا ہوئی تو بیوی کو دائم المرض بنا کر رکھ دوں گا.... اور روزانہ نئی لیڈی ڈاکٹر۔!"

"بکواس سننے نہیں آیا۔!"

"میں وعدہ کرتا ہوں کہ ڈاکٹر جبیں کو اس بکھیڑے سے صاف نکال لے جاؤں گا.... مگر جاؤں گا کہاں۔ سیدھا تمہارے گھر....!"

"تمہاری باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ تم نے کوئی خاص بات معلوم کی ہے....!"

"ابھی تک تو نہیں لیکن جلد ہی اُمید ہے۔"

ٹھیک اسی وقت کسی نے دروازے پر ہولے سے دستک دی تھی۔

"کون ہے؟" عمران نے اونچی آواز میں پوچھا۔

"صاحب کیا چائے بنانی پڑے گی...." گلرخ کی آوز آئی۔

"اور سنئے....!" عمران فیاض کی طرف دیکھ کر بولا۔ "بنانی پڑے گی.... یہ تو اس مردود سے بھی دو جوتے آگے جا رہی ہے۔!"

"میں چائے نہیں پیوں گا۔!" فیاض نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

"نہیں بنانی پڑے گی۔!" عمران اونچی آواز میں بولا۔ "آرام فرمایئے۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ آخر تم کس مٹی سے بنے ہوئے ہو۔" فیاض بولا۔

"ملتانی مٹی سے.... کافی چکنی ہوتی ہے۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "یاسمین کے دوستوں کو بھی تم نے ٹٹولا ہو گا۔"

"صرف ایک.... شیلا دھنی رام.... اس کے علاوہ کوئی اور ایسا نہیں مل سکا جس سے اس کے بارے میں کچھ معلوم ہو سکتا.... لیکن وقوعے والے دن وہ شیلا سے بھی نہیں ملی تھی۔!"

"اور کیا جانتے ہو شیلا دھنی رام کے بارے میں۔!"

"اس کے بارے میں کچھ جاننے کی ضرورت؟" فیاض نے سوال کیا۔

"دھنی رام کے گہرے دوستوں میں سے ہیں مسٹر تصدق۔!"

"ہوں گے۔!" فیاض نے لاپرواہی سے کہا۔

"اچھا.... اچھا....!" عمران نے اس طرح کہا۔ جیسے فیاض کا جواب بالکل درست ہو۔

فیاض خاموش بیٹھا رہا۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا۔ "اب تم سوچ رہے ہو گے کہ یہاں کیوں آئے تھے۔!"

"تم ٹھیک سمجھے!" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔ "یہ بات تو فون ہی پر طے ہو سکتی تھی کہ اب میں بیگم تصدق وغیرہ سے مزید پوچھ گچھ نہ کروں۔!"

"عقل مند ہو لیکن کسی قدر لیٹ ہو جاتے ہو۔!"

"میں جانتا ہوں کہ تم نے مجھے کسی معاملے میں اندھیرے میں رکھنے کی کوشش کی ہے۔ خیر دیکھا جائے گا۔!"

"سنو پیارے۔ تمہیں اس کے علاوہ اور کسی بات سے سروکار نہ ہونا چاہئے کہ ڈاکٹر جبیں شبے سے بالاتر ہو جائیں۔ اس کی ذمہ داری میں پہلے ہی لے چکا ہوں۔"

"گویا تم صاف الفاظ میں کہہ رہے ہو کہ میں دخل اندازی نہ کروں۔"

"اگر ڈاکٹر جبیں کی خیر و عافیت خداوند کریم سے نیک مطلوب ہو گی۔ تو تم وہی کرو گے جو میں کہوں گا۔!"

"ٹھیک ہے.... خدا حافظ۔!" کیپٹن فیاض فلیٹ سے نکلا چلا آیا تھا۔



فیاض کے جانے کے بعد اس نے فون پر جولیانا فٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کئے تھے اور ایکس ٹو کی آواز میں بولا تھا۔!"رپورٹ۔!"

"ابھی تک کوئی اطلاع نہیں ملی جناب...." دوسری طرف سے آواز آئی۔"صفدر شاہ دارا گیا ہے۔!"

"شیلا سے متعلق یہاں کون معلومات فراہم کر رہا ہے....!"

"کیپٹن خاور جناب....!"

"کیا اس نے رپورٹ دی نہیں۔!"

"ابھی نہیں دی جناب۔!"

"سست رفتاری سے کام ہو رہا ہے۔!" وہ ایکس ٹو کی آواز میں غرایا۔

"مجھے اعتراف ہے جناب۔!"

"جیسے ہی رپورٹ ملے مجھے مطلع کرنا۔!"

"ایسا ہی ہوگا جناب۔!"

عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر جوزف کو آواز دی تھی۔

دوسرے ہی لمحے میں وہ دروازہ کھول کر بیڈ روم میں داخل ہوا۔

"سلیمان واپس آیا۔!"

"نن نہیں باس۔ لیکن تمہیں کیا معلوم... وہ تو تمہاری بے ہوشی کے دوران میں گیا تھا۔!"

"خواب دیکھا تھا میں نے۔!" عمران دہاڑا۔

"میرا اس میں کیا قصور ہے باس....!"

"سارا قصور تیرا ہی تو ہے.... کیوں ان دونوں کو لڑنے جھگڑنے دیتا ہے۔!"

"میں کیا کر سکتا ہوں۔ ویسے میرا بس چلے تو دونوں کو قتل کر دوں....!"

"کیوں؟"

"لڑتے جھگڑتے ہیں اور پھر ہنسنے بولنے لگتے ہیں....!"

"تیری دانست میں کیا ہونا چاہئے....!"

"قتل اور صرف قتل جس طرح دونوں ایک دوسرے پر دانت پیستے ہیں۔ وہ قتل ہی کا متقاضی ہے۔!"

"یہ تجھ پر خون کیوں سوار ہے....!"

"یہ جھگڑے کی توہین ہے باس کہ وہ پھر آپس میں ہنسنے بولنے لگیں۔!"

"جھگڑا کس بات پر ہوتا ہے۔!"

"یہ آج تک میری سمجھ میں نہیں آسکا۔! بس ہنستے بولتے ایک دم سے ایک دوسرے پر چڑھ دوڑتے ہیں۔!"

"کیا دونوں کے دماغ چل گئے ہیں۔!"

"خدا ہی بہتر جانے مجھے تو اب کہیں اور بھیج دو باس۔!"

"جنت الفردوس کے بارے میں کیا خیال ہے۔!"

"ایسی زندگی سے تو موت بہتر ہے۔!"

"او بدبخت شادی شدہ لوگوں کے سے انداز میں کیوں گفتگو کر رہا ہے۔"

"سنجیدگی سے سوچو باس! کہیں سچ میرا دماغ الٹ نہ جائے۔!" عمران اسے ترحم آمیز نظروں سے دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔"ہو گئی ہوگی شادی لیکن میں ان کے اولاد تو ہرگز نہ ہونے دوں گا۔!"

عمران اچھل پڑا۔"تو یعنی کہ تو.... اولاد نہ ہونے دے گا۔"

"ہاں.... یہ میرا فیصلہ ہے باس....!"

"کیا تیری سفارش پر ہونے والی تھی اولاد۔!"

"تم نہیں جانتے۔ کالا جادو۔!"

"واقعی پاگل ہو گیا ہے۔!"

"الو کی کھوپڑی مل گئی ہے۔ اور گیدڑ کی تھوتھنی کے لئے ہم شکار پر چلیں گے باس۔!"

"شاید اب تم لوگ مجھے زندہ نہیں رہنے دو گے۔!"

"تم خود سوچو باس کیا یہ دونوں اس قابل ہیں کہ والدین کہلائیں۔"

"او عقل مند اس دنیا میں ننانوے فیصد افراد اس قابل نہیں ہیں کہ والدین کہلائیں پھر بھی کہلاتے ہیں۔!"

"اسی لئے تو دنیا برباد ہوئی جا رہی ہے....!"

"ہو جانے دے.... تیرے باوا کا کیا جاتا ہے۔!"

"میں اپنا سر دیواروں سے ٹکرا کر مر جاؤں گا۔!"

"بس اتنا ہی ہے تیرے بس میں۔ جب دل چاہے کر گذر۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا، دفع ہو جا۔!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

جوزف کے جاتے ہی فون کی گھنٹی بجی تھی۔ عمران نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔!"

"میں مہ لقا بول رہی ہوں....!"

"اچھا اچھا سالیکم۔!"

"آپ نے کیا کیا....؟"

"سب ٹھیک ہے۔ اب ان لوگوں سے پوچھ گچھ نہیں ہوگی۔!"

"لیکن مجرم کا سراغ تو ملنا ہی چاہئے۔"

"دعا تعویذ کرائیے۔ ہاتھ باندھے خدمت میں حاضر ہو جائے گا۔!"

"کیا مطلب!"

"ظاہر ہے کہ بیگم تصدق دل کی مریضہ ہیں.... ہو سکتا ہے کہ خود ان کے ہاتھ صاف ہوں لیکن انہی کا کوئی ہمدرد بھی ہو سکتا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھی آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!"

"اگر کوئی ہمدرد دونوں لڑکیوں کو ختم کر کے تصدق صاحب کا وارث انہیں بنانا چاہتا ہو تو.... پھر ان کے بعد خود مالک بن بیٹھنے کے امکانات پر غور کر رہا ہو تو!"

"اتنی لمبی چھلانگ کون لگانا پسند کرے گا....!"

"کیا دس بیس سال کا فکسڈ ڈپازٹ کرا دینا انسانی فطرت کے خلاف ہے۔"

"بس تو پھر رخت سفر باندھئے۔ بیگم تصدق کے آباؤ اجداد خراسان سے آئے تھے۔!"

"یہ لیڈی ڈاکٹر زہرہ جبیں کیسی عورت ہے؟"

"دیکھئے اس بیچاری کو لپیٹئے نہیں۔ یاسمین دو دن تک وہی ٹکیاں استعمال کرتی رہی تھی۔!"

"میرا مطلب ہے کہ اس نے ابھی تک شادی کیوں نہیں کی۔!"

"میں بھلا اس کا کیا جواب دے سکتی ہوں.... ویسے آپ شادی کیوں نہیں کرتے۔"

"شادی کرنے سے مجھے زکام ہو جاتا ہے۔!"

"کتنی کر چکے ہیں اب تک۔!"

عمران خاموش رہا۔ "ہیلو" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"یاسمین ایک ایک ہفتے تک گھر سے غائب رہتی تھی۔!" عمران نے کہا۔

"مجھے اس کا علم نہیں۔"

"مرنے سے چار دن قبل بھی وہ ایک ہفتے بعد گھر میں داخل ہوئی تھی۔"

"خدا جانے۔!"

"بات بیگم تصدق کی تھی۔!"

ایکس ٹو والے فون کی گھنٹی بجی.... اور عمران نے ڈاکٹر مہ لقا سے کہا۔ "جو کچھ بھی امکان میں ہے ضرور کیا جائے گا۔"

"آپ ہمارے گھر کب سے نہیں آئے۔!"

"عدیم الفرصتی کی وجہ سے اپنا ہی گھر چھوٹا ہوا ہے۔" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

"ایکس ٹو والے فون کا ریسیور اٹھانے کے لئے ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ اس سے منسلک ٹیپ ریکارڈر کا سرخ بلب روشن ہو گیا۔ معینہ مدت میں ریسیور نہ اٹھانے کی بنا پر کال ریکارڈ ہونے لگی تھی۔

وہ چپ چاپ فون کے پاس سے ہٹ آیا۔ پیغام ریکارڈ ہو جانے کی علامت ظاہر ہوتے ہی اس نے ٹیپ ریکارڈر کا بٹن دبایا تھا۔ اسپول ریوائنڈ ہونے لگا۔!

تھوڑی دیر بعد جولیانا فٹنر واٹر کی آواز آئی تھی۔ "کیپٹن خاور کی رپورٹ شیلا دھنی رام عمر چوبیس سال فقتھ ایئر میں سوشیالوجی کی طالبہ ہے! آزاد خیال اور سرکش ہے! خاندان کے کسی فرد کے قابو میں نہیں آئی۔ کئی کئی دن گھر سے غائب رہتی ہے۔ بہت جلد بے تکلف ہو جاتی ہے۔ زیادہ تر لڑکے دوست ہیں۔ سیر و شکار کی رسیا ہے۔ اکثر اس کے احباب جنگلوں میں کیمپنگ کرتے رہتے ہیں۔ وہ بھی ان کے ساتھ ہوتی ہے۔ لیکن ان افراد کے زمرے میں نہیں آتی۔ جو منشیات کا شوق رکھتے ہیں۔! ایسی کوئی شہادت نہیں مل سکی جس کی بنا پر جنسی بے راہ روی کی شکار بھی کہی جاسکے۔ ماضی قریب میں بھی وہ ایک ہفتے کی کیمپنگ میں شریک رہی تھی۔ اس کیمپنگ میں گیارہ افراد نے حصہ لیا تھا! اوور اینڈ آل۔!"

عمران نے ٹیپ ریکارڈر کا سوئچ آف کر دیا۔ اس کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"ماضی قریب میں کیمپنگ....!" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔! "گیارہ افراد" اب وہ پھر جولیانا فٹنر واٹر کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ دوسری طرف سے فوراً ہی جواب ملا۔

"رپورٹ مل گئی ان گیارہ افراد کے نام اور پتے درکار ہیں جنہوں نے کیمپ میں شرکت کی تھی۔ جتنی جلد بھی ممکن ہو۔" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"بہت بہتر جناب۔"

"وٹیس آل۔!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

چند لمحے کھڑا کچھ سوچتا رہا۔ اور پھر سٹنگ روم میں آکر گلرخ کو آواز دی۔

"جی صاحب"

"دوپہر کا کھانا۔ دو بج رہے ہیں۔!"

"میں سمجھی تھی شائد آپ باہر جائیں گے۔ اب تو مسور کی دال کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں ہے!"

"اس سے پہلے کیا تھا؟"

"کھیری گردے اور آلو کے کباب....!"

"خدا غریق رحمت کرے تم دونوں کو.... وہ مردود واپس آیا کہ نہیں۔!"

"واپس نہ آتا تو مسور کی دال ہی کیسے بچتی....!"

"کہاں ہے....!"

"قیلولہ کر رہا ہے۔" وہ برا سا منہ بنا کر بولی۔! "کوٹھی میں ہوتا تو اب تک چندیا صاف ہو گئی ہوتی.... میری تو تقدیر ہی پھوٹ گئی ہے چھوٹے سرکار۔!"

"مجھے نہیں معلوم تھا کہ شادی کے بعد قیلولہ بھی شروع کر دے گا۔!"

"آپ جیسے بادشاہ کا نوکر ٹھہرا۔"

"ارے مسور کی دال ہی لے آ بادشاہ کے لئے...."

"مجھے بڑی شرمندگی ہے صاحب جی.... اسی نے کہا تھا کہ آپ دوپہر کا کھانا نہیں کھائیں گے۔!"

"اب میں کہہ رہا ہوں کہ کھاؤں گا۔!"

"صرف دال.... ایک چپاتی بھی تو نہیں چھوڑی۔!" گلرخ نے کہا۔

"صرف دال کھانے کی ترکیب یہ ہے کہ اگر پتلی نہ ہو تو اس میں ایک گلاس پانی بھی شامل کیا جائے.... اور چمچے سے" عمران نے داہنی ہتھیلی پر چمچہ فرض کر کے منہ کے قریب لے جاتے ہوئے کہا۔

"بڑا جی دکھتا ہے آپ کے لئے صاحب جی.... ٹھہریئے میں گرم گرم چپاتیاں ڈالتی ہوں اور آملیٹ بنائے دیتی ہوں....!"

"لیکن انڈے دینے والی مرغی اس وقت کہاں مل سکے گی۔" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"انڈے تو ہیں۔!" وہ چہک کر بولی۔

"جا جلدی سے دیکھ کہیں اب تک ان میں سے بچے نہ نکل آئے ہوں۔!"

وہ کھی کھی کرتی ہوئی بھاگ گئی اور عمران دونوں ہاتھوں سے سر تھامے ہوئے ایک طرف بیٹھ گیا۔



علامہ دہشت نے شیلا پر ایک اچٹتی سی نظر ڈالی تھی۔ اور اسے بیٹھنے کا اشارہ کر کے سامنے بکھرے ہوئے کاغذات کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

وہ چپ چاپ بیٹھ گئی۔ تھوڑی دیر بعد وہ اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ "تم میرے مشن کے

بارے میں کیا جانتی ہو۔!"

"آپ دنیا کو غیر ذہین افراد سے پاک کر دینا چاہتے ہیں۔!" شیلا نے جواب دیا۔

"مجھے خوشی ہے کہ مقصد تمہارے ذہن میں واضح ہے! بہر حال اس کے لئے پہلا قدم یہی ہونا چاہئے کہ ان غیر ذہین لوگوں کا صفایا کر دیا جائے جو اپنی نااہلی کے باوجود بھی ذہین لوگوں کی سطح پر آنے کی کوشش کرتے ہیں۔"

"ہاں یہ بے حد ضروری ہے جناب۔!"

"اپنے باپ کے بارے میں تمہاری کیا رائے ہے۔!"

"میری دانست میں تو وہ ذہین آدمی ہیں۔"

"کس بناء پر کہہ رہی ہو۔۔۔!"

"دولت مندی انہیں ورثے میں نہیں ملی تھی۔ اپنی ذہانت کے بل بوتے پر وہ اتنے دولت مند ہو سکے ہیں۔!"

"لیکن کیا وہ اتنا پڑھا لکھا ہے کہ سیاست میں حصہ لے سکے۔!"

"نہیں جناب۔!"

"لیکن وہ سیاست میں حصہ لیتا ہے۔۔۔ الیکشن لڑتا ہے اور سیٹ بھی حاصل کرتا ہے۔ دولت کے بل بوتے پر۔۔۔!"

"مجھے تسلیم ہے۔۔۔!"

"سیاست کے لئے نااہل تسلیم کرتی ہو اسے۔۔۔!"

"جی ہاں۔!"

"تب پھر کیا خیال ہے تمہارا۔!"

"میں نہیں سمجھی جناب۔!"

"کیا اسے زندہ رہنا چاہئے۔ ہر بار وہ کسی ذہین آدمی کے حق پر قابض ہو جاتا ہے۔۔۔!"

"مم۔۔۔ میں۔۔۔ کک۔۔۔ کیا عرض کروں۔۔۔!"

"میرے مشن کی روشنی میں دیکھو۔!"

"دد۔۔۔ دیکھ رہی ہوں۔!"

"اچھا تو پھر اسے سیاست میں حصہ لینے سے باز رکھنے کی کوشش کرو۔!"

"کس طرح جناب۔!"

"جس طرح بھی ممکن ہو۔"

"بہت مشکل ہے۔۔۔!"

"یعنی وہ کسی طرح بھی باز نہیں آ سکتا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا جناب۔۔۔!"

"تم نے وفاداری کا عہد کیا تھا۔!"

"میں اس پر قائم ہوں جناب۔!"

"تب پھر اپنے باپ کو قتل کر دو۔!"

"جنابِ عالی۔!" وہ بوکھلا کر کھڑی ہو گئی۔

"بیٹھ جاؤ۔"

وہ غیر ارادی طور پر بیٹھ گئی تھی۔ منہ پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں ایسا لگتا تھا جیسے سوچنے سمجھنے کی صلاحیت ہی ختم ہو گئی ہے۔

دفعتاً علامہ دہشت نے قہقہہ لگایا۔

وہ حیرت سے اسے دیکھتی رہی۔ بالآخر وہ بولا۔ "تم بھی کیڑوں مکوڑوں سے بالاتر نہیں ہو۔ الفاظ کی قدر و قیمت جاننا سیکھو! جو کچھ زبان سے کہتی ہو اس پر عمل نہیں کر سکتی۔ تمہارا باپ سیاست کے لئے غیر ذہین ہے۔ اگر سیاست میں حصہ لینا ترک نہیں کرتا تو اسے مر جانا چاہئے۔"

"مم۔۔۔ میں تسلیم کرتی ہوں۔۔۔!"

"میری تنظیم سے باہر رہ کر صرف تسلیم کرتی ہو۔! میری تنظیم میں رہ کر تمہیں اس کو کسی ذہین آدمی کے لئے راستے سے ہٹانا پڑے گا۔!"

"آپ یہ کام کسی اور کے سپرد کر دیجئے۔ میں اپنے باپ کو اپنے ہی ہاتھوں سے کیسے ختم کر سکتی ہوں۔!" وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں بولی۔!

"تم سچ مچ خوفزدہ نظر آنے لگی ہو۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ علامہ کہتا رہا۔ "حقیقتاً میں تمہارے باپ کی موت کا خواہاں نہیں ہوں۔ تمہیں

صرف یہ احساس دلانا چاہتا تھا کہ تم ابھی کچی ہو۔ میری تنظیم میں نہ کوئی کسی کا باپ ہے نہ بیٹا ہے اور نہ بھائی وہ صرف تنظیم کے لئے ہے۔ صرف تنظیم کا بیٹا ہے دوسرے غیر ذہین آدمیوں کو فنا کردینے پر تمہیں کوئی اعتراض نہیں۔ بس تمہارا باپ ان کے زمرے میں نہ آتا ہو۔!"

"میں تنظیم کے لائق نہیں ہوں۔!" وہ آہستہ سے بولی۔

"لہذا جب چاہو ہمارا ساتھ چھوڑ سکتی ہو۔ نہ میں کسی کو بلاتا ہوں۔ اور نہ کسی کے ساتھ چھوڑنے کی پرواہ کرتا ہوں۔ اب تم جاسکتی ہو۔!"

وہ اٹھی تھی اور تیزی سے باہر نکل گئی تھی۔ علامہ مسکراتا رہا تھا۔ اور پھر اونچی آواز میں بولا تھا!"اب آجاؤ۔!"

بائیں جانب کا دروازہ کھلا اور پیٹر کمرے میں داخل ہوا۔ اس کا چہرہ غصے سے سرخ ہو رہا تھا۔!

"تم نے سنا۔!" علامہ نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔

پیٹر نے سر کو اثباتی جنبش دی تھی۔!

"لیکن فی الحال اسے قتل نہیں کیا جاسکتا.... پولیس شاہ دارا تک جا پہنچی ہے۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ شیلا کے چچا سے کسی نے براہِ راست اس سلسلے میں گفتگو کی تھی۔!"

"کس سلسلے میں۔"

"شاید تم کنفیوز ہوگئے ہو۔! بیٹھ جاؤ۔ کیا تمہیں یاد نہیں کہ شیلا یاسمین کو شاہ دارا لے جانے کے بہانے کیمپنگ کے لئے لائی تھی۔"

"مجھے یاد ہے جناب۔ شاید میں سچ مچ کنفیوز ہو گیا تھا۔!"

"میں یہ کہہ رہا تھا کہ اس کے چچا نے لاعلمی ظاہر کی ہوگی۔ کیونکہ وہ سرے سے وہاں گئی ہی نہیں تھی۔ لہذا اب شیلا سے دوبارہ گفتگو ہوگی۔"

"اور وہ بتادے گی۔!"

"اس سے پہلے ہی تمہیں یہ کام کرنا ہوگا۔!"

"کیا کام۔!"

"شیلا کو پاگل ہو جانا چاہئے! اسی طرح پولیس ہم سے دور رہ سکتی ہے۔ وہ سمجھے گی کہ شیلا نے جوابدہی سے بچنے کے لئے پاگل پن کا ڈھونگ رچایا ہے۔!"

"لیکن وہ پاگل کس طرح ہوگی جناب۔!"

"آج شام کلب میں سب کچھ ہو جائے گا۔!"

"لیکن پولیس طبی معائنہ تو کرا سکے گی۔!"

"اسے جو چیز شراب میں دی جائے گی اس کا اثر سسٹم پر دریافت نہ کیا جاسکے گا۔ اسی بنا پر تو پولیس باور کرے گی کہ وہ بن رہی ہے۔"

"آپ ذہانت کا سرچشمہ ہیں جناب۔!"

"پھر وہ زندگی بھر جاگتی رہے گی۔ لیکن ہوش میں نہ ہوگی۔! اور یہ زہر تم ہی اس کی شراب میں ملاؤ گے۔!"

علامہ نے میز کی دراز سے ایک چھوٹی سی شیشی نکالی تھی۔

"آج ہی یا کبھی نہیں!" پیٹر نے شیشی کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"یقین کرو.... اس گروپ میں تمہارے علاوہ مجھے اور کوئی بھی ذہین نہیں معلوم ہوتا۔" علامہ اس کی ہتھیلی پر شیشی رکھتا ہوا بولا۔

پیٹر پلکیں جھپکائے بغیر اس کی طرف دیکھے جا رہا تھا۔!

"اس کا طریق استعمال بھی سن لو۔" علامہ نے کہا اور میز کی دوسری دراز کھول کر ایک بڑی سی انگشتری نکالی....!

"یہ انگشتری.... ذرا اپنی کرسی اور قریب لاؤ.... یہ دیکھو.... نگینہ.... اس طرح اپنی جگہ سے ہٹتا ہے۔ اس خالی جگہ میں وہ سیال بھرا جائیگا.... اس طرح نگینہ دوبارہ اپنی جگہ پر آئے گا۔ انگشتری پہن لی گئی.... انگشتری والا ہاتھ تم کسی بہانے سے اس طرح اس کے گلاس پر رکھو گے.... اور بیچ کی انگلی سے اس طرح اس جگہ دباؤ ڈالو گے سارا سیال گلاس میں ٹپک جائے گا.... اسے یا پاس بیٹھے ہوئے کسی فرد کو احساس تک نہ ہو سکے گا کہ کب کیا ہو گیا۔!"

اس نے انگشتری بھی پیٹر کے حوالے کی تھی اور پیٹر نے ایک بار پھر اس کا طریق استعمال سمجھا تھا۔

"لیکن جناب!" اس نے کچھ دیر بعد کہا۔!" یہ بات ڈھکی چھپی نہیں رہ سکتی کہ ہم نے کیمپنگ کی تھی اور اس میں کون کون شریک تھا۔"

"میری کیمپنگ کبھی ڈھکی چھپی نہیں رہتی.....!" اب بہتیرے جانتے ہوں گے کہ اس میں کس کس نے شرکت کی تھی۔ دراصل میں کالی بھیڑوں کو اپنے آس پاس نہیں دیکھنا چاہتا یہ کسی طرح بھی برداشت نہیں کر سکتا کہ کوئی اپنے گھر والوں کو دھوکے میں رکھ کر میرے حلقے میں شامل ہو۔! علی الاعلان آ سکتے ہو تو آؤ.... ورنہ کوئی ضرورت نہیں۔ تم شیلا کو کیا سمجھتے ہو صرف ایڈونچر کے لئے ہمارے قریب آئی تھی۔ یاسمین احساس کمتری کا شکار تھی۔ اسے اپنے لئے بڑا اعزاز سمجھتی تھی کہ شیلا جیسی دولت مند لڑکی اسے گھاس ڈالتی ہے۔"

"تو پھر شیلا کو.....!"

"میں سمجھ گیا!" علامہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "تم یہی کہنا چاہتے ہو نا کہ پھر شیلا کو راستے سے ہٹا دینے سے کیا فرق پڑے گا۔"

"جی ہاں۔!"

"اگر وہ پاگل ہو گئی اور میڈیکل ٹسٹ نے یہ ثابت کر دیا وہ پاگل نہیں ہے تو یاسمین والا معاملہ صرف اسی کے گرد گھوم کر رہ جائے گا.... اس سے کوئی فرق نہیں پڑے گا کہ دونوں میری کیمپنگ میں شامل تھیں۔!"

"میں سمجھ گیا جناب۔!"



علامہ دہشت کی کوٹھی سے نکل کر شیلا اپنی اسپورٹ کار میں بیٹھی تھی اور اس کا تعین کئے بغیر کہ کہاں جانا ہے چل پڑی تھی۔ عجیب طرح کا موڈ تھا۔ بڑی گھٹن محسوس کر رہی تھی۔

سوشیالوجی کی طالبہ ہونے کی بنا پر علامہ سے بالکل ہی قطع تعلق ممکن نہیں تھا۔ اب وہ اس کی شکل بھی نہیں دیکھنا چاہتی تھی۔ وہ سوچ رہی تھی کہ اسے یہ سال ضائع کر کے اپنا مضمون ہی بدل دینا چاہئے۔ علامہ کے تصور سے بھی وحشت ہو رہی تھی۔

بے خیالی میں گاڑی شہر سے باہر نکل آئی۔ دفعتاً وہ چونک پڑی پہلے اسے یہ خیال کیوں نہ آیا تھا۔ آخر علامہ اتنا دولت مند کہاں سے ہو گیا۔ کیمپ میں وہ اس کی کہانی بھی سن چکی تھی۔

شہر میں علامہ کی کئی کوٹھیاں تھیں۔ روپیہ پانی کی طرح بہاتا تھا۔ درجنوں نادار طلبہ اس کی مدد سے تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ بے راہ روی کا شکار ہو کر مقروض ہو جانیوالے طلباء کی آخری امید گاہ بھی وہی تھا۔ بڑی فراخ دلی سے ان کی امداد کرتا تھا۔

کہاں سے آتی اتنی دولت۔ کیا وہ اپنی ذہانت سے کام لے کر غیر قانونی ذرائع سے دولت کما رہا ہے۔ اگر ایسا ہے تو تعجب کی بات نہیں۔ اوہ وہ جہنم میں جائے.... وہ تو اس نے اس کی شخصیت میں ایک خاص قسم کی کشش محسوس کی تھی۔ جو عام طور پر لوگوں میں نہیں پائی جاتی ورنہ اس کے قریب رہنے کی خواہش ہی نہ پیدا ہوتی۔

وہ اپنے ذہن کو ٹٹولنے لگی۔ اس توقع کا تجزیہ کرنے لگی جس کی بنا پر وہ اس کے حلقے میں شامل ہوئی تھی۔ ادھیڑ عمر کے کسی بھی فرد میں اس نے آج تک نوجوانوں کے لئے اتنی کشش نہیں پائی تھی۔ وہ کیسی کشش تھی ذہنوں میں کیسی توقعات کو جنم دیتی تھی.....!

"اوہ لعنت ہے.....! ختم بھی کر..... کیوں سوچ رہی ہے اس کے بارے میں...بد!اور پھر اسے پولیس کا خیال آیا۔ آج ہی اس کے چچا نے شاہ دارا سے اسے فون کال کی تھی۔ اور اس معاملے کے بارے میں پوچھا تھا۔ جس کا اس کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا۔ اس نے اسے مطمئن کرنے کی کوشش کی تھی کہ کوئی خاص بات نہیں ہے۔ یہ محض اتفاق تھا کہ وہ متوفیہ کو اس کے بہانے پکنک پر لے گئی تھی۔ لہذا پولیس اس سلسلے میں بھی پوچھ کرے گی۔ اس کی موت کا تعلق خود اس سے قطعی نہیں ہے۔

اسپورٹس کار فراٹے بھرتی رہی۔ ویرانے کا سناٹا کسی قدر سکون بخش محسوس ہو رہا تھا۔ وہ سوچ رہی تھی۔ کیوں نہ شاہ دارا ہی کی طرف چل نکلے۔ یہاں کے ماحول سے دو چار دن کے لئے چھٹکارا پا ہی لینا چاہئے۔ اس کے ذہن پر یاسمین کی موت کا بھی اثر تھا۔ وہ اس کی بہت قریبی دوست تھی۔ ہر بات پر اس سے متفق ہو جاتی تھی۔ کبھی کوئی کام اس کی مرضی کے خلاف نہیں کرتی تھی۔!

دفعتاً اسے بریک لگانے پڑے۔ کیونکہ آگے کچھ دور ایک آدمی ہاتھ اٹھائے بیچ سڑک پر کھڑا تھا اور بائیں جانب ایک گاڑی بھی کھڑی نظر آئی۔ شائد یہ گاڑی کچھ ہی دیر قبل اس کے پاس سے نکلی تھی۔ اس نے اپنی کار روک دی.....!

"مم.... محترمہ.....!" وہ قریب آ کر ہکلایا۔ خوش شکل تھا۔ لیکن احمق بھی معلوم ہوتا تھا۔

چہرے پر ایسے ہی تاثرات تھے۔

"کیا بات ہے؟" شیلا نے تیکھے انداز میں پوچھا۔

وہ کچھ اور زیادہ بوکھلا گیا۔ منہ سے الفاظ ہی نہیں نکل رہے تھے۔ بس ہکلائے جارہا تھا اور پھر شیلا کو اس پر رحم آنے لگا۔!

"بتایئے کیا بات ہے....!" اس نے نرم لہجے میں پوچھا۔

اس ہکلاہٹ کے دوران میں اس کی آنکھوں سے آنسو بھی بہنے لگے تھے۔!

"مم.... میری گاڑی.... بند ہو گئی ہے۔!" اس نے بدقت کہا۔!"معافی چاہتا ہوں میں آپ کو مرد سمجھا تھا.... ورنہ کبھی اس طرح نہ روکتا.... معاف کر دیجئے۔!"

"مرد سمجھ کر....!" شیلا ہنس پڑی۔

"جج.... جی ہاں....!"

"اور چونکہ مرد نہیں ہوں اس لئے آپ کو معاف کر دوں.... یعنی دوسرے الفاظ میں اپنا راستہ لوں۔!"

"میں گڑگڑا کر معافی مانگتا ہوں....!"

"میں ہرگز نہیں جاؤں گی۔ میں آپ کی مدد کروں گی۔"

"آپ.... آپ.... یعنی کہ آپ کیا مدد کر سکیں گی۔!"

"آپ گاڑی کے انجن کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔"

"جج.... جی نہیں....!"

"میں جانتی ہوں!" اس نے کہا اور اپنی کار سڑک کے کنارے لگانے لگی۔

"نہیں آپ جایئے.... لوگ کیا سوچیں گے۔"

"کیا سوچیں گے۔!"

"مم.... میرا.... مطلب یہ کہ کہیں کچھ غغ.... غلط نہ سوچ لیں....!"

وہ حیرت سے اس کی طرف دیکھنے لگی۔ ادھر چہرے پر چھائی ہوئی حماقت کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔ شیلا بے ساختہ ہنس پڑی۔ اپنی نوعیت کا ایک ہی آدمی معلوم ہوتا تھا۔

وہ گاڑی سے اُتر کر اس کی گاڑی کے قریب جا کھڑی ہوئی۔

"بونٹ اٹھایئے۔!" اس نے کہا۔

"جج.... جی.... بہت اچھا۔!" اجنبی نے بوکھلائے ہوئے انداز میں تعمیل کی تھی۔

وہ تھوڑی دیر تک انجن کے ادھر ادھر ہاتھ لگانے کے بعد بولی تھی۔ "اب اسٹارٹ کیجئے۔" لیکن پندرہ بیس منٹ گذر جانے کے بعد بھی گاڑی اسٹارٹ نہیں ہوئی تھی۔

اس دوران میں بہتیری گاڑیاں گذر گئی تھیں۔ لیکن شیلا نے اسے کسی اور کو روکنے کا مشورہ نہیں دیا تھا۔ وہ اسی قسم کی لڑکی تھی۔ مردوں کے مقابلے میں شکست تسلیم کر لینا سیکھا ہی نہیں تھا۔

"اور.... کسی کو.... روکوں....!" اجنبی نے کچھ دیر بعد پوچھا۔

"میری توہین نہ کیجئے۔!" وہ جھنجھلا کر بولی۔ "آپ نے مجھے روکا ہے.... اس لئے میں ہی آپ کے لئے کچھ کروں گی۔!"

"جی بہت اچھا۔!" اجنبی نے سعادت مندانہ انداز میں کہا۔ جس میں بے بسی بھی شامل تھی۔

شیلا کو اس کا یہ رویہ بہت بھایا تھا۔ پہلا مرد تھا جو اس سے کسی طرح کا اختلاف ہی نہیں کر رہا تھا۔

"آپ کو کہاں جانا ہے۔؟"

"شش شاہ دارا....!"

"بس تو پھر ٹھیک ہے۔! میں بھی وہیں جا رہی ہوں۔ آپ کو کھینچ لے چلوں گی۔!"

"کھک.... کھینچ....!"

"ہاں.... ہاں.... آپ کی گاڑی اپنی گاڑی سے باندھتی ہوں....!"

"رسہ کہاں سے آئے گا...." اجنبی نے پوچھا۔

"پٹ سن کی کاشت کریں گے....!"

"جی بہت اچھا۔"

اس بار شیلا نے اسے شبہے سے دیکھا تھا۔! لیکن وہ سر جھکائے کھڑا رہا۔ چہرے پر بناوٹ کا شائبہ تک نہیں تھا۔

"تو شروع کریں پٹ سن کی کاشت۔!"

"ضرور.... ضرور.... مم.... مگر پٹ سن کیا چیز ہے....!"

"جوٹ....!"

"تب تو بہت دن لگ جائیں گے۔!" بڑی سادگی سے کہا گیا۔

"آپ کا نام کیا ہے جناب۔!"

"عمران....!"

"کیا کرتے ہیں؟"

"کاشت.... مطلب یہ کہ ایگریکلچرل فارمز ہیں میرے....!"

"اور آپ پٹ سن نہیں جانتے....!"

"اُردو میں بہت سی چیزیں نہیں جانتا۔ کیا آپ بتائیں گی کہ ڈیوٹ کیا ہوتا ہے؟"

شیلا بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔ لیکن اس کی احمقانہ سنجیدگی میں ذرہ برابر بھی فرق نہیں آیا تھا۔ اس نے اس کی طرف دیکھا اور پھر خود بھی سنجیدہ ہو کر بولی۔ "میرے لئے بھی یہ لفظ بالکل نیا ہے۔ شاہ دارا میں آپ کہاں جائیں گے۔!"

"اسٹار ہوٹل میں ٹھہروں گا۔ بیج خریدنے جارہا ہوں۔"

"ارے.... وہیں تو مجھے بھی ٹھہرنا ہے....!" شیلا نے کہا.... نہ جانے کیوں اُس کا دل چاہ رہا تھا کہ اس شخص سے راہ ورسم بڑھائے۔

"یہ تو واقعی بہت اچھی بات ہے....!" اجنبی نے خوش ہو کر کہا۔ "تو پھر میں اپنی گاڑی یہیں چھوڑے دیتا ہوں۔!"

"یہ کوئی امریکن ہائی وے نہیں ہے! کل تک آپ کو یہاں گاڑی کا ڈھانچہ بھی شائد نہ ملے۔!"

"میرے پاس رسہ ہے.... ہمیشہ ساتھ رکھتی ہوں.... بات یہ ہے کہ ایک سیلانی قسم کی لڑکی ہوں کبھی کبھی مجھے بھی اپنی گاڑی کسی دوسرے کی گاڑی سے باندھنی پڑتی ہے۔!"

اس نے اپنی گاڑی کی ڈکی کھول کر رسے کا ایک لچھا نکالا تھا۔!

"یہ تو اچھا نہیں لگے گا کہ آپ مجھ مرد کی گاڑی کھینچیں۔!"

"کیا مرد مرد لگا رکھی ہے۔ کیا میں آپ سے کمزور ہوں۔!"

"جی ہاں۔!"

"اچھی بات ہے تو کھڑے رہئے یہیں میں جارہی ہوں....!"

"ارے.... ارے.... مم میری بات تو سنئے.... میں کہہ رہا تھا کہ آپ میری گاڑی میں

بیٹھیں اور میں آپ کی گاڑی چلاؤں۔!"

"جی نہیں.... آپ کو برابری تسلیم کرنی پڑے گی۔!"

"آپ کہتی ہیں تو تسلیم کئے لیتا ہوں۔!" وہ مردہ سی آواز میں بولا۔

"اس بات پر میں آپ کو اجازت دے دوں گی کہ آپ میری گاڑی ڈرائیو کریں۔"

"شکریہ! مادام!"

ڈیڑھ گھنٹے بعد دونوں شاہ دارا پہنچ گئے تھے۔ اور شیلا نے بچ چچا کے گھر قیام کرنے کا ارادہ ترک کر دیا تھا۔ اسٹار ہوٹل ہی میں کمرہ حاصل کیا تھا اور کوشش کی تھی کہ دونوں کے کمرے برابر ہی ہوں۔!

"کل صبح آپ کی گاڑی کسی مکینک کے حوالے کر دی جائے گی۔!" شیلا نے عمران سے کہا۔!

"میں نے منیجر سے بات کر لی ہے۔!"

"آپ کتنی اچھی ہیں۔!"

"خوشامد نہیں۔!"

"دیکھئے.... اب آپ میری توہین کر رہی ہیں۔ میں آپ کا شکر گذار ہوں۔ خوشامد نہیں کر رہا۔"

"کیا بُرا مان گئے۔!"

"مان جاتا.... مگر آپ واقعی بہت اچھی ہیں۔!"

"آپ نے میرے بارے میں کوئی بُری رائے کیوں نہیں قائم کی۔!"

"اس لئے کہ آپ بری نہیں ہیں۔!"

"فرض کیجئے۔ میں آپ کے ساتھ کوئی فراڈ کرنا چاہتی ہوں تو!"

"آپ ضرور کریں گی۔ اور میں کسی طرح بھی بچ نہیں سکوں گا۔!"

"تو پھر۔!"

"تو پھر کیا۔ جب تک آپ فراڈ نہ کریں۔ میرے لئے اچھی ہی رہیں گی۔!"

"اور آپ میری طرف سے ہوشیار رہیں گے۔!"

"میں خواہ مخواہ اپنے ذہن کو تھکاتے رہنے کا قائل نہیں ہوں جب جو کچھ ہوگا دیکھا جائے گا۔

"اور میں تو اس کا عادی ہوں۔ میرے ملازم ہی مجھے صبح سے شام تک بیوقوف بناتے رہتے ہیں۔!"

"پھر میں کیا کروں۔!"

"عقلمندوں کی زندگی جہنم بن جاتی ہے۔ جو کچھ بھی گزرے چپ چاپ جھیلتے رہو اور مگن رہو۔!"

"آپ تو ایک بالکل ہی نئی بات سنا رہے ہیں!" شیلا نے اسے گھورتے ہوئے حیرت سے کہا۔

وہ سوچنے لگی تھی کہ ذہین کہلانے کا اہل علامہ دہشت ہے یا یہ بیوقوف آدمی۔!

"یہ نئی بات نہیں ہے محترمہ.....!"

"میرے لئے تو بالکل نئی بات ہے! کوئی بھی دیدہ و دانستہ بے وقوف بننا پسند نہیں کرتا۔!"

"جب سے آدمی کو اپنا ادراک ہوا ہے وہ اسی کش مکش میں مبتلا ہے۔!"

"کس کشمکش میں۔؟"

"اسے بے وقوف بننا چاہئے یا نہیں! جو بے وقوف نہیں بننا پسند کرتے وہ زندگی بھر جھلتے رہتے ہیں۔!"

"آپ بھی بے وقوف نہیں معلوم ہوتے۔!"

"جنہیں نہیں معلوم ہوتا وہ مجھ سے دور بھاگتے ہیں۔ جنہیں معلوم ہوتا ہوں وہ مجھے مزید بیوقوف بنانے کی کوشش کرتے ہیں۔!"

"اور آپ بنتے ہیں۔!"

"بننا پڑتا ہے.... یہی ہے زندگی.... اور بڑی خوبصورت زندگی ہے اگر سب عقل مند ہو جائیں تو زندگی ریگستان بن کر رہ جائے گی۔!"

"اوہ.... میں تو بھول ہی گئی تھی آپ کیا پیتے ہیں۔!"

"ٹھنڈا پانی۔!"

"میرا مطلب تھا مشروبات میں.... اس وقت کیا پئیں گے۔!"

"جو کچھ میسر آجائے۔!"

"وہسکی منگاؤں آپ کے لئے۔!"

"محترمہ.... مشروبات سے میری مراد ہمیشہ چائے کافی یا کولڈ ڈرنک ہوتی ہے۔ میں شراب نہیں پیتا۔!"

"معاف کیجئے گا.....!"

"آپ کچھ پینا چاہیں تو منگوالیں۔!"

"جب آپ نہیں پیتے تو آپ کے سامنے نہیں پیئوں گی۔!"

"آپ خواہ مخواہ تکلف کر رہی ہیں۔ مجھے قطعی بُرا نہیں لگے گا۔!"

"میں بور ہو کر شہر سے بھاگی تھی۔!"

"کیا میں آپ کو بور کر رہا ہوں۔!"

"ہرگز نہیں.... میرا یہ مطلب نہیں تھا۔ آپ تو بالکل ہی نئی قسم کے آدمی ہیں۔ آپ کے ساتھ بور ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... دراصل میں بہت پریشان ہوں۔!"

"آپ محض اس لئے پریشان ہیں کہ خود کو عقل مند سمجھتی ہیں۔!"

"کیا مطلب!" وہ چونک کر اسے گھورنے لگی۔

"کیا میں آپ کے لئے مارٹینی منگواؤں....!"

"شکریہ! شدت سے ضرورت محسوس کر رہی ہوں!"

عمران نے فون پر روم سروس سے رابطہ قائم کر کے مارٹینی اور کافی طلب کی تھی!

"آپ نے ابھی تک میرا نام بھی معلوم کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی۔!" شیلا نے کہا۔

"مجھے نام یاد نہیں رہتے۔ اسی لئے پوچھتا بھی نہیں ہوں۔!"

"میرا نام شیلا ہے.... شیلا دھنی رام....!"

"شکیلہ فضل امام ہوتا تب بھی کوئی فرق نہ پڑتا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"بس آدمی کا بچہ ہونا کافی ہے نام کچھ بھی ہو۔!"

"آپ مجھے بہت ذہین معلوم ہوتے ہیں۔!"

"سب سے بڑی حماقت وہی ہے جسے لوگ ذہانت کہتے ہیں۔!"

"یہ کیا بات ہوئی۔"

"ذہانت نے آدمی کو نظریات دیئے ہیں.... اور وہ نظریات کی پوٹ بن کر رہ گیا ہے.... آدمی نہیں رہا۔"

"نظریات ہی کی بنا پر آپ شیلا دھنی رام ہیں۔ شکیلہ فضل امام نہیں ہیں۔ نظریات ہی شیلا اور شکیلہ کے درمیان دیوار بن گئے ہیں اور دونوں ایک دوسری کو نفرت سے دیکھتی ہیں۔"

"آپ کہنا کیا چاہتے ہیں۔!"

"کچھ بھی نہیں.... خلا میں ہاتھ پاؤں مار رہا ہوں....!"

کسی نے دروازے پر دستک دی تھی۔

"آجاؤ۔!" عمران نے اونچی آواز میں کہا اور ویٹر طلب کی ہوئی اشیاء سمیت کمرے میں داخل ہوا۔

شراب نوشی کے دوران بھی شیلا سوچتی رہی تھی۔ عجیب آدمی ہے عجیب قسم کی باتیں کرتا ہے.... کیا وہ اس کے سامنے اپنے دل کا بوجھ ہلکا کر ڈالے۔ وہ بری طرح گھٹ رہی تھی۔

"میں بہت پریشان ہوں!" وہ بالآخر بولی۔

وہ اس کی طرف دیکھنے لگا۔

"کسی نے میری سہیلی کو زہر دے دیا۔ وہ چپ چاپ مر گئی اور طریقہ بھی وہ اختیار کیا کہ اس نے خود اپنے ہی ہاتھوں سے زہر کھایا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"وہ اعصابی سکون کے لئے مستقل طور پر ایک دوا استعمال کرتی رہتی تھی کسی نے شیشی میں اصل ٹکیاں نکال کر زہریلی ٹکیاں رکھ دیں۔ جو بالکل اصل ٹکیوں کی شکل کی تھیں۔ اس طرح اس نے نادانستگی میں زہر کھالیا۔"

"ویری سیڈ۔"

"وہ میری بہت پیاری سہیلی تھی۔!"

"واقعی آپ دکھی ہوں گی۔!"

"بہت زیادہ اس سے کچھ ہی دن پہلے مجھ سے ایک غلطی سرزد ہوئی تھی جس کی بنا پر پولیس نے مجھ سے کچھ زیادہ ہی پوچھ گچھ کر ڈالی۔"

"آپ سے کیا غلطی سرزد ہوئی؟"

"میں اسے کہیں اور لے جانے کے بہانے ایسی جگہ لے گئی تھی جہاں جانے کی اجازت اس

کے گھر والے ہرگز نہ دیتے۔!"

"اور یہ بات کھل گئی۔"

"جی ہاں۔!"

"واقعی بُری بات ہے! پولیس تو یہی سمجھ لے گی کہ آپ ہی اصل مجرم تک پہنچنے کا ذریعہ بن سکیں گی۔ لہذا قدرتی بات ہے کہ آپ ہی کو زیادہ سے زیادہ بور کیا جائے گا۔"

"میرا گھرانہ بے حد آزاد خیال ہے.... اتنا کہ کسی کو کسی کی فکر نہیں ہوتی۔ آپ یہی دیکھ لیجئے کہ میں شاہ دارا آنے کے لئے گھر سے نہیں نکلی تھی۔ بس چلی آئی۔ اگر ایک ہفتہ بھی یہیں مقیم رہوں تو میرے گھر والوں کو تشویش نہ ہوگی۔"

"آزاد گھرانوں کا سرتاج گھرانہ ٹھہرا۔!"

"لیکن میری سہیلی کے گھر والوں نے اسے محض اس لئے گھر سے ایک ہفتہ غائب رہنے کی اجازت دے دی تھی کہ وہ میرے ساتھ تھی اور میں نے اس کے گھر والوں سے کہہ دیا تھا کہ میں اسے اپنے چچا کے گھر لے جا رہی ہوں۔!"

"پولیس نے تفتیش کی ہو گی تو بات غلط نکلی ہو گی۔"

"جی ہاں۔!"

"واقعی آپ دشواری میں پڑ گئی ہیں۔ لیکن آپ اپنی سہیلی کو کہاں لے گئی تھیں؟"

"ہم گیارہ افراد نے کیمپنگ کی تھی۔ دراصل ہم دیکھنا چاہتے تھے کہ بے سرو سامانی کی حالت میں کس طرح زندہ رہا جا سکتا ہے۔!"

"کیا ان گیارہ افراد میں کوئی ایسا بھی ہو سکتا ہے جسے آپکی سہیلی سے دشمنی رہی ہو۔!"

"بظاہر تو ایسا کوئی بھی نہیں تھا۔ ہمارے ایک استاد بھی ساتھ تھے۔ شائد آپ نے نام سُنا ہو۔ علامہ دہشت....!"

"وہ سوشیالوجی والے....!"

"جی ہاں وہی.... دراصل وہ ہماری ذہنی تربیت کی طرف زیادہ دھیان دیتے ہیں۔"

"میں نے سُنا ہے کہ ان کے لیکچرز عام طور پر بہت دہشت ناک ہوتے ہیں؟"

"جی ہاں.... لیکن ذہانت سے بھرپور.... میں آپ کو ان کے بارے میں بھی سب کچھ بتا

دینا چاہتی ہوں۔ میرے دل پر بڑا بوجھ ہے.... میں نہیں سمجھ سکتی کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔؟"

عمران ہمہ تن توجہ بن گیا۔! وہ اسے علامہ دہشت کے بارے میں بتاتی رہی۔ اُس بچے کی کہانی بھی سنائی جس کے والدین زندہ جلا دیئے گئے تھے....!

"بڑی دل چسپ کہانی ہے۔!"

"میں آپ کو یہ سب کچھ کبھی نہ بتاتی.... لیکن میرے دماغ کی رگیں پھٹ جائیں گی۔ سوچتے سوچتے۔ میں اپنے باپ کو قتل نہیں کر سکتی۔ خواہ وہ کیسا ہی ہو۔!"

"لیکن علامہ نے تو امتحاناً آپ سے ایسی گفتگو کی تھی۔!"

"پتا نہیں کیوں.... مجھے اس میں سچائی نظر آئی تھی۔!"

"تو آپ نے اس کے خصوصی حلقے سے نکل جانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔!"

"نکل چکی! اس نے خود ہی نکال دیا ہے....!"

"ذرا ٹھہریئے.... کیا آپ کی سہیلی نے بھی کبھی اس سے کوئی اختلاف کیا تھا۔؟"

شیلا چونک پڑی اور اس طرح آنکھیں پھاڑے اسے دیکھتی رہی جیسے اس کے سر پر اچانک سینگ نکل آئے ہوں۔

"آپ نے میرے سوال کا جواب نہیں دیا۔!"

"اس کی طرف تو میں نے دھیان ہی نہیں دیا تھا۔!" وہ آہستہ سے بڑبڑائی۔

"غور کیجیے۔ شائد ایسی کوئی بات یاد آجائے۔!"

"مجھے یاد آرہا ہے.... اسی کیمپنگ کے دوران میں یاسمین کی زبان سے مذہب کا نام نکل گیا تھا۔ اس پر وہ بھڑک اٹھا تھا۔ اور شائد یہ بھی کہا تھا کہ یاسمین ابھی کچی ہے اور اس کے حلقے کے لئے موزوں نہیں.... وہ مذہب کو ارتقاء کی صرف ایک کڑی سمجھتا ہے۔ اور علیحدگی میں یاسمین سے اس سلسلے میں باتیں کی تھیں....!"

"کس قسم کی باتیں....؟"

"نہ اس نے مجھے بتایا تھا اور نہ میں نے پوچھا تھا۔!"

"آپ سے علامہ کی آخری بات چیت کب ہوئی تھی....؟"

"آج ہی اور میں اس کی کوٹھی سے نکل کر سیدھی اسی طرف چلی آئی تھی۔ دراصل میرا

ذہن اس طرح الجھا ہوا تھا کہ غیر شعوری طور پر شاہ دارا کی سڑک پر نکلی چلی آئی تھی۔"

"مظلوم بچے کی کہانی وہ ایسے ہی شاگردوں کو سناتا ہوگا۔ جن پر اسے کلی طور پر اعتماد ہو۔"

"باقاعدہ طور پر اعتماد ظاہر کر کے سناتا ہے۔ ساتھ ہی یہ بھی کہتا جاتا ہے کہ اگر وہ اس کا ڈھنڈورا بھی پیٹ دے تو پولیس اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتی کیونکہ اس نے یہ سارے جرائم ذہانت سے کئے ہیں۔ کیڑوں مکوڑوں کا سا انداز اختیار نہیں کیا تھا۔"

"اچھا تو محترمہ اب آپ کی بھی خیر نہیں۔!"

"کیا مطلب....؟"

"اپنی سہیلی ہی کی طرح آپ کا بھی پتہ نہیں چل سکے گا کہ کب مر گئیں۔"

"نن.... نہیں....!" اس کا چہرہ فق ہو گیا۔

"لیکن میں آپ کو بچا لوں گا۔!"

"آپ؟"

"جی ہاں.... آپ غائب ہو گئیں۔! مطلب یہ کہ خود کو غائب سمجھئے۔ اونہہ کس طرح آپ کو سمجھاؤں۔! بس یہ سمجھئے کہ میں نے آپ کو غائب کر دیا۔"

"مم.... میں نہیں سمجھی۔!"

"آپ شہر واپس نہیں جائیں گی۔ کسی ایسی جگہ بھی نہیں رہیں گی جہاں آپ تک علامہ کا ہاتھ پہنچ سکے۔!"

"اب تو مجھے خوف معلوم ہو رہا ہے....!"

"میں آپ کے لئے سب کچھ کر گزروں گا....!"

"آخر آپ کیوں کریں گے میرے لئے اتنا کچھ۔ آج ہی تو ہماری جان پہچان ہوئی ہے۔!"

"نہ تو میں ذہین ہوں اور نہ خود کو کیڑوں مکوڑوں میں شمار کرتا ہوں.... بس بیوقوف ہوں اور حماقت کی تبلیغ کرنا میرا مشن ہے....!"

"آپ کیا کریں گے۔!"

"آپ دراصل میرے قبیلے سے تعلق رکھتی ہیں۔!"

"میں بالکل نہیں سمجھ رہی....!"

"کیا میری مدد کرنا بیوقوفی نہیں تھی۔۔! فرض کیجئے میں ہی فراڈ ہوتا۔ آپ سوچ سکتی تھیں۔ لیکن کسی نہ کسی طرح مجھے یہاں تک کھینچ ہی لائیں۔ کسی دوسرے سے مدد نہیں لینے دی۔!"

"اچھا تو پھر۔"

"بس آپ خود بخود میرے قبیلے میں شامل ہو گئیں۔ میرا مشن یہ ہے کہ ساری دنیا کو بیوقوف بنا کر رکھ دوں.... اسی طرح تیسری جنگ کا خطرہ ٹل سکتا ہے۔"

"علامہ کی باتیں سمجھ میں آتی تھیں۔ آپ کی نہیں آرہیں۔!"

"اسی لئے میں کبھی یہ نہ چاہوں گا کہ آپ چپ چپاتے ختم ہو جائیں۔ اگر ایسا ہوا تو پھر میں اپنی باتیں کیسے سمجھاؤں گا۔!"

"آپ کیا کریں گے۔!"

"آپ کو غائب کر دوں گا اور یہ دیکھنے کی کوشش کروں گا کہ علامہ پر اسکا کیا ردِ عمل ہوتا ہے!"

"اگر پولیس کو میری تلاش ہوئی تو۔!"

"میں یہی چاہتا ہوں کہ پولیس کو آپ کی تلاش ہو! اسی صورت میں علامہ کا ردِ عمل بھی ظاہر ہو سکے گا۔!"

"لیکن اس سے میرے خاندان والوں پر کیا اثر پڑے گا۔"

"وہ تو جتنا پڑنا تھا پڑ ہی چکا ہو گا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔!"

"آپ اپنی سہیلی کی موت کی ذمہ دار نہیں ہیں آپ اسے بہت چاہتی تھیں۔ اس لئے آپ کا فرض ہے کہ اس کی موت کا معمہ حل کرنے میں مدد دیں۔!"

"میں کیسے مدد دوں۔!"

"جس طرح میں کہہ رہا ہوں۔ فی الحال پہلا قدم یہی ہو گا کہ آپ روپوش ہو جائیں۔ لیکن ٹھہریئے اس سے پہلے آپ اپنے باپ اور چچا کو فون پر مطلع کر دیں کہ پولیس کی پوچھ گچھ سے تنگ آکر آپ کچھ دنوں کے لئے روپوشی اختیار کر رہی ہیں۔!"

"وہ مجھے ایسا نہیں کرنے دیں گے۔!"

"آپ صرف انہیں اطلاع دیں گی۔ یہ بتائے بغیر کہ کہاں سے بول رہی ہیں۔ اور ان کا

مشورہ سننے سے قبل ہی سلسلہ منقطع کر دیں گی۔!"

"میں سوچ رہی ہوں۔!"

"اب کیا سوچ رہی ہیں۔!"

"راستے میں آپ بالکل بیوقوف تھے! لیکن اس وقت آپ کی عقل مندی کی انتہا نہیں۔!"

"ہر شخص بیوقوف بھی ہوتا ہے۔ اور عقل مند بھی۔ لیکن کوئی بھی اپنی بے وقوفیوں کا اعتراف نہیں کرتا.... مثال کے طور پر اپنے ذہین ترین علامہ دہشت کی بے وقوفی بھی ملاحظہ کرلو.... شاگردوں پر اپنی ذہانت کا سکہ جمانے کے لئے جہاں اس بچے کی پچھلی زندگی کی داستان سنائی تھی۔ وہیں اس کے مستقبل کا پروگرام بھی بتا دیا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"حویلی کے باقی بچے ہوئے افراد کے خاتمے کا پروگرام اور ساتھ ہی یہ رائے بھی ظاہر فرمادی کہ اس کی موت کا الزام حزب اختلاف کے سر جائے گا.... نتیجہ کیا ہوا....؟ تم نے اس کی پوری کہانی مجھے سنادی۔!"

"آپ کی توجہ دلانے پر محسوس ہو رہا ہے کہ اس سے حماقت ہی سرزد ہوئی تھی۔ آپ پولیس کو اطلاع دے سکتے ہیں۔ اور پولیس بہر حال اس بچے کو کھود نکالے گی۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

"سچ سچ بتایئے آپ کون ہیں۔ کیا آپ یاسمین ہی کے سلسلے میں میرے پیچھے نہیں لگے تھے! مجھے اچھی طرح یاد پڑتا ہے کہ آپ کی گاڑی میرے قریب ہی سے نکل کر آگے گئی تھی۔!"

"اس طرح تو میں علامہ دہشت کا بھی کوئی گرگا ہو سکتا ہوں۔"

یک بیک شیلا کے چہرے کا رنگ اڑ گیا....!

"ارے آپ تو خوف زدہ نظر آنے لگی ہیں!" وہ اس کے چہرے کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔!

"نن.... نہیں تو....!"

"میں علامہ دہشت کا گرگا نہیں ہوں.... اگر ہوتا تو اس سنسان سڑک ہی پر اپنا کام کر جاتا.... یہاں تک آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی۔!"

"پھر آپ کون ہیں۔؟"

"ایک بیوقوف آدمی جس پر ایک چھوٹا سا احسان کر کے ایک بہت بڑا کام لینے والی ہیں۔!"

"میرا کام آپ خود ہی کرنا چاہتے ہیں.... میں نے درخواست تو نہیں کی۔!"

"بیوقوفی کی علامت۔!"

"تو آپ مجھے کہاں لے جائیں گے۔"

"واپس شہر۔"

"وہاں میں کیسے چھپ سکوں گی۔!"

"نہایت آسانی سے بس کچھ دنوں کے لئے یہ بھلا دینا پڑے گا کہ آپ ایک بے حد سیلانی لڑکی ہیں۔!"



"اگر وہ روپوش ہو گئی ہے۔" علامہ نے پر تفکر لہجے میں کہا۔ "تو اس کی دو وجوہات ہو سکتی ہیں۔ یا تو اسے شبہہ ہو گیا ہے کہ یاسمین کی موت میں میرا ہاتھ ہے.... یا پھر روپوشی کی وجہ محض خوف ہے۔ ڈرتی ہے کہ تنظیم سے علیحدگی کی بنا پر اسے کوئی نقصان نہ پہنچ جائے۔"

کوئی کچھ نہ بولا۔ اس وقت پیٹر سمیت وہ چھ نوجوان یہاں موجود تھے جنہوں نے علامہ کی کیمپنگ میں حصہ لیا تھا۔ اور علامہ نے ذرا دیر پہلے انہیں بتایا تھا کہ ایک پولیس آفیسر اس سے کیمپنگ کے متعلق تفصیلات معلوم کرنے کے لئے آیا تھا۔

"لیکن جناب اسے یاسمین کی موت کے سلسلے میں آپ پر کیوں شبہہ ہونے لگا۔!" ایک نوجوان نے سوال کیا۔!

"اس لئے کہ یاسمین کی موت میری ہی خواہش پر ہوئی تھی۔ میں تمہیں بتا چکا ہوں کہ وہ ایک بیک ورڈ گھرانے سے تعلق رکھتی تھی۔ اس لئے میرے حلقے کے لئے موزوں نہیں تھی۔!"

"میرے معیار پر پورے اترو... ہمیشہ خوش و خرم رہو گے۔ مجھ سے روگردانی کی سزا ہمیشہ موت ہوتی ہے۔ اور سنو میری اب تک کی زندگی میں یہ پہلا موقع ہے کہ کسی پولیس آفیسر نے کسی سلسلے میں براہِ راست مجھ سے پوچھ گچھ کی ہے۔! اور یہ شیلا کی حماقت کا نتیجہ ہے۔ اگر وہ کہیں اور لیجانے کے بہانے اسے میرے کیمپ میں نہ لے آئی ہوتی تو پولیس اسطرف توجہ تک نہ دیتی۔!"

"یہ حقیقت ہے۔!" پیٹر نے دوسروں کی طرف دیکھ کر کہا۔ "اور شیلا کی تلاش اب ناگزیر ہو گئی۔ ہمیں اسے تلاش کرنا چاہئے۔"

"پولیس آفیسر کی باتوں سے ظاہر ہوتا تھا جیسے میں ہی شیلا کی روپوشی کا بھی ذمہ دار ہوں....!" علامہ نے کہا۔

"تم پانچوں.... ان مقامات کی نگرانی کرو۔!" پیٹر بولا۔ "جن کے بارے میں تمہیں بتا چکا ہوں.... اور میں سیٹھ دھنی رام کو دیکھوں گا۔!"

"وہ شاہ دارا میں بھی نہیں ہے۔!" علامہ نے پر تشویش لہجے میں کہا۔

"آپ بے فکر رہیں جناب!" پیٹر نے کہا۔

"میں تم لوگوں کی صلاحیتوں پر اعتماد کرتا ہوں....!" علامہ بولا۔

"شکریہ جناب!" وہ بیک وقت بولے تھے۔

"تم پانچوں ان جگہوں کی نگرانی کرو جہاں اس کے ملنے کے امکانات ہو سکتے ہیں.... اور پیٹر تم یہاں ٹھہرو گے۔!"

"بہت بہتر جناب!" پیٹر نے کہا۔

وہ پانچوں چلے گئے تھے۔ پیٹر بیٹھا رہا۔

"اس نے کہیں سے فون پر اپنے باپ کو مطلع کیا تھا کہ وہ پولیس کی پوچھ گچھ سے بچنے کے لئے روپوش ہو گئی ہے۔ اور پھر اپنے باپ کی کوئی بات سنے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔ یہ بات مجھے کیپٹن فیاض نے بتائی ہے۔!"

"کیپٹن فیاض....!"

"ہاں محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ! اس کی باتوں سے معلوم ہوتا تھا جیسے میں نے ہی شیلا کو روپوش ہو جانے کا مشورہ دیا ہو۔!"

"یہ تو بہت برا ہوا....!"

"پرواہ مت کرو۔!"

"اگر وہ پولیس کے ہاتھ لگ گئی تو سب کچھ اگل دے گی.... اس بچے کی کہانی.... حویلی کی داستان.... اور یہ بھی کہ آپ حویلی کے آخری آدمی کی تاک میں ہیں۔ اور اس کی موت کی ذمہ داری

حزب اختلاف پر ڈالنا چاہتے ہیں۔!"

"اور یہ بھی کہ خود اس سے فرمائش کی تھی کہ اپنے باپ کو محض اس لئے قتل کر دے کہ وہ نااہل ہونے کے باوجود بھی سیاست میں حصہ لیتا ہے!" علامہ کہہ کر ہنس پڑا۔

"جج.... جی ہاں....!"

"مجذوب کی بڑ.... صرف اسی کا بیان.... شہادت کے لئے تم آٹھوں کے نام لے گی۔ کیا تم لوگ اس کے بیان کی تصدیق کردو گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... ہم اس کا مضحکہ اڑائیں گے۔!"

"لہذا اس کی تو فکر ہی نہ کرو.... لیکن یہ بہت ضروری ہے کہ وہ پاگل ہو جائے! اس طرح یاسمین کی کہانی اس کی ذات سے آگے نہ بڑھ سکے گی۔!"

"آخر جائے گی کہاں اور کتنے دن روپوش رہ سکے گی۔ ہم دیکھ لیں گے....!"

"ٹھہرو!" علامہ کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "سب سے پہلے ہمیں یہ دیکھنا چاہئے کہ پولیس واقعی ہماری طرف متوجہ بھی ہے یا نہیں۔!"

"وہ کس طرح دیکھیں گے جناب....!"

"نہایت آسانی سے۔ ہم معلوم کریں گے کہ ہماری نگرانی تو نہیں کی جا رہی۔"

"میں سمجھ گیا۔" پیٹر سر ہلا کر بولا۔! "اگر ہمارا تعاقب کیا جائے تو سمجھ لینا چاہئے کہ پولیس سنجیدگی سے ہم سے متعلق کوئی نظریہ قائم کر چکی ہے۔!"

"بالکل ٹھیک۔!"

"تو پھر جیسا فرمائیے۔!"

"تم اپنی گاڑی میں بیٹھو اور روانہ ہو جاؤ.... کوئینس روڈ پر پہنچ کر بائیں جانب مڑ جانا.... وہاں سے کنگٹن کی طرف کیفے فلامبو کے سامنے گاڑی پارک کرنا۔ اور اندر چلے جانا.... پھر ٹھیک پندرہ منٹ بعد وہیں کے فون پر تھری ایٹ نائین سکس پر رنگ کر کے صرف لفظ انفارمیشن کہنا۔ تمہیں صورت حال سے آگاہ کر دیا جائے گا! اس کے بعد پھر یہیں میرے پاس واپس آجانا۔!"

"بہت بہتر جناب۔!" پیٹر اٹھتا ہوا بولا۔

اس نے علامہ کی ہدایات اچھی طرح ذہن نشین کر لی تھیں۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کیفے

فلامبو کے سامنے گاڑی روکی تھی اور اتر کر اندر آیا تھا داخلے کا وقت اس نے نوٹ کیا تھا۔ کیونکہ پندرہ منٹ بعد فون پر بتائے ہوئے نمبر ڈائل کر کے معلومات حاصل کرنی تھیں۔! کافی کا آرڈر دے کر وہ گھڑی ہی پر نظر جمائے رہا تھا.... ٹھیک پندرہ منٹ بعد اٹھ کر کاؤنٹر پر آیا تھا۔ اور کاؤنٹر کلرک سے فون کرنے کی اجازت لی تھی۔ نمبر ڈائیل کئے تھے۔!

"ہیلو....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"انفارمیشن!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"کوئی خاص بات نہیں ہے۔! سب ٹھیک ہے!"

اس کے بعد سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔ پیٹر نے اپنی میز پر واپس آکر کافی ختم کی اور بل ادا کر کے باہر آ گیا۔

اب اس کی گاڑی پھر علامہ کی کوٹھی کی طرف جا رہی تھی.... ذرا ہی دور گیا تھا کہ سڑک کے کنارے ایک سفید فام غیر ملکی عورت گاڑی رکوانے کے لئے ہاتھ اٹھائے کھڑی نظر آئی۔ وضع قطع سے یہی معلوم ہوتی تھی۔!

"مجھے لفٹ دے دو۔!" اس نے کہا۔ جیسے ہی گاڑی اس کے قریب رکی۔!

"کہاں جانا ہے۔؟"

لیکن جواب دیئے بغیر اس نے اگلی نشست کا دروازہ کھولا تھا اور اس کے برابر ہی بیٹھ گئی تھی۔ بڑی دل کش عورت تھی۔ لیکن بیٹھ جانے کے بعد بھی اس نے نہ بتایا کہ اس کو کہاں جانا ہے۔

"کہاں چلوں؟" پیٹر نے سوال کیا۔

"جہاں دل چاہے۔!"

"اگر کچھ پیسوں کی ضرورت ہو تو ویسے ہی بتادو!" پیٹر بولا۔ "میں بہت مصروف آدمی ہوں۔!"

"مجھے تو تم آدمی ہی نہیں معلوم ہوتے۔!" عورت تلخ لہجے میں بولی۔ اور پیٹر نے اندازہ لگایا کہ وہ کسی ایسے خطے سے تعلق نہیں رکھتی جہاں انگریزی بولی جاتی ہو۔!

"میرے سر پر سینگ تو نہیں ہیں۔!"

"سارے جانور سینگوں والے نہیں ہوتے۔!"

"تم کہنا کیا چاہتی ہو؟" پیٹر جھنجھلا کر بولا۔

"یہی کہ میں تم سے بھیک نہیں مانگنا چاہتی۔ ایک آدمی میرے پیچھے لگا ہوا ہے اس سے بچنا چاہتی ہوں.... اوہ خدایا.... وہ آگیا!"

ایک دوکان سے ایک دیسی آدمی نکل کر تیر کی طرح ان کی طرف آیا تھا!

"یہ کون ہے؟" وہ قریب پہنچ کر غرایا۔ "تم تو میرے ساتھ ہی جارہی تھیں۔!"

"کیا مطلب!" عورت اسے گھورتی ہوئی بولی۔! "میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو۔؟"

"اچھا.... ٹھہرو بتاتا ہوں کہ میں کون ہوں۔!"

اس نے اس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ پیٹر کڑک کر بولا۔! "خبردار اسے ہاتھ لگانے کی جرأت نہ کرنا۔!"

"اخاہ بڑے سورما لگتے ہو....!"

"شٹ اپ۔!"

"ابے اتر تو نیچے پھر بتاؤں شٹ اپ کہنے کا کیا انجام ہوتا ہے....!"

پیٹر آپے سے باہر ہو کر گاڑی سے اُتر آیا۔

"ہاں تو کہنا یہ تھا کہ شٹ اپ نہیں کہا کرتے....!" اجنبی نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"تم مجھے اس کا انجام بتانا چاہتے تھے....!" پیٹر آنکھیں نکال کر بولا۔

"شرمندگی.... صرف شرمندگی.... ہر قسم کی اکڑ بالآخر شرمندگی میں تبدیل ہو جاتی ہے۔!" اجنبی کا لہجہ بے حد ڈھیلا ڈھالا تھا۔

اچانک پیٹر کی گاڑی تیزی سے آگے بڑھ گئی۔ انجن اس نے بند نہیں کیا تھا! بوکھلا کر پلٹا تھا لیکن گاڑی اگلے موڑ پر پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

اجنبی نے قہقہہ لگایا۔ اور بولا۔ "دیکھا شٹ اپ کہنے کا انجام۔!"

"یہ سب کیا تھا!" پیٹر جھینپے ہوئے لہجے میں بولا۔

"اول درجے کی فراڈ عورت ہے۔ آج میں اس سے اپنا پچھلا حساب بے باق کرنا چاہتا تھا۔ تم بیچ میں آکودے۔!" اجنبی نے کہا۔

"اب کیا کریں۔؟" پیٹر بڑبڑایا۔

"یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو....!" اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"خیر کہاں جائیگی۔ میں رپورٹ کئے دیتا ہوں....!"

"جتنی دیر میں رپورٹ کرو گے شہر سے باہر جا چکی ہوگی! میں جانتا ہوں وہ کہاں رہتی ہے۔!"

"تو پھر میری مدد کرو۔ پولیس کے بکھیڑے میں نہیں پڑنا چاہتا۔!" پیٹر بولا۔

"پہلے تم اپنی شٹ اپ واپس لو۔!" اجنبی نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"جس طرح کہو واپس لینے کو تیار ہوں....!"

"چلو کافی ہے!" اجنبی سر ہلا کر بولا۔ "اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب اکڑ باقی نہیں رہی۔!"

"اچھی بات ہے.... آؤ وہ رہی میری گاڑی....!"

دونوں گاڑی میں بیٹھے تھے اور اسطرف روانہ ہو گئے تھے جدھر وہ پیٹر کی گاڑی لے گئی تھی!

"تم سے کیا کہہ رہی تھی۔!" اجنبی نے پوچھا۔

"یہی کہ میں ایک آدمی سے پیچھا چھڑانا چاہتی ہوں.... پھر جیسے ہی تم دوکان سے برآمد ہوئے تھے اس نے تمہاری طرف اشارہ کیا تھا۔!"

"بہر حال تم نے دیکھ ہی لیا ہوگا کہ وہ کیا چیز ہے۔!"

"تم جانتے ہو کہ وہ کہاں رہتی ہے۔!"

"ہاں میں جانتا ہوں۔!"

"تب پھر وہ شائد سیدھی گھر کی طرف نہ جائے۔!"

"بس تو کوئی فائدہ نہیں اُتر جاؤ گاڑی سے اور تھانے جا کر رپورٹ درج کرادو....!" اجنبی نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔!

"کیا تم ایسا نہیں کر سکتے کہ کسی ٹیلی فون بوتھ کے قریب گاڑی روکو اور میں ایک کال کرلوں.... اس کے بعد اس کا گھر بھی دیکھ لیں گے۔!"

"چلو یہی کرلو.. مجھے تم پر رحم آرہا ہے! وہ روز ہی کسی نہ کسی طرح ایک آدھ کو ٹھگ لیتی ہے۔!"

"میں تمہاری اس امداد کو ہمیشہ یاد رکھوں گا۔!" پیٹر بولا۔

اجنبی نے گاڑی دوسری سڑک پر موڑ کر اسے ایک ٹیلی فون بوتھ تک پہنچا دیا تھا۔

پیٹر دراصل علامہ کو مطلع کرنا چاہتا تھا کہ وہ ہدایت کے مطابق فوری طور پر اس کے پاس

واپس کیوں نہیں پہنچ سکتا۔!

علامہ کے نمبر ڈائیل کر کے وہ اسے اپنی روداد سنانے لگا تھا۔ دوسری طرف سے پوچھا گیا۔!

"تمہیں یقین ہے کہ وہ کوئی غیر ملکی عورت تھی۔!"

"جی ہاں! اطالوی ہو سکتی ہے۔!"

"اگر تمہیں یقین ہے تو دیکھ لو۔! لیکن ٹھہرو۔ اس آدمی کے بارے میں کیا رائے ہے تمہاری جو مدد دے رہا ہے۔!"

"ٹھیک ہی معلوم ہوتا ہے....!"

"اچھی بات ہے کوشش کرو.... ناکامی کے بعد رپورٹ درج کرا دینا۔!"

"لل.... لیکن جناب! میں پولیس کے چکر میں نہیں پڑنا چاہتا۔!"

"تو پھر گاڑی جائے گی ہاتھ سے۔!"

"دیکھا جائے گا۔!" کہہ کر وہ دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سننے کا منتظر رہا تھا!

علامہ کے شاگردان خصوصی ایسے ہی تابعدار تھے۔ وہ ریسیور ہک سے لگا کر باہر آیا۔

گاڑی اب کسی نامعلوم منزل کی طرف جا رہی تھی! پیٹر تھوڑی تھوڑی دیر بعد کنکھیوں سے اجنبی کی طرف دیکھنے لگا تھا۔

اجنبی نے مکمل سکوت اختیار کر رکھا تھا جیسے ہونٹ سی لئے ہوں۔

کچھ دیر بعد گاڑی کو ایک پرشکوہ عمارت کی کمپاؤنڈ میں داخل ہوتے دیکھ کر پیٹر چونکا تھا۔

"ارے.... ارے.... یہ تو رانا پیلس ہے۔!" وہ بوکھلا کر بولا۔

"میں رانا تہور علی صندوقی ہوں....!" اجنبی نے سخت لہجے میں کہا۔

"مم.... مطلب یہ کہ....!"

گاڑی کمپاؤنڈ میں ایک جگہ رک چکی تھی۔ اجنبی نے پیٹر سے اترنے کو کہا۔

"لیکن آپ تو مجھے اس عورت کے گھر لے جا رہے تھے۔!"

"اسے بھی یہیں پکڑوا بلواؤں گا۔ بے فکر رہو۔!"

پیٹر چپ چاپ گاڑی سے اُتر آیا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آ رہا تھا کہ وہ کس چکر میں پھنس گیا ہے۔ رانا تہور علی کا نام اس نے سُنا تھا۔ لیکن کبھی دیکھنے کا اتفاق نہیں ہوا تھا۔!

"میرے ساتھ آؤ۔!" رانا نے عمارت کی طرف اشارہ کر کے کہا۔!

"پہلے میں پوری بات سمجھ لوں۔ پھر کوئی قدم اٹھاؤں گا۔!"

"کیا سمجھنا چاہتے ہو۔!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا کہ رانا جیسی شخصیت بھی عورتوں کے چکر میں پڑے گی۔"

"تو پھر۔!"

"بھلا آپ کو مجھ سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔!"

"وہ مجھے دیکھ کر نروس ہو گئی تھی۔ اس سے تم کیا نتیجہ اخذ کرو گے۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آ رہا۔!"

"اندر چلو۔ میں سمجھا دوں گا۔!"



شیلا بے تحاشہ ہنس رہی تھی اور عمران کے چہرے پر حماقتوں کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں تھا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اسے علم ہی نہ ہو کہ وہ کیوں ہنس رہی ہے۔!

"میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ تم کیا کرنا چاہتے ہو۔!"

"بتا چکا ہوں کہ ان چھ جوانوں کو بھی پکڑوا لیا ہے جو تمہاری کیمپنگ میں شامل تھے اور دونوں لڑکیوں کی نگرانی کر رہا ہوں۔!"

"آخر تم ہو کون۔!"

"احمق اعظم.... اور عقل مندوں کا دشمن جانی....!"

"اتنے شاندار محل میں رہتے ہو۔!"

"محل میرا نہیں۔! میرے ایک دوست رانا تہور علی صندوقی کا ہے....!"

"میں نے یہ نام سنا ہے! لیکن آج تک نہیں سمجھ سکی کہ صندوقی سے کیا مراد ہے۔!"

"صندوق سے برآمد ہوا تھا۔ صندوق سے پہلے کی تاریخ کا پتہ نہیں چلتا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"اس کی حماقت یہ ہے کہ اب تک صندوق سے چمٹا ہوا ہے....! ہاں تو میں نے ابھی تمہیں

جو کچھ سمجھایا تھا یاد ہے یا نہیں۔!"

"یاد ہے۔!"

"وہ سب الگ الگ کمروں میں بند ہیں۔ تم ہر ایک کے پاس جاؤ گی۔!"

"وہ سب میرے دشمن ہو رہے ہوں گے۔!"

"لیکن تمہارا بال بھی بیکا نہیں کر سکیں گے۔ ان پر پوری طرح نظر رکھی جائے گی۔!"

"کیا وہ تمہارے قیدی ہیں۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ سب بہت آرام سے ہیں۔ تم ان کے کمروں میں جاکر دیکھ ہی لوگی۔ ان کی ضروریات کی ساری چیزیں مہیا کردی گئی ہیں۔!"

"تو پھر بتاؤ مجھے کہاں جانا ہے۔!"

"سامنے والے کمرے میں.... اس میں پیٹر نامی لڑکا ہے۔!"

"کیا کمرہ مقفل ہے۔!"

"نہیں ہینڈل گھماؤ اور اندر چلی جاؤ۔ لیکن اس عمارت سے کوئی بھی باہر نہیں نکل سکے گا۔!"

"میں بھی نہیں۔؟"

"اگر موت کی خواہش ہوگی تو ضرور نکلنے کی کوشش کروگی۔!"

"یعنی مجھے جبراً نہیں روکا گیا ہے۔!"

"ہرگز نہیں۔ جب چاہو جاسکتی ہو لیکن باہر موت تمہاری منتظر ہوگی۔!"

"میں کب جارہی ہوں۔ میں نے تو صرف اپنی پوزیشن معلوم کی تھی.... تو اب جاؤں اس کمرے میں۔!"

"ہاں....! جاؤ.... بس وہ سارے ڈائیلاگ یاد رکھنا۔!" عمران نے کہا اور دوسری طرف مڑ گیا۔!

شیلا نے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا اور "ارے" کہہ کر اچھل پڑی۔ پیٹر بھی اٹھ گیا تھا۔ وہ بے حد متحیر نظر آنے لگا تھا۔

"تت.... تم....!"

"اوہ تو تم بھی۔!" شیلا نے کہا۔!

پیٹر خاموش رہا.... شیلا جلدی جلدی پلکیں جھپکاتی ہوئی بولی۔ "اب بات سمجھ میں آئی.... میں علامہ کی قید میں ہوں.... کیونکہ میں نے اپنے باپ کو قتل کردینے سے انکار کیا تھا۔!"

"فضول باتیں مت کرو.... علامہ کا اس سے کوئی تعلق نہیں۔ لیکن تم ان لوگوں کے ہتھے کیسے چڑھ گئیں۔!"

"علامہ سے آخری ملاقات کے بعد شاہ دارا کی طرف جارہی تھی کہ راستے میں میری گاڑی خراب ہوگئی۔ ایک غیر ملکی ہپی کی مدد سے شاہ دارا پہنچی۔ چچا کے گھر جانے سے پہلے اسی ہپی کے ساتھ شراب پی تھی۔ اس کے بعد کچھ نہیں معلوم کہ کیا ہوا۔ نہیں جانتی کہ اب کہاں ہوں۔!"

"تمہارا مطلب ہے ہپی کے ساتھ شراب پی کر تم بے ہوش ہوگئی تھیں۔!"

"اس کے علاوہ اور کیا سمجھوں۔!"

"آخر ایسا کیوں ہوا۔ وہ تم سے کیا چاہتا ہے۔!"

"کون کیا چاہتا ہے۔!"

"ہپی۔!"

"وہ تو پھر اس کے بعد سے دکھائی ہی نہیں دیا.... یہاں مجھ سے کسی نے کچھ نہیں پوچھا۔ سب اس طرح ٹریٹ کررہے ہیں جیسے ان کی مہمان ہوں۔!"

"بڑی عجیب بات ہے.... لیکن اس کمرے میں کیسے پہنچیں۔!"

"مجھ پر صرف عمارت سے باہر نکلنے کی پابندی ہے۔ اندر جہاں چاہوں جاسکتی ہوں۔ لہٰذا گھومتی پھر رہی ہوں۔ دروازوں کے ہینڈل گھماتی ہوں مقفل نہیں ہوتے تو کھل جاتے ہیں۔!"

"کسی نے کچھ پوچھا ہی نہیں؟"

"نہیں۔! اس لئے تو الجھن بڑھ رہی ہے کہ آخر ہمارا معاملہ کیا ہے۔ اب تم بتاؤ کہ تم یہاں کیا کررہے ہو۔!"

"یہ ایک ہپی عورت کی کہانی ہے...." پیٹر نے کہا۔ اور اپنی داستان مختصر اُدہراتا ہوا بولا۔ "میں جانتا ہوں کہ اس عمارت کا مالک وہی ہے جو مجھے یہاں لایا ہے۔!"

"وہ کون ہے۔؟"

"رانا تہور علی.... یہ اُسی کا محل ہے۔!"

"مجھے علم نہیں کہ وہ کون ہے.... ہو سکتا ہے یہاں دیکھا ہو۔! لیکن مجھ سے تو ابھی تک کسی نے کوئی بات نہیں کی۔ پہلے میں سمجھی تھی کہ شائد علامہ میرا امتحان لینے والے ہیں۔!"

"علامہ کا نام بھی نہ آنے پائے زبان پر۔!"

"اب تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ بہت اچھا ہوا کہ تم اس طرح مل گئے۔!"

"اوہ.... بیٹھو.... تم اب تک کھڑی ہوئی ہو.... میں تمہارے لئے ایک پگ بنالوں۔ شراب اور سگریٹ تک مہیا کی گئی ہے میرے لئے.... لیکن مقصد سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"تم سے بھی کچھ نہیں پوچھا کسی نے۔!"

"نہیں.... لیکن میں ان کا قیدی ہوں....!"

میں تو سمجھتی ہوں کہ ہم علامہ ہی کے کسی امتحان سے گزرنے والے ہیں۔!"

"اونہہ.... دیکھا جائے گا۔!" اس نے الماری کی طرف بڑھتے ہوئے کہا۔ اور الماری کھولنے سے قبل ہی کوٹ کی اندرونی جیب سے علامہ کی دی ہوئی انگشتری نکل آئی تھی.... الماری کھولی اور انگشتری کے اندر کا سارا سیال ایک گلاس میں منتقل کر دیا۔ اس کی پشت شیلا کی طرف تھی۔

بوتل اٹھائی اور گلاس میں شراب انڈیلتا ہوا شیلا کی طرف مڑ کر بولا۔

"اسے یاد رکھنا کہ ہمیں اپنی زبانیں بند رکھنی ہیں۔!"

"ظاہر ہے.... لیکن اگر تم نہ ملتے تو کیا ہوتا۔!"

"خدا ہی جانے....!" اس نے کہا اور گلاس شیلا کے سامنے چھوٹی میز پر رکھ دیا.... شیلا نے گلاس کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ کمرے میں عجیب قسم کا شور گونجا اور دونوں ہی اچھل پڑے حیرت سے ایک دوسرے کی طرف دیکھتے رہے.... پھر شیلا بولی۔

"یہ کیسی آواز تھی اور کہاں سے آئی تھی۔!"

"پتا نہیں۔"

ٹھیک اسی وقت دروازہ کھلا تھا۔ اور عمران کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"کیا یہاں دستک دے کر اندر آنے کا رواج نہیں ہے....!" پیٹر بھنا کر بولا۔

"نہیں تو.... یہاں ایسا کوئی طریقہ رائج نہیں ہے۔!" عمران نے بوکھلا کر کہا۔

"لیکن میرے کمرے میں دستک دیئے بغیر اب کوئی داخل نہ ہو۔!" پیٹر سخت لہجے میں بولا۔

"جی بہت اچھا....!" عمران نے آہستہ آہستہ آگے بڑھتے ہوئے کہا۔

شیلا نے گلاس کی طرف پھر ہاتھ بڑھایا تھا۔ لیکن اس سے قبل ہی عمران نے جھک کر گلاس اٹھالیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے خود پیئے گا۔

"یہ کیا بدتمیزی....!" پیٹر آگے بڑھتا ہوا بولا۔

"اچھا تو پھر تم ہی پی لو۔! شراب پیتی ہوئی عورتیں مجھے اچھی نہیں لگتیں۔!" عمران نے کہا۔

شیلا خاموش بیٹھی رہی۔ بات اس کے پلے نہیں پڑی تھی۔ کیونکہ کئی بار عمران کے سامنے شراب پی چکی تھی۔ لیکن اس نے اس پر اعتراض نہیں کیا تھا۔

"تم ہو کون۔؟" پیٹر غصیلے لہجے میں بولا۔

"میں کوئی بھی ہوں.... لیکن ان خاتون کو شراب ہرگز نہ پینے دوں گا....!"

"میں تمہیں پیٹ کر رکھ دوں گا۔!" پیٹر آستین چڑھاتا ہوا بولا۔!

"اچھی بات ہے.... میں نہیں پیتا.... تم ہی پی لو....!"

"کیا مطلب۔!" پیٹر دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"میں نے کہا تمہیں یہ شراب پینی پڑے گی۔" عمران گلاس کو دوبارہ میز پر رکھتا ہوا بولا۔ تیور اچھے نہیں تھے اور لہجے نے بھی شائد پیٹر کی انا کو چھیڑ دیا تھا۔

جھپٹ کر عمران کا گریبان پکڑنا چاہا تھا لیکن اس کا ہاتھ جھٹک دیا گیا۔ شیلا پھرتی سے اٹھی تھی اور ایک گوشے میں جا کھڑی ہوئی تھی۔!

پیٹر نے پیچھے ہٹ کر یکلخت عمران پر حملہ کر دیا۔

ادھر عمران نے بڑی پھرتی سے چپراس ماری.... پیٹر داہنے پہلو کے بل دھپ سے فرش پر گرا تھا.... لیکن اس نے دوبارہ اٹھ بیٹھنے میں دیر نہیں لگائی تھی....!

"ٹھہر جاؤ۔!" عمران دونوں ہاتھ اٹھا کر بولا "اس دھول دھپے سے کیا فائدہ.... میں نے کہا تھا کہ یہ شراب تم پی لو۔ گالی تو نہیں دی تھی۔!"

"تم کون ہوتے ہو مجھے مشورہ دینے والے!" پیٹر ہانپتا ہوا بولا۔! "میں رانا صاحب کا مہمان ہوں۔!"

"رانا صاحب ہی کا فرمان ہے کہ پیٹر صاحب اپنی انڈیلی ہوئی شراب خود ہی پئیں گے۔!"

"کک.... کیا مطلب۔!"

"مطلب میں نہیں جانتا۔ تمہیں یہ شراب پینی پڑے گی....!"

"پی لو نا۔! کیوں جھگڑا کر رہے ہو۔" شیلا منمنائی۔

"میں تو ہر گز نہیں پیوں گا۔ پھینک دوں گا۔!"

"خبر دار... میز کے قریب بھی نہ آنا۔!" عمران کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکل آیا....!

"کک.... کیا!" پیٹر ہکلا کر رہ گیا۔

"شراب نہیں پیؤ گے تو گولی مار دوں گا۔!"

"کک.... کیا تم سنجیدہ ہو۔!"

"بالکل....! دس تک گنتا ہوں۔!" عمران نے کہا۔ "اگر دس تک پہونچنے سے قبل تم نے گلاس خالی نہ کر دیا تو بے دریغ فائر کر دوں گا۔!"

"آخر کوئی وجہ بھی تو ہو....!"

"قطرہ بھی نہ گرنے پائے.... ایک.... دو....!"

"نہیں.... نہیں....!"

"تین.... چار....!"

اب تو شیلا بھی سچ مچ حیرت سے آنکھیں پھاڑے انہیں دیکھے جا رہی تھی۔ اس منظر کے اس ٹکڑے سے وہ لاعلم تھی۔ عمران نے ایسی کسی سچویشن کے بارے میں کچھ نہیں بتایا تھا۔

"پانچ.... چھ....!" عمران کی آواز سناٹے میں گونجی۔

"ٹھہرو رک جاؤ....!" پیٹر ہذیانی انداز میں چیخا.... اس کا چہرہ پسینے سے بھیگنے لگا تھا۔

"سات....!"

"نہیں....!"

"یہاں جو کچھ بھی ہوگا اس کی بھنک بھی باہر والوں کے کانوں میں نہ پڑ سکے گی۔!" عمران اسے گھورتا ہوا بولا۔

"تت.... تم کیا چاہتے ہو؟"

"اس گلاس میں کیا ہے۔!"

"شش.... شراب۔!"

"بے ضرر....؟" عمران نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

پیٹر خشک ہونٹوں پر زبان پھیر کر رہ گیا۔

"اگر یہ بے ضرر ہے تو اٹھاؤ گلاس اور حلق میں انڈیل لو....!"

"زز.... زہر....!" شیلا کی گھٹی گھٹی سی آواز کمرے میں گونجی تھی۔

"نہیں۔! زہر نہیں ہو سکتا۔!" عمران اس کی طرف دیکھے بغیر بولا۔ "تم یہاں اس کے ساتھ تنہا تھیں۔ گلا گھونٹ کر بھی مار سکتا تھا۔!"

"پھر کیا ہے؟"

"یہی بتائے گا.... آٹھ....!"

"رک جاؤ.... ٹھہرو....!"

"نہیں زہر ہر گز نہیں ہو سکتا۔!" عمران بولا۔ "ورنہ زہر اور ریوالور کی گولی میں سے کسی کا انتخاب ضرور کر لیا جاتا۔!"

"میں بتاتا ہوں.... ٹھہر جاؤ.... زہر نہیں ہے! اسے پی کر یہ ہمیشہ کے لئے پاگل ہو جاتی۔!"

"بیٹھ جاؤ....!" عمران نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔

پیٹر چپ چاپ پیچھے ہٹا اور کرسی پر بیٹھ گیا۔

"تم ذلیل کتے.... کیوں میرا یہ حشر کرنا چاہتے تھے....!" شیلا آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

"تم بھی خاموشی سے اس طرف بیٹھ جاؤ۔!" عمران نے سرد لہجے میں کہا۔

پیٹر نے اپنا چہرہ دونوں ہاتھوں سے ڈھانپ لیا تھا۔!

"میرے پاس وقت کم ہے اس لئے ڈرامہ نہ کرو۔!" عمران نے سخت لہجے میں کہا۔ "تم آخر ایسا کیوں کرنا چاہتے تھے۔!"

"اسکے باپ سیٹھ دھنی رام نے اس کام کے صلے میں بیس ہزار روپے دینے کا وعدہ کیا ہے۔"

"بکواس ہے۔ جھوٹ ہے....!" شیلا دہاڑی! "میرا باپ ایسا نہیں کر سکتا۔!"

"پانچ ہزار ایڈوانس دیئے ہیں۔ اور پندرہ ہزار کامیابی کے بعد ملتے۔!" پیٹر نے غصیلے لہجے

میں کہا۔

"سراسر بکواس۔ میرا باپ کیوں چاہے گا کہ میں پاگل ہو جاؤں۔!"

"بہت نام کماتی پھر رہی ہو نا باپ کے لئے۔" پیٹر کے لہجے میں بے اندازہ تلخی تھی۔ وہ شیلا کو پھاڑ کھانے کے سے انداز میں گھورتا رہا۔

"یہ علامہ کا بہت ہی خاص آدمی ہے۔!" شیلا آپے سے باہر ہوتی ہوئی بولی۔ "ہو سکتا ہے.... ہو سکتا ہے۔!"

وہ مزید کچھ کہتے کہتے رک گئی تھی۔ لیکن پیٹر کو بدستور قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہی تھی۔

"تم کیا کہنا چاہتی تھیں۔!" عمران بولا۔

"جتنی صفائی سے اس نے شراب کو آلودہ کیا تھا کیا اسی طرح شیشی کی ٹکیاں نہیں بدل سکتا۔!"

اچانک پیٹر نے بیٹھے ہی بیٹھے عمران پر چھلانگ لگائی تھی.... عمران شائد اس کے لئے تیار نہیں تھا.... پیٹر کا ہاتھ ریوالور والے ہاتھ پر پڑا۔ اگر سیفٹی کیچ ہٹا ہوا ہوتا تو لازمی طور پر فائر ہو گیا ہوتا.... اور شیلا زخمی ہوئے بغیر نہ رہتی۔ پھر ریوالور تو عمران نے دور پھینک دیا تھا۔ اور بائیں ہاتھ سے پیٹر کی گدی دبوچ کر داہنی کہنی سے اس کی ناک رگڑ ڈالی۔

کچھ بے ساختہ قسم کی آوازیں پیٹر کے حلق سے نکلی تھیں۔ اور ناک سے خون کی بوندیں ٹپکنے لگی تھیں۔ گھونسہ پیٹ پر پڑا اور وہ دہرا ہو کر زمین بوس ہو گیا۔



رات کے بارہ بجے تھے اور علامہ دہشت ابھی تک جاگ رہا تھا۔ لیکن بستر سے بہت دور.... اس وقت اگر اس کا کوئی شناسا قریب سے بھی دیکھتا تو ہرگز نہ پہچان سکتا۔ کیونکہ اس کے چہرے پر گھنی ڈاڑھی تھی۔ اور آنکھیں انگاروں کی طرح دہک رہی تھیں۔ جسم پر سیاہ لبادہ تھا اپنی کوٹھی میں بھی نہیں تھا۔ یہاں چاندنی کھیت کر رہی تھی اور سمندر کی پر شور لہریں ساحل سے ٹکرا ٹکرا کر جھاگ اڑا رہی تھیں۔

ساحل سے ایک فرلانگ ادھر دور تک لکڑی کے بے شمار ہٹ بکھرے ہوئے تھے....!

انہی میں سے ایک میں علامہ کا بھی قیام تھا۔ اور ان ہٹوں کے باسی اسے ایک مدہوش رہنے والے نشے باز کی حیثیت سے جانتے تھے.... انہیں یہ بھی معلوم تھا کہ ہٹ اس کی ملکیت ہے اور وہ کبھی کبھی وہاں آتا ہے۔!

عام طور پر علامہ سنیچر کی شب اور اتوار کا دن اسی ہٹ میں گذارتا تھا۔ لیکن اس کے خاص قسم کے ملاقاتی اس کے ہٹ میں نہیں آتے تھے۔ ملاقاتوں کے لئے وہ ساحل کے قریب کسی ویران جگہ کا انتخاب کرتا تھا۔ اور نصف شب کے سناٹے میں یہ ملاقاتیں ہوتی تھیں۔

اس وقت یہاں وہ ایسے ہی کسی ملاقاتی کا منتظر تھا۔ ٹھیک ساڑھے بارہ بجے ایک آدمی بائیں جانب سے ٹیکرے پر چڑھ کر اس کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔

"تم پندرہ منٹ دیر سے آئے ہو۔!" علامہ غرایا۔

"راستے میں گاڑی خراب ہو گئی تھی باس۔!"

"کیا خبر ہے۔؟"

"آپ کے ان چھ آدمیوں کا ابھی تک سراغ نہیں مل سکا۔ ان کے گھر والے بھی پریشان ہیں اور اپنے طور پر تلاش کر رہے ہیں۔!"

"اور سیٹھ دھنی رام۔!"

"اس کے یہاں حالات معمول پر ہیں۔ کسی کو ذرہ برابر بھی تشویش نہیں معلوم ہوتی۔ شاہ دارا میں بھی لڑکی کی تلاش جاری ہے۔! البتہ آپکے ایک آدمی پیٹر کی گاڑی پولیس کے قبضے میں ہے۔!"

"کیوں۔؟"

"تین دن سے ایک جگہ سڑک کے کنارے کھڑی تھی۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ پولیس نے اس پر ہاتھ نہیں ڈالا۔!"

"پولیس نے رجسٹریشن آفس سے گاڑی کے مالک کا پتہ لگایا ہے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔ اگر وہ پولیس کے ہاتھ نہیں لگے تو پھر۔!"

"ہمارا کوئی نادیدہ حریف بھی ہو سکتا ہے۔!"

"بے وقوفی کی باتیں مت کرو۔ زیر تربیت آدمیوں کا علم کسی حریف کو نہیں ہو سکتا۔"

"میں اس کے بارے میں کیا کہہ سکتا ہوں باس۔!"

"میرا طریقہ کار ایسا نہیں ہے کہ زیرِ تربیت آدمی میرے تجارتی حریفوں کی نظر میں آسکیں۔!"

"ہم انہیں تلاش کرنے کی انتہائی کوشش کر رہے ہیں۔!"

بہت زیادہ محتاط رہنے کی ضرورت ہے۔!"

"ہم محتاط ہیں جناب۔!"

"اس ماہ تمہارا کتنا کمیشن بنا ہے۔!"

"بائیس ہزار۔!"

"اگلے مہینے سے میں کمیشن میں پانچ فیصد کا اضافہ کر رہا ہوں۔!"

"شکریہ باس!" نووارد کا لہجہ مسرت آمیز تھا۔

"جتنا بزنس بڑھے گا اتنا ہی کمیشن بھی بڑھتا جائے گا۔ میں اپنے کارپردازوں کو زیادہ سے زیادہ متمول دیکھنا چاہتا ہوں۔!"

"اسی لئے تو ہمارے کاروباری حریف ہم سے جلتے ہیں۔!"

"جل جل کر راکھ ہونے دو انہیں وہ مجھ سے ٹکرانے کا تصور بھی نہیں کر سکتے۔!"

"ہمیں آپ پر فخر ہے باس۔!"

"اور مجھے اپنے کارپردازوں پر فخر ہے.... وہ بہت ذہین ہیں۔!"

"ایک بات ہے باس۔!"

"کہو کیا بات ہے۔!"

"آپ کے ان چھ آدمیوں کے بارے میں علامہ دہشت سے کیوں نہ پوچھ گچھ کی جائے۔!"

"ہرگز نہیں۔ ادھر کا رخ بھی نہ کرنا۔!"

"میں بھی تو انہی کا تربیت یافتہ ہوں۔ ان کے لئے اجنبی تو نہیں۔!"

"اصول توڑو گے؟" علامہ نے حیرت سے کہا۔!"شروع سے یہ طریقہ رہا ہے کہ تربیت مکمل کر لینے کے بعد اس کے مخصوص شاگردوں نے کبھی ادھر کا رخ نہیں کیا صرف میں اُس سے براہِ راست رابطہ رکھتا ہوں۔ پہلے ہی معلوم کر چکا ہوں کہ وہ بھی کچھ نہیں جانتا غائب ہو جانے والوں کے بارے میں۔!"

"میں معافی چاہتا ہوں باس۔!"

"اسے ہمیشہ یاد رکھا کرو کہ میرے سارے معاملات اسی طرح الگ الگ ہیں۔ جیسے حکومتوں کی وزارتیں شعبہ دار الگ الگ ہوتی ہیں....!"

"میں سمجھتا ہوں باس....!"

"بس اب جاؤ.... اور ان کی تلاش جاری رکھو اور جیسے ہی اس کا علم ہو کہ وہ پولیس کے ہاتھ لگے ہیں۔ مجھے مطلع کر دینا....!"

"وہ احتراماً جھکا اور ٹیکرے سے اترتا چلا گیا۔!



"ہر وقت کنگھی چوٹی۔ ہر وقت کنگھی چوٹی۔" سلیمان اپنی پیشانی پر ہاتھ مار کر دہاڑا۔ "پتیلی لگنے کی بو بھی ناک میں نہیں پہنچی۔!"

"ارے تو.... تو ہی دیکھ لے....!" گلرخ چنچنائی۔

"ہوش میں ہے یا نہیں....!"

"کیوں بکواس کر رہا ہے۔!"

"ارے.... ارے.... تو میری بیوی ہے.... بدزبانی نہ کر....!"

"تو میرا بی واہے.... تائیں تائیں کیوں کرتا ہے۔!"

"بیوا....!"

"ہاں ہاں بیوا ہی لگتا ہے.... شوہروں جیسی تو شکل ہی نہیں ہے....!"

"دماغ تو نہیں چل گیا....!"

"ہوش میں ہے یا نہیں.... دماغ تو نہیں چل گیا۔؟ اس کے علاوہ کوئی اور بھی ڈائیلاگ یاد ہے یا نہیں۔!"

"دیکھ گلرخ اچھا نہیں ہوگا۔ مجھ سے آگے بڑھنے کی کوشش مت کر۔!"

"اسی لئے تو کہتی ہوں کہ تو ہی چولہا ہانڈی کرتا رہ.... میں خود تجھ سے آگے نہیں بڑھنا چاہتی۔!"

"اور تو کیا کرے گی۔۔۔۔!"

"ٹانگ پر ٹانگ رکھے پڑی فلمی رسالے پڑھا کروں گی۔۔۔۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کون تیرا دماغ خراب کیا کرتا ہے۔!"

"وہی جس نے تجھے آسمان پر چڑھا رکھا ہے۔!"

"کیا مطلب۔"

"صاحب نے کہا ہے کہ دب کے نہ رہیو۔!"

"ارے۔۔۔۔ مارا گیا۔!" سلیمان پیشانی پر ہاتھ مار کر بولا۔

"اور وہ یہ بھی کہہ رہے تھے کہ سنہ پچھتر عورتوں کا سال تھا۔ بہت دیر میں معلوم ہوا مجھ کو ورنہ بتاتی تجھے۔۔۔۔!"

"اب بتادے۔۔۔۔!" سلیمان آنکھیں نکال کر بولا۔

"کیا فائدہ۔۔۔۔ اب سنہ چھہتر شروع ہو گیا ہے۔۔۔۔!"

"گردن مروڑ دوں گا کسی دن۔!"

"باتیں بھی باورچیوں ہی جیسی کرتا ہے۔! ارے پرائیویٹ ہی میٹرک پاس کر لے۔!"

"بس بس! بڑی آئی میٹرک والی۔ اب نام لیا میٹرک کا تو زبان گدی سے کھینچ لوں گا۔ بھول جا کہ میٹرک پاس ہے۔!"

"وہ تو بھول جانا ہی پڑے گا صاحب نے میری تقدیر پھوڑ دی۔!"

"ہاں ہاں نہیں تو ڈپٹی کلکٹر ملتا تجھے۔!"

"ہیڈ کانسٹیبل تو مل ہی جاتا۔!"

"چپ بے غیرت۔"

"اس میں بے غیرتی کی کیا بات ہے! تیرے مرنے کے بعد ہیڈ کانسٹیبل ہی تلاش کروں گی۔"

"تم بولے تو ہم ابھی اس کو مار ڈالے۔۔۔۔!" کچن کے باہر سے جوزف کی آواز آئی۔

"چل بے کالئے۔۔۔۔!" سلیمان حلق پھاڑ کر بولا۔

"او کم بختو! اب مجھ پر رحم کرو۔" دور سے عمران کی آواز آئی تھی۔

"چپ چپ۔۔۔۔!" گلرخ آہستہ سے بولی۔

"میں آج ہی اپنا بوریا بستر باندھتا ہوں۔۔۔۔!" سلیمان بڑبڑایا۔

"میں ساتھ نہ جاؤں گی۔۔۔۔!"

"چوٹی پکڑ کر گھسیٹتا ہوا لے جاؤں گا۔۔۔۔!"

"دیکھ اچھا نہ ہوگا اگر بدزبانی کی۔" گلرخ بہت زور سے چیخی تھی۔

عمران کچن کے دروازے میں آکھڑا ہوا تھا۔ اس حال میں کہ داہنے ہاتھ کی انگلیاں بائیں ہاتھ کی نبض پر تھیں۔

"تم دونوں کہیں نہ جاؤ۔ میں خود ہی جا رہا ہوں۔۔۔۔" اس نے مری مری سی آواز میں کہا۔

"شہ دے دے کر دماغ خراب کر دیا ہے سسری کا۔۔۔۔!" سلیمان بھنا کر بولا۔

"تو خود سسرا۔۔۔۔ تیری سات پشتیں سسریاں!" گلرخ دانت پیس کر بولی۔

"لیکن اس گھر کو تو سسرال نہ بناؤ۔!" عمران کراہا۔

"مجھے چھٹی دیجئے! میں اب یہاں نہیں رہوں گا۔!" سلیمان چولہے پر ہاتھ مار کر بولا۔

"کہاں جائے گا۔!"

"جہاں خدا لے جائے۔!"

"اور اس بے چاری کا کیا ہوگا۔!"

"میری بات نہ کیجئے صاحب۔!" گلرخ بولی۔

"اس بے چاری کو مرتبان میں رکھ کر اوپر سے سرسوں کا تیل انڈیل دیجئے گا۔۔۔۔!" سلیمان نے کہا۔

"اللہ کرے تیرا ہی اچار پڑ جائے شلجم کے بچے!" گلرخ کلکلائی۔

اور عمران گھنٹی کی آواز سن کر ڈرائنگ روم کی طرف دوڑا گیا۔۔۔۔! کوئی آیا تھا۔۔۔۔ جوزف جو اس کے پیچھے تھا۔ آگے بڑھ کر دروازہ کھولنے لگا۔

عمران ڈرائنگ روم ہی میں رک گیا تھا۔

"مسٹر صفدر ہیں باس!" اُس نے جوزف کو کہتے سنا! "آیئے مسٹر!"

"آیئے مسٹر!" عمران نے بھی ہانک لگائی۔ "لیکن چائے نہ پلا سکوں گا۔ کیونکہ باورچی خانے کے حالات نازک ہیں۔!"

سلیمان اور گلرخ کے جھگڑنے کی آوازیں ڈرائنگ روم میں پہنچ رہی تھیں۔!

"یہ نیا روگ پال لیا ہے آپ نے!" صفدر ہنس کر بولا۔!

"اور اس روگ کے بچے بھی میں ہی پالوں گا۔!" عمران کی ٹھنڈی سانس دور تک سُنی گئی تھی۔!

صفدر نے بیٹھتے ہوئے کوٹ کی اندرونی جیب سے کچھ کاغذات نکالے اور عمران کی طرف بڑھا دیئے۔

"کیا ہے۔!"

"علامہ کی ٹیپ کی ہوئی تقاریر سے کچھ نوٹ لئے ہیں۔ یہ تقاریر پچھلے پندرہ برسوں پر پھیلی ہوئی ہیں۔!"

"تمہارا چوہا بہت ذہین ہوتا جارہا ہے۔!"

"اب تو آپ بھی اسے چیف کہا کیجئے۔! کتنے دنوں سے کام کررہے ہیں۔ اس کے لئے۔!"

"تمہیں غلط فہمی ہوئی ہے.... میں سر سلطان کے لئے کام کرتا ہوں۔ ایکس ٹو کو صرف رابطے کی ایک کڑی سمجھتا ہوں۔! خیر تو یہ ٹیپ تمہیں کہاں سے ملے۔!"

"کچھ یونیورسٹی سے اور کچھ مختلف کلچرل اداروں سے۔ اور ایکس ٹو کا یہ خیال قطعی درست نکلا کہ اس کی تقاریر سے پتہ لگایا جاسکتا ہے کہ وہ کہاں پیدا ہوا تھا۔!"

"کیا معلوم ہوا؟"

"متعدد تقاریر میں اُس نے صرف ضلع احمد پور کی مثالیں یا حوالے دیئے ہیں.... دس سال پہلے کی تین تقاریر میں ایک گاؤں کا نام بھی لیا ہے۔!"

"کیا نام ہے گاؤں کا۔!"

"جھریام.... چھان بین کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ گاؤں ضلع احمد پور ہی میں واقع ہے۔!"

"گڈ....! اور کچھ۔!"

"احمد پور کے اس گاؤں کے تھانے کا نام بھی تھانہ جھریام ہی ہے.... وہاں کا پرانا ریکارڈ دیکھنے پر معلوم ہوا کہ اڑتالیس سال پہلے جھریام میں آتشزدگی کی ایسی واردات ہوئی تھی کہ آٹھ افراد ایک مکان میں جل مرے تھے.... خاندان کے سربراہ کا نام پیر علی تھا۔"

"بہت اچھے جارہے ہو۔!" عمران بولا۔

"وہاں آج بھی صرف ایک ہی حویلی ہے۔ تیرہ سال قبل پوری حویلی ویران ہوگئی تھی اس کے سارے افراد دو ماہ کے اندر اندر ایک حیرت انگیز وباء کا شکار ہوکر مر گئے تھے۔ اور یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ وباء صرف حویلی ہی تک محدود رہی تھی۔ لیکن ٹھہریئے اس خاندان کا ایک فرد آج بھی زندہ ہے محض اس لئے کہ وہ اُن دنوں لندن میں زیرِ تعلیم تھا....!"

"اب جلدی سے اس کا نام بھی لے ڈالو۔!" عمران بولا

"میاں توقیر محمد جھریام موجودہ حکمران پارٹی کے ایک سرگرم کارکن اور اپنے ضلعے کی شاخ کے صدر بھی ہیں۔!"

عمران نے سیٹی بجانے والے انداز میں ہونٹ سکوڑے تھے۔ پھر یک بیک وہ اچھل پڑا۔!

"کیا بات ہے؟" صفدر نے حیرت سے پوچھا۔

"تین دن بعد پارٹی کا کنونشن یہیں شروع ہونے والا ہے۔!"

"وہ تو ہے۔!"

"وہ اسی موقعے سے فائدہ اٹھانے کی کوشش کرے گا۔! میاں توقیر محمد بھی کنونشن میں ضرور شرکت کریں گے۔!"

"تو پھر....!"

"کچھ نہیں.... میں دیکھوں گا کہ ان پر کیا گزرتی ہے۔!"

"آپ دیکھیں گے۔!"

"یہ مطلب نہیں تھا کہ انہیں دھماکے سے اڑتا ہوا دیکھوں گا۔!"

ٹھیک اسی وقت جوزف پھر کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"باس! وہ جارہا ہے.... سامان اکٹھا کررہا ہے اپنا۔!"

"اور وہ کیا کررہی ہے....!"

"اس کا ہاتھ بٹا رہی ہے سامان سمیٹنے میں....!"

"اچھا ہے دفع ہوجانے دو....!"

"وہ نہیں جارہی! کہتی ہے! اب میں کسی ہیڈ کانسٹیبل سے شادی کروں گی۔!"

"یہ تو اچھا نہ ہوگا.... اگر وہ ہیڈ کانسٹیبل بھی یہیں رہ پڑا تو۔؟"

"یہ سب تم جانو باس.....!"

"جاؤ....!" عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔

"کیا سلیمان جا رہا ہے!" صفدر نے پوچھا.... عمران نے مغموم انداز میں سر ہلایا تھا۔

"جا چکا....!" صفدر مسکرا کر بولا۔

"کیوں نہیں جائے گا۔!"

"اس قابل کب چھوڑا ہے آپ نے کہ کسی اور کے کام آ سکے۔!"

"ڈپلومیسی!" عمران بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ پھر اٹھتا ہوا بولا۔!" چلو!"

"کہاں؟"

"کہیں بھی.... خواہ مخواہ اتوار ضائع ہو رہا ہے....!"

وہ دونوں نیچے سڑک پر آئے تھے.... اور عمران نے صفدر ہی کی گاڑی کا دروازہ کھولا تھا۔

"کدھر چلیں گے....!"

"تفریح کا موڈ بھی ہے اور کام بھی کرنا ہے۔!"

صفدر نے گاڑی اسٹارٹ کی اور عمران نے کہا۔ "ساحل کی طرف۔ تمہیں آج علامہ کے ایک پرانے شاگرد سے ملواؤں گا۔!"

"یہ علامہ آخر ہے کیا بلا.... بیک گراؤنڈ مظلوموں کی سی رکھتا ہے۔ لیکن کرتوت۔!" صفدر نے کہا۔

"ذہین آدمی ہے! لیکن غلط راستے پر جا نکلا ہے.... کبھی کبھی انتقام لے چکنے کے بعد بھی انتقام کی آگ نہیں بجھتی۔!"

"ان ساتوں کا کیا رویہ ہے۔!"

"پیٹر کے علاوہ اور سب نے وہی کہانی سنائی ہے جو شیلا سنا چکی تھی۔ پیٹر اسی پر اڑا ہوا ہے کہ دھنی رام نے شیلا کو ذہنی طور پر مفلوج کرا دینے کے لئے اس کی خدمات حاصل کی تھیں۔ اس کا اعتراف کرتا ہے کہ وہ علامہ کے حلقہ بگوشوں میں سے ہے۔ اور اسے دنیا کا عظیم ترین آدمی سمجھتا ہے۔ اپنے دوسرے ساتھیوں کے بیانات سے اس نے اتفاق نہیں کیا۔!"

"کنفیشن چیئر پر بٹھا دیجئے۔!"

"دیکھا جائے گا۔! فی الحال تو میاں توقیر محمد کا مسئلہ درپیش ہے۔!"

"اس سلسلے میں آپ کیا کریں گے۔!"

"نگرانی اور صرف نگرانی۔ اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں....!"

"کیوں نہ علامہ کو حراست میں لے لیا جائے۔!"

"اس اسٹیج پر بھی ہمارے پاس ناکافی مواد ہے۔ اس کے خلاف اور پھر وہ خاصی بڑی سوشل پوزیشن بھی رکھتا ہے۔!"

"کیا ان چھ افراد کے بیانات بھی ناکافی ہیں۔!"

"شاعری پر کون پہرے بٹھا سکا ہے صفدر صاحب! ان کے بیانات محض علامہ کی بکواس تک محدود ہیں۔ شیلا سے اس نے جو گفتگو کی تھی وہ بھی قہقہوں میں اڑا دی جائے گی۔ البتہ اگر پیٹر اعتراف کر لے کہ وہ زہر علامہ نے اسے شیلا پر استعمال کرنے کے لئے دیا تھا تب بات بنے گی۔!"

"میں نے کہا تھا کنفیشن چیئر....!"

"وہ ناکارہ ہو گئی ہے۔ ابھی تک ٹھیک نہیں ہو سکی۔! اس کا ایک پرزہ باہر سے امپورٹ کرنا پڑے گا۔!"

"تھرڈ ڈگری۔!"

"پیٹر کا ٹائپ کمیاب ہے۔ تھرڈ ڈگری کا اس پر اس حد تک اثر نہیں ہو گا کہ وہ اعتراف کر لے۔ ویسے کبھی کبھی مجھ سے بھی بھول چوک ہو جاتی ہے۔ اگر میں اسی وقت اس کے ہاتھ پیر باندھ کر زبردستی وہ شراب اس کے حلق میں انڈیلنے کی کوشش کرتا تو شائد کامیابی ہو جاتی۔!"

"شراب تو اب بھی محفوظ ہو گی۔!"

"نہیں شیلا اتنی خائف اور نروس تھی کہ بعد میں اس نے ہاتھ مار کر گلاس کو میز سے گرا دیا تھا.... اور ساری شراب قالین میں جذب ہو گئی تھی۔"

صفدر کچھ نہ بولا۔ گاڑی تیز رفتاری سے ساحلی علاقے کی طرف جا رہی تھی۔

"گرین ہٹس کی طرف چلنا ہے۔!" عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"کیا علامہ کا وہ پرانا شاگرد وہیں ملے گا۔!"

"گمنام آدمی نہیں ہے تم بھی اس سے واقف ہو گے۔!" عمران نے کہا اور کچھ دیر خاموش رہ

کر بولا۔!

"گرین بیچ ہوٹل کا مالک شہزاد....!"

"ارے....!" صفدر نے حیرت سے کہا۔ "وہ علامہ کا شاگرد تھا۔!"

"دس بارہ سال پرانی بات ہوئی مجھے بھی علم نہیں تھا لیکن ان پانچوں سے گفتگو کے دوران میں یہ بات معلوم ہوئی تھی۔!"

"گرین بیچ ہوٹل تو نشہ بازوں کا بہت بڑا اڈہ ہے۔! اور میری معلومات کے مطابق اسے محکمہ آبکاری کے ایک آفیسر کی سرپرستی بھی حاصل ہے۔!"

"ہو سکتا ہے کہ وہ آفیسر بھی علامہ ہی کا شاگرد ہو.....! علامہ کی جڑیں بہت گہرائی تک پھیلی ہوئی ہیں۔ شائد ہی کوئی محکمہ ایسا ہو جہاں اس کے شاگرد نہ موجود ہوں۔"

"کیا آپ اس سلسلے میں شہزاد سے پوچھ گچھ کریں گے۔!"

"نہیں صرف اپنی شکل دکھاؤں گا اسے.... وہ مجھے اچھی طرح جانتا ہے۔!"

"اس سے کیا فائدہ....!"

"پولیس کے علاوہ بھی کچھ لوگ علامہ کے ان شاگردوں کے بارے میں پوچھ گچھ کرتے پھر رہے ہیں۔ جو میری حراست میں ہیں۔ علامہ کو علم ہو گیا ہو گا کہ وہ پولیس کی حوالات میں نہیں ہیں۔ لہذا اب اسے معلوم ہو جانا چاہئے کہ وہ حقیقتاً کہاں ہوں گے۔!"

"گویا آپ خود ہی جتانا چاہتے ہیں۔"

"کچھ ایسا ہی معاملہ ہے۔!"

"بھلا کیا بات ہوئی۔!"

"اول درجے کا الّو ہوں۔ بس تم دیکھتے رہو۔!"

"آپ اپنے بارے میں جیسی بھی رائے رکھتے ہوں براہِ کرم مجھے باور کرانے کی کوشش نہ کریں۔!"

"بڑے سعادت مند ہوتے جارہے ہو۔! سلیمان کی شادی کرا کے پچھتا نہ رہا ہوتا تو تمہاری بھی ضرور کرا دیتا۔!"

"تو آپ گرین ہوٹل میں بیٹھیں گے۔!"

"نہ صرف بیٹھوں گا بلکہ تمہیں چانڈو بھی پلاؤں گا....!"

صفدر کچھ نہ بولا۔ گاڑی گرین ہٹس کی طرف بڑھتی جارہی تھی۔ گرین ہوٹل بھی اسی نواح میں واقع تھا۔! اس وقت وہاں خاصی بھیڑ تھی۔ زیادہ تر غیر ملکی ہپی اور جہازراں نظر آرہے تھے۔

بڑی تلاش کے بعد ایک میز خالی ملی تھی۔

عمران نے کاؤنٹر کے قریب رک کر خاصی اونچی آواز میں صفدر سے گفتگو کی تھی اور پھر اس خالی میز کی طرف بڑھ گیا تھا۔ اس نے کھانے پینے کی کچھ چیزیں طلب کی تھیں اور ہال میں بیٹھے ہوئے لوگوں کا جائزہ ایسے انداز میں لینے لگا تھا جیسے کسی کی تلاش ہو۔!"

پانچ منٹ بھی نہیں گذرے تھے کہ ہیڈ ویٹر میز کے قریب آکھڑا ہوا۔ اور ان دونوں کو بغور دیکھتا ہوا بڑے ادب سے بولا۔!" آپ صاحبان میں سے مسٹر علی عمران کون ہیں....!"

"مم.... میں ہوں۔ سالیکم....!" عمران اٹھ کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھاتا ہوا بولا۔

ہیڈ ویٹر نے غیر ارادی طور پر مصافحہ کیا تھا اور جھینپے ہوئے انداز میں بولا تھا..." شہزاد صاحب نے کہا ہے کہ اگر کوئی حرج نہ سمجھیں تو ذرا دیر کو آفس میں آجائیں۔!"

"ضرور.... ضرور!" اس نے چہک کر کہا اور صفدر سے بولا۔ "تم بیٹھو۔! میں ابھی آیا۔!"

شہزاد صورت ہی سے برا آدمی معلوم ہوتا تھا۔! آنکھوں سے سفاکی عیاں تھی اور بھاری جبڑے مزید درندہ خصلتی کی طرف اشارہ کرتے تھے۔

عمران کو دیکھ کر وہ مسکراتا ہوا اٹھ گیا تھا۔ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھا کر بولا۔!" کیا میں یہ سمجھ لوں کہ تمہیں بھی کسی قسم کی لت لگ گئی ہے۔!"

"گدھے ہمیشہ گدھے ہی رہتے ہیں۔ یعنی انہیں کوئی لت نہیں لگتی۔ خود چلاتے ہیں دولتیاں....!" عمران مصافحہ کرتا ہوا بولا۔

"بیٹھو.... بیٹھو.... بہت دنوں کے بعد ملے ہو۔ اور غالباً یہی کہنے آئے ہو کہ ابھی تک تم نے انہیں پولیس کے حوالے نہیں کیا۔!"

"پوری بات سنے اور سمجھے بغیر زبان کھولنے کا عادی نہیں ہوں۔!"

"اگر بات سمجھ میں نہیں آئی تو پھر کیا میں یہاں تمہاری موجودگی کا مقصد معلوم کرسکتا ہوں۔!"

"تمہارا کیا خیال ہے۔!"

"پہلے یہاں کبھی نہیں آئے....!"

"تفریح کے لئے آئے تھے کہ بھوک معلوم ہوئی۔!"

"ختم کرو۔!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔!" ہم سب ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں پہلے تم پارٹی سے اپنی بات منوانے کی کوشش کرتے ہو۔ کامیابی نہیں ہوتی تو شکاروں کو پولیس کے حوالے کر دیتے ہو۔!"

"گرانی آسمان سے باتیں کرنے لگی ہے۔!" عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔

"کس قدر بڑھی ہے گرانی۔ آخر کچھ معلوم بھی تو ہو۔!" شہزاد نے مسکرا کر کہا۔

"شائد میرے ستارے اچھے ہی تھے کہ وہ خوفزدہ لڑکی خواہ مخواہ ہاتھ لگ گئی۔!"

"تو میرا خیال غلط نہیں تھا۔!"

"بقول تمہارے ہم ایک ہی تھیلی کے چٹے بٹے ہیں۔!" عمران بائیں آنکھ دبا کر بولا۔

"مطالبہ۔!" شہزاد کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"ڈیڑھ لاکھ۔!"

"گھاس کھا گئے ہو۔!"

"اونچی پوزیشن کا معاملہ ہے۔!"

"کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ اب یہاں سے واپس بھی جاسکو گے۔!"

"شادی کرادو تو یہیں کا ہو رہوں گا۔!"

عمران کو شروع ہی سے احساس ہو تا رہا تھا کہ اس کی پشت پر دو آدمی موجود ہیں۔!

شہزاد نے شائد اس کے سر پر سے انہی کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن قبل اس کے کہ وہ کوئی حرکت کر سکتے۔ عمران سینے کے بل میز پر پھسلتا ہوا شہزاد سے جالگا۔ جو میز کے دوسرے سرے پر تھا۔ اس کے ریوالور کی نال شہزاد کی کنپٹی پر تھی۔!

"اب کہو تو یونہی پڑا رہوں یا اٹھ جاؤں۔!" عمران نے آہستہ سے پوچھا۔

شہزاد کے دونوں آدمی جہاں تھے وہیں رہ گئے۔

شہزاد بے حس و حرکت بیٹھا رہا۔ ریوالور کی نال اس کی کنپٹی سے ہٹائے بغیر ہی عمران میز سے پھسل کر نیچے آیا تھا اور شہزاد کے پہلو میں کھڑا ہو گیا تھا۔

"ان دونوں میں سے اگر کوئی بھی باہر گیا تو تمہاری موت کی ذمہ داری مجھ پر نہ ہو گی۔!"

عمران نے کہا۔ "انٹر کوم کے ذریعے ہیڈ ویٹر کو ہدایت دو کہ میرے ساتھی کو بھی یہیں لے آئے....!"

شہزاد نے کسی سحر زدہ آدمی کے سے انداز میں عمران کے مشورے پر عمل کیا تھا۔

"تم دونوں دروازے کے پاس سے ہٹ کر ادھر کھڑے ہو جاؤ۔!" عمران نے دونوں آدمیوں سے کہا۔

"وہی کرو جو کہہ رہا ہے!" شہزاد نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔ "میرا بہت پرانا یار ہے.... کبھی کبھی سنک جاتا ہے۔!" وہ دونوں بائیں جانب والے گوشے میں سرک گئے۔

"یہ ہوئی نا پیار کی بات۔!" عمران بولا اور ریوالور کنپٹی سے ہٹا کر گدی پر رکھ دیا۔ اور اس طرح کھڑا ہو گیا کہ باہر سے کسی آنے والے کی نظر ریوالور پر نہ پڑ سکے۔!

جلدی ہی دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی اور عمران بلند آواز میں بولا تھا۔ "آجاؤ۔!"

دروازہ کھلا اور صفدر کمرے میں داخل ہوا۔ اس نے حیرت سے چاروں طرف دیکھا تھا۔

"ان دونوں کے بغلی ہولسٹرز سے ریوالور نکال لو۔!" عمران نے شہزاد کے آدمیوں کی طرف اشارہ کر کے کہا۔

صفدر نے ان کے ہاتھ دیوار پر رکھوائے تھے اور ہولسٹروں سے ریوالور نکال لئے تھے۔

"تم آخر کرنا کیا چاہتے ہو۔!" شہزاد نے اپنی آواز میں کرختگی پیدا کرنے کی کوشش کی۔

"معاملے کی بات۔ لیکن کسی کھلے میدان میں۔ جہاں میرے اور تمہارے علاوہ اور کوئی نہ ہو۔!"

"میں تیار ہوں۔!"

"تو اٹھو.... اور جس طرف میں لے جانا چاہتا ہوں اسی طرف چلو۔!"

شہزاد چپ چاپ اٹھا تھا۔ عمران کا ریوالور کوٹ کی جیب میں چلا گیا۔ اور اس کی نال شہزاد کے پہلو میں چبھنے لگی۔!

"تمہارے ریوالور شہزاد صاحب کے ساتھ واپس آجائیں گے۔!" عمران نے اس کے آدمیوں سے کہا تھا۔

پھر وہ شہزاد سے لگ کر چلتا ہوا باہر آیا۔ صفدر اس کے پیچھے تھا۔ اور پوری ہوشیاری سے عمران کے باڈی گارڈ کے فرائض انجام دے رہا تھا۔

وہ عمارت سے نکل آئے تھے عمران شہزاد کو صفدر کی گاڑی تک بڑھا لایا۔ صفدر نے پچھلی نشست کا دروازہ کھولا تھا۔ عمران کے ریوالور کا دباؤ شہزاد کے پہلو پر کسی قدر بڑھ گیا....!

"ڈیڑھ لاکھ بہت ہیں۔ میں پہلے ہی آگاہ کئے دیتا ہوں۔!" شہزاد گاڑی میں بیٹھتا ہوا بولا۔

عمران اس کی طرف توجہ دیئے بغیر صفدر سے بولا۔!"ہیڈ کوارٹر۔!"

"کک.... کیا مطلب!" شہزاد چونک پڑا۔

"چپ چاپ بیٹھے رہو۔!" عمران ریوالور کا دباؤ بڑھاتا ہوا بولا۔ "پولیس ہیڈ کوارٹر نہیں کہہ رہا۔ میرے گرگے پاگل خانے کو ہیڈ کوارٹر کہتے ہیں۔"

"تمہیں پچھتانا پڑے گا۔ تم میری قوت سے واقف نہیں ہو۔!"

"تمہاری قوت سے واقف نہ ہوتا تو سیدھا تمہارے پاس کیوں آتا۔!"

"لیکن جو حرکت تم نے اس وقت کی ہے تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔ تمہارے باپ کا اثر و رسوخ بھی کام نہ آسکے گا۔!"

"باپ کا تو نام ہی نہ لو۔ ہر بلیک میلر اس بھری پُری دنیا میں تنہا ہے.... باپ کے لائق ہوتا تو گھر کیوں چھوڑتا۔ ویسے کیا تم بتا سکتے ہو کہ اگر میں ان ساتوں کو پولیس کے حوالے کردوں تو کس کی گردن پھنسے گی۔!"

شہزاد کچھ نہ بولا۔ اب اس کی آنکھوں میں فکر مندی ظاہر ہونے لگی تھی۔

"میں نے پوچھا تھا کہ کس کی گردن پھنسنے والی ہے۔!" عمران نے پھر سوال کیا۔

"زندگی میں پہلی بار مجھ سے ایک حماقت سرزد ہوئی ہے۔!" شہزاد آہستہ آہستہ بڑبڑایا۔

"کیسی حماقت؟"

"مجھے تم کو نظر انداز کر دینا چاہئے تھا۔!"

"میں اس لئے نہیں آیا تھا کہ تم مجھے نظر انداز کردو۔ کر ہی نہیں سکتے تھے جبکہ میں نے پہلی بار تمہارے ہوٹل میں قدم رکھا تھا۔!"

شہزاد خاموش رہا۔

"البتہ تمہیں معاملے کی بات فوراً ہی نہیں شروع کر دینی چاہئے تھی۔" عمران ہی بولتا رہا۔ "بہر حال اب میں براہِ راست صاحب معاملہ ہی سے بات کروں گا۔!"

"صاحب معاملہ تم کسے سمجھتے ہو۔!"

"تمہیں کیوں بتاؤں.... ویسے حقیقت یہ ہے کہ تم سے حماقت ہی سرزد ہوئی ہے۔!"

"مجھے اعتراف ہے.... جلد بازی سے کام نہ لینا چاہئے تھا....! تم نے دام بڑھا دیئے۔!"

"کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تمہیں ان ساتوں سے کیا سروکار ہو سکتا ہے۔!" عمران نے سوال کیا۔

"کسی بلیک میلر کو پولیس والوں کے سے انداز میں سوالات کرنے کا کیا حق پہنچتا ہے۔!"

ٹھیک اسی وقت ایک تیز رفتار موٹر سائیکل بائیں جانب اتنے قریب سے گزری تھی کہ صفدر گڑبڑا گیا تھا۔ اور عمران کے کان جھنجھنا اٹھے تھے۔

"شہزاد اگلی سیٹ کی پشت گاہ پر ڈھلک گیا.. اس کی بائیں کنپٹی سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا تھا۔! صفدر نے پورے بریک لگائے۔ گاڑی جھٹکے سے رکی تھی۔

"احمق۔!" عمران دہاڑا۔ "چلو۔! ورنہ وہ ہاتھ سے جائے گا۔!"

"کک.... کیا ہوا۔!" صفدر ہکلایا۔

"فائر کر گیا ہے.... شہزاد.... ختم ہو گیا۔!"

صفدر نے ایکسی لیٹر پر دباؤ ڈالا.... گاڑی نے چھلانگ سی لگائی تھی۔

چالیس.... پچاس.... ساٹھ.... اور پھر اسپیڈو میٹر کی سوئی ساٹھ اور ستر کے درمیان جھولنے لگی۔!

"اور تیز....!" عمران غرایا۔

لیکن موٹر سائیکل کا کہیں پتا نہ تھا۔

"پندرہ منٹ بعد عمران ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "بے کار ہے وہ کسی کچے راستے پر مڑ گیا.... تم بھی گاڑی سڑک سے اتار کر کسی ٹیلے کی اوٹ میں لے چلو۔!"

اور پھر جب گاڑی رکی تھی تو ان کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔ شہزاد ٹھنڈا ہو چکا تھا۔ موٹر سائیکل سوار کے فائر سے اس کی بائیں کنپٹی میں سوراخ ہو گیا تھا۔!

"باڈی پر پڑے ہوئے خون کے دھبے صاف کرو....!" عمران نے صفدر سے کہا۔ "اب اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں کہ اس لاش کو انتہائی احتیاط سے سائیکو مینشن لے چلیں اور سرد خانے میں رکھ دیں۔!"

"وہ کون ہو سکتا ہے؟" صفدر بڑبڑایا۔

"کیا تم اس کا چہرہ دیکھ سکے تھے۔!"

"نہیں!"

"میں بھی نہیں دیکھ سکا تھا۔!" عمران بولا۔



جوزف کو ایک بار پھر مایوسی کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ کیونکہ وہ دونوں بے غیرت تھوڑی دیر بعد پھر آپس میں ہنسنے بولنے لگے تھے۔ اور سلیمان کا لپٹا ہوا بستر دوبارہ کھل گیا تھا۔

جوزف تو سمجھا تھا کہ اس بار ذرا کچھ نامناسب سی ہوئی ہے۔ لہذا سلیمان ضرور بھاگ نکلے گا۔ وہ تصور بھی نہیں کر سکتا تھا کہ سلیمان اس حد تک ڈھیٹ ہو گیا ہے کہ کسی ہیڈ کانسٹیبل کے حوالے پر بھی اس کی انا کو ٹھیس نہ لگے گی۔

"بے غیرت.... بے غیرت....!" اس کے ذہن نے تکرار شروع کر دی۔ اور وہ اکتا کر گھر سے نکل بھاگا۔ عمران بھی موجود نہیں تھا۔ صرف انہی دونوں کے قہقہے پورے فلیٹ میں گونج رہے تھے۔ جوزف نے سوچا تھا کہ جیمسن کی طرف جا نکلے گا۔ اور کچھ دیر کے لئے اس کی عقل مندی کی باتوں سے جی بہلانے کی صورت نکال لے گا۔

کئی منٹ تک سڑک کے کنارے کھڑا رہا۔ لیکن کوئی خالی ٹیکسی نہ ملی۔ لہذا اچھلا کر پیدل ہی چل پڑا۔ ویسے اگلے موڑ پر ٹیکسی مل جانے کی بھی توقع تھی۔

دفعتاً ایک گاڑی اس کے قریب ہی رکی۔ بریک چرچرائے تھے۔ اور وہ اسکی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔! گاڑی سے اس کا فاصلہ بمشکل دو فٹ رہا ہو گا۔

پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی سے نگاہیں چار ہوئی تھیں۔ اور اس نے یہ بھی دیکھا تھا کہ اس کے ہاتھوں میں دبے ہوئے کپڑے کے بنڈل سے کوئی سیاہ سی چیز جھانک رہی ہے۔!

پستول کا سائلنسر پہچان لینے میں کتنی دیر لگتی۔ اس نے متحیرانہ انداز میں پلکیں جھپکائیں۔!

"چپ چاپ ڈرائیور کے پاس بیٹھ جاؤ۔!" پچھلی سیٹ پر بیٹھے ہوئے آدمی نے سرد لہجے میں

کہا تھا اور زبان انگلش استعمال کی تھی۔ گویا اس سے اچھی طرح واقف تھا۔ لیکن جوزف کو اس کی شکل شناساؤں کی سی نہیں لگی تھی۔

"اچھا مسٹر۔!" اس نے طویل سانس لے کر کہا اور اگلے دروازے کے ہینڈل کی طرف ہاتھ بڑھا دیا۔ لیکن اس سے پہلے ہی دروازہ کھل گیا تھا۔

جوزف نے بے چارگی سے تعمیل کی پچھلی سیٹ والا بے حد ہوشیار آدمی معلوم ہوتا تھا۔

گاڑی چل پڑی.... اور پچھلی سیٹ والے نے کہا۔ "میں جاگ رہا ہوں اسے اچھی طرح ذہن نشین رکھنا۔"

"لیکن مسٹر.... قصہ کیا ہے۔! میں تو بہت شریف آدمی ہوں۔ کبھی غنڈہ گردی وغیرہ میں بھی ملوث نہیں رہا۔!"

"باتیں بھی نہیں کرو گے۔!" پچھلی سیٹ والا غرایا۔

"تمہاری مرضی.... میرے ہاتھ صاف ہیں۔!"

"لیکن بغلی ہولسٹر میں ریوالور موجود ہے۔!"

"دو ریوالور بیک وقت رکھ سکتا ہوں۔ اجازت نامہ ہے میرے پاس مسٹر علی عمران کا باڈی گارڈ ہوں۔!"

"ٹھیک ہے۔ زبان بند رکھو اور دونوں ہاتھ اٹھا کر سر پر رکھ لو۔!"

"میری توہین نہ کرو۔ معاملات کو سمجھے بغیر کوئی قدم نہیں اٹھاؤں گا۔ وعدہ کرتا ہوں۔ ویسے سر پر ہاتھ رکھ کر چلنے پر مر جانے ہی کو ترجیح دوں گا۔"

پچھلی سیٹ والے نے خاموشی اختیار کر لی۔ وہ عقب نما آئینے میں جوزف کا چہرہ بغور دیکھتا رہا تھا۔ شام ہو رہی تھی۔ گاڑی شہر کی متعدد سڑکوں سے گذرتی ہوئی شاہ دارا والی سڑک پر ہو لی۔

پھر کچھ دیر بعد ایک کچے راستے پر مڑ گئی تھی۔ اونچی اونچی جھاڑیوں کے درمیان خاصا کشادہ راستہ تھا۔ سفر کا اختتام ایک چھوٹی سی سالخوردہ عمارت کے سامنے ہوا.... ابھی فضاء میں اتنی اجلاہٹ موجود تھی کہ عمارت کی ساخت کا اندازہ بخوبی لگایا جا سکتا تھا۔

جوزف سے اترنے کو کہا گیا۔ پچھلی سیٹ والا پہلے ہی نیچے اتر گیا تھا۔ اور پستول کی نال جوزف کی کھوپڑی کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

"اب ہاتھ اٹھا لو اُوپر۔ یہاں ہمارے علاوہ اور کوئی دیکھنے والا نہیں ہے۔!" پستول والے نے کہا

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔!" جوزف ہاتھ اٹھاتا ہوا بولا۔!"لیکن ایک ہی جگہ کھڑے کھڑے گھنٹوں ہاتھ اٹھائے رہ سکتا ہوں۔!"

"دائیں مڑو.... اور چل پڑو.... !"

"مجھے بات تو پوری کر لینے دو۔ میں یہ کہنا چاہتا تھا کہ ہاتھ اوپر اٹھا کر چلنے میں مجھے دشواری ہوتی ہے۔ اگر گر پڑا تو خواہ مخواہ تمہیں دشواری ہو گی۔"

"چلو۔!" وہ دھاڑا۔ اور جوزف سال سوا سال کے کسی بچے کے سے انداز میں لڑکھڑاتا ہوا عمارت کی طرف بڑھنے لگا۔

اور پھر سچ مچ گر ہی پڑا ہوتا۔ اگر پستول والے نے آگے بڑھ کر اپنے بائیں ہاتھ سے سہارا نہ دیا ہوتا۔ بس اتنا ہی کافی تھا۔ جوزف نے پلٹ کر اس کے پستول پر ہاتھ ڈال دیا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں اس نے اسٹین گن کا قہقہہ سنا تھا۔ اور اس کے قریب ہی زمین سے دھول کا مرغولہ فضا میں بلند ہونے لگا تھا.... بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ کر اس نے پھر ہاتھ اٹھا دیئے۔

صدر دروازے کے قریب ایک تاریک ہیولیٰ اسٹین گن سنبھالے کھڑا تھا۔

جوزف ہاتھ اٹھائے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر اسے دیکھ رہا تھا۔

"اندر چلو....!" پستول والے نے اسے دھکا دیا۔ وہ چل پڑا تھا۔ لیکن چال میں پہلے ہی کی سی لڑکھڑاہٹ تھی۔!

جوزف کو ایک کمرے میں لایا گیا۔ جہاں تین بڑے کیروسین لیمپ روشن تھے۔

وہ چندھیائی ہوئی سی آنکھوں سے چاروں طرف دیکھنے لگا۔!

اسٹین گن والا ساتھ نہیں آیا تھا۔! جوزف نے ان دونوں کی طرف ہاتھ اٹھایا تھا۔ جو اسے یہاں تک لائے تھے۔

"کیا بات ہے۔!" پستول والے نے غصیلے لہجے میں کہا۔ "اپنے ہاتھ اوپر اٹھائے رکھو۔"

پھر اس نے اپنے ساتھی سے کہا تھا کہ وہ جوزف کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لے....

جوزف نے بے چون وچرا اسے ریوالور نکالنے دیا تھا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ وہ آدمی غافل نہ ہوگا جس نے اسٹین گن سے فائر کئے تھے۔

"بھائی۔!" دفعتاً وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔!" تم سمجھتے ہو گے کہ شائد میں نے تم سے پستول چھیننے کی کوشش کی تھی۔ ایسا ہرگز نہیں ہوا تھا۔!"

"کیا کہنا چاہتے ہو.....!"

"پینے کو کچھ ہو تو لاؤ.... میرا نشہ اکھڑ رہا ہے۔!"

"کیا تم اسے کوئی سوشل وزٹ سمجھتے ہو۔!" پستول والا ہنس کر بولا۔

"میں سرے سے کچھ سمجھتا ہی نہیں۔! یہ تو اب تم لوگ سمجھاؤ گے کہ اس تکلیف دہی کا مقصد کیا ہے؟"

"وہ ساتوں کہاں ہیں۔!" کسی نادیدہ آدمی کی آواز آئی۔ جوزف بوکھلا کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔ لیکن کوئی دکھائی نہ دیا۔

"کیا مجھ سے کچھ پوچھا جا رہا ہے۔!" جوزف نے رازدارانہ انداز میں پستول والے سے سوال کیا۔

"ہاں.... جواب دو۔!" پستول والا بولا۔

"کن ساتوں کے بارے میں پوچھا جا رہا ہے۔ میں کچھ نہیں سمجھا۔!"

"وہ ساتوں طالب علم جن میں ایک لڑکی بھی شامل ہے۔!"

"یقین کرو.... میں کچھ بھی نہیں جانتا۔!"

"اچھی بات ہے.... تو پھر مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔!" نادیدہ آدمی کی آواز آئی۔!

"لیکن میں خواہ مخواہ مارا جاؤں گا۔ اگر جانتا ہوتا تو نہ بتا کر مجھے جتنی خوشی ہوتی اس کا تم اندازہ بھی نہیں کر سکتے۔!"

"عمران کہاں ہے؟"

"جب میں گھر سے نکلا ہوں اس وقت کہیں گئے ہوئے تھے۔!"

"اس کے دوسرے ٹھکانوں کے پتے دو۔!"

"ان کے ٹھکانے۔!" جوزف کے لہجے میں حیرت تھی۔ پھر وہ غمناک آواز میں بولا۔ "جب سے باورچی کی شادی ہوئی ہے بالکل ہی بے ٹھکانہ ہو گئے ہیں۔"

"اگر تم نے نہ بتایا تو تمہارے سارے ناخن ایک ایک کر کے کھینچ لئے جائیں گے۔!"

"سنو بھائی اگر مجھے علم بھی ہوتا تو مقصد معلوم کئے بغیر ہرگز نہ بتاتا۔ ویسے اگر تم کہو تو خود ہی اپنے سارے ناخن کھینچ کر تمہاری ہتھیلی پر رکھ دوں۔"

"تم شائد زندہ درگور ہی ہونا چاہتے ہو۔!"

"میں صرف ان کے دو ٹھکانوں سے واقف ہوں ایک فلیٹ اور دوسرا...." جوزف جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو کر کچھ سوچنے لگا۔

"ہاں دوسرا۔!"

"ٹپ ٹاپ نائٹ کلب....!"

"وہاں رہنے کا انتظام نہیں ہے۔!"

"میرا مطلب تھا جس رات گھر پر نہیں ہوتے کلب میں ہوتے ہیں۔ ان کے علاوہ بھی کوئی اور ٹھکانا ہو تو مجھے علم نہیں۔!"

"تمہاری کیا حیثیت ہے۔!"

"میں ان کا باڈی گارڈ ہوں۔!"

"اسے باڈی گارڈ رکھنے کی کیا ضرورت ہے۔!"

"نام کا باڈی گارڈ ہوں مسٹر۔ انہوں نے مجھ جیسے نہ جانے کتنے پال رکھے ہیں۔!"

"اتنا پیسہ کہاں سے آتا ہے۔!"

"میں نے کبھی معلوم کرنے کی ضرورت نہیں محسوس کی۔!"

"کیا یہ غلط ہے کہ وہ لوگوں کو بلیک میل کرتا ہے۔ اور اگر وہ اس کے مطالبات پورے نہیں کرتے تو وہ پولیس کو ان کی راہ پر لگا دیتا ہے۔!"

جوزف کے ہونٹوں پر عجیب سی مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اور وہ سر ہلا کر بولا تھا۔ "تمہارا خیال اس حد تک درست ہے کہ ہر قسم کے لوگوں کو نہیں بلکہ صرف ان مجرموں کو بلیک میل کرتے ہیں جو بظاہر اچھی سوشل پوزیشن کے حامل بھی ہوتے ہیں۔!"

ٹھیک اسی وقت دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سنائی دی تھی اور ایک بار پھر اسٹین گن کے فائر ہوئے تھے۔ جوزف نے جھرجھری سی لی۔ اس کے دونوں نگران بھی کسی قدر متوحش سے نظر آنے لگے تھے۔ پھر ایسا محسوس ہوا جیسے کچھ لوگ دھادھم چھت پر کودے ہوں۔

اسٹین گن کے فائروں کی آوازیں پہلے کی نسبت اب کچھ دور کی معلوم ہونے لگی تھیں۔

ریوالوروں کے بھی کئی فائر سنائی دیئے۔ اور پھر جوزف نے اس آدمی پر چھلانگ لگا دی۔ جس نے اس کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکالا تھا۔ ریوالور ابھی تک اس کے ہاتھ ہی میں تھا۔

"خبردار.... خبردار....!" پستول والا جوزف کو دھمکیاں دیتا ہوا پیچھے ہٹا لیکن اتنی دیر میں وہ نہ صرف اپنے ریوالور پر قبضہ کر چکا تھا بلکہ دوسرے آدمی کو ڈھال بناتا ہوا پستول والے سے بولا تھا۔ "پستول زمین پر ڈال دو۔!"

وہ دشواری میں پڑ گیا۔ جوزف پر فائر کرنے کے لئے اپنے ساتھی ہی کو چھیدنا پڑتا۔

دفعتاً باہر سناٹا چھا گیا۔ نہ اسٹین گن کے فائر سنائی دیئے تھے اور نہ کسی اور قسم کی آواز....!

"کیا تم نے سنا نہیں....!" جوزف غرایا اور ریوالور کی نال اپنے شکار کی کنپٹی پر رکھ دی۔

"پھ.... پھینک دو پستول...." شکار ہکلایا۔

بالآخر اس نے پستول فرش پر ڈال دیا تھا اور اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔

اچانک کوئی اس کمرے میں داخل ہوا.... اور یہاں کی سچویشن دیکھ کر دروازے کے قریب ہی رک گیا۔

"سنبھل کر مسٹر صفدر....!" جوزف نے دانت نکال دیئے۔

صفدر نے سب سے پہلے فرش پر پڑا ہوا پستول اٹھایا تھا۔

جوزف نے اپنے شکار کو دھکا دیا اور وہ دوسرے آدمی سے جا ٹکرایا۔

"اسٹین گن کس نے چلائی تھی۔!" صفدر انہیں گھورتا ہوا بولا۔

"ان میں سے کوئی بھی نہیں تھا۔!" جوزف بولا۔! "کیا وہ تیسرا آدمی ہاتھ نہیں آیا۔ اسی کے پاس اسٹین گن تھی۔!"

"انہیں لے چلنا ہے!" صفدر ان دونوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔!

انہی کی ٹائیوں سے ان کے ہاتھ پشت پر باندھے گئے تھے۔

"کیا تم تنہا ہو مسٹر!" جوزف نے صفدر سے پوچھا۔

"نہیں۔ چلو نکلو جلدی.... وہ لوگ تیسرے آدمی کی تلاش میں ہیں۔!"

اس کمرے سے نکل کر وہ صدر دروازے کی طرف بڑھے تھے۔ صفدر نے پہلے باہر نکلنا چاہا تھا

لیکن جوزف نے اسکا بازو پکڑ کر کھینچتے ہوئے کہا۔ "ٹھہرو مسٹر۔! اتنی جلدی بھی ٹھیک نہیں ہے۔!"

"کیا بات ہے۔!" صفدر جھنجھلا گیا۔

"پہلے ان دونوں کو باہر نکالو۔ تم دیکھتے نہیں کہ کتنا اندھیرا ہے۔!"

"اوہ....!" صفدر کو عقل آگئی۔

"ہم نہیں نکلیں گے۔!" ان میں سے ایک بولا۔

"کیوں....!" صفدر غرایا۔

"تم شائد زندہ رہنے دو۔ لیکن وہ....!"

"پوری بات کرو۔!"

"ہمارا باس اپنے آدمیوں کو دوسروں کے قبضے میں زندہ نہیں رہنے دیتا۔!"

"تو وہ تمہارا باس تھا جس نے اسٹین گن سے فائرنگ کی تھی۔" جوزف نے پوچھا۔

"ہاں باس ہی تھا۔!"

"وہ کون ہے۔!"

"مالک ہے....!"

"میں نام پوچھ رہا ہوں....!"

"شہزور....!"

"نام نیا ہے....!"

"نام لینے کا حکم نہیں صرف باس کہلاتا ہے....!"

"کہاں رہتا ہے....!"

"ہم نہیں جانتے....!"

"چلو.... نکلو باہر.... ہمارے آدمی بھی ہیں۔!"

"یہ باڈی گارڈ آپ سے زیادہ تجربہ کار ہے.... باس کہیں آس پاس ہی موجود ہو گا وہ ہمیں لوگوں کے ہتھے نہیں چڑھنے دے گا۔ آج تک اُس نے اپنے کسی آدمی کو بے بس نہیں ہونے دیا۔ کہتا ہے کہ بے بسی سے موت اچھی۔!"

صفدر کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اس کا دم گھٹ کر رہ گیا۔ ایسا ہی زبردست دھماکہ تھا وہ سب آ

کے اوپر ایک ڈھیر ہوتے چلے گئے تھے۔ اور کسی کو اس کا ہوش نہیں رہا تھا کہ اس کے اوپر چھت کا کتنا ملبہ گرا تھا۔!

کسی پر کچھ بھی بیتی ہو۔! لیکن جوزف نے ہوش میں آتے ہی سب سے پہلے صفدر کو آواز دی تھی اور اٹھ بیٹھنے کی کوشش کی تھی۔ آنکھوں سے کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا.... پھر آہستہ آہستہ مدہم سی روشنی کا احساس ہوا تھا اور یہ روشنی بتدریج تیز ہوتی گئی تھی۔ پھر وہ کراہنے لگا تھا۔ کیونکہ بات پوری طرح سمجھ میں آگئی تھی.... وہ کسی ہسپتال کے کمرے میں تھا قریب ہی نرس کھڑی نظر آئی۔

"اٹھنے کی کوشش مت کرو۔ تمہاری ٹانگ پر پلاسٹر چڑھا ہوا ہے....!"

"ہاں.... شائد.... کیا کئی ٹکڑے ہو گئے ہیں ٹانگ کے....!"

"نہیں ایک سمپل فریکچر ہے۔ پریشانی کی بات نہیں۔!"

"اور میرے ساتھی....!"

"ایک صاحب اور ہیں جن کے بازو کا گوشت ادھڑ گیا ہے۔!"

"کیا نام ہے۔!" جوزف نے مضطربانہ انداز میں پوچھا۔

"مسٹر صفدر....!"

"اور وہ دونوں....!"

"بس یہاں آپ ہی دونوں ہیں۔!" نرس نے کہا تھا اور قریب ہی رکھے ہوئے فون پر کسی کو جوزف کے ہوش میں آجانے کی اطلاع دی تھی۔

اور پھر پندرہ یا بیس منٹ بعد جوزف عمران کی شکل دیکھتے ہی کھل اٹھا تھا۔

"سب ٹھیک ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔! "تیری خواہش تھی نا کہ فلیٹ سے نکل بھاگے۔ بس اب یہیں پڑا رہ....!"

"لیکن یہ سب کیا تھا باس! اس بار تم نے مجھے کچھ بھی نہیں بتایا تھا۔!"

"بس ہے ایک خطرناک جانور.... ایک بار پھر ہاتھ سے نکل گیا۔!"

"کیا وہ دونوں زندہ ہیں۔"

"بالکل محفوظ ہیں۔ جسموں پر ہلکی سی خراش بھی نہیں آئی۔ صرف بیہوش ہو گئے تھے۔

"ہم دونوں کے نیچے تھے نا۔ سارا ملبہ تو ہمیں دونوں پر گرا تھا۔!"

"ایک ترچھے گرنے والے شہتیر نے ملبے کا زیادہ حصہ نیچے نہیں آنے دیا تھا ورنہ کوئی بھی نہ بچتا۔!"

"لیکن تم ٹھیک اسی جگہ کیسے آ پہنچے تھے....!"

"فلیٹ کی نگرانی کراتا رہا تھا.... نہ صرف فلیٹ کی بلکہ تیری اور سلیمان کی بھی۔!"

"تو گویا تمہیں پہلے ہی سے شبہہ تھا....!"

"حرکتیں ہی ایسی ہوتی ہیں میری کہ خود ہی اپنا خیال بھی رکھنا پڑتا ہے! بہر حال پہلے وہ اسٹین گن سے فائرنگ کرتا رہا تھا۔ اور پھر تھوڑی دیر بعد دستی بم پھینکنے شروع کر دیئے تھے۔!"

"میں نے اس کی شکل نہیں دیکھی تھی!" جوزف نے کہا "صرف آواز سنتا رہا تھا۔ وہ تمہیں بلیک میلر سمجھتا ہے تمہارے ٹھکانے پوچھ رہا تھا۔ کہہ رہا تھا کہ جو مجرم تمہارے ہاتھوں بلیک میل ہونے پر تیار نہیں ہوتے انہیں تم پولیس کے حوالے کر دیتے ہو....!"

"یہ بڑی اچھی اطلاع ہے میرے لئے۔!"

"انہوں نے اس کا نام شہزور بتایا تھا۔!"

"اور خاصی خوفناک شکل والا ہے۔ کوئی خونخوار قسم کا ہی معلوم ہوتا ہے ان دونوں کے بیان کے مطابق۔!"

"تو تم بھی اس کی شکل نہیں دیکھ سکے تھے۔"

"نہیں.... لیکن شائد جلد ہی دیکھ سکوں۔!"

"محتاط رہنا باس.... بے حد خطرناک آدمی معلوم ہوتا ہے۔!"

"فکر نہ کرو....!"

"اس کا ٹھکانہ بھی معلوم ہوا ان لوگوں سے....!"

"نہیں.... ان کا بیان ہے کہ اس کی اصل قیام گاہ سے کوئی بھی واقف نہیں ہے۔! اور کبھی کبھی ان کے سامنے آتا ہے۔"

"خاصا اسلحہ بھی معلوم ہوتا ہے اس کے پاس۔!"

"ہاں تباہ ہو جانے والی عمارت سے آدھے فرلانگ کے فاصلے پر ایک چھوٹے سے غار میں

اسلحے کا ذخیرہ ملا ہے....!"

جوزف خاموش ہو کر چھت کی طرف دیکھنے لگا۔ اس کی آنکھوں سے گہری فکر مندی ظاہر ہو رہی تھی....!

"بس اب یہیں پڑا رہ ہفتے بھر تک....!" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔

"لیکن باس۔ میری بوتلوں کا کیا ہوگا۔!"

"کیوں شامت آئی ہے.... ہسپتال میں پیئے گا جہاں ہر وقت ملک الموت کی آمد و رفت جاری رہتی ہے۔!"

"یہ نہیں ہو سکتا باس.... اس سے تو بہتر یہ ہوتا کہ گردن ہی کی ہڈی ٹوٹ جاتی۔"

"یہاں ناممکن ہے.... بکواس مت کرو۔"

"خدا کے لئے باس۔!"

"میں کچھ نہیں کر سکتا۔!" کہتا ہوا عمران کمرے سے نکل گیا۔

جوزف کا دماغ چکرانے لگا تھا۔ یہ سوچ کر کہ یہاں کے دوران قیام میں شراب نہیں ملے گی۔! قریباً آدھے گھنٹے بعد اسے آنکھیں کھولنی پڑی تھیں۔ کوئی آیا تھا۔

"آہا تم ڈونوں!" جوزف کے دانت نکل پڑے۔

"ہائے کالئے بھیا۔ تجھے میری بھی عمر لگ جائے۔" گلرخ روہانسی ہو کر بولی تھی۔

ایک وزنی سی باسکٹ اس کے ہاتھ میں تھی۔ شائد جوزف کے لئے پھل لائی تھی۔ سلیمان سر جھکائے کھڑا تھا۔

"ارے بیٹھو۔ تم ڈونوں....!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"بیٹھ جائیں گے...." سلیمان برا سا منہ بنا کر بولا "سالے کتنی بار تجھے سمجھایا ہے کہ کھانا پکانا سیکھ لے۔ کہیں باورچی لگوا دوں گا.... ایسے کاموں میں تو یہی ہوتا ہے۔ کسی دن بڑے صاحب کا بھی شامی کباب بنا پڑا ہوگا۔!"

"چپ رہ کیسی بدفال زبان سے نکالتا ہے....!" گلرخ بگڑ گئی۔

"چوپ.... چوپ.... یہاں نہیں لڑیگا تم ڈونوں۔" جوزف گھگھیایا۔

اتنے میں گلرخ نے قریباً ایک فٹ لمبی اور چپٹی سی پلاسٹک کی بوتل باسکٹ سے نکالی تھی۔

اور جوزف سے بولی تھی۔ "چپکے سے بستر کے نیچے رکھ لو۔!"

"یہ کیا ہے۔!"

"تمہاری دو بوتلیں اسی میں الٹ لائی ہوں۔ صاحب کو نہ معلوم ہونے پائے۔۔۔۔!"

جوزف نے بوتل اسی کے ہاتھ سے جھپٹ کر چادر میں چھپائی تھی اور پھر اس کی آنکھیں بھیگنے لگی تھیں۔!

"میں نے سلیمان سے کہا تھا کہ بے موت مر جائے گا کالیا بھیا کوئی تدبیر کرو۔۔۔۔!"

"ٹم میرا اسسٹر ہے ٹم میرا اینٹی ہے۔!" جوزف نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔ دو موٹے موٹے قطرے اس کی آنکھوں سے ڈھلک گئے تھے۔

"ابے۔۔۔۔ابے یہ کیا۔!" سلیمان بولا۔

"سلیمان بھائی میرے کو معافی ڈو۔!"

"ابے کاہے کی معافی۔۔۔۔!"

"میں ٹم پر جو گسا کرتا۔۔۔۔!"

"ابے چل سب ٹھیک ہے۔ بہت بڑا ہے دل میرا۔۔۔۔ لیکن بیٹا ذرا ذرا سی پینا۔۔۔۔ اور بڑا احتیاط سے ورنہ اگر بھانڈا پھوٹ گیا تو ہم کہیں کے نہ رہیں گے۔۔۔۔!"

"ہم چوری چوری پیئے گا۔ ذرا سی پیئے گا۔!"

گلرخ میز پر پھل رکھ رہی تھی۔ جوزف نے اس کی طرف دیکھا اور آنکھیں بند کر لیں۔۔

تکیہ آنسوؤں سے بھیگتا رہا۔۔۔۔!

عمران سیریز نمبر 90

فرشتے کا دشمن

(دوسرا حصہ)

پیشرس

زیرِ بحث ہے اس کتاب کا اشتہار جو "علامہ دہشت ناک" میں شائع ہوا تھا اور اس بحث میں پڑنے سے پہلے یہ عرض کر دوں کہ . . . "فرشتے کا دشمن" پورے اشتہار پر محیط نہیں ہے۔ وجہ ظاہر ہے! کہانی پھیلاؤ اختیار کر گئی ہے، اس حد تک کہ ایک عدد خاص نمبر کا مطالبہ کر رہی ہے۔ عام شمارے سے کام نہیں چلے گا۔ لہٰذا اگلا ناول خاص نمبر کی صورت میں پیش کروں گا۔

بہت دنوں بعد ایک ایسا کردار ہاتھ لگا ہے جس سے فوراً ہی پیچھا چھڑا لینے کو دل نہیں چاہتا.... ایسی ہی خواہش کا اظہار زیادہ تر پڑھنے والوں کی طرف سے بھی ہوا ہے۔ یعنی علامہ کو مختصر مدت میں نپٹا دینے سے گریز کیا جائے۔ ہاں تو اشتہار کی اس "غلطی" کی طرف بہتوں نے توجہ دلائی ہے کہ خبیث کا املا درست نہیں ہے۔ پروف ریڈر نے اُسے "خبیس" ہی رہنے دیا ہے! غلط کتابت کی اصلاح نہیں فرمائی۔

بھائی! آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ "خبیث" میک اپ میں بھی ہو سکتا ہے۔ آخر ایک پُر اسرار کہانی کا اشتہار تھا۔ آپ نے یہ کیوں نہیں سوچا کہ "خبیث" یہ چاہتا ہے کہ اُس پر "جینئس" کا دھوکا ہو۔ آپ یہ نہ سمجھیں کہ "خبیث" کو "س" سے لکھ دیا گیا ہے بلکہ یہ گمان گزرے کہ کہیں "جینئس" کے نکتے اور شوشے بے ترتیب نہ ہو گئے ہوں۔ بعض خبیث یہی چاہتے ہیں کہ انہیں جینئس سمجھا جائے۔ (خدا کرے آپ راقم الحروف کو جینئس نہ سمجھتے ہوں)۔

اب آیئے ایک خاص قسم کے خط کی طرف! ایک "ایم۔اے" بھائی نے "علامہ دہشت ناک" میں عمران کے ایک مکالمے کو میرے نظریات کی تبدیلی پر محمول کیا ہے۔ عمران.... عمران ہے جناب! ایک ایسی لڑکی کو ڈھب پر لانا چاہتا تھا جو اس کی ہم مسلک نہیں ہے۔ لہٰذا سر کے بل بھی کھڑا ہو سکتا ہے۔ وہ عمران کے جملے ہیں۔ ابن صفی کے نہیں۔ میں نے کردار نگاری اور اظہارِ واقعیت کا حق ادا کرنے کی کوشش کی ہے اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب مصنف اپنے ذاتی نظریات سے لاتعلق ہو جائے۔ ویسے کوئی بھی اس اٹل حقیقت سے انکار نہیں کر سکتا کہ نظریات کا.... اختلاف ہی دو افراد کے درمیان دیوار بنتا ہے اور نظریات کے بغیر زندگی بسر کرنا بھی مشکل۔ نظریات نہ ہوتے تو یہ دنیا آج بھی جنگل ہوتی۔ لہٰذا میری طرف سے دل صاف کیجئے اور ناول کو ناول ہی رہنے دیجئے۔!!

والسلام

ابن صفی

۲۰/مارچ ۱۹۷۶ء



میاں توقیر محمد جھریام خوش شکل جامہ زیب اور صحت مند آدمی تھے۔! عمر تیس اور چالیس کے درمیان رہی ہوگی۔ ضلع احمد پور کے بڑے رُؤساء میں شمار ہوتا تھا.... لیکن تنہا تھے۔ قصبہ جھریام کی سب سے بڑی قلعہ نما عمارت میں بالکل تنہا.... گو ملازمین کی بہتات تھی۔ لیکن وہ تنہائی جو خون کے رشتوں سے یا ذہنی لگاؤ کی بنا پر رفع ہوتی ہے بدستور برقرار رہتی تھی۔

بھری پُری حویلی چند ماہ کے اندر اندر ویران ہوگئی تھی.... سارے افراد کسی پُراسرار وبا کے شکار ہوئے تھے۔ عجیب وباء تھی کہ صرف میاں صاحب کے افراد خاندان کو چٹ کر گئی تھی۔ نہ تو کوئی ملازم اس کی لپیٹ میں آیا تھا اور نہ قصبے ہی کا کوئی فرد۔

شائد میاں توقیر محمد اس لئے محفوظ رہے تھے کہ ان دنوں ان کا قیام اس حویلی میں نہیں تھا! ملک ہی میں نہیں تھے! یو کے میں مقیم تھے۔!

ادھر جھریام کے باشندے اسے خدا کا قہر سمجھتے تھے جو بالآخر اس خاندان پر نازل ہی ہوگیا تھا.... اتنے ظالم لوگ تھے اس حویلی کے مکین کہ ان کے مظالم کی داستان بھی صرف سرگوشیوں میں بیان کی جاتی تھی۔ قصبے میں کون تھا جو ان کے آگے سر اٹھا سکتا۔! حویلی کے مکین قصبے کی بقیہ آبادی کو اپنی رعایا سمجھتے تھے۔

وہ مالک تھے اس قصبے کے! علاقے کا تھانے دار بھی ان سے آنکھیں ملا کر گفتگو نہیں کر سکتا تھا۔!
لیکن میاں توقیر محمد ابتدا ہی سے نیک دل اور خداترس تھے۔ شائد اسی لئے ہوش سنبھالنے کے بعد سے جھریام میں کبھی نہیں نکلے تھے۔! احمد پور شہر میں مقیم رہ کر میٹرک تک تعلیم حاصل کی تھی اور پھر بیرون ملک نکل بھاگے تھے۔ بقیہ تعلیم یو۔کے میں رہ کر مکمل کی تھی۔ اور ابھی

وہیں مقیم تھے کہ حویلی پر وہ بلا نازل ہوئی۔ پھر انہیں وطن واپس آنا پڑا تھا۔!

وہ اب بھی پہلے ہی جیسے نرم دل اور نیک طبیعت تھے۔ تعلیم نے وسیع النظری بھی عطا کردی تھی اور وہ قصبے کے دوسرے افراد کو حقیر نہیں سمجھتے تھے۔ اگر کسی کو ان کی مدد کی ضرورت ہوتی تو انہیں دامے درمے قدمے سخنے ہر طرح تیار پاتا۔ قصبے والوں کا خیال تھا کہ شیاطین کے درمیان ایک فرشتہ اتارا گیا اور شیاطین اٹھا لئے گئے۔

میاں توقیر محمد صورت سے بھی معصوم لگتے تھے۔! آنکھوں میں بلا کی نرمی تھی۔ اور لہجے میں اتنی مٹھاس تھی کہ بس وہ بولتے رہیں اور سننے والے سنتے رہیں۔!

موجودہ حکمرانوں میں بھی وہ قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ حکمران پارٹی کے ایک سرگرم کارکن بھی تھے۔ اور اپنے ضلع کی شاخ میں چیئرمین کا عہدہ رکھتے تھے۔ اور صحیح معنوں میں انہی پر عوام کا خادم ہونا صادق آتا تھا۔ حویلی کی رہائش ترک کردی تھی! تین کمروں کے ایک چھوٹے سے مکان میں ایک ملازم کے ساتھ قیام پذیر تھے۔!

انہیں اعتراف تھا کہ ان کے اجداد اچھے لوگ نہیں تھے۔ اسی لئے شادی نہیں کی تھی کہ اس نسل کو اپنی ہی ذات پر ختم کردینا چاہتے تھے.... کھل کر کہتے تھے ہو سکتا ہے ان کی اولاد اجداد ہی کے سے ظالمانہ رجحانات لے کر پیدا ہو۔ لہٰذا خطرہ مول لینے سے کیا فائدہ۔

کچھ ایسے بھی تھے جو یہ سمجھتے تھے کہ خاندان میں پے درپے اموات کے صدمے سے میاں صاحب صحیح الدماغ نہیں رہ گئے۔ ورنہ سانپ کے بچے سانپ ہی ہوتے ہیں۔

جذبہِ خدمتِ خلق کا یہ عالم تھا کہ بارشوں میں بھیگتے پھرتے تھے۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ قصبے کے کسی مکان کو بارش سے نقصان تو نہیں پہنچا۔ کسی کو ان کی مدد کی ضرورت تو نہیں۔ ان کے مزارعین گویا ملک کے خوش قسمت ترین مزارعین میں سے تھے۔ ان کی حالت سدھر گئی تھی سبھی خوشحال ہوگئے تھے۔ میاں صاحب نے پشت ہا پشت سے چلے آنے والے سارے قرضے معاف کردیئے تھے۔ اپنے کارندوں کو سختی سے ہدایت کردی تھی کہ ان کی زمین پر بسنے والوں سے بیگار نہ لی جائے.... اجرتیں فوراً ادا کی جائیں....!"

بہرحال وہ بھی خوش تھے۔ اور قصبے والے بھی کہ اچانک قصبہ جھریام میں سوشیالوجی کی طالبات کا ایک گروپ فیلڈ ورک کے لئے وارد ہوا جس کی میزبانی کے فرائض میاں صاحب ہی کو

ادا کرنے تھے۔!

گروپ کی انسٹرکٹر ایک خاصی دل کش عورت تھی۔ عمر پچیس اور تیس کے درمیان رہی ہوگی۔ گداز جسم اور نشیلی آنکھوں والی تھی۔!

پتہ نہیں کیوں اس پر نظر پڑتے ہی میاں صاحب کو چاہ بابل کے فرشتے یاد آگئے تھے۔ حالانکہ اس کا نام زہرہ نہیں تھا۔ فرحانہ جاوید کہلاتی تھی۔

وہ کچھ بھی رہی ہو لیکن کیا ضروری تھا کہ میاں صاحب کی ذات میں شدت سے دلچسپی بھی لینے لگتی۔ میاں صاحب جب بھی اس کی طرف متوجہ ہوتے۔ اسے اپنی ہی جانب نگران پاتے اور پھر دیکھنے کا انداز ایسا ہوتا جیسے سوجان سے ان پر فدا ہوجائے گی۔!

میاں صاحب نے کئی سال یو۔ کے اور یورپ کے دوسرے ممالک میں گزارے تھے۔ عورت ان کے لئے کوئی عجوبہ نہیں تھی۔ ہر چند کہ محتاط زندگی بسر کرتے رہے تھے۔ لیکن بہر حال مختلف قسم کی خواتین میں اٹھنا بیٹھنا بھی رہا تھا.... لیکن یہ عورت....! نہ جانے کیوں ان کے حواس پر چھائی جارہی تھی۔

میاں صاحب نے اس گروپ کے قیام کا انتظام حویلی میں کیا تھا۔ لیکن ان کے ساتھ خود بھی وہیں منتقل نہیں ہوگئے تھے۔ مہمانوں کو اس پر حیرت تھی کہ میاں صاحب اتنی شاندار اور آرام دہ حویلی کو خیر باد کہہ کر ایک معمولی سے مکان میں کیوں جا بسے ہیں۔

"مجھے عام آدمیوں کی طرح زندگی بسر کرنا پسند ہے۔!" انہوں نے فرحانہ جاوید کے استفسار کے جواب میں کہا تھا۔

"آپ حیرت انگیز ہیں جناب۔!"

"نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے۔!" میاں صاحب شرما کر بولے تھے اور وہ قربان ہوجانے والے انداز میں ان کی طرف دیکھتی رہی تھی۔

فیلڈ ورک کے دوران میں اس گروپ نے خصوصیت سے میاں صاحب کے بارے میں معلومات حاصل کی تھیں۔ اور نہ جانے کیوں فرحانہ جاوید نے فیلڈ ورک کی مدت ایک ہفتہ سے بڑھا کر دس یوم کردی تھی۔

فرحانہ جاوید سوشیالوجی کی لیکچرار تھی اور وہ سب اس کی طالبات تھیں۔ لہذا اس کو پروگرام

میں ردوبدل کرنے کا اختیار حاصل تھا۔ اس نے پروگرام میں اس تبدیلی کی اطلاع دی تو وہ غیر شعوری طور پر کھل اٹھے۔

"مجھے خوشی ہے کہ آپ کی میزبانی کا شرف کچھ دن اور حاصل رہے گا۔!" انہوں نے کہا۔

"میں تو سوچ رہی تھی کہ خواہ مخواہ ہم لوگ آپ پر بار بنے ہوئے ہیں۔"

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔ یہ کہہ کر آپ مجھے تکلیف پہنچا رہی ہیں۔!"

"آپ واقعی عظیم ہیں۔!"

"ارے نہیں.... اس عظیم کائنات کا ایک حقیر ترین ذرہ۔!"

"مکمل ترین انسان۔!" فرحانہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی اور میاں صاحب کے دل میں عجیب قسم کی گدگدی سی ہونے لگی۔!

وہ رات انہیں آنکھوں میں کاٹنی پڑی تھی۔ پتا نہیں کیسی خلش تھی۔ بار بار سوچتے تھے کہ بالآخر ایک دن وہ چلی جائے گی؟ پھر کیا ہوگا؟ آخر وہ ایسی باتیں کیوں سوچ رہے ہیں۔!

دوسری صبح پھر ایک اچنبھا سامنے کھڑا تھا۔ ریلوے اسٹیشن کا خصوصی ہرکارہ ان کے لئے ایک ٹیلی گرافک پیغام لایا تھا جو کسی مس جولیانا فٹنر واٹر کی طرف سے تھا۔ جولیانا فٹنر واٹر نے انہیں اطلاع دی تھی کہ وہ پانچ بجے والی ٹرین سے جھریام ریلوے اسٹیشن پر پہنچ رہی ہے۔ اس کی رہنمائی کے لئے کسی کو بھیجا جائے۔

پہلے تو میاں صاحب یہی سمجھے تھے کہ وہ بھی اس گروپ سے تعلق رکھنے والی کوئی لڑکی ہوگی۔ جو اُس وقت اس گروپ میں شامل نہ ہوسکنے کی بنا پر پیچھے رہ گئی تھی۔ لیکن جب فرحانہ جاوید نے اس کی طرف سے لاعلمی کا اظہار کیا تو ان کی تشویش بڑھ گئی۔ آخر یہ کون ہے! جولیانا فٹنر واٹر....؟ یادداشت پر زور دینے لگے۔ لیکن یہ نام یاد نہ آسکا۔

وہ ساری خواتین ایک ایک کرکے یاد آئیں جن سے یو کے یا دوسرے ممالک میں ملاقات ہوئی تھی۔ لیکن جولیانا فٹنر واٹر؟.... اس نام کی تو کوئی بھی نہیں تھی۔ یا پھر رہی ہو۔! اور وہ صرف صورت آشنا ہوں۔ نام یاد نہ رہا ہو۔ شکل دیکھتے ہی یاد آجائے۔ کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگوں کے نام ذہنوں سے نکل جاتے ہیں۔ لیکن اچانک کہیں ملاقات ہوجانے پر سب کچھ یاد آجاتا ہے۔!

وہ دن بھر اسی اُدھیڑ بن میں پڑے رہے تھے۔ پھر شام کو انہوں نے اپنے منیجر کو ریلوے اسٹیشن بھیجا تھا۔! نہ صرف میاں صاحب بلکہ ان کے مہمان بھی بڑی بے چینی سے اس اجنبی عورت کے منتظر تھے۔ اجنبی۔ بالکل ہی نیا چہرہ ثابت ہوا تھا میاں صاحب کے لئے اور وہ سفید فام غیر ملکی عورت جولیانافٹنر واٹران سے اس طرح ملی تھی۔ جیسے برسوں ساتھ رہا ہو۔

"حیرت نہ کیجئے جناب۔!" وہ ہنس کر بولی۔ "میں آپ کے بارے میں بہت کچھ سنتی رہی ہوں۔ اس لئے کم از کم خود اجنبیت نہیں محسوس کر رہی۔!" جولیانافٹنر نے ہنس کر کہا تھا۔

"کس سے سنتی رہی ہیں آپ!" میاں صاحب نے تذبذب کے ساتھ پوچھا۔

"اوہ شائد آپ پیرس کے لا میریئے خاندان کو بھول گئے۔!"

"ہر گز نہیں.... کبھی نہیں۔ وہ سب تو میرے گہرے دوست ہیں۔!"

"تو جناب میں آپ کو اطلاع دیتی ہوں کہ میں مادام سائیموں دی لا میریئے کی بھانجی ہوں۔ میرے باپ سوئیس تھے۔!"

میاں صاحب یک بیک مغموم نظر آنے لگے اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "مجھے اس نیک دل خاتون کی موت کی اطلاع مل چکی ہے۔ کاش میں ان کی آخری رسوم میں شرکت کر سکتا۔!"

"ہاں وہ بہت اچھی تھیں۔!" جولیانافٹنر واٹر نے بھی ٹھنڈی سانس لی۔! "بہر حال انہی لوگوں نے مجھ سے کہا تھا کہ اس سفر کے دوران میں آپ سے ضرور ملوں۔ پتا بھی دیا تھا اور خوش قسمتی ہے کہ بہ آسانی آپ تک پہنچ گئی۔! آپ تو بہت مشہور آدمی ہیں یہاں۔!"

"محض سیاسی کیریئر کی وجہ سے! ورنہ ایسی کوئی خاص بات نہیں۔!"

"میں دراصل یہاں اس لئے آئی ہوں کہ آپ کے ملک کی دیہی زندگی سے متعلق ایک کتاب لکھوں۔!" جولیانا نے کہا۔

"بڑی خوشی ہوئی.... میں اپنے تعاون کا یقین دلاتا ہوں محترمہ۔! جب تک دل چاہے یہاں کام کیجئے اور یہیں سے اپنا کام جاری رکھئے۔!"

فرحانہ جاوید نے بُرا سا منہ بنایا تھا۔ لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔ میاں صاحب نے اس کا تعارف کرایا۔

"مزید خوش نصیبی!" جولیا چہک کر بولی تھی۔ "میرے ستارے اچھے ہیں کہ آپ سے بھی ملاقات ہو گئی۔ خاصی مدد مل سکے گی آپ سے۔!"

"لیکن میری مدت قیام زیادہ نہیں ہے۔ صرف چھ دن اور قیام کر سکوں گی۔!" فرحانہ جاوید نے کہا۔

"چھ دن بہت ہوتے ہیں۔ میں محض دو دن میں آپ سے اپنی مفید مطلب معلومات حاصل کرلوں گی۔!"

میاں صاحب نے اس کے قیام کا انتظام بھی حویلی ہی میں کیا تھا.... چار دن میں فرحانہ نے ان کے ذہن پر پوری طرح قبضہ جما لیا تھا۔ اور وہ جولیانا کی آمد سے تردد میں پڑ گئے تھے انہوں نے محسوس کر لیا تھا کہ فرحانہ کو اس کی موجودگی پسند نہیں آئی۔ جب وہ ہنس ہنس کر میاں صاحب سے گفتگو کرتی تھی تو فرحانہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورنے لگتی تھی۔!

میاں صاحب کے لئے یہ تجربہ نیا تھا۔ کوئی عورت ان کے لئے کسی دوسری عورت کو نفرت کی نگاہ سے دیکھ رہی تھی۔ عجیب سی لذت محسوس کی تھی میاں صاحب نے.... بالکل نئی سچویشن سے دوچار ہوئے تھے۔



عمران خاموش بیٹھا تنویر کو گھورے جا رہا تھا۔! اور تنویر کی زبان قینچی کی طرح چل رہی تھی۔ ایکس ٹو کو بُرا بھلا کہہ رہا تھا۔ جس نے جولیا کو تنہا کسی مہم پر شہر سے باہر بھیج دیا تھا۔!

"یار تنویر صاحب!" عمران بالآخر بولا۔ "وہ کسی شیخ صاحب کی اہل خانہ تو نہیں کہ اسے کوئی نگل لے گا.... تم اس کے بارے میں اپنے ماحول کے مطابق کیوں سوچتے ہو۔!"

"تمہیں کیوں بُرا لگ رہا ہے۔!"

"تمہاری خیر و عافیت نیک مطلوب ہے۔ اگر کسی طرح علم ہو گیا اسے کہ تم تشویش میں مبتلا ہو تو کیا ہو گا۔!"

"اگر اسے علم بھی ہوا تو ذریعہ صرف تم ہو گے۔ کیونکہ اس وقت تمہارے علاوہ یہاں اور کوئی نہیں ہے....!"

"میرے دل گردے کی داد دو کہ تم جیسے ندیدے آدمی کے ساتھ تنہا ہوں۔!"

"مجھے علم ہے کہ وہ بہتیرے کام تمہارے مشورے کے بغیر نہیں کرتا۔"

"چلو تسلیم ہے پھر۔!"

"مجھے یقین ہے کہ تمہارے ہی مشورے پر اس نے اسے کہیں بھیجا ہے۔!"

"ارے تو کیا جولیا میری خالہ لگتی ہے کہ مشورہ نہ دیتا۔"

"تم نے بھجوایا ہے۔!"

"بھجوایا تو اسی نے ہے البتہ مشورہ دینے کی غلطی مجھ سے سرزد ہوئی تھی۔ دراصل اس نے کئی سو میل دور جا کر ایک آدمی سے عشق کر لیا ہے۔!"

"کیا؟" تنویر دہاڑ کر کھڑا ہو گیا۔!

"یہی بات ہے!" عمران نے معصومیت سے کہا۔

"کہاں بھیجا ہے۔!"

"جگہ اس نے مجھے نہیں بتائی تھی۔ صرف اتنا کہا تھا کہ جولیا سے عشق کرانا چاہتا ہے....!"

"کیا بکواس ہے....!"

"تبھی دیکھو۔ اب وہ بھی کوئی گائے بھینس ہو گئی۔!"

"میں تمہاری زندگی تلخ کر دوں گا۔!"

"کر چکے ہو....! حیرت ہے کہ تمہیں اس کی اطلاع بھی نہیں.... تمہیں کیا پتا کہ جب ہونٹ بھینچ کر مسکراتے ہو تو میرے دل پر کیا گزرتی ہے....!"

"نکل جاؤ میرے کمرے سے!" تنویر ہاتھ اٹھا کر دہاڑا۔

"یہ دن بھی دیکھنا تھا۔!" عمران نے اٹھتے ہوئے طویل سانس لی۔ پھر جماہی بھی لی تھی۔ کاہلوں کے سے انداز میں چلتا ہوا کمرے سے نکل گیا تھا۔

اس وقت وہ سائیکو مینشن میں مٹر گشت کرتا پھر رہا تھا۔ تنویر کے کمرے سے نکل کر اس نے آپریشن روم کی راہ لی تھی۔

آپریشن روم میں جولیانا فٹنر واٹر کا کوڈڈ لاسلکی پیغام موصول ہوا تھا.... اس نے وہیں ایک طرف بیٹھ کر اسے ڈی کوڈ کرنا شروع کیا۔

"پہنچنے کی اطلاع دے چکی ہوں میرے پہنچنے سے چار دن قبل سوشیالوجی کی طالبات کا ایک گروپ میاں توقیر محمد کا مہمان ہوا تھا۔ ہنوز مقیم ہے اور جھریام میں فیلڈ ورک کر رہا ہے۔ گروپ کی رہنما سوشیالوجی کی ایک لیکچرر مس فرحانہ جاوید ہے....! اس کا تعلق علامہ دہشت ہی والی یونیورسٹی سے ہے۔ اس کے پاس سے مجھے علامہ کی ایک کتاب ملی ہے جو پندرہ سال پہلے شائع ہوئی تھی۔ اس میں وہ سب کچھ موجود ہے جو وہ اپنے مخصوص طلبا سے کہتا رہتا ہے حتیٰ کہ اس یتیم بچے کی کہانی بھی بطورِ مثال تحریر کی گئی ہے۔ جس کا کنبہ زندہ جل گیا تھا۔ کتاب کا نام ہے "انفرادی سے اجتماعی انتقام تک" توقیر محمد اور فرحانہ جاوید کے درمیان میں کچھ محسوس کر رہی ہوں۔"

بہر حال اس نے وہ کتاب سائیکو مینشن کے ماہر قانون کے حوالے کر دی تھی اور ریڈی میڈ میک اپ میں وہاں سے نکل کھڑا ہوا تھا۔

فرحانہ جاوید سے متعلق چھان بین کرنی تھی.... سب سے پہلے رانا پیلس کے قیدیوں سے پوچھ گچھ کی جن سے یہ تو معلوم ہو گیا کہ فرحانہ بھی علامہ کی شاگرد تھی لیکن اس کی تصدیق نہ ہو سکی کہ خصوصی شاگردوں میں بھی شمار کی جاتی تھی یا نہیں۔!

"تم لوگ آخر ہو کون؟" پیٹر ایک بار پھر عمران سے الجھ پڑا۔

"اچھے لوگ نہیں ہیں۔" عمران نے مایوسی سے کہا۔

"اگر مجھ سے کوئی جرم سرزد ہوا ہے تو مجھے پولیس کے حوالے کر دو۔ یہاں کیوں بنا کر رکھا ہے۔!"

"پولیس!" عمران ہنس پڑا۔

"کیا مطلب۔!"

"بدمعاشوں نے بھی کبھی بدمعاشوں کو پولیس کے حوالے کیا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"بدمعاشوں کی جیب کاٹنا ہمارا پیشہ ہے۔!"

"یعنی کہ تم لوگ بلیک میلر۔!"

"بڑا گھٹیا لفظ استعمال کیا ہے تم نے.... علامہ دہشت جیسے لوگ تو پروفیسر کہلائیں اور ہم جیسے امن پسند بلیک میلر۔!"

"آخر مجھ سے کیا چاہتے ہو۔!"

"تحریری اعتراف کہ تم علامہ دہشت کی ایماء پر غیر قانونی حرکات کے مرتکب ہوتے رہے ہو۔!"

"یہ غلط ہے....!"

"اگر یہ غلط ہے تو پھر یہیں بند رہو۔ آخر تکلیف کیا ہے تمہیں۔!"

"مجھے علم نہیں تھا کہ رانا تہور علی....!"

"رانا صاحب کا نام بھی نہ لو.... ورنہ ختم ہی کر دیا جائے گا تمہیں۔!"

"کسی بات کا اعتراف مجھ سے کسی طرح بھی نہ کرا سکو گے۔!"

"ابھی جلدی بھی نہیں ہے مجھے! پڑے رہو آرام سے۔!"

عمران اس کے کمرے سے نکل کر شیلا کے پاس پہنچا تھا۔

"آیئے.... آیئے.... کریم چوکلیٹ صاحب!" وہ ہنس کر بولی۔

"چھچھ.... چھیڑنے کی نہیں ہوتی۔!" عمران ہکلایا تھا۔

"میں سوچتی ہوں کہ تمہارے بغیر کیسے جیؤں گی تو دم گھٹنے لگتا ہے۔!"

"ایسی باتیں کرو گی تو تمہارے گھر چھوڑ آؤں گا۔!"

"پیٹر تو ناکام رہا تھا تمہاری وجہ سے۔ لیکن اب تم خود ہی مجھے پاگل بنا دو گے۔!"

"وہ زہر ضائع ہو گیا تھا۔!"

"لیکن وہ زہر جو تمہاری شخصیت میں ہے۔!"

"مم.... میں نہیں سمجھا۔!"

"تم وہ ہرگز نہیں ہو جو نظر آتے ہو۔!"

"اور تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آتیں۔!"

"آئی لو یو ڈارلنگ....!"

"ارے باپ رے....!" عمران پیٹ پکڑ کر کراہا۔

"کیا ہوا....؟"

"جب کوئی لڑکی مجھ سے ایسی باتیں کرتی ہے تو میری آنتیں قرقر کرنے لگتی ہیں۔"

شیلا نے عجیب نظروں سے اسے دیکھا تھا۔ اور بُرا سا منہ بنا کر بولی تھی! "تو اور لڑکیاں بھی تم سے ایسی باتیں کرتی رہی ہیں....!"

"ہاں.... تبھی تو پتہ چلا ہے آنتوں کی قرقر کا.... ڈاکٹر کہتے ہیں کہ تمہارے پیٹ میں کتے کی آنتیں معلوم ہوتی ہیں۔!"

"نہیں کتے کی نہیں ہو سکتیں۔!" وہ غصیلے لہجے میں بولی! "کتے کی ہوتیں تو تم بھی کسی ایک کے ہو رہتے۔!"

"دُم کہاں ہے میرے۔ دُم نہ ہونے سے بھی فرق پڑتا ہے۔!"

"خیر اسے چھوڑیئے۔ آخر یہ قصہ کب ختم ہو گا۔!"

"آجکل کوئی قصہ ختم نہیں ہوتا۔ قسطوں میں چلتا رہتا ہے۔"

"تم نے مس فرحانہ کے بارے میں کیوں پوچھ گچھ کی تھی۔!"

"اب تو علامہ کی ساری شاگردوں ہی کو دیکھنا پڑے گا۔!"

"میں نے اسے مخصوص شاگردوں کے حلقے میں کبھی نہیں دیکھا۔!"

"تم سے پہلے رہی ہو گی۔ اب وہ لیکچرر ہے۔ اور تم محض طالبہ۔!"

"ہاں یہ ممکن ہے۔!" وہ کچھ سوچتی ہوئی بولی۔ "کیا اس کے خلاف بھی کوئی مواد ہاتھ آ گیا ہے۔!"

"مجھے اس کے زیادہ سے زیادہ مخصوص شاگردوں کی تلاش ہے۔!"

"میں تو کہتی ہوں کہ اب ہم سبھوں کو پولیس کے حوالے کر دو۔!"

"کوئی فائدہ نہ ہو گا۔ جب تک پیٹر جیسے جان نثار موجود ہیں کوئی اس کا بال بھی بیکا نہ کر سکے گا۔ جو کچھ وہ تم لوگوں کی تعلیم و تربیت کرتا رہا ہے وہی سب کچھ کتابی صورت میں بھی شائع کر چکا ہے۔!"

"پھر آخر کیا ہو گا۔!"

"کچھ اور انتظام۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"گھٹ کر مر جاؤں گی ان چھتوں کے نیچے۔ کب سے کھلا آسمان نہیں دیکھا۔ مجھ جیسی سیلانی لڑکی کے لئے یہ حالت عذاب سے کم نہیں۔!"

"اس کی ایک صورت ہے۔ پھر ہم دونوں پورے شہر میں گھومتے پھریں گے۔"

"جلدی بتاؤ۔ کیا صورت ہے....!"

"ہم دونوں ہپی بن جائیں۔ تمہاری آنکھیں کرنجی ہیں اور بال سرخی مائل ہیں۔ بڑی آسانی سے غیر ملکی بن سکتی ہو۔!"

"شکل تو پہچانی جا سکے گی۔!"

"سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ گل بکاؤلی فلم اسٹوڈیو میں پانچ سال تک میک اپ مین بھی رہ چکا ہوں۔!"

"تم تو پتہ نہیں کیا کیا رہ چکے ہو۔! کبھی عورت بھی رہے ہو۔!"

"بس رہتے رہتے رہ گیا ہوں گا....! شہزور کو جانتی ہو۔!"

"کون شہزور۔!"

"خوفناک شکل والا اور دیوزاد قسم کا ایک ہپی ہے۔!"

"سنو! میں صرف سیلانی اور آزاد خیال ہوں۔ نئی نسل کے جانوروں سے کبھی دلچسپی نہیں رہی۔ بال بڑھانے والوں سے تو گھن آتی ہے مجھے۔ میں نے یہ نام بھی نہیں سُنا۔!"

"شہزاد کو جانتی ہو....!"

"یہ نام بھی میرے لئے نیا ہے۔!"

"گرین بیچ ہوٹل کا مالک ہے۔!"

"سڑی سی جگہ ہے! میں وہاں قدم رکھنا بھی گوارا نہ کروں گی۔!"

"خیر.... آؤ.... میرے ساتھ۔!"

وہ اسے اس کمرے میں لے گیا تھا جہاں میک اپ کا سامان تھا۔ وہ حیرت سے چاروں طرف دیکھتی ہوئی بولی۔!

"خدا کے لئے مجھے بتاؤ۔ آخر ہو کیا چیز۔!"

"چیز نہیں۔ آدمی ہوں۔!"

"کبھی کبھی خوف معلوم ہونے لگتا ہے تم سے۔!"

"بچے تو مضحکہ اڑاتے ہیں میرا.....انہیں خوف معلوم نہیں ہوتا ہے۔ واہ بھئی۔!"

اس کے بعد اس نے اسے بولنے سے منع کر دیا تھا۔ اور اس کے چہرے پر اپنی مشاقی کے نقش

بٹھانے لگا تھا اور پھر جب اس نے تھوڑی دیر بعد آئینہ دیکھا تھا تو چیخ پڑی تھی۔

"ہلو تم کون ہو۔!"

"اب یہی جملہ انگریزی میں امریکن لہجے کے ساتھ دہراؤ۔!" عمران نے کہا۔

"پتا نہیں تم کیا کرنا چاہتے ہو۔!"

"کیا اس ایڈونچر کے تصور سے تمہارے جسم میں سنسنی نہیں دوڑی آخر تم کیسی آزاد خیال اور سیلانی ہو۔!"

"کیا تم یہ سمجھ رہے ہو کہ میں خائف ہوں۔!"

"تم ہی بتاؤ گی میں کیا جانوں....!"

"قطعی خائف نہیں ہوں.... مقصد معلوم کرنا چاہتی ہوں۔!"

حالانکہ کچھ دیر پہلے ہی کھلی فضاء میں سانس لینے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ اب مجھ سے مقصد پوچھ رہی ہو۔! کہیں تم سو تو نہیں رہیں مس شیلا۔!"

"بس اتنی سی بات کے لئے....!"

"بنیادی خیال یہی ہے ویسے اسی بہانے شائد کچھ کام بھی ہو جائے۔ میں تمہیں مختلف قسم کے لوگوں کے درمیان لے جاؤں گا۔ اور تم ان میں سے ایسے افراد کی شناخت کرو گی جنہیں کبھی علامہ کے ساتھ بھی دیکھا ہو۔!"

"یہ ہوئی نا بات....اچھا اب تم بھی تو وہ حلیہ دکھاؤ جس میں میرے ساتھ چلو گے۔!"

آدھے گھنٹے بعد وہ رانا پیلس سے روانہ ہوئے تھے تو شائد ہی وہاں کا کوئی فرد انہیں پہچان سکا ہو... عمران بھی ہپی بن گیا تھا... لیکن دیسی... البتہ شیلا کسی سفید فام نسل کی معلوم ہوتی تھی۔ عمران ایک شکستہ حال اور بہت پرانے ماڈل کی گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

"پیشے کے اعتبار سے علامہ کو اتنا دولت مند نہ ہونا چاہئے۔!" عمران نے کہا۔

"خود مجھے بھی اس پر حیرت ہے۔!" شیلا بولی۔ "لیکن ہمارے درمیان کبھی یہ مسئلہ زیرِ بحث نہیں آیا۔!"

"لیکن سوچتے سبھی ہوں گے۔!"

"میں سوچتی ہوں تو دوسرے بھی سوچتے ہوں گے۔! تمہارا کیا خیال ہے۔ کہاں سے آئی

اتنی دولت۔!"

"کچھ نہ کچھ جواز تو رکھتا ہی ہوگا۔ میرا خیال ہے کہ بعض غیر ملکی پبلشرز نے بھی اس کی کچھ کتابیں چھاپی ہیں۔!"

"کئی کتابیں.... اور وہ مقبول ہوئی ہیں.... ایک کتاب میں تو اس نے ایک ایسی ڈکٹیٹر شپ کا تصور دیا ہے جس پر جمہوریت کا دھوکہ ہوتا ہے۔!"

"تم ذرا مجھے اس کی ساری کتابوں کے نام لکھ کر دے دینا۔!"

"اچھی بات ہے۔!"

گاڑی ساحلی علاقے کی طرف جا رہی تھی اور شیلا کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔

"سب سے پہلے ہم گرین بیچ ہوٹل چلیں گے۔!" عمران بولا۔

"چرس کے دھوئیں سے دم گھٹ جائے گا۔!"

"اس کے باوجود بھی چہرے پر ناگواری کے آثار پیدا نہ ہونے دینا۔!"

"کوشش کروں گی۔!" وہ پر تفکر لہجے میں بولی۔ "تم نے کسی شہزور کے بارے میں بھی پوچھا تھا۔ وہ کون ہے۔!"

"شائد علامہ کا کوئی بہت ہی خاص مددگار ہے۔!"

"تمہیں اس کے بارے میں کیسے علم ہوا۔!"

"شائد اسے بھی تم ساتوں کی تلاش ہے۔!"

"تب تو علامہ ہی کا آدمی ہوگا۔!"

"علامہ۔!" عمران طویل سانس لے کر رہ گیا۔

وہ گرین بیچ ہوٹل پہنچے تھے اور شیلا نے ایک نشے باز عورت کی اداکاری شروع کر دی تھی۔ لیکن اس مقصد میں کامیابی نہ ہو سکی۔ جس کے لئے یہاں آئے تھے۔ اس بھیڑ میں کوئی ایسا نہ دکھائی دیا جسے کبھی شیلا نے علامہ کے ساتھ بھی دیکھا ہو۔

"اب کیا کریں۔!" شیلا نے پوچھا۔

"ابھی بہتیری جگہیں باقی ہیں۔! چلو اٹھو!" عمران بولا۔

"مجھے یہ دن ہمیشہ یاد رہیں گے۔ آج تک تم جیسا کوئی نہیں ملا۔!"

"دیکھو۔ پھر میری آنتیں قر قر کرنے لگیں گی۔ میں تو اسی وجہ سے فلمیں بھی نہیں دیکھتا.... دوسروں کو بھی کچھ کرتے دیکھ کر آنتیں قر قر کرنے لگتی ہیں۔!"

"تمہارے سر پر پتھر مار دوں گی۔ اگر اب تم نے قر قر کی!" شیلا بھنا کر بولی۔

"اف فوہ....!" عمران اٹھتے اٹھتے رُک گیا۔

"کیا بات ہے۔!"

"ابھی بیٹھو....!" وہ اس کی طرف مڑ کر بولا۔ "ہم نے کچھ کھایا تو ہے ہی نہیں۔!"

"مجھے بھوک نہیں ہے....!"

"زبردستی کھاؤ.... یہاں جھینگے بہت اچھے تلے جاتے ہیں۔!"

"جھینگوں سے گھن آتی ہے مجھے۔!"

"ہاتھی کھاؤ گی۔؟" عمران نے جلے تن عورتوں کے سے انداز میں ہاتھ نچا کر پوچھا۔

"ارے.... ارے....!"

"کیا ارے ارے....! جھینگوں سے گھن آتی ہے کہہ کر تم نے میری توہین کی ہے۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"ایک آدمی تمہیں بہت غور سے دیکھ رہا ہے۔!" عمران آگے جھک کر آہستہ سے بولا "تم جس طرح بیٹھی ہو.... بیٹھی رہو....!"

"کدھر ہے....!"

"بائیں جانب.... تھوڑی دیر بعد ادھر یونہی رواروی میں دیکھنا شائد جان پہچان کا ہو۔!"

"تم کہاں ہو۔!" وہ مسکرا کر بولی۔ "کیا مجھے وہ اس حال میں پہچان سکا ہوگا۔!"

"بعض عادتوں کی وجہ سے بھی لوگ ہر حال میں پہچان لئے جاتے ہیں۔! یہ جو تم اپنی بات پوری کر کے جس طرح سر ہلاتی ہو ٹیلی ویژن پر خبریں پڑھنے والوں کے علاوہ اور کسی کے بس کا روگ نہیں۔!"

"کیا چرس کے دھوئیں نے تمہیں چکرا دیا ہے پیارے....!"

"پپ.... پیارے.... قر قر.... بچ!" عمران پیٹ پکڑ کر رہ گیا۔

شیلا نے بائیں جانب دیکھا تھا.... اور پھر جلدی سے عمران کی طرف سر گھما لیا تھا۔

"کیا خیال ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"پہلے تو نہیں تھا... شائد ابھی آیا ہے۔!"

"کون ہے۔"

"علامہ کا باورچی.... میں تو تصور بھی نہیں کرسکتی کہ باہر اتنے ٹھاٹ باٹھ سے رہتا ہوگا۔!"

"باورچیوں ہی کے تو مزے ہیں۔! تم نے میرے باورچی کو نہیں دیکھا۔!"

"میرے خیال سے تو اب چلو۔ بور ہونے لگی ہوں۔!"

"ابھی وہ صرف شبے میں مبتلا ہے۔ اپنی چال دکھا کر یقین بھی دلانا چاہتی ہو کیا۔ مجھے تو یہ شخص صرف نام کا باورچی معلوم ہوتا ہے....!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"قاضی کے گھر کے چوہوں کے بارے میں تو تم نے سنا ہی ہوگا۔!"

"وہ ڈاکٹر آف لٹریچر نہیں ہے۔!"

"میرا باورچی بھی نہیں ہے! لیکن بہر حال میرا باورچی ہے۔!"

"تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا کھاؤ گی۔!"

"کچھ بھی نہیں۔!"

"خواہ مخواہ بیٹھے رہنا تو مناسب نہیں ہوگا۔!" عمران نے کہا اور اٹھ کر کاؤنٹر کی طرف چلا گیا۔ شیلا وہیں بیٹھی رہی۔!

شیلا بہت کوشش کررہی تھی کہ اس آدمی کی طرف نہ دیکھے جسے علامہ کے باورچی کی حیثیت سے پہچانا تھا۔ لیکن بار بار اس کی طرف نظر اٹھ جاتی تھی۔

دفعتاً وہ اسے آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔ اور شیلا بوکھلا کر دوسری طرف دیکھنے لگی تھی قطعاً بھول گئی کہ اسے ایک امریکن ہپی لڑکی کا رول ادا کرنا ہے۔

وہ اپنی جگہ سے اٹھا اور شیلا کے قریب آکھڑا ہوا۔

"میں تمہیں کس زبان میں مخاطب کروں۔!" اس نے انگلش میں پوچھا تھا۔ اور شیلا چونک پڑی تھی۔ تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ وہ انگلش بھی بولتا ہوگا۔

"مم.... میں امریکن ہوں۔!" اس نے بدقت کہا۔

"یہاں کے ہپی فقیر ہوتے ہیں۔ ان سے تمہیں کیا ملے گا۔!"

"میں نہیں سمجھی تم کیا کہنا چاہتے ہو۔!"

"میرے پاس پیسہ بھی ہے اور چرس بھی۔!" وہ ایک کرسی پر بیٹھتا ہوا بولا۔

"اٹھو۔ یہاں سے۔! کیا میں فقیر ہوں۔ تمہیں جرأت کیسے ہوئی۔!"

اتنے میں عمران بھی واپس آگیا تھا اور خاموش کھڑا ان کی گفتگو سنتا رہا تھا۔ اجنبی کی پشت تھی اس کی طرف اور وہ اسے نہیں دیکھ سکا تھا۔

"مجھے تم سے ہمدردی ہے۔ تمہارا ساتھی تمہیں کسی کے ہاتھ فروخت کردے گا۔ یہاں یہی ہوتا ہے۔ کب پہنچی ہو یہاں....!"

"بس اب خاموش رہو اور یہاں سے چلے جاؤ۔!"

"نہیں نہیں بیٹھنے دو۔!" عمران خود بھی بیٹھتا ہوا بولا۔ "میں تمہارے ساتھ ہی اسے بھی فروخت کردوں گا۔!"

شیلا اس کی بدلی ہوئی آواز پر چونک پڑی تھی۔! عمران کی آواز تو تھی ہی نہیں۔

اجنبی نے قہقہہ لگایا اور عمران کے زانوں پر ہاتھ مار کر بولا۔ "یار میں تو مذاق کررہا تھا۔!"

یہ جملہ اس نے اردو میں ادا کیا تھا۔

"میرا بھی یہی خیال تھا۔!"

"مگر ہے وفادار.... میں نے آنکھ ماری تو بُرا مان گئی۔!"

"اچھا تو آپ نے آنکھ بھی ماری تھی۔!"

"اور پٹانے کی بھی کوشش کی تھی.... لیکن پٹھے پر ہاتھ ہی نہیں رکھنے دیتی۔!"

"میں رکھوادوں....!" عمران نے بے حد محظوظ ہوتے ہوئے پوچھا۔

"کتنے پیسے لوگے۔!"

"سات پیسے۔"

"کیوں مذاق کررہے ہو....!"

"یقین کرو.... لیکن تمہیں ہمارے ساتھ چلنا پڑے گا۔!" عمران نے سنجیدگی سے کہا۔

"کہاں....؟"

"جہاں ہم لے جائیں۔!"

"مگر سات پیسے.....!"

"میرا اٹوٹکا ہے.... آج سینچر ہے نا۔!"

"کس مذہب سے تعلق رکھتے ہو۔!"

"اے تم گھاس تو نہیں کھا گئے۔ بات حرامی پن کی ہو رہی تھی۔ یہ مذہب کہاں سے آکودا۔!"

"کیا بک رہے ہو۔ کیسا حرامی پن۔!"

"پھر اور کیا ہے۔ پہلے بے چاری کو آنکھ ماری۔ پھر پٹانے دوڑے.... اور اب سات پیسے پر راضی ہو رہے ہو۔! شکل تو دیکھو اپنی ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کوئی ستم رسیدہ بکری جلدی میں بچہ دے کر بھاگ کھڑی ہوئی ہو۔!"

"اچھی بات ہے بیٹا۔ میں تمہیں دیکھ لوں گا۔!" وہ اٹھتا ہوا بولا اور پھر اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔!

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!" شیلا مٹھیاں بھینچ کر آہستہ سے غرائی۔

"میرا خیال غلط تھا۔" عمران نے سر ہلا کر کہا۔ "اس نے تمہیں پہچاننے کی کوشش نہیں کی تھی۔ بلکہ غیر ملکی ہپی لڑکی سمجھ کر ہی آیا تھا۔"

"لیکن کیا بکواس کر رہا تھا۔!"

"غیر ملکی ہپی لڑکیاں سستے داموں مل جاتی ہیں بسا اوقات تو صرف چرس کے ایک سگریٹ کے عوض۔!"

"چلو۔ بس میں یہاں نہیں ٹھہر سکتی۔! میرا دم گھٹ رہا ہے۔!"

"میں نے کاؤنٹر پر اپنی فیورٹ ڈش کی فرمائش کی تھی۔! آ رہی ہو گی۔ آرڈر پلیس کر کے بھاگے اور دھرے گئے.....!"

"کمبخت اب بھی ادھر ہی دیکھے جا رہا ہے۔!"

"دیکھنے دو۔ تم مت دیکھو ادھر..... ورنہ سمجھے گا کہ تم راضی ہو۔ میں ہی اڑنگا لگا رہا ہوں۔!"

"خدا معاف کرے مجھے۔ اگر اس بھنور سے نکل گئی تو اب گھر سے باہر قدم بھی نہ نکالوں گی۔ مشرقی عورت کا صحیح مقام گھر ہی ہے۔!"

"بلکہ باورچی خانہ.... پورے گھر میں پھیل کر کیا کرو گی۔!"

"تم ڈھیٹ بھی ہو.... تمہاری موجودگی میں ایسی باتیں کر کے چلا گیا اور تمہارے کان پر جوں تک نہیں رینگی۔!"

"ارے تو کیا سچ مچ کوئی گندہ ہپی ہوں کہ کان پر جوں رینگے گی۔ ویسے مجھے یقین ہے کہ وہ ہمارے پیچھے ضرور آئے گا.... پھر دیکھ لیں گے۔ بڑی فر فر انگریزی بولتا ہے میرا باورچی اتنا قابل نہیں ہے۔!"

"اور تمہاری ایک نئی صلاحیت بھی سامنے آئی ہے۔!"

"اچھا۔ وہ کیا ہے۔!"

"سڑک چھاپ لفنگوں کے سے انداز میں بھی گفتگو کر سکتے ہو۔!"

"عوامی انداز کہو۔!"

شیلا برا سا منہ بنائے دوسری طرف دیکھنے لگی۔

تھوڑی دیر بعد ویٹر مطلوبہ ڈش لایا تھا۔! شیلا نے اس میں ذرہ برابر بھی دلچسپی نہ لی۔ اس کا موڈ خراب ہو چکا تھا۔

"ارے کھاؤ نا۔!" عمران منہ چلاتا ہوا بولا۔

"بھوک نہیں ہے۔ پہلے ہی کہہ چکی ہوں....!"

"تمہاری مرضی۔!"

کھانے کے سلسلے میں عمران نے جلد بازی کا مظاہرہ کیا تھا۔! بالآخر دونوں اٹھ کر باہر آئے تھے۔ اور گاڑی میں بیٹھ گئے تھے۔

عمران نے علامہ کے باورچی کو بھی باہر نکلتے دیکھا۔ شیلا کی نظر عقب نما آئینے پر تھی۔ اس نے بھی اسے دیکھا اور مضطربانہ انداز میں بولی! "سچ مچ وہ بھی باہر نکلا ہے۔!"

"میرے اندازے کم ہی غلط ہوتے ہیں۔!"

"اب کیا ہو گا۔!"

"ایڈونچر۔ خاموشی سے دیکھتی رہو۔ مجھے تو دیکھنا ہے کہ جو شخص ایک کامیاب انشورنش ایجنٹ بن سکتا تھا باورچی کیوں بن گیا۔!"

عمران نے انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی آگے بڑھ گئی۔ شیلا نے عقب نما آئینے میں اس آدمی کو ایک موٹر سائیکل اسٹارٹ کرتے دیکھا۔

اور پھر عمران کا اندازہ درست ہی نکلا تھا۔ موٹر سائیکل گاڑی کا تعاقب کرتی رہی تھی۔

"کیا تم اسے رانا پیلس تک لے جاؤ گے۔!" شیلا نے پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... کسی ویرانے میں لے جا کر مزاج پُرسی کروں گا۔!"

"کس طرح....!"

"وقت پر جیسی بھی سوجھ گئی.... پہلے سے پلاننگ کرنے کی عادت نہیں ہے۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ شخص واجد....!"

"واجد نام ہے اس کا؟"

"ہاں.... علامہ کی کوٹھی میں پھٹے حالوں رہتا ہے۔ لیکن اس وقت قیمتی سوٹ پہن رکھا ہے اور جس انداز میں انگلش بول رہا تھا۔ میرے لئے خواب کی سی بات ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کی نظر بار بار عقب نما آئینے پر جاتی تھی۔ ساحلی تفریح گاہ کی حدود سے نکلتے ہی عمران نے اپنی گاڑی شاہدارا والی سڑک پر موڑ دی۔

"یہ کدھر چلے....!" شیلا فوراً ہی بولی۔

"اس سڑک پر ایک جگہ اس سے چھیڑ چھاڑ کی ٹھہری ہے۔"

"کہیں وہ مسلح بھی نہ ہو۔!"

"فکر نہ کرو....!"

"کیسی مصیبت میں پڑ گئی ہوں۔!"

"میں نے تمہیں مجبور تو نہیں کیا تھا۔ تم خود ہی کھلی فضا میں نکلنا چاہتی تھیں۔!"

"تو اس طرح۔!"

"دوسری طرح نکلنے سے اس سے بھی بڑے خطرات کا سامنا ہوتا۔ علامہ کو سب سے زیادہ فکر تمہاری ہی ہے۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا....!"

"ایسی صورت میں کسی دوسرے پر اعتماد کرنا ہی پڑتا ہے۔!"

"میں نے کب کہا کہ مجھے تم پر اعتماد نہیں ہے۔!"

"اگر ہے تو سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔ اگر میں نہ ہوتا تو تم پیٹر کے زہر کا شکار ہو چکی تھیں۔!"

"اوہ.... خوب یاد آیا۔ تم نے آج تک یہ نہ بتایا کہ اس کی وہ حرکت تم نے کہاں سے اور کیسے دیکھی تھی۔ میں وہیں اس کمرے میں موجود تھی لیکن مجھے علم نہیں ہو سکا تھا کہ کب اس نے شراب میں زہر ملایا۔"

"اس کمرے میں کئی زاویوں سے شارٹ سرکٹ کے ٹیوی کیمرے پوشیدہ ہیں۔ جن کے ذریعے ہر وقت ان لوگوں پر نظر رکھی جاتی ہے۔"

"اور پھر بھی تم کہتے ہو کہ تم لوگوں کا تعلق کسی سرکاری ادارے سے نہیں ہے۔!"

"کیوں نہ کہوں۔ جبکہ ایسا ہرگز نہیں ہے۔!"

"پھر کیا بلا ہو تم لوگ۔!"

"تمہاری ہی طرح ایڈونچر کے رسیا ہیں۔ لیکن ہمارا ایڈونچر کسی قدر مہلک بھی ثابت ہوتا ہے بسا اوقات۔!"

ٹھیک اسی وقت عمران نے اپنی گاڑی ایک کچے راستے پر موڑی تھی۔! لیکن موٹر سائیکل سڑک ہی پر آگے نکلی چلی گئی۔

"وہ تو گیا۔!" شیلا بے ساختہ بولی۔

"ہاں.... آں....!" عمران نے کہا۔ لیکن گاڑی اسی راستے پر آگے بڑھتی رہی۔

"تو پھر اب کہاں جا رہے ہو۔!"

"جہاں یہ راستہ دوبارہ اسی سڑک سے مل جائے گا۔!"

"کیا فائدہ ہوا۔!"

"وہ وہیں ہمارا منتظر ہوگا۔ خاصا چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔ اور غالباً یہ بھی جانتا ہے کہ ادھر کے کچے راستے کن اطراف میں جاتے ہیں۔!"

"میں تو کہتی ہوں گاڑی یہیں سے موڑ کر واپس چلو.... اس سے الجھ کر کیا کرو گے۔!"

"محترمہ شیلا دیوی آپ یہ کیوں بھول جاتی ہیں کہ مجھے علامہ کے خلاف ایسے شواہد کی تلاش ہے جن کی بنا پر وہ قانون کی گرفت میں آجائے۔ اس کے لئے مجھے بڑے پتھروں کے ساتھ ہی

خزف ریزے بھی الٹنے پڑیں گے۔!"

"میں تو اب اکتا چکی ہوں....!"

"اکتاہٹ ہی کے پوائنٹ سے تفریح کے چشمے پھوٹتے ہیں۔"

"ختم کرو۔! کچھ دیر خاموش رہنا چاہتی ہوں۔!"

لیکن وہ خاموش نہ رہ سکی۔! فوراً بولنا شروع کر دیا تھا۔ کیونکہ واجد کی موٹر سائیکل سامنے سے آتی دکھائی دی تھی اور کچھ اس انداز میں جیسے سیدھی آکر گاڑی سے ٹکرا جائے گی۔

عمران نے بریک لگائے۔ ادھر وہ تھوڑا سا کترا کر موٹر سائیکل سمیت ڈرائیونگ سائڈ والے دروازے سے آلگا۔

"مجھ سے بھاگ کر کہاں جاؤ گے۔!" وہ عمران کو خونخوار نظروں سے دیکھتا ہوا بولا تھا۔

"کک.... کیا مطلب۔!" عمران نے نروس ہو جانے کی اداکاری کی۔

"اس سے کہو کہ گاڑی سے اتر کر میرے پیچھے بیٹھ جائے۔!"

"اکیلے تو نہیں جائے گی۔ مجھے بھی ساتھ لے چلو۔!"

جواب میں عمران کو ایک بڑی گندی سی بات سننی پڑی تھی۔

اس نے موٹر سائیکل اس طرح روکی تھی کہ اس طرف کا دروازہ کھولنا ناممکن تھا۔

"تم اتر جاؤ۔!" عمران نے شیلا سے انگلش میں کہا۔

"کیوں....؟" شیلا سچ مچ نروس ہو گئی تھی۔

"تم اترو تو ذرا میں اس شریف آدمی سے کچھ بات کرنا چاہتا ہوں۔ یہ خود کو جتنا برا ظاہر کر رہا ہے اتنا برا معلوم نہیں ہوتا۔"

واجد نے اسے عجیب نظروں سے دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ شیلا چپ چاپ دوسری طرف اتر گئی تھی۔ پھر دوسرے ہی لمحے میں عمران بھی اُسی دروازے سے باہر نکل گیا.... ایسا کرنے میں اس نے برق کی سی سرعت دکھائی تھی۔

پھر قبل اس کے کہ واجد معاملے کی نوعیت کو سمجھ سکتا۔ عمران اس کے سر پر سوار تھا۔

بغلوں میں ہاتھ دے کر موٹر سائیکل سے گھسیٹ لیا۔ اور موٹر سائیکل بائیں جانب الٹ گئی۔

واجد نے پلٹ کر لپٹ پڑنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن کامیاب نہ ہو سکا۔ آکٹوپس کی گ

رفت تھی۔! گردن میں قینچی بھی پڑی ہوئی تھی اور عمران کے بازوؤں کے درمیان اس کی پسلیاں بھی تڑخنے لگی تھیں۔ کھوپڑی سینے کی طرف جھکتی چلی جا رہی تھی۔

"اب کیا خیال ہے....!" عمران نے بڑے پیار سے پوچھا۔

"ابے گردن ٹوٹ جائے گی.... میں تو تمہارا بزنس کرانا چاہتا تھا۔!"

"شرافت سے بات کب کی تھی تم نے....!"

"اب کروں گا.... اب کروں گا.... گردن چھوڑو....!"

"تمہارے پاس پستول تو نہیں ہے۔!"

"نہیں.... نہیں.... خود دیکھ لو....!"

عمران نے اسے دھکا دیا تھا۔ منہ کے بل دور جا گرا۔ پھر اٹھنے بھی نہیں پایا تھا کہ عمران اسے پلٹ کر سینے پر سوار ہو گیا۔

"ارے.... ارے.... اب کیا کر رہے ہو....!"

"تمہاری چھاتی پر سوار ہو کر چرس پیوں گا۔!"

"اٹھنے دو مجھے....!"

"انگریزی میں کہو۔!" عمران اس کے گالوں پر ہاتھ پھیر کر بڑے پیار سے بولا۔

"اے.... کیا تم پاگل ہو۔!" واجد حلق کے بل دہاڑا۔

"نہیں پاگل تم ہو کہ اتنے قابل ہونے کے باوجود بھی خانساماں ہو۔!"

"کک.... کیا.... مم.... مطلب۔!"

"کیا تم علامہ دہشت کے باورچی نہیں ہو۔!"

"تت.... تم کیا جانو۔!"

"تمہیں اسی طرح علامہ کے پاس لے جاؤں گا۔!"

"ہرگز نہیں۔!"

"ارے واہ.... کیا تم مجھے روک لو گے....!"

"مجھے اٹھنے دو....!"

"اٹھ کر کیا کرو گے.... یونہی پہنچا دوں گا۔!" عمران نے کہا۔ اور دونوں ہاتھوں سے اس کی

کنپٹیاں دبانی شروع کیں۔

"ارے.... ارے....!"

پھر تیسری بار "ارے" کہہ کر اس نے آنکھیں بند کر لی تھیں۔! عمران اسے چھوڑ کر اٹھ گیا۔

"یہ کیا ہوا.....!" شیلا مضطربانہ انداز میں بولی۔

"بیہوش ہو گیا ہے.... میں اسے پچھلی سیٹ پر ڈالتا ہوں۔ گاڑی تم ڈرائیو کرو گی۔!"

"کیا سچ مچ علامہ کے پاس لے جاؤ گے۔!"

"میری ہر بات پر یقین نہیں کیا جا سکتا۔! چلو پچھلی سیٹ کا دروازہ کھولو۔!"



اندھیرا بھی ایسا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا۔ اس کا سیاہ لبادہ اُسی تاریکی میں مدغم ہو کر رہ گیا تھا۔ خوفناک شکل والا ہپی شہزور غیر مسطح زمین پر ایسی ہی آسانی سے چلا جا رہا تھا جیسے خود بھی اسی اندھیرے کا ایک متحرک جزو ہو۔!

راستہ اس قدر ناہموار تھا کہ روزِ روشن میں اس کا طے کیا جانا آسان نہ ہوتا۔ لیکن وہ کسی دشواری کے بغیر چل رہا تھا۔!

شائد تین فرلانگ کا فاصلہ طے کر کے وہ ایک جگہ رک گیا۔ تھوڑی دیر قبل ایک لانچ اسے اس دور افتادہ ساحل تک لائی تھی اور وہ لانچ سے اُتر کر سیدھا اسی طرف چلا آیا تھا۔

لانچ میں بھی وہ تنہا ہی تھا۔ خود ہی لانچ کو چلاتا ہوا ساحل تک لایا تھا۔!

یہاں اس ویرانی میں پہنچ کر کچھ دیر تو وہ اندھیرے میں آنکھیں پھاڑتا رہا تھا۔ پھر آہستہ آہستہ تین بار سیٹی بجائی تھی۔

دفعتاً ایک دراز قد کتا کسی طرف سے نمودار ہوا اور اس کے گرد اچھلنے کودنے لگا۔ ساتھ ہی اس کے حلق سے ایسی آوازیں نکل رہی تھیں جیسے دیر سے آنے کا شکوہ کر رہا ہو۔!

"کام ڈاؤن ٹریجی.... کام ڈاؤن....!" اس نے آہستہ آہستہ سے کہا۔ "اینڈ کم الانگ۔"

وہ پھر اسی طرف مڑ گیا۔ جدھر سے آیا تھا۔ کتا اس کے پیچھے چل رہا تھا۔! کبھی کبھی اس سے

آگے نکل کر راستہ روکنے لگتا اور وہ اسے ہاتھ سے دھکیل کر ایک طرف کر دیتا۔!

اس طرح وہ پھر لانچ تک آیا تھا۔ جیسے ہی لانچ پر بیٹھا۔ کتے نے بھی لانچ پر چھلانگ لگائی۔!

لانچ کا انجن اسٹارٹ ہوا تھا اور وہ ایک طرف روانہ ہو گئی تھی۔ کتا ہپی کی پشت سے ٹیک لگا کر لیٹ گیا۔ ایک گھنٹے تک یہ سفر جاری رہا تھا اور پھر لانچ ایک بار پھر ویسے ہی ویران اور تاریک ساحل سے جا لگی تھی۔

اسے ساحل کہنا بھی مناسب نہ ہو گا۔! کیونکہ جیسے ہی ہپی نے ٹارچ روشن کی تھی روشنی کا دائرہ ایک سیدھی کھڑی ہوئی چٹان پر رینگتا چلا گیا تھا.... گو خشکی تک پہنچنے کے لئے کم از کم بیس فٹ اونچی سیڑھی درکار ہوتی۔ اس نے ٹارچ بجھا دی۔ شائد یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ ٹھیک ہی جگہ پر لانچ روکی ہے یا نہیں۔!

ٹارچ رکھ کر اس نے کتے کی گردن پکڑی تھی اور اسے جھنجھوڑ کر بولا تھا۔ "یل" دوسرے ہی لمحے کتے نے بھونکنا شروع کر دیا تھا۔

اس کی آواز غیر معمولی حجم والی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کسی لاؤڈ اسپیکر پر بھونک رہا ہو۔

جلد ہی چٹان کے اوپر روشنی دکھائی دی تھی اور اس کا فوکس نیچے کی جانب ہو گیا تھا۔ چٹان کا بیشتر حصہ روشن ہو گیا۔ اور پھر رسیوں کی ایک سیڑھی اوپر سے پھینکی گئی تھی۔ جس کا نچلا حصہ لانچ پر جھولنے لگا تھا۔ کتے کو لانچ ہی پر چھوڑ کر وہ اسی سیڑھی کے ذریعے اوپر چڑھتا چلا گیا۔ کتے نے اس کا ساتھ نہ چھوڑنے کیلئے اچھل کود نہیں مچائی تھی۔ خاموش بیٹھا زبان نکالے ہانپتا رہا تھا۔

اوپر پہنچ کر ہپی نے سامنے کھڑے ہوئے آدمی سے کہا تھا۔! "میرے پاس وقت کم ہے۔ برنارڈ کو یہیں بھیج دو۔!"

"اوکے باس۔!" کہہ کر وہ کسی قدر خم ہوا تھا اور دوسری طرف ڈھلان میں اترتا چلا گیا تھا۔

ہپی وہیں کھڑا رہا۔ تھوڑی دیر بعد ایک آدمی آیا تھا اور بڑے ادب سے اُسے سلام کر کے خاموش کھڑا رہا تھا۔!

"برنارڈ۔!"

"یس باس۔!"

"تم کو ابھی میرے ساتھ چلنا ہے! یہاں کا چارج دلاور کو دے دو....!"

"اوکے باس....!"

"میں یہیں منتظر ہوں۔! دلاور کو انچارج بنا کر واپس آجاؤ۔!"

"لیکن باس! دلاور اس وقت موجود نہیں ہے۔!"

"اس کے لئے ایک تحریر چھوڑ آؤ۔!"

"بہت بہتر۔!"

برنارڈ چلا گیا۔ ہپی وہیں کھڑا رہا۔ کچھ دیر بعد برنارڈ واپس آیا تھا۔ اس کے ساتھ وہ آدمی بھی تھا جس نے ہپی کے لئے سیڑھی لٹکائی تھی۔

پھر برنارڈ اور ہپی سیڑھی سے لانچ پر اُتر گئے تھے اور سیڑھی اوپر کھینچ لی گئی تھی۔

کتا غرانے لگا تھا اور ہپی نے "کام ڈاؤن" کہہ کر اسے خاموش کرا دیا تھا۔

لانچ کا انجن اسٹارٹ ہوا اور وہ واپسی کے لئے موڑ لی گئی۔

"شہزاد اچانک غائب ہو گیا ہے۔!" ہپی کچھ دیر بعد بولا۔! "گرین بیچ ہوٹل کے کاغذات کے مطابق تم شہزاد کے ساتھ برابر کے حصے دار کی حیثیت رکھتے ہو۔"

"مم.... مجھے علم نہیں تھا باس!" برنارڈ ہکلا کر رہ گیا۔

"تمہارے دستخط موجود ہیں کاغذات پر۔!"

"تو پھر ایسا ہی ہوگا باس! ہم تو حکم کے بندے ہیں۔!"

"اور یہی نہیں۔ شہزاد ہی کی طرح اب تم میرے قائم مقام ہو گے۔!"

"شکریہ باس!"

"دراصل.... میں کسی قدر دشواری میں پڑ گیا ہوں۔! شہر کا ایک بلیک میلر ہماری راہ پر لگ گیا ہے۔ ایک ہفتہ ہوا۔ وہ شہزاد کو اپنے ساتھ کہیں لے گیا تھا۔ اس کے بعد سے شہزاد کا کوئی پتہ نہیں۔"

"حیرت ہے وہ بلیک میلر ابھی تک زندہ ہے باس۔!"

"احتیاط سے کام لینا پڑے گا کیونکہ وہ محکمہ سراغرسانی کے ڈائریکٹر جنرل کا بیٹا بھی ہے۔!"

"آپ عمران کی بات تو نہیں کر رہے باس۔!"

"ہاں.... وہی....! انہی نالائقیوں کی بناء پر مسٹر رحمان نے اسے قریب قریب عاق

کر دیا ہے۔!"

"وہ تو کریک ہے باس! اور کبھی کبھی پاگل معلوم ہونے لگتا ہے۔!"

"لیکن میں ایسا نہیں سمجھتا۔ اس کے معاملے میں بے حد سنجیدہ ہوں۔ وہ پولیس کے لئے بھی کام کرتا ہے۔ پہلے لوگوں کو بلیک میل کرنے کی کوشش کرتا ہے اگر وہ قابو میں نہیں آتے تو پھر پولیس کو ان کی راہ پر ڈال دیتا ہے۔!"

"اسی کو تو میں پاگل پن سمجھتا ہوں۔!"

"کچھ بھی ہو اسے ٹھکانے لگانے میں احتیاط سے کام لینا پڑے گا۔!"

برنارڈ کچھ نہ بولا۔ تھوڑی دیر بعد ہپی نے کہا۔ "واجد تمہارے ہی یونٹ کا آدمی ہے....!"

"جی ہاں۔!"

"میں نے اسے ایک جگہ باورچی کی حیثیت سے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ قریباً ایک سال سے وہ وہاں کام کر رہا ہے۔ آج اسے میرا بھی ایک کام کرنا تھا۔ لیکن وہ مقررہ وقت پر نہیں پہنچا۔ ایسا پہلے کبھی نہیں ہوا۔ آخری بار وہ ساڑھے بارہ بجے دن تک گرین بیچ ہوٹل میں دیکھا گیا تھا۔ اس کے بعد سے اس کا کوئی پتہ نہیں۔! ہو سکتا ہے وہ بھی عمران کے ہاتھ لگ گیا ہو۔!"

"میں دیکھوں گا عمران کو۔ آپ فکر نہ کیجئے۔!"

"کیا تم دونوں ایک دوسرے سے واقف ہو۔!"

"میری دانست میں تو ایسا نہیں ہے۔! صرف میں اسے جانتا ہوں۔ وہ مجھے نہیں جانتا۔!"

"ایسی صورت میں تم ہوٹل سے دور رہو گے۔ لیکن ہوٹل تمہارے ہی چارج میں رہے گا۔ اسسٹنٹ منیجر کو فون پر احکامات دے سکو گے۔!"

"جیسے آپ کی مرضی۔!"

"عمران کے قبضے میں میرے دو آدمی اور بھی ہیں۔! لیکن میں نہیں جانتا کہ اُس نے انہیں کہاں رکھا ہے۔ ایک حادثے میں زخمی ہو جانے کے باعث وہ اس کے ہاتھ لگے تھے۔!"

"تو اس کا مطلب یہ ہوا کہ اس نے بہت سر اٹھا رکھا ہے۔!"

"میں نے اس کے بارے میں پہلے ہی سے سن رکھا تھا۔ لیکن اس حد تک نہیں سمجھتا تھا۔ خیر دیکھوں گا۔!"

"عمران کا معاملہ مجھ پر چھوڑ دیجئے۔ میں دیکھ لوں گا۔!" برنارڈ بولا۔

"تمہارا قیام ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں ہوگا۔ وہ گرین بیچ ہوٹل سے زیادہ دور نہیں ہے اور اسی ساحل پر میں تمہیں وہ جگہ بھی دکھادوں گا جہاں طلب کئے جانے پر تم مجھ سے مل سکو گے۔!"

"بہت بہتر۔!"

لانچ کے انجن کا شور اندھیرے میں گونجتا رہا۔



واجد کی آنکھ کھلی تو بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔! حیرت سے چاروں طرف دیکھتا رہا تھا۔ نہ وہ ویرانہ تھا اور نہ وہ دونوں، سلیقے سے سجائی ہوئی ایک خوابگاہ تھی۔ وہ بستر سے کود کر فرش پر آیا تھا۔ اور بند دروازے کی طرف جھپٹا تھا۔ بڑی تندہی سے دروازے کے ہینڈل پر زور آزمائی کرتا رہا۔ لیکن دروازے نے جنبش نہ کی۔ تھک ہار کر پھر بستر پر آبیٹھا۔

آنکھوں میں شدید ترین الجھن کے آثار پائے جاتے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے جلد ہی پاگلوں کی طرح چیخنا چلانا شروع کردے گا۔ لیکن وہ سختی سے ہونٹ بھینچے بیٹھا رہا۔

تھوڑی دیر بعد پھر اٹھا تھا اور دونوں ہاتھوں سے دروازہ پیٹنا شروع کر دیا تھا۔

دروازہ کھلنے میں دیر نہیں لگی تھی اور ایک ہونق سا آدمی کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"اچھا تو تم جاگ پڑے۔" اس نے چہک کر پوچھا۔

"ہاں میں جاگ پڑا ہوں۔ لیکن وہ مردود ہی کہاں ہے۔ اسے اطلاع دے دو کہ میں ذرہ برابر بھی خائف نہیں ہوں! بس وہ اچانک آپڑا تھا۔ اگر اب ہاتھ آجائے تو ہڈیاں ریزہ ریزہ کر کے رکھ دوں۔!"

"کس ہی کی بات کر رہے ہو۔!" ہونق آدمی نے حیرت سے کہا۔!" میں نے تو تمہیں شاہ دارا والی سڑک پر بیہوش پایا تھا۔!"

"اور.... اور.... میری موٹر سائیکل۔!"

"وہاں کوئی موٹر سائیکل نہیں تھی۔ میرا نام عمران ہے.... اور تمہارا....!"

"واجد۔!"

"میرا خیال ہے کہ میں نے پہلے بھی تمہیں کہیں دیکھا ہے۔!"

"دیکھا ہوگا۔!" واجد نے لاپرواہی سے کہا۔ پھر سنبھل کر عمران کو گھورتا ہوا بولا۔ "تم نے مجھے کسی ہسپتال میں کیوں نہیں پہنچایا۔"

"مناسب نہیں سمجھا۔!" عمران نے شرما کر کہا۔

"کیا مطلب۔!"

"تمہارے پاس ہی ایک لڑکی بھی بیہوش پڑی تھی! میں نے کہا۔ پتا نہیں کیا بات ہو۔ کہیں پولیس کیس نہ بن جائے ہسپتال پہنچانے میں۔!"

"کیا کہہ رہے ہو.... کیسی لڑکی۔!"

"جیسی ہوتی ہے.... بالکل عام لڑکی.... نہ اس کے سر پر سینگ تھے اور نہ دم ہی رکھتی تھی۔!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔

"کہاں ہے وہ۔!"

"دوسرے کمرے میں....!"

"اس نے کیا بتایا ہے....!"

"وہ بھی بوکھلا گئی تھی یہ سن کر کسی بیہوش مرد کے پاس خود بھی بے ہوش پڑی تھی۔!"

"مجھے تمہاری بات پر یقین نہیں آرہا۔ کیا وہ کوئی غیر ملکی لڑکی ہے۔!"

"ہرگز نہیں۔ سو فیصد دیسی لڑکی .... ویسے ہے خوبصورت۔!"

"میں اسے دیکھنا چاہتا ہوں۔!"

"کیا بیہوشی سے پہلے نہیں دیکھا تھا۔!"

"ایک ہی سے میری لڑائی ہوئی تھی۔ وہ دیسی ہی تھا۔ لیکن اس کے ساتھ ایک غیر ملکی ہی لڑکی تھی۔!"

"تو کیا تم لڑائی ہی کے دوران میں بے ہوش ہوگئے تھے۔!"

"ایسا ہی کچھ یاد پڑتا ہے۔ مجھے اس لڑکی سے ملواؤ۔"

"وہ تمہیں جانتی ہے۔ تم سے پہلے ہوش میں آئی تھی۔ اور تمہارا نام واجد ہی بتایا تھا اور یہ

بھی بتایا تھا کہ شائد تم یونی ورسٹی کے کسی پروفیسر کے خانساماں ہو۔!"

"مسٹر.... خدا کے لئے مجھے اس لڑکی سے جلد ملوا دیجئے۔!"

"کچھ بھی ہو۔ لیکن اسے اس پر حیرت ہے کہ وہ تمہارے قریب کیونکر بے ہوش پڑی پائی گئی۔ کیونکہ وہ تو اپنے گھر میں سو رہی تھی۔!"

"خواہ مخواہ.... میری دہشت میں اضافہ نہ کرو.... فوراً مجھے اس سے ملواؤ۔"

"اس لڑکی کا نام شیلا دھنی رام ہے۔! اسی پروفیسر کی شاگرد ہے۔ اسکے یہاں جاتی رہتی ہے۔!"

"شیلا دھنی رام۔!" اس نے حیرت سے کہا۔!" میرے پاس بیہوش پڑی تھی۔!"

"تم جانتے ہو اسے....!"

"بالکل جانتا ہوں۔ وہ علامہ دہشت کے پاس آتی رہتی ہیں۔!"

"ہاں یاد آیا۔ اس نے پروفیسر کا یہی نام بتایا تھا۔!"

"میری عقل چکرا رہی ہے۔ آخر شیلا کا میرے پاس کیا کام۔!"

"اس بے چاری کو بھی حیرت ہے۔ لیکن اب وہ یہاں موجود نہیں اپنے گھر جا چکی ہے۔!"

"تم جھوٹے ہو۔" واجد دہاڑا۔ "تم اس ہپی کے ساتھی معلوم ہوتے ہو۔ خواہ مخواہ شیلا کا نام۔ رہے ہو۔!"

"بھلا میں ایسا کیوں کرنے لگا۔ نہ کبھی کی جان نہ پہچان! تم نے میرا کیا بگاڑا ہے کہ میں تمہارے ساتھ فراڈ کروں گا۔!"

"اس ہپی نے بھی کہا تھا کہ مجھے علامہ کے پاس لے جائے گا۔!"

"میں کسی ہپی وپی کو نہیں جانتا۔ جو کچھ گذری ہے وہی سنا رہا ہوں۔!"

"شیلا کا نام کیوں لیا تم نے۔ تم کسی طرح بھی ثابت نہیں کر سکتے کہ وہ میرے پاس بے ہوش پڑی پائی گئی تھی....!"

"میں ثابت کر سکتا ہوں۔ لیکن اس سے پہلے یہ بتاؤ کیا تم نے انگلش میں ایم اے کیا تھا۔!"

"کیا بات ہوئی۔!"

"مجبوراً یہ سوال کیا ہے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"تم بے ہوشی کے عالم میں ہیملٹ کے ڈائیلاگ بول رہے تھے۔ اُس کے بعد انفرنو کے کئی بند سنائے تھے۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتا۔ تم اسی حرامزادے ہپی کے کوئی ساتھی ہو۔! اچھا ثابت کرو کہ شیلا میرے پاس ہی بیہوش پڑی تھی۔!"

"شائد وہ ابھی اپنے گھر نہ گئی ہو۔ بلوائے لیتا ہوں۔!"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آ رہیں۔!"

"یہ تمہاری سمجھ کا قصور ہے۔ میرا نہیں۔ ویسے مجھے بھی دراصل ایک عرصہ سے ایم اے پاس باورچی کی تلاش تھی۔ لیکن انگلش والا۔ اردو والا تو مثنوی زہر عشق پکا کر رکھ دے گا۔"

"میں کیا کروں۔" واجد نے بھنا کر اپنے سر پر دوہتھڑ مارا۔

"علامہ کو چھوڑ کر میرے پاس چلے آؤ۔!"

"مجھے یقین ہے کہ تم اسی ہپی کے ساتھی ہو۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اب وہ اسے قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہا تھا۔ کچھ دیر قبل والے احمقانہ تاثرات چہرے سے غائب ہو گئے تھے۔

واجد بھی گڑبڑا گیا۔ کچھ کہنا چاہا تھا لیکن صرف ہونٹ ہل کر رہ گئے تھے۔ آواز نہیں نکلی تھی۔!

"تم نے میرے دوست کی توہین کی تھی۔!" وہ بالآخر غرایا "تم نے اس سے ایسی باتیں کی تھیں جیسے اسے عورتوں کا دلال سمجھتے ہو۔!"

"وہی بات نکلی نا آخر؟ تم اسی ہپی کے ساتھی ہو۔!"

"اور اب تمہیں بہتیری باتوں کی وضاحت کرنی ہے۔!"

"میں کسی بات کا بھی جواب نہیں دوں گا۔ مجھے باہر جانے دو۔!"

"باہر نکلنے کی کوشش کر کے دیکھو۔!"

"تم مجھے نہیں روک سکو گے۔!" واجد دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ لیکن دوسرے ہی لمحے میں عمران کا الٹا ہاتھ اس کے منہ پر پڑا تھا اور وہ کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔

اس غیر متوقع برتاؤ نے اسے غصے سے پاگل بنا دیا۔ وحشیانہ انداز میں عمران پر ٹوٹ پڑا تھا۔ لیکن یہ اور بات ہے کہ سامنے والی دیوار سے جا ٹکرایا ہو۔ عمران تو بڑی پھرتی سے ایک طرف ہٹ

گیا تھا۔

واجد کے حلق سے مغلظات کا طوفان امنڈ پڑا۔ اس نے پھر حملہ کیا تھا۔ اس بار عمران نے جھکائی دے کر اس کے پیٹ پر مکا رسید کر دیا۔ پیٹ دبائے ہوئے دہرا ہوا تو دونوں ہاتھوں کی مٹھیاں پشت پر پڑیں۔ اور وہ منہ کے بل فرش پر چلا آیا۔ اٹھنے کی کوشش کر رہا تھا کہ عمران نے سواری گانٹھ دی۔

"اور اب تم بتاؤ گے کہ علامہ کے لئے حقیقتاً کیا کرتے ہو۔!" اس نے اسے رانوں اور بازوؤں سے جکڑتے ہوئے کہا۔

واجد بُری طرح چیخنے لگا تھا۔

"سچی بات معلوم کئے بغیر نہیں چھوڑوں گا۔ خواہ تمہاری ایک آدھ پسلی کی ہڈی ہی کیوں نہ ٹوٹ جائے۔!" عمران اپنے دباؤ کو بتدریج بڑھاتا ہوا بولا۔

"چھوڑو.... چھوڑ دو.... بتاتا ہوں۔!"

عمران نے گرفت ڈھیلی کر دی لیکن اس پر سے ہٹا نہیں تھا۔

"مم.... میں حقیقتاً شہزاد کا ملازم ہوں۔ اسی کے حکم سے میں نے علامہ کی ملازمت اختیار کی تھی۔!"

"شائد تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ گرین بیچ ہوٹل کے باورچی ہو۔!"

"میں باورچی نہیں ہوں۔! بازار پرچیزر کی حیثیت سے تقرر ہوا تھا۔! گریجویٹ ہوں۔ چونکہ تنخواہ معقول سے بھی کہیں زیادہ تھی اس لئے اس ملازمت کو بہتر سمجھا تھا۔ لیکن کچھ ہی دنوں کے بعد شہزاد نے مجھے علامہ کے گھر بھجوا دیا۔ اس طرح میری اصل آمدنی میں علامہ کی طرف سے ملنے والی تنخواہ کا بھی اضافہ ہو گیا.... کیا فرق پڑتا ہے اس سے کہ میرا کام محض باورچی خانے کی نگرانی کرنا ہے.... ورنہ سبھی جانتے ہیں کہ علامہ اپنا کھانا خود پکاتا ہے۔ میں مہمانوں کے لئے چائے وائے بنا دیا کرتا ہوں۔ اور آمدنی کے اعتبار سے پورے ملک کا کوئی گریجویٹ میرا مقابلہ نہیں کر سکتا۔!"

"اس نے تمہیں علامہ کے گھر کیوں بھجوا دیا تھا۔!"

"علامہ کے ملنے جلنے والوں پر نظر رکھنے کے لئے روزانہ رپورٹ شہزاد کو دینی پڑتی ہے۔"

صرف ناموں کی فہرست پر مشتمل ہوتی ہے۔!"

"کیسے نام۔!"

"یعنی کہ اس دن علامہ کے پاس کون کون آیا.... اور دوسرا کام یہ ہے کہ ہر سنیچر کی شب کو ایک غیر ملکی ہپی لڑکی کا انتظام کرنا۔!"

"کس کے لئے۔!"

"یہ میں نہیں جانتا....! گرین ہٹس میں ایک ہٹ ہے جس کا نمبر ایک سو بیاسی ہے۔ سنیچر کی شب کو کسی نہ کسی غیر ملکی ہپی عورت کو وہاں پہنچانا پڑتا ہے۔ میں نے وہاں کبھی کسی کو نہیں دیکھا۔ جب میں عورت سمیت وہاں پہنچتا ہوں تو ہٹ خالی ملتا ہے۔! حکم ہے کہ جیسے ہی گھنٹی کی آواز سنوں عورت کو ہٹ میں چھوڑ کر خود باہر چلا جاؤں۔ اور یہ معلوم کرنے کی کوشش ہر گز نہ کروں کہ اس ہٹ میں کون رہتا ہے۔"

"یہ ساری ہدایات تمہیں شہزاد سے ملتی ہیں۔!"

"یہ ایک مستقل آرڈر ہے۔ روز روز ہدایات نہیں ملتیں۔!"

"شہزاد کا آرڈر۔!"

"ہاں۔ اسی کا آرڈر ہے۔!"

"کل کی رات تو خالی گئی۔ پھر کیا ہو گا۔!"

"میں نہیں جانتا شہزاد بھی تو پچھلے ہفتے سے غائب ہے۔ کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہے۔!"

"شہزور نامی کسی آدمی کو جانتے ہو۔!"

"نہیں.... یہ نام میرے لئے نیا ہے۔!"

"کیا خیال ہے؟ شہزاد اپنے ہی لئے ہپی عورتیں منگواتا ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ وہ ایک نڈر اور بے باک آدمی ہے۔ اتنی سی بات کے لئے اتنی رازداری کی کیا ضرورت ہے۔!"

"تو پھر۔!"

"ارے اب تو ہٹو.... چھوڑو مجھے دم گھٹ رہا ہے۔ خدا جانے کس عذاب میں پھنس گیا ہوں۔ اگر تم پولیس کے آدمی ہو تو میری آنکھیں حوالات میں کیوں نہیں کھلیں۔ یہ اتنا شاندار کمرہ..!"

عمران اسے چھوڑ کر ہٹ گیا۔ واجد کچھ دیر فرش ہی پر بیٹھا ہانپتا رہا۔ پھر اٹھ کر مسہری پر بیٹھ گیا۔

"میرا تعلق پولیس سے نہیں ہے۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"تو پھر اس کا کیا مطلب ہو سکتا ہے۔!" واجد نے نتھنے پھلائے تھے۔

"جب دو بدمعاش آپس میں ٹکراتے ہیں۔ تب بھی یہی ہوتا ہے۔!"

"اوہ.... تو تم شہزاد کے کوئی کاروباری حریف ہو۔!"

"یہی سمجھ لو۔!"

"شہزاد کہاں غائب ہو گیا۔!"

"چھپتا پھر رہا ہے۔ ہم لوگوں کے ڈر سے۔!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔ "میں اس کے آدمیوں کو اس لئے گھیر رہا ہوں کہ اس کا سراغ مل سکے۔!"

"لیکن وہ ٹاپ مین نہیں ہے!" واجد نے کہا۔! "سارے ملازمین جانتے ہیں کہ اس کے اوپر بھی کوئی ہے۔!"

"ہو سکتا ہے۔!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

"اگر مجھے کوئی معقول ملازمت مل جائے تو شہزاد پر لعنت بھیج سکتا ہوں۔!" واجد نے عمران کو غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔!

"ہم اپنے حریفوں کے آدمیوں کو ملازم نہیں رکھتے۔!"

"کان میں بات ڈال دی ہے۔!" واجد نے بے تکلفانہ لہجہ اختیار کرتے ہوئے کہا۔ "اگر کبھی خیال ہو تو مجھے تیار پاؤ گے۔!"

"تمہیں اب جانا کہاں ہے؟"

"کیا مطلب۔!" واجد چونک پڑا۔

"جب تک شہزاد ہاتھ نہ آجائے یہیں بند رہو گے۔ نکل بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دی جائے گی۔!"

"آخر مجھے روکے رکھنے سے کیا فائدہ۔!"

"میں چاہتا ہوں کہ تم زندہ رہو۔!"

"مم.... میں نہیں سمجھا۔!" واجد ہکلایا۔

"پچھلی رات تم ہٹ نمبر ایکسو بیاسی میں ہی عورت نہیں پہنچا سکے تھے اور علامہ کے گھر سے بھی غائب رہے ہو۔! کیا یہ خلافِ معمول نہیں ہے۔!"

"بالکل خلافِ معمول ہے۔ جب سے یہ کام سونپا گیا ہے کبھی ناغہ نہیں ہوا۔!"

"بس تو پھر سمجھ لو تمہاری موت ہی آواز دے گی۔ اگر تم نے ان لوگوں کی طرف واپس جانے کی کوشش کی۔!"

واجد کسی سوچ میں پڑ گیا۔ اس کے چہرے سے سراسیمگی ظاہر ہو رہی تھی۔



کیپٹن خاور نے فون پر عمران کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ اور دوسری طرف سے سلیمان کی آواز سن کر عمران سے گفتگو کی خواہش ظاہر کی تھی۔

"وہ تو کئی دن سے غائب ہیں جناب۔!" سلیمان نے جواب دیا۔

خاور نے سلسلہ منقطع کر کے سائیکو مینشن کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ یہاں عمران سے گفتگو ہو ہی گئی۔

"کیا قصہ ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"ایکس ٹو کی ہدایت کے مطابق تمہیں اطلاع دی جا رہی ہے کہ گرین ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں جوزف برنارڈ نام کا ایک دیسی عیسائی مقیم ہے! بزنس مین ہے۔ تبدیلی آب و ہوا کی غرض سے یہاں آیا ہے۔ پچھلی ہی رات کو یہاں پہنچا ہے۔ اس سے پہلے ہٹ خالی تھا۔!"

"کہاں سے آیا ہے۔!"

"رحیم آباد سے.... وہاں اس کا قالین بافی کا کارخانہ ہے۔!"

"اس پر نظر رکھو۔!"

"اس کے لئے مجھے کوئی ہٹ کرائے پر لینا پڑے گا۔!"

"آس پاس کوئی ہٹ خالی ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"ایک سو ستاسی نمبر.... خالی ہے۔!"

"پندرہ دن کے لئے حاصل کرلو۔!"

"اس کے لئے ایکس ٹو سے ہدایت لینی پڑے گی۔!"

"میں کہہ رہا ہوں۔ میری ذمہ داری ہے۔ اگر ایکس ٹو نے اخراجات کی ادائیگی سے انکار کیا تو میں ادا کروں گا۔!"

"بہت بہتر۔! جوزف اور صفدر کس حال میں ہیں۔!"

"تیزی سے صحت یاب ہو رہے ہیں۔ فکر نہ کرو۔!"

"اور کوئی خاص بات۔!"

"کچھ نہیں۔! برنارڈ کی کڑی نگرانی ضروری ہے۔ میرا خیال ہے کہ تم تنہا کافی نہ ہوگے۔ سارجنٹ نعمانی کو بھی بُلالو۔!"

"اچھی بات ہے۔!" خاور نے کہا اور سلسلہ منقطع ہی کرنے والا تھا کہ عمران کی آواز آئی۔ "ایک بات اور ہے۔"

"وہ بھی جلدی سے بتادو۔!"

"ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں ٹیلی فون ہے یا نہیں۔!"

"آثار تو پائے جاتے ہیں۔!"

"اس کا فون ٹیپ کرنے کا بھی انتظام کرو۔!"

"اس طرح تین آدمی ہو جائیں۔ میں، نعمانی اور ٹیکنیشن....!"

"کوئی فکر کی بات نہیں۔!"

"تو خود ہی وہاں سے کسی کو بھیج دو۔!"

"اچھی بات ہے! میں دیکھتا ہوں۔!"

خاور سلسلہ منقطع کرکے ٹیلی فون بوتھ سے باہر آگیا۔! تھوڑی دیر بعد ہٹ نمبر ایک سو ستاسی کا معاملہ بھی طے ہو گیا تھا۔

اور پھر دو گھنٹے کے اندر ہی اندر سارجنٹ نعمانی بھی ایک ٹکنیشن سمیت وہاں پہنچ گیا تھا۔!

"یہ کام تو رات ہی کو ہو سکے گا....!" ٹیکنیشن نے بتایا۔

"اچھی بات ہے....! اس کے لئے کسی مخصوص وقت کا تعین نہیں کیا گیا۔ لہذا جب تمہیں آسانی ہو!" خاور بولا۔

"بہت دنوں کے بعد کوئی ڈھنگ کا کام ہاتھ آیا ہے۔!" نعمانی نے رائے ظاہر کی۔

"یعنی تم ساحلِ سمندر پر چھٹیاں گزارنا فرض کرلو گے۔!" خاور بولا۔

"مفروضات ہی کے سہارے زندگی گذری جا رہی ہے۔!"

"وہ ہٹ سے ابھی تک باہر نہیں نکلا۔!"

"کون....!" نعمانی نے پوچھا۔

"برنارڈ نام کا ایک بزنس مین ہے! نام بھی نہ معلوم ہو سکتا لیکن میں نے وبائی امراض کے ایک گشتی سرکاری ڈاکٹر کا رول ادا کیا تھا۔ براہِ راست اُسی سے اُس کے بارے میں سوالات کئے تھے۔!"

"لیکن یہ طریقہ....!" نعمانی کے لہجے میں تشویش تھی۔

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہیں تھا۔ آس پاس والوں نے لاعلمی ظاہر کی تھی۔ ظاہر ہے کہ پچھلی رات ہی کو تو یہاں آیا ہے۔!"

"عمران کا خیال ہے کہ ہمیں بہت محتاط رہنا پڑے گا۔!" نعمانی بولا۔

"عمران کو پوری طرح مسلط کر دیا گیا ہے ہم پر۔!"

"تمہارا خیال درست ہے۔!" نعمانی نے کہا۔ "جولیا ہی کے توسط سے اسے ایکس ٹو کے پیغامات ملتے ہیں۔!"

خاور کچھ نہ بولا۔

دن بھر وہ ہٹ نمبر ایک سو بیاسی کی نگرانی کرتے رہے تھے۔ لیکن کوئی باہر نہیں نکلا تھا۔ دوپہر کو کسی ہوٹل کا ویٹر برنارڈ کے لئے کھانا پہنچا گیا تھا۔ اور پھر برتن بھی واپس لے گیا تھا۔!

"اگر یہ شخص تفریح کی غرض سے یہاں آیا ہے تو پھر اس گوشہ نشینی کی وجہ سمجھ میں نہیں آتی۔!" نعمانی خاور کو دیکھ کر بولا۔! "کیا وہ صورت سے بیمار لگتا تھا۔!"

"نہیں ایسی کوئی بات میں نے مارک نہیں کی تھی۔!"

جس ہٹ میں انہوں نے قیام کیا تھا اس میں فون نہیں تھا۔ اس لئے خاور کو پھر ٹیلی فون بوتھ تک جانا پڑا تھا۔ اور اس کی ضرورت یوں پیش آئی تھی کہ خاور نے محسوس کیا تھا کہ خود ان

کی بھی نگرانی کی جا رہی ہے۔

عمران سائیکو مینشن ہی میں ملا تھا۔ خاور نے اسے صورت حال سے آگاہ کرتے ہوئے کہا۔ "اب اس کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کہ فون ٹیپ کیا جا سکے۔!"

"ٹیکنیشن کو واپس بھیج دو۔ لیکن تم دونوں وہیں ٹھہرو گے۔!" دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "کوئی بے احتیاطی ہوئی ہے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"جب وہ شخص پچھلی رات ہی کو وہاں پہنچا ہے تو پھر تم نے اس کے بارے میں معلومات کس طرح حاصل کی تھیں۔!"

"خود اس سے۔! وبائی امراض کا گشتی سرکاری ڈاکٹر بن کر۔!"

"بہت اچھے.... قیام تو ہو نہیں سکتا۔ سرکاری ڈاکٹروں جیسے بے چارے مٹر گشتی کیا فرمائیں گے۔ اس دولت مند ملک میں گشتی ڈاکٹر جیسی گھٹیا چیز نہیں پائی جاتی۔ براہِ راست پوچھ گچھ کرنی تھی تو پیشہ ور عورتوں کے دلال بن گئے ہوتے۔ بکثرت پائے جاتے ہیں یہاں۔!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"یہ حکمت کی باتیں ہیں۔ بکواس نہیں۔ چیف سے پوچھوں گا کہ آخر اس کے باضابطہ ماتحت سنِ بلوغ کو کب پہنچیں گے۔!"

"کام کی بات کرو گے یا بند کر دوں فون۔!" خاور جھنجھلا کر بولا۔

"کام کی بات یہ ہے کہ اب واپس جا کر ہٹ سے باہر مت نکلنا۔ ورنہ چیف بھی تمہاری زندگیوں کی ضمانت نہیں دے سکے گا....! ٹھہرو۔ سنو۔ ابھی شائد میں نے کہا تھا کہ ٹیکنیشن کو واپس بھیج دو۔ لیکن اب اسے بھی اپنے ساتھ ہی روکے رکھو۔!"

"کیا تم سنجیدہ ہو۔!"

"اسی طرح جیسے موت برحق ہے۔!"

"تو ہم صرف ہٹ ہی تک محدود ہو کر رہ جائیں۔!"

"مناسب یہی ہوگا.... تمہارے طریق کار نے کھیل بگاڑ دیا ہے۔ یا پھر....!"

"کہو.... کہو.... رُک کیوں گئے۔!"

"کچھ نہیں" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا تھا۔

خاور نے ناگواری سے سر کو جنبش دی تھی اور ریسیور ہک سے لگا کر باہر نکل آیا تھا۔ واپسی پر اُسے تعاقب کا احساس ہوا تھا۔ اور اس بات کی تصدیق ہو گئی تھی کہ تعاقب کرنے والا انہی دو آدمیوں میں سے تھا جو خود ان کے ہٹ کی نگرانی کر رہے تھے۔!

خاور ہٹ دھرم نہیں تھا۔ اسے پوری طرح احساس تھا کہ براہِ راست قسم کی چھان بین بہر حال طریق کار کی خامی ثابت ہوتی ہے! لیکن اب کیا ہو سکتا تھا تیر کمان سے نکل چکا تھا۔ اور بظاہر اس غلطی کا ازالہ ممکن نظر نہیں آتا تھا۔ ہٹ میں پہنچ کر اس نے اپنے ساتھیوں کو صورت حال سے آگاہ کر دیا۔

"ٹھیک ہے۔!" نعمانی سر ہلا کر بولا۔ "بیٹھو اطمینان سے.... دیکھا جائے گا۔!"

"بھوکے مر جائیں گے۔! یہاں تو فون بھی نہیں ہے کہ مسٹر برنارڈ کی طرح کسی ہوٹل کی اکسٹرنل سروس طلب کر لیں گے۔!"

"اندھیرا پھیلنے دو.... میں کھانا لاؤں گا۔!" نعمانی نے کہا۔ "ویسے تم نے اچھا کیا کہ یہاں کی پوزیشن سے ہیڈ کوارٹر کو آگاہ کر دیا۔!"

"کیسی حماقت سرزد ہوئی تھی مجھ سے۔!"

"سب چلتا ہے۔!"

اور پھر آٹھ بجے کے قریب نعمانی ہٹ سے باہر نکلا تھا۔ اور ایک ساحلی ہوٹل کی طرف چل پڑا تھا۔ اپنی دانست میں خاصا چوکنا بھی تھا۔ لیکن جب ایک ویران گوشے میں اچانک دو آدمی اس پر ٹوٹ پڑے تو بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لینے کا بھی موقع نہ مل سکا۔!

گردن پر کسی وزنی چیز کی ضرب پڑی تھی اور وہ اوندھے منہ ریت پر ڈھیر ہو گیا تھا۔ ضرب ایسی ہی شدید تھی کہ ہوش و حواس برقرار رکھنے کے لئے ڈوبتے ہوئے ذہن سے جنگ کرنی پڑی تھی۔ لیکن پوز یہی کرتا رہا تھا جیسے گرتے ہی بے حس و حرکت ہو گیا ہو۔

"اٹھاؤ اسے۔!" ایک کو دوسرے سے کہتے سُنا۔

"گاڑی دور ہے۔! کسی نے دیکھ لیا تو زحمت ہو گی۔ تم گاڑی ادھر ہی لاؤ۔!" دوسرا بولا تھا۔

"ٹھیک ہے.... میں جا رہا ہوں.... تم بھی اس کے قریب ہی لیٹ جاؤ.... تاکہ دیکھے نہ

جا سکو۔!"

"فکر نہ کرو..... جاؤ.....!"

پھر سناٹا چھا گیا۔ ریت پر قدموں کی آواز بھی نہیں سنائی دی تھی۔ ویسے نعمانی نے یہی اندازہ لگایا کہ ان میں سے ایک وہاں سے چلا گیا ہے۔

دوسرے آدمی نے اپنے ساتھی کے مشورے پر عمل کرنے کی بجائے نعمانی کے قریب دو زانو بیٹھ جانے کو ترجیح دی تھی۔ پھر وہی جھک کر شائد یہ دیکھنے لگا تھا کہ نعمانی ہوش میں تو نہیں آرہا۔ نعمانی کے نزدیک کچھ کر گزرنے کے لئے یہ ایک بہترین موقعہ تھا۔ لہذا اُس نے اچھل کر اپنی کھوپڑی اُس کے ناک پر رسید کر دی۔

"اُووف۔!" خوفزدہ سے انداز میں کراہ کر دوسری طرف الٹ گیا۔ دوسرے ہی لمحے نعمانی اس پر چڑھا بیٹھا گردن پر دباؤ ڈال رہا تھا۔

"ارے کیا کر دیا ستیاناس!" قریب ہی سے آواز آئی۔

اور اگر نعمانی آواز پہچان نہ لیتا تو اس کے ہولسٹر سے ریوالور بھی نکل آیا ہوتا۔ یہ عمران کی آواز تھی۔

"چھوڑو..... ہٹو.....!" وہ قریب پہنچ کر بولا۔

نعمانی نے فوراً اس مشورے پر عمل کیا تھا..... اندھیرے میں عمران کی شکل نظر نہیں آئی تھی۔ لیکن وہ اس کے قریب ہی موجود تھا۔

"بیہوش ہو گیا!" عمران پر تشویش لہجے میں بولا۔!" اگر تم ہی بیہوش ہو جاتے تو کیا حرج تھا۔!"

"کیا مطلب۔!"

"تمہیں لاوارثوں کی طرح تو نہیں چھوڑ دیا گیا تھا۔! میں دیکھتا کہ آخر وہ تمہیں کہاں لے جاتے ہیں۔!"

"تو پھر اب کیا کیا جائے۔!"

"تم کھسکو یہاں سے..... میں اس کے برابر لیٹا جاتا ہوں۔ اسے بھی وہ تمہارے برابر ہی لیٹ جانے کا تو مشورہ دے گیا ہے۔!"

"میدان صاف ہے! ان دونوں کے علاوہ اور کوئی تمہاری نگرانی نہیں کر رہا تھا تم خاور اور

ٹیکنیشن کو ساتھ لے کر اب یہاں سے چلے جاؤ۔ ہیڈ کوارٹر میں میرا انتظار کرنا۔!"

"بہت بہتر.....!" نعمانی پھرتی سے اٹھا تھا اور واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔ اس بات کو بھی تو ملحوظ رکھنا تھا کہ کہیں حملہ آور کے دوسرے ساتھی سے نہ مڈبھیڑ ہو جائے۔

گردن پر لگنے والی چوٹ اب تکلیف دہ ہوئی جا رہی تھی۔ شدید درد تھا۔

بہر حال کسی نہ کسی طرح ہٹ تک پہنچا تھا اور جلدی جلدی اپنی روداد دہرا کر بولا تھا۔!" جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے نکل چلو۔!"

"عمران تنہا تھا؟" خاور نے پوچھا۔

"میری دانست میں تنہا ہی تھا۔!"

"کیا یہ مناسب ہوگا کہ اسے تنہا چھوڑ دیا جائے۔!"

"یار کیوں وقت ضائع کر رہے ہو۔ نکلو یہاں سے.....!"

وہ بھاگم بھاگ اس جگہ پہنچے تھے جہاں تفریح کے لئے آنے والے اپنی گاڑیاں پارک کرتے تھے۔ ان کی گاڑی بھی وہیں کھڑی تھی۔



وہ دونوں ابھی تک بے ہوش تھے۔ اور عمران ان کے قریب ہی ایک آرام کرسی پر نیم دراز علامہ دہشت کی ایک کتاب کا مطالعہ کر رہا تھا۔ کچھ دیر قبل نعمانی کی وجہ سے وہ نہیں ہو سکا تھا جو عمران کے ذہن میں تھا۔ لہذا پھر یہی ہوا تھا کہ اُس نے بے ہوش آدمی کے دوسرے ساتھی کو بھی بے بس کر کے بیہوش کیا تھا اور دونوں کو سائیکو مینشن اٹھا لایا تھا۔!

دونوں کی بے ہوشی اندازے سے زیادہ طویل ہو گئی تھی۔

وہ کچھ دیر اور انتظار کرتا رہا تھا۔ پھر انہیں اسی حالت میں چھوڑ کر کمرے سے باہر آ گیا تھا۔

اپنے کمرے میں پہنچ کر اس نے فون پر اپنے فلیٹ کے نمبر ڈائیل کئے۔ لیکن فوری طور پر جواب نہ ملا۔ گھڑی دیکھی گیارہ بجے تھے۔! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا تھا کہ سلیمان اتنی جلدی سو گیا

ہو۔ فلم دیکھنے بھی نہیں جاسکتا تھا کیونکہ عمران نے فلیٹ ہی تک محدود رہنے کے لئے سختی سے تاکید کی تھی۔

اس نے پھر نمبر ڈائیل کئے۔ تیسری بار سلیمان کی بھرائی ہوئی سی آواز سنائی دی تھی۔

"ابے کیا اتنی جلدی سو گیا تھا۔!"

"افیون کھائی تھی۔!"

"دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"باہر بھی تو نہیں جاسکتا۔!اور نہ ہر وقت کائیں کائیں ہی سُنی جاتی ہے اس لئے دھوکے سے اسے بھی افیون دے دیتا ہوں۔اور خود بھی تھوڑی سی۔!"

"گھر بھی لٹوائے گا!اور خود جان سے بھی جائے گا۔!"

"پھر کیا کروں۔؟ کہاں سر دے ماروں.....!"

"آج کتنی کالیں آئی تھیں.....!"

"صرف ایک آدمی کئی بار فون کر چکا ہے اور ایک ہی جملہ کہہ کر ریسیور رکھ دیتا ہے.....!"

"کیا کہتا ہے؟"

"عمران سے کہہ دو کیوں شامت آئی ہے۔!"

"تو پھر کہہ دے۔!"

"کیا کہہ دوں۔!"

"وہی جو وہ کہتا ہے۔!"

"کہہ تو دیا۔!"

"اچھی بات ہے۔!اور کل تم دونوں کوٹھی چلے جاؤ۔!"

"کیوں؟ کیوں۔!"

"بس یونہی جوزف بھی فلیٹ میں موجود نہیں ہے۔ اس لئے تم دونوں کی طرف سے تشویش رہتی ہے۔ کوئی کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ میں نے نکال باہر کیا ہے۔!"

"آخر کیوں۔!"

"اس بار جس سے یاد اللہ ہوئی ہے بے حد کمینہ معلوم ہوتا ہے۔ میرے جسم پر رینگنے والا

چیونٹی کو بھی زندہ نہیں چھوڑے گا۔ اگر میرا کچھ نہ بگاڑ سکا۔!"

"اس کا پتہ بتائیے۔ گلرخ کو اس کے پیچھے لگا دوں گا۔!"

"مت بکواس کر۔ جو کچھ کہا ہے اس پر صبح ہی عمل ہونا چاہئے۔ فلیٹ میں تالا ڈال دے۔!"

"ایسا تو کبھی نہیں ہوا۔!"

"بکواس ہی کئے جائے گا۔!"

"کوٹھی کس منہ سے جاؤں۔!"

"گلرخ سے کہہ۔ وہ کوئی تدبیر کرلے گی۔!"

"بڑی مشکل میں ڈال دیا ہے آپ نے.....!"

"جوزف ہوتا تو فکر نہ ہوتی۔!"

"اچھی بات ہے۔!" سلیمان نے مردہ سی آواز میں کہا۔

"عمران نے سلسلہ منقطع کر کے رانا پیلس کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ تھوڑی دیر بعد بلیک زیرو کی آواز سنائی دی۔

"کیا خبر ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"سب ٹھیک ہے! واجد بے حد خائف ہے! خوشامدیں کر رہا ہے کہ اسے باہر نکلنے پر مجبور نہ کیا جائے۔!"

"مرنا نہیں چاہتا! جس سے بھی سابقہ پڑا ہے بے حد چالاک آدمی ہے! ہٹ نمبر ایک سو بیاسی کو ہمارے لئے ٹریپ بنانے کی کوشش کی تھی۔ مجھے یقین ہے کہ ہماری باخبری کا احساس ہوتے ہی برنارڈ وہاں سے غائب ہو جائے گا۔!"

"کیا کوئی خاص واقعہ پیش آیا ہے۔!"

"بہت ہی خاص۔ یہ تینوں بال بال بچ گئے۔!" عمران نے کہا اور ہٹ نمبر ایک سو بیاسی کی کہانی دہرانے لگا۔!

"خاور کی بے احتیاطی کہئے.....!" بلیک زیرو بالآخر بولا تھا۔

"اس سے کوئی فرق نہ پڑتا۔ ٹریپ تو پہلے ہی سے تیار تھا۔ واجد کے غائب ہو جانے کا علم ہوتے ہی اس نے وہ ٹریپ ہمارے لئے تیار کیا ہوگا۔ خاور کی حماقت تو میرے لئے الارم بن گئی۔

ورنہ شائد پھنس ہی جاتا۔!"

"میری دانست میں علامہ کی فیلڈ اتنی وسیع نہیں ہو سکتی۔!"

"شہزور بھی تو ایک نام ہے۔! ان دونوں میں کیا تعلق ہے۔ یہ دیکھنا ہے کہ دونوں میں سے کون کس کا زیردست ہے۔!"

"شہزاد کی گمشدگی کی اطلاع پولیس کو دے دی گئی ہے۔!"

"کس کی طرف سے۔!"

"ہوٹل کے اسسٹنٹ منیجر کی طرف سے۔!"

"ٹھیک ہے چلنے دو۔!"

"اس کی لاش کا کیا ہوگا۔!"

"فکر نہ کرو۔ وہ سرد خانے میں آرام سے ہے۔!"

"آپ علامہ اور شہزور میں سے کس پر زیادہ زور دے رہے ہیں۔!"

"فی الحال کسی پر بھی نہیں۔ زیادہ فکر اس کی ہے جس کے لئے جولیا کو یہاں سے بھیجا گیا ہے۔!"

"وہ تو علامہ ہی کا معاملہ ہے۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ شہزور میرے اور اس کے درمیان کیوں آگیا ہے۔!"

"جی ہاں! یہ دیکھنے کی بات ہے۔!"

"اور دونوں کے درمیان کس قسم کا تعلق ہے۔! علامہ جیسے لوگ کسی کے زیردست ہو پسند نہیں کرتے۔ ادھر شہزور کے بارے میں جتنی بھی معلومات حاصل ہوئی ہیں ان کی روشنی میں وہ بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے کہ کسی کی بالادستی پسند نہیں کرے گا۔!"

"ایک ہی شخص کے دو روپ بھی ہو سکتے ہیں۔!"

"اس کا بھی امکان تھا۔! لیکن واجد کی دریافت نے اس نظریئے پر بھی نہیں جمنے دیا۔ وہ شہزور کے علاوہ اور کسی کو نہیں جانتا۔! بھلا علامہ اتنے گھماؤ پھراؤ والے راستے کیوں اختیار کرے گا۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"فرض کرو! علامہ اور شہزور ایک ہی شخصیت کے دو روپ ہیں۔ شہزور شہزاد کا باس۔ اس صورت میں یہ سوچو کہ واجد کا علامہ کے گھر باورچی کی حیثیت سے رہنا کیا معنی رکھتا ہے۔!

کے بیان کے مطابق شہزاد ہی نے اُسے اس کام پر لگایا تھا۔!"

"واقعی کسی نتیجے پر پہنچنا آسان نہیں معلوم ہوتا۔!"

"دوسری طرف شہزاد بھی علامہ کے مخصوص شاگردوں میں سے تھا۔!"

"تو پھر اب برنارڈ کے سلسلے میں کیا ہو رہا ہے۔!"

"خاور اور نعمانی کو وہاں سے ہٹا کر صدیقی اور چوہان کو اس کی نگرانی پر مامور کر دیا گیا ہے۔ وہ براہِ راست تمہیں رپورٹ دیں گے۔!"

"بہت بہتر۔ میں جاگتا رہوں گا۔!"

عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔ اب وہ پھر اسی کمرے کی طرف جا رہا تھا۔ جہاں ان دونوں کو چھوڑا تھا۔

وہ ہوش میں آچکے تھے اور گردنیں ڈالے ہوئے پڑے تھے۔! عمران کو دیکھ کر اٹھنے کی کوشش کی تھی۔ لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔! "نہیں اسی طرح آرام سے لیٹے رہو۔!"

"ہم کہاں ہیں۔!" ایک نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔!

"پتا نہیں کہاں ہوتے اگر میں ٹھیک وقت پر نہ پہنچا ہوتا۔!" عمران مسکرا کر بولا۔ "کیا تم لوگ رات کا کھانا کھا چکے تھے۔!"

"موقع ہی نہیں ملا تھا۔!"

"کھانے سے پہلے کیا پیئو گے۔!"

"ارے اس کی تکلیف نہ کیجئے۔!"

"نہیں کچھ ہلکی پھلکی سی...... بیئر منگواؤں....!"

"تکلیف ہی کر رہے ہیں تو جن منگوا لیجئے۔!"

"ابھی لو۔!" عمران نے کہا اور انٹرکوم کے قریب پہنچ کر بولا۔!" مہمان خانے میں جن اور سوڈا پہنچاؤ اور کھانے کے لئے بھی کچھ....!"

وہ دونوں تذبذب کے عالم میں اسے دیکھے جا رہے تھے۔ عمران ان کی طرف مڑا تو وہ گڑبڑا گئے اور ان میں سے ایک ہکلایا۔ "آخر ہم ہیں کہاں۔!"

"دوستوں کے درمیان۔ اس لئے زیادہ جاننے کی کوشش نہ کرو۔!"

"کیا وہ بھی پکڑا گیا ہے۔؟"

"نہیں وہ نکل گیا۔!"

"ہم نے پوری پوری کوشش کی تھی۔!"

"مجھے علم ہے.... اور میں اسی لئے وہاں بھیجا گیا تھا کہ تمہاری لاعلمی میں تمہاری حفاظت کرتا رہوں۔!"

وہ کچھ نہ بولے خاموشی سے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر رہ گئے تھے۔

"باس بہت باخبر آدمی ہے۔!" عمران بولا۔

"باس!" تحیر آمیز لہجے میں کہا گیا۔ "کیا وہ ہم چھوٹے آدمیوں کے احوال سے بھی باخبر رہتا ہے۔!"

"بالکل۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میں تمہیں ان لوگوں کے چنگل سے کیسے نکال سکتا۔ لیکن کبھی کبھی باس کا یہ طریق کار کام کرنے والوں کو دشواری میں بھی ڈال دیتا ہے۔!"

وہ دونوں اسے ایسے انداز میں دیکھنے لگے جیسے بات سمجھ میں نہ آئی ہو۔ عمران سر کو جنبش دے کر وضاحت کرنے لگا۔

"جس نے بھی تمہیں اس کام پر لگایا تھا اسے باس سے مسلسل رابطہ رکھنا چاہئے تھا۔ لیکن ایسا نہیں ہوا۔ تمہیں کس نے ہٹ نمبر ایک سو بیاسی کی نگرانی کرنے کا حکم دیا تھا۔!"

"برنارڈ صاحب نے۔!"

"بالمشافہ۔!"

"نہیں فون پر۔!"

"تمہیں معلوم ہے کہ ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں کون رہتا ہے۔!"

"ہمیں نہیں بتایا گیا دراصل ہم سے کہا گیا تھا کہ ان لوگوں پر نظر رکھیں جو ہٹ کی نگرانی کر رہے ہیں۔ اگر ان میں سے کوئی کہیں اور جائے تو اس کا تعاقب کریں اور پوری رپورٹ فون پر برنارڈ صاحب کو دیں۔!"

عمران کچھ اور کہنے والا تھا کہ شراب اور اس کے لوازمات آ گئے۔

"پہلے پیاس بجھاؤ۔ پھر باتیں ہوں گی۔!" عمران مسکرا کر بولا۔

انہوں نے اسے بھی شغل میں شریک کرنا چاہا تھا۔ لیکن عمران سر ہلا کر بولا۔ "شکریہ میں عادتاً نہیں پیتا۔"

دوسری بار گلاس لبریز کرتے وقت ان میں سے ایک چہکا۔ "اب جان میں جان آئی ہے۔!"

"بے تکلفی سے پیئو۔!" عمران نے کہا۔ "اور بے تکلفی ہی سے مزید طلب کرو۔ ویسے ایک بات سمجھ میں نہیں آئی۔!"

"کون سی بات۔!"

"جب تم سے صرف تعاقب کرنے کو کہا گیا تھا تو تم اس پر ٹوٹ کیوں پڑے تھے۔!"

"اوہ.... یہ بھی تو کہا گیا تھا کہ اگر ان میں سے کوئی ہاتھ لگ سکے تو اسے بے بس کر کے ستنام ہاؤز پہنچا دیا جائے۔!"

"ستنام ہاؤز۔!" عمران کچھ سوچتا ہوا بڑبڑایا۔ پھر انہیں غور سے دیکھتا ہوا۔ "ضرور کوئی غلطی ہوئی ہے۔!"

"کیسی غلطی؟"

"یہ ستنام ہاؤز ہے کہاں۔!" عمران نے سوال کیا۔

"برٹیو روڈ پر پیلس سینما کے سامنے۔!"

"اوہ.... اچھا.... اچھا....!"

پھر وہ خاموشی سے پیتے رہے تھے اور عمران بھی کچھ سوچنے لگا تھا۔ تھوڑی دیر بعد اس نے کہا۔ "باس کا حکم ہے کہ تمہیں یہیں روکے رکھا جائے۔ تاوقتیکہ وہ تینوں ہاتھ نہ لگ جائیں۔!"



رات کے سناٹے میں کلاک ٹاور کا گھنٹہ دوبارہ گونجا تھا۔ اور اس کے بعد یہ سناٹا کچھ اور زیادہ گہرا محسوس ہونے لگا تھا۔

عمران ستنام ہاؤز کی عقبی گلی میں داخل ہوا۔ یہ ایک بڑی عمارت تھی۔ جس کے پھاٹک پر صرف ایک ہی نیم پلیٹ نظر آئی تھی جس کے مطابق یہاں کوئی نادر سلمانی ایڈووکیٹ رہتا تھا۔

عقبی گلی میں عمارت کے مقابل ہی کوئی موٹر گیراج تھا جس کی وجہ سے گلی میں دور تک کاٹھ کباڑ بکھرا ہوا تھا.... عمران گلی میں داخل تو ہو گیا تھا لیکن عمارت میں داخل ہونے کی کوئی صورت نہ دیکھ کر پھر پلٹ آیا۔ دراصل موٹر گیراج کا چوکیدار بہت ہی چوکس رہنے والا آدمی معلوم ہوتا تھا۔ اور اسے وہاں سے ہٹانے کی کوئی تدبیر مزید الجھاوے پیدا کر سکتی تھی۔ وہ پھر پیلس سینما والے فٹ پاتھ پر چلا آیا۔ جہاں اس نے اپنی گاڑی پارک کی تھی۔ گاڑی میں بھی بیٹھ گیا۔ لیکن انجن اسٹارٹ کرنے کی بجائے اسٹیئرنگ پر سر رکھ کر ستنام ہاؤز کے پھاٹک کو گھورنے لگا۔

کبھی کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ لوگ کسی کام کے لئے نکل کھڑے ہوتے ہیں لیکن طریق کار کا تعین نہ ہو سکنے کی بنا پر انہیں ہاتھ پر ہاتھ رکھے بیٹھے رہنا پڑتا ہے اس وقت عمران بھی کچھ اسی قسم کی کیفیت سے گذر رہا تھا۔ لیکن ذہن کے عقبی حصے میں کہیں نہ کہیں روشنی کی کوئی مدھم سی کرن ضرور موجود تھی یعنی کچھ ہو کر رہے گا۔

اسی ادھیڑ بن میں ڈھائی بج گئے.... وہ جس پوزیشن میں تھا اُسی میں بیٹھا رہا....!

ڈھائی بج گئے تھے لیکن عمارت کی بعض کھڑکیاں اب بھی روشن تھیں.... شائد اس غیر معمولی بات نے اسے وہاں روکے رکھا تھا۔ ورنہ اس کا کوئی منطقی جواز نہیں تھا۔ دراصل یہ سوچ کر ادھر آیا تھا کہ عمارت میں بے ضابطہ طور پر داخل ہو کر دیکھے گا کہ وہ کس قسم کی سرگرمیوں کا مرکز بنی ہوئی ہے۔ لیکن عمارت کا محلِ وقوع اس بے ضابطہ کارروائی کے لئے موزوں ثابت نہیں ہو سکا تھا۔

اور اب وہ سوچ رہا تھا کہ اس سلسلے میں اُس سے غلطی ہوئی ہے۔ ہونا یہ چاہئے تھا کہ نعمانی کو ان دونوں کے حوالے کر کے کہتا کہ وہ اسے ستنام ہاؤز لے جائیں۔ اور پھر اپنے دوسرے ماتحتوں سمیت تھوڑی دیر بعد ستنام ہاؤز پر دھاوا بول دیتا۔ اس طرح کم از کم یہ تو معلوم ہو ہی جاتا کہ وہاں نعمانی پر کیا گزرنے والی تھی۔ یہ بھی ممکن تھا کہ وہ یہی شہزور ہی پر ہاتھ ڈالنے میں کامیاب ہو جاتا۔

مزید دس منٹ گذر گئے اور پھر وہ واپسی کی سوچ ہی رہا تھا کہ عمارت کا پھاٹک کھلا اور چوکیدار باہر نکل کر ایک طرف کھڑا ہو گیا۔ اس کے بعد ایک لمبی سی سیاہ گاڑی برآمد ہوئی تھی اور اس کا رخ سڑک پر مشرق کی سمت موڑ دیا گیا تھا۔

پھاٹک کو بند کرنے میں چوکیدار نے بڑی عجلت سے کام لیا۔ انداز ایسا ہی تھا جیسے اب اطمینان کا سانس لے گا۔ عمران اپنی گاڑی اسٹارٹ کر کے تعاقب کا آغاز کر چکا تھا۔ اگلی گاڑی خاصی تیز رفتاری سے راستے طے کر رہی تھی۔!

اور پھر اچانک ایک جگہ سے ایک اور گاڑی بھی اس دوڑ میں شریک ہو گئی۔

وہ ان دونوں گاڑیوں کے درمیان حائل ہو کر رہ گئی تھی۔ عمران نے بُرا سا منہ بنایا۔ لیکن وہ اس کے بارے میں کوئی نظریہ قائم نہیں کر سکا تھا۔ وہ کوئی غیر متعلق آدمی بھی ہو سکتا تھا اور یہ بھی ممکن تھا کہ اگلی گاڑی والے کی دیکھ بھال کے لئے پہلے ہی کسی مقررہ جگہ پر موجود رہا ہو۔!

کبھی کبھی خود عمران کو بھی اس قسم کی حرکتیں کرنی پڑتی تھیں۔ یہ دیکھنے کے لئے کہ اس کا تعاقب تو نہیں کیا جاتا پہلے سے اپنے ماتحتوں کو مخصوص مقامات پر متعین کر دیتا تھا۔

تھوڑی ہی دیر بعد عمران نے محسوس کر لیا تھا کہ درمیانی گاڑی والا اگلی گاڑی سے آگے نکل جانے کے لئے کوشاں نہیں ہے۔! عمران نے دونوں گاڑیوں سے اپنا فاصلہ برقرار رکھا۔

پھر اگلی گاڑی کی رفتار پہلے سے بھی زیادہ تیز ہو گئی تھی.... درمیانی گاڑی نے رفتار نہ بڑھائی.... عمران ہارن پر ہارن دیتا رہا کہ خود اُسے ہی آگے نکل جانے کا موقع مل جائے۔ مگر درمیانی گاڑی تو جیسے اس کا راستہ ہی روک رہی تھی۔ سڑک زیادہ چوڑی بھی نہیں تھی۔ اگر وہ گاڑی کسی قدر بائیں کو دب جاتی تو شاید عمران اس سے آگے نکل جانے میں کامیاب ہو جاتا۔!

پھر دفعتاً وہ گاڑی رک ہی گئی۔ اگر عمران نے پورے بریک نہ لگائے ہوتے تو ٹکر ضرور ہو جاتی۔

"کیا پیٹ میں درد ہو رہا ہے۔!" عمران حلق پھاڑ کر دہاڑا تھا اور پھر وہ بڑی پھرتی سے نیچے اُتر گیا۔ انجن بند کئے بغیر۔

اس وقت وہ ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔

دوسری گاڑی سے بھی کوئی اترا تھا اور آگے جا کر بونٹ اٹھانے لگا تھا۔

"کیا ہو گیا۔!" عمران اس کے سر پر پہنچ کر غرایا۔ اگلی گاڑی کی ٹیل لائٹ نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی۔

"معافی چاہتا ہوں جناب! پتا نہیں کیوں انجن آپ ہی آپ بند ہو گیا۔!" اس نے کہا۔

اندھیرے میں اس کی شکل نہیں دکھائی دے رہی تھی۔ لیکن جسامت کے اعتبار سے مختصر سا آدمی معلوم ہوتا تھا۔!

"اور اگر میں یہ کہوں کہ آپ نے دیدہ دانستہ اس طرح گاڑی روکی ہے کہ میں آگے نہ بڑھ سکوں۔!"

"میں تو آپ کو جانتا تک نہیں۔ پھر ایسا کیوں کروں گا۔!"

"یہی تو جاننا چاہتا ہوں۔!" عمران نے کہا۔

"تو پھر یقین کیجئے کہ میں نے دیدہ و دانستہ گاڑی نہیں روکی۔!"

"دوبارہ انجن اسٹارٹ کرنے کی کوشش کی تھی۔!"

"شائد نہیں۔!"

"کیا آپ نشے میں ہیں جناب! کبھی کبھی ایسا بھی ہو جاتا ہے لیکن دوبارہ اسٹارٹ کرنے میں انجن اسٹارٹ ہو جاتا ہے۔!"

"دراصل میرے مقدر کا قصور ہے! میں بہت نروس تھا۔ اب اسٹارٹ کر کے دیکھتا ہوں۔!"

اور سچ مچ انجن اسٹارٹ ہو گیا تھا۔

"بند کر دو۔!" عمران اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر غرایا۔

"جی....!" وہ اچھل پڑا۔

"پولیس....!"

"کیا مطلب۔!"

"تم نے سرکاری کام میں مداخلت کی ہے۔ اس لئے چلو میرے ساتھ۔!"

"دیکھئے مسٹر۔! میں قانون دان ہوں۔! ہائی کورٹ میں پریکٹس کرتا ہوں۔ شائد آپ نے نام بھی سنا ہو نادر سلمانی۔!"

"ہاں سُنا ہے۔! لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ اتنا بڑا ایڈووکیٹ بدمعاشوں کی پُشت پناہی بھی کرتا ہے۔!"

"کک.... کیا مطلب۔!"

"میں اس کا تعاقب کر رہا تھا۔!"

"نہیں۔!" وہ ایک بار پھر اچھل پڑا۔

"تمہیں اس پر حیرت کیوں ہوئی ہے۔!"

"کیا آپ اس سے واقف ہیں جناب۔!"

"واقف نہ ہوتا تو تعاقب کیوں کرتا۔!"

"کہاں سے تعاقب شروع کیا تھا۔!"

"جناب کی کوٹھی سے برآمد ہوا تھا۔!"

"خدا کی قسم زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!" وہ دانت پیس کر بڑبڑایا۔

"وہ رہتا کہاں ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"میں نہیں جانتا۔!"

"مائی ڈیئر نادر سلمانی.... میرے گھر سے کوئی ایسا آدمی برآمد نہیں ہو سکتا جس کے ٹھکانے سے میں واقف نہ ہوں۔ تمہارے چوکیدار نے اس معزز مہمان کے لئے پھاٹک کھولا تھا۔ اور اس کی شاندار گاڑی کمپاؤنڈ سے برآمد ہوئی تھی۔ خیر تم نہ بتاؤ لیکن قانوناً تم پر یہ ذمہ داری عائد کرتا ہوں کہ اُسے بھی اس کا علم نہ ہونے پائے۔ کہ پولیس اس پر نظر رکھتی ہے....!"

"براہِ کرم آپ میرے گھر چلئے۔ میں اپنی پوزیشن صاف کرنا چاہتا ہوں۔!" نادر سلمانی گھٹی گھٹی سی آواز میں بولا تھا۔

عمران نے اس پر آمادگی ظاہر کی تھی اور دونوں آگے پیچھے روانہ ہوئے تھے۔

چوکیدار کو ایک بار پھر پھاٹک کھولنا پڑا تھا۔ دونوں گاڑیاں کمپاؤنڈ میں داخل ہوئی تھیں۔

عمران گاڑی سے اُترا۔ نادر سلمانی نے اسے روشنی میں دیکھا تھا اور پھر کسی قدر نروس نظر آنے لگا تھا۔

"کک.... کیا ثبوت ہے آپ کے پاس کہ آپ کا تعلق پولیس سے ہے۔؟" اُس نے کہا۔

"اس کے علاوہ اور کوئی ثبوت نہیں پیش کر سکتا کہ تمہیں زبردستی یہاں سے لے چلوں اور بند کر دوں۔!"

"قانون کی حکمرانی ہے یہاں؟"

"اسی لئے کچھ دیر پہلے تم نے قسم کھائی تھی کہ تم اسے زندہ نہیں چھوڑو گے۔!" عمران نے

طنزیہ لہجے میں کہا۔

"وہ دوسری بات ہے۔!"

"وہی دوسری بات میں جاننا چاہتا ہوں۔!"

"مجھے تو آپ اسی کے گرگے معلوم ہوتے ہیں جناب! اسی کی سی وحشت آپ کے چہرے پر بھی پائی جاتی ہے....!"

"اگر مونچھیں صاف کرادوں تو خاصا گلفام نکل آؤں گا.... لیکن جدید ترین فیشن کا تقاضہ یہ ہے کہ ریچھ نظر آؤں....! اوہو.... آخر تم مجھے یہاں کیوں لائے تھے....!"

"اپنا اطمینان کئے بغیر بات نہیں کروں گا۔!"

"میں اپنے آفیسر کے علاوہ اور کسی کو اپنے کاغذات دکھانے کا مجاز نہیں ہوں۔!"

"اوہ۔ تو کار خاص کا محکمہ اس پر نظر رکھے ہوئے ہے۔!"

"یہی بات ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

نادر سلمانی تذبذب کے عالم میں کھڑا سوچتا رہا.... عمران اسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھے جارہا تھا۔!

دفعتاً کسی طرف سے ایک نسوانی آواز آئی۔ "تم یہاں کھڑے کیا کر رہے ہو ڈارلنگ!"

یہ جملہ انگریزی میں ادا کیا گیا تھا۔ اور لہجہ بھی غیر ملکی تھا....! عمران چونک کر آواز کی جانب مڑا....!

ایک خاصی دلکش سفید فام غیر ملکی عورت تھی وہ آہستہ آہستہ چلتی ہوئی ان کے قریب آگئی۔

"تم ابھی تک کیوں جاگ رہی ہو۔! اور شب خوابی کے لباس میں باہر کیوں نکل آئیں۔!" نادر سلمانی بھنا کر بولا۔

"بے وقوفی کی باتیں شروع کردیں تم نے....!" وہ عمران کی طرف دیکھتی ہوئی بولی "تعارف کراؤ۔!"

"عبدالمنان....!" عمران نے آہستہ سے کہا۔

"میں تھیلما نادر سلمانی ہوں....!"

"تم اندر جاؤ....!" نادر ہاتھ ہلا کر بولا۔

"کیا بکواس ہے؟ نشے میں ہو شائد.... کیوں مسٹر....! کیا تم انہیں پہنچانے آئے ہو.... سلمانی پیتے ہیں تو پیتے ہی چلے جاتے ہیں۔!"

"میں نشے میں نہیں ہوں تم اندر جاؤ....!"

وہ شائد اس کی بیوی تھی۔ خاصی قد آور اور توانا اور وہ خود اس کے مقابلے میں چیونٹی لگ رہا تھا.... عمران دونوں کو بڑی دلچسپی سے دیکھتا رہا۔

"تمہیں آرام کی ضرورت ہے ڈارلنگ....!" وہ بڑے پیار سے بولی اور جھک کر اُسے دونوں ہاتھوں پر اٹھالیا۔ وہ بُری طرح مچلا تھا۔

"یہ کیا بے ہودگی ہے.... چھوڑو....! کتیا.... ذلیل....!"

"میں بُرا نہیں مانتی تم نشے میں ہو!" اس نے اُسے اپنے سینے پر جکڑتے ہوئے کہا اور عمران سے بولی۔ "تم جاسکتے ہو مسٹر.... بہت بہت شکریہ۔!"

پھر وہ نادر سلمانی کو اسی طرح اٹھائے ہوئی تیزی سے برآمدے کی طرف بڑھ گئی تھی۔

عمران حیرت سے منہ کھولے کھڑا رہا۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اسے کیا کرنا چاہئے۔

وہ عمارت میں داخل ہوگئی تھی۔ چوکیدار عمران کے قریب آکر بولا تھا۔ "آپ کب تک کھڑے رہیں گے جناب۔!"

"او! ہاں...." عمران چونک پڑا۔

"کیا آپ پہلی بار صاحب سے ملے ہیں....!" چوکیدار نے سوال کیا۔

"ہاں بھائی....! لیکن یہ اس وقت قطعی نشے میں نہیں تھے۔!"

"صاحب شراب نہیں پیتے۔ کوئی نشہ نہیں کرتے۔ اس حرام زادی نے انہیں کھلونا بنا رکھا ہے۔!"

عمران اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر پھاٹک کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "میں حیرت سے پاگل ہوا جارہا ہوں.... وکیل صاحب نشے میں تو نہیں تھے.... لیکن جو حرکت کر رہے تھے.... اس سے یہی ظاہر ہوتا تھا کہ یا نشے میں ہیں یا پاگل ہوگئے ہیں۔!"

"اچھا؟" وہ چلتے چلتے رک گیا۔

"کسی جگہ اطمینان سے بیٹھو تو بتاؤں....!"

"پہلے آپ اپنی گاڑی باہر نکال لے جائیے۔ کہیں اور کھڑی کر کے آجائیے۔ میں باہر ملوں گا۔ ابھی وہ حرافہ یہ دیکھنے ضرور باہر آئے گی کہ آپ چلے گئے ہیں یا مجھ سے باتیں کر رہے ہیں۔!"

عمران بڑی پھرتی سے اپنی گاڑی کی طرف مڑ گیا۔ چوکیدار کی ہدایت کے مطابق گاڑی باہر نکالی تھی اور قریباً ایک فرلانگ کے فاصلے پر پارک کر آیا تھا۔

چوکیدار حسبِ وعدہ پھاٹک پر کھڑا ملا تھا۔

"چلئے میرے کمرے میں!" اس نے کہا۔

اس کا کمرہ کمپاؤنڈ ہی میں تھا۔ لیکن اس کا دروازہ سڑک کی طرف کھلتا تھا۔

"تم بہت اچھے اور مالک کے وفادار ہو۔!" عمران نے کہا۔

"ہونا ہی چاہئے۔! صاحب کے باپ کے وقت سے نمک خوار ہوں۔! یہ سور کی بچی تو چار دن کی بات ہے۔ آپ بیٹھ جائیے جناب۔!"

عمران اسٹول پر بیٹھتا ہوا بولا۔!"تو وکیل صاحب نشہ نہیں کرتے۔!"

"ہرگز نہیں جناب۔! مجھ سے زیادہ کون جانے گا۔!"

"مجھے راستے میں ملے تھے! اور اس حال میں کہ ایک لمبی سی گاڑی پر پتھراؤ کر رہے تھے۔!"

"کب کی بات ہے۔!"

"یہی کوئی آدھے گھنٹے پہلے کی۔!"

"اچھا تو پھر۔!"

"اس گاڑی سے ایک لمبا تڑنگا ہپی نکل کر ان کی طرف جھپٹا تھا۔ اگر میں بیچ میں نہ آجاتا تو اس نے انہیں مار ہی ڈالا تھا۔!"

"وہی حرام زادہ ہوگا۔!"

"کون۔؟" عمران نے پوچھا۔

"ہے ایک.... اچھا تو پھر۔!"

"تو پھر یہ کہ وہ مجھے دیکھ کر گاڑی میں بیٹھا تھا اور وہاں سے چلا گیا تھا۔ وکیل صاحب اس گاڑی کے پیچھے دوڑے تھے۔ لیکن وہ نکل گیا تھا۔ اس کے بعد وکیل صاحب وہیں کھڑے چیخ چیخ اسے گالیاں دیتے رہے تھے اور پھر گر کر بے ہوش ہو گئے تھے۔!"

"خدا اسے غارت کرے۔!" چوکیدار دانت پیس کر بولا۔

"آخر وہ کون ہے۔"

"ابلیس.... شیطان.... جب تک وہ نہیں آیا تھا دونوں بُری بھلی زندگی گذار رہے تھے.... میم صاحبہ کا دوست ہے....!"

"وکیل صاحب اس غیر ملکی عورت کے ہتھے کیسے چڑھ گئے....!"

"جب لندن میں تھے تب شادی کی تھی اس سے....!"

"کتنا عرصہ ہوا شادی کو۔!"

"آٹھ سال....!"

"اور اس ہپی سے کب سے دوستی ہے میم صاحبہ کی۔!"

"یہی کوئی سال بھر سے۔!"

"لیکن شائد وکیل صاحب کو یہ دوستی پسند نہیں ہے۔!"

"یہی بات ہے۔!" چوکیدار سر ہلا کر بولا۔

"بڑی طاقتور عورت معلوم ہوتی ہے۔ بچوں کی طرح گود میں اٹھا لے گئی بے چارے کو۔!"

"ارے اب کیا بتاؤں صاحب! عذاب نازل ہوا ہے صاحب پر.. مارتی تک ہے سُور کی بچی۔"

"اور وکیل صاحب چپ چاپ لیٹے رہتے ہیں نا!"

"نہیں ان کے ہاتھ بھی چلتے ہیں! کبھی کبھی کتوں کی طرح کاٹتے اور بھنبھوڑتے ہیں ایک دوسرے کو۔!"

"اچھا.... یہ ہپی رہتا کہاں ہے۔!"

"یہ تو نہیں معلوم۔!"

"گاڑی کا نمبر یاد ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"کوئی ایک گاڑی ہو تو نمبر بھی یاد رہے.... درجنوں گاڑیاں ہوں گی اس کے پاس روز نئی گاڑی ہوتی ہے۔!"

"کوئی وقت مقرر ہے آنے کا۔!"

"نہیں جب بھی منہ اٹھا چلا آتا ہے لیکن آتا ہے رات ہی کو۔!"

"وکیل صاحب سے شائد بالکل نہیں بنتی....!"

"وہ تو شکل تک دیکھنے کی روادار نہیں....!"

"اور وہ ان کا کہنا نہیں مانتی۔!"

"نہیں صاحب من مانی کرتی ہے اور مجھے بھی رات بھر جاگنا ہی پڑتا ہے ورنہ مکانوں کے چوکیدار کہاں جاگتے ہیں۔ ایک آدھ جھپکی لے ہی لیتے ہیں۔!"

"لیکن تمہیں کیوں جاگنا پڑتا ہے۔!"

"آتا ہی رہتا ہے کوئی نہ کوئی....اب آج ہی حکم ہوا ہے کہ کوئی بیمار لایا جائے گا جیسے ہی وہ پہنچے اس حرامزادی کو جگا دیا جائے یہ دیکھئے یہاں سوئچ بورڈ پر کئی بٹن لگے ہوئے ہیں۔ اس بٹن کو دبانے سے اس کے سونے کے کمرے میں گھنٹی بجے گی اور وہ اسی مریض کے لئے باہر آجائے گی۔!"

"وکیل صاحب کو معلوم ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"ان کے فرشتوں کو بھی خبر نہ ہو گی۔!"

"بڑی عجیب بات ہے۔! تم نہیں بتاتے انہیں۔!"

"جو بات ضروری معلوم ہوتی ہے بتا بھی دیتا ہوں۔!"

"مریض والی بات بتائی ہے۔!"

"نہیں....وہ ہر بات سُننا بھی نہیں چاہتے۔ انہیں تو بس اس حرام زادے ہپی کی فکر ہے۔ کسی طرح اس کا بیڑا غرق ہو۔!"

"اچھی بات ہے دوست۔! میں تم سے ملتا رہوں گا۔ اب اس کی گاڑیوں کے نمبر ضرور نوٹ کرنا اور مجھے دینا۔! مجھ سے بھی تمہاری جو خدمت ہو سکے گی کروں گا۔!"

"مگر آپ کیوں....!" چوکیدار کے لہجے میں حیرت تھی۔

"میں کسٹم میں ملازم ہوں اور ہپیوں پر نظر رکھتا ہوں کہ یہ چرس کے کاروبار میں ضرور ملوث ہوتے ہیں۔ اس ہپی کو بھی دیکھوں گا۔!"

"خدا کرے کرتا ہو چرس کا کاروبار تاکہ گردن پھنسے حرامی کی....میں ضرور مدد کروں گا آپ کی صاحب! بے فکر رہیں۔!"

"اور اس گفتگو کا علم بھی کسی اور کو نہ ہونے پائے۔ جو میرے اور تمہارے درمیان ہوئی ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا صاحب۔!"

عمران نے وہاں سے رخصت ہو کر پھر سائیکو مینشن کی راہ لی تھی۔ یہاں اپنے ماتحتوں میں سے دو افراد کو منتخب کیا تھا اور انہیں ضروری ہدایات دے کر اس کمرے میں آیا تھا۔ جہاں دونوں نیند سو رہے تھے۔ اس نے انہیں جگا دیا۔ وہ اٹھ تو گئے تھے لیکن ان کے چہروں سے صاف ظاہر ہو رہا تھا کہ اس طرح جگایا جانا پسند نہیں آیا۔

"خوش خبری ہے....دوستو۔!" عمران چہک کر بولا۔ "لیکن نہیں....خوش خبری سنانے سے پہلے کچھ ضروری باتیں کرنی ہیں۔!"

"ہاں....ہاں....ضرور۔!"

"تم نے مجھے یہ نہیں بتایا تھا کہ اسے پکڑ لینے کے بعد بیہوش کرو گے اور مریض بنا کر ستنام ہاؤز لے جاؤ گے۔!"

"جب وہ ہاتھ ہی نہیں آسکا تو کیا بتاتے....جی ہاں....برنارڈ صاحب کی طرف سے یہی ہدایت ملی تھی۔!"

"وہ ہاتھ آگیا ہے اور مریض بھی بنایا جا چکا ہے۔! چہرے پر سفید ڈاڑھی بھی لگا دی گئی ہے۔ اسے تم ستنام ہاؤز لے جاؤ گے۔ وہاں ایک انگریز عورت ہو گی۔ اس کے حوالے کرنے کے بعد یہ بھی بتا دو گے کہ مریض میک اپ میں ہے۔ ڈاڑھی مصنوعی ہے....اور تم نے احتیاطی تدبیر کے طور پر یہ طریقہ اختیار کیا ہے۔!"

"آپ بڑی مہربانی کر رہے ہیں۔!"

"میں نہیں چاہتا کہ ہم سب باس کے ہاتھوں مار ڈالے جائیں۔!"

"کیا مطلب۔!" دونوں بیک وقت اچھل پڑے تھے۔

"برنارڈ سے پہلے تمہیں کس سے احکامات ملتے تھے۔!" عمران نے انہیں غور سے دیکھتے ہوئے سوال کیا۔

"شہزاد صاحب سے۔!"

"اوہ....وہ بیچارہ اب اس دنیا میں کہاں۔!"

"ارے....کیوں۔!"

"باس نے اسے ختم کیا ہے۔ کوئی غلطی اس سے سرزد ہوگئی تھی۔!"

"خدا کی پناہ۔!"

"اسی لئے میں نہیں چاہتا کہ تم بھی مار ڈالے جاؤ۔ یہاں سے تمہیں مریض سمیت وہاں لے جایا جائے گا۔ جہاں تمہاری گاڑی کھڑی ہے۔ میرے آدمی مریض کو تمہاری گاڑی میں ڈال دیں گے اور تم اسے ستنام ہاؤز پہنچا کر اپنے ٹھکانوں پر چلے جانا۔!"

"بہت بہت شکریہ جناب۔! ہم آپکا یہ احسان زندگی بھر یاد رکھیں گے۔!"

"اس کی ضرورت نہیں.... ہمیں تو اب یہ دیکھنا ہے کہ کس طرح ایک دوسرے کے کام آئیں ورنہ سبھی اس طرح مار لئے جائیں گے۔!"

"ہم تصور بھی نہیں کر سکتے کہ شہزاد صاحب....!"

"چپ چپ!" عمران ہونٹوں پر انگلی رکھ کر بولا۔!" یہ بات صرف تم ہی دونوں تک محدود رہنی چاہئے۔ ورنہ میری گردن کٹ جائے گی۔!"

"خدا نہ کرے جناب! ہم قسم کھاتے ہیں کہ ہماری زبانوں سے کبھی یہ بات نہیں نکلے گی۔!"

پھر دونوں نے باری باری سے رازداری کی قسم کھائی تھی۔!



عمران مزے سے پچھلی سیٹ پر پڑا ہوا تھا اور وہ دونوں اگلی سیٹ پر تھے۔ آنکھیں بند کئے ہوئے دونوں کی گفتگو سنتا رہا۔

ایک کہہ رہا تھا۔ "ستارے اچھے ہی تھے اپنے ورنہ وہ اپنی کارکردگی دکھانے کے لئے ہمیں نالائقوں کی طرح باس کے سامنے پیش کر دیتا۔!"

"لیکن میں نے پہلے کبھی اسے نہیں دیکھا۔!" دوسرا بولا۔

"بہتیروں کو نہیں دیکھا۔ وہ کسی اور یونٹ سے تعلق رکھتا ہوگا۔ یہ آرگنائزیشن ہی ایسا ہے کہ دائیں ہاتھ کو بائیں کی خبر نہیں۔ جو جس کا کام ہے انجام دے رہا ہے۔!"

"لیکن یار وہ شہزاد والا قصہ....!"

"چپ چپ! اسے بھول ہی جاؤ.... ورنہ اگر غلطی سے کسی کے سامنے زبان پر آگیا تو مفت میں مارے جائیں گے۔ اور وہ بے چارہ الگ پھنسے گا۔!"

"ہاں ٹھیک ہے مارو گولی۔ ہمیں کیا۔"

"ایک بات تو رہ ہی گئی۔ اگر اس سلسلے میں ہم سے تفصیل پوچھی گئی تو کیا بتائیں گے۔ آخر اتنی دیر ہم کہاں غائب رہے تھے۔!"

"اونہہ.... یہ کون سی بڑی بات ہے! ہم نے اُسے شہر سے پچیس میل دور جا کر پکڑا تھا۔ نہ جانے وہاں سے کہاں جانے کا ارادہ رکھتا تھا۔ بس ہم نے ایک جگہ روکا اور دھر لیا۔!"

"جگہ کا تعین کر لو۔ پتا نہیں یہ برنارڈ کیسا آدمی ہے۔ پہلے بھی ہم اسے دور ہی سے دیکھتے رہے ہیں کبھی گفتگو کرنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"شائد اب یہ شہزاد کی جگہ لے گا۔!"

"ہمیں کیا۔ ہاں تو سوچو کہ ہم نے اسے کہاں پکڑا تھا۔!"

"بھئی کیا بڑی بات ہے۔ سنو! یہ آٹھ بجے کے قریب ہٹ سے نکلا تھا۔ اور پارکنگ پلاٹ کی طرف روانہ ہو گیا تھا۔ وہاں سے ایک گاڑی نکالی اور چل پڑا۔ ہم نے بھی اپنی گاڑی وہیں پارک کر رکھی تھی۔ اس لئے تعاقب جاری رکھنے میں آسانی ہوگئی کچھ دیر بعد وہ عادل نگر والی سڑک پر ہولیا ہم نے سوچا پتا نہیں کہاں تک جائے لہٰذا کیوں نہ اسے روک کر پکڑ ہی لیا جائے۔ اس طرح شہر سے پچیس تیس میل کے فاصلے پر جا کر پکڑ سکے۔!"

"ہاں یہ ٹھیک رہے گا۔!"

پھر وہ کچھ دیر تک خاموش رہے تھے۔ پھر کسی نے کہا تھا۔ "یار ذرا دیکھتے رہو.... کہیں ہماری بے خبری میں اسے ہوش نہ آجائے۔!"

"اس نے کہا تھا کہ دو گھنٹے سے قبل ہوش میں نہیں آئے گا۔"

"پھر بھی دیکھ لینے میں کیا حرج ہے....!"

پھر عمران نے محسوس کیا تھا کہ دوسرا آدمی اگلی سیٹ کی پشت گاہ پر سے جھک کر اس کا جائزہ لے رہا ہے۔ وہ دم سادھے پڑا رہا۔

"ٹھیک ہے۔!" اس نے اپنے ساتھی کو اطلاع دی تھی۔

اس سلسلے میں عمران نے نعمانی کو ان کے حوالے کرنے کی بجائے خود ہی خطرہ مول لینے کا فیصلہ کیا تھا۔ دوہرے میک اپ میں تھا۔ پہلے اپنے چہرے پر پلاسٹک میک اپ کے ذریعے کچھ اس قسم کی تبدیلی کی تھی کہ نعمانی سے کسی قدر مشابہت پیدا ہو جائے۔ پھر اسی میک پر سفید ڈاڑھی چپکائی تھی اور بے ہوش بنا پڑا رہا تھا۔ پھر اس کے ان دونوں ماتحتوں نے جنہیں پہلے ہی ہدایات دے چکا تھا اسے ایک بند گاڑی میں ان دونوں سمیت اس جگہ پہنچا دیا تھا۔ جہاں ان کی گاڑی کھڑی کی گئی تھی۔ اس طرح یہ سفر شروع ہوا تھا۔ جس کا اختتام صرف عمران کی حد تک ستنام ہاؤز پر ہونے والا تھا۔

تھوڑی دیر بعد گاڑی ستنام ہاؤز کے پھاٹک پر رکی تھی اور چوکیدار اُس کی طرف آیا تھا۔

"اطلاع دے دو کہ مریض آگیا ہے!" ایک نے گاڑی سے باہر سر نکال کر کہا۔

چوکیدار پھر اپنے کمرے کی طرف چلا گیا تھا۔!

ذرا دیر بعد واپس آکر پھاٹک کھولتا ہوا بولا۔ "گاڑی اندر لے آئیے جناب۔!"

کمپاؤنڈ میں کچھ دیر تک گاڑی کھڑی رہی تھی۔ پھر عمران کو تھیلما کی آواز سنائی دی تھی۔!

"کیا وہ ہوش میں ہے۔!"

"نہیں۔ ابھی ہوش میں نہیں آیا۔!" جواب دیا گیا۔

"تو پھر اس کو اندر پہنچانے میں مدد دو۔! چوکیدار گھر کے اندر نہیں جائے گا۔!"

"بہت بہتر محترمہ۔!"

وہ دونوں نیچے اترے تھے اور عمران کو گاڑی سے اتار کر فرش پر ڈال دیا گیا تھا۔ پھر ایک نے اس کی بغلوں میں ہاتھ دیئے تھے۔ اور دوسرے نے ٹانگیں تھامی تھیں۔

ایک کمرے میں پہنچا دینے کے بعد تھیلما کو بتایا تھا کہ احتیاطاً بیہوش آدمی کے چہرے پر سفید ڈاڑھی چپکا دی گئی ہے۔!

"تو اس کی ڈاڑھی بھی تم ہی نکال جاؤ۔ یہاں کوئی خطرہ نہیں ہے۔" تھیلما نے کہا اور عمران کا چہرہ صاف کر دیا گیا۔

"اب تم لوگ جا سکتے ہو۔!" تھیلما نے ان دونوں سے کہا تھا۔

ان کے جانے کے بعد بھی وہ اسی کمرے میں ٹھہری رہی تھی۔ عمران آنکھیں بند کئے پڑا

کچھ دیر بعد اس نے قدموں کی آواز سنی تھی۔ پھر دروازہ بند ہونے کی آواز آئی تھی۔ اس نے آنکھوں میں درہ کر کے دیکھا۔ وہ جا چکی تھی۔

پھر اس نے لیٹے ہی لیٹے کمرے کا جائزہ لیا تھا۔ خوابگاہ ہی تھی کسی کی بستر آرام دہ تھا اور سنگھار میز کسی بیوٹی شاپ کا کاؤنٹر معلوم ہو رہی تھی۔

اس نے پھر آنکھیں بند کر لیں۔ بہت بڑا خطرہ مول لیا تھا اس نے.... اسے ایک طرح سے دیوانگی ہی کہنا چاہئے۔ اندھی چال جس کے چکر میں یہ سب کچھ کر گذرا تھا۔ اس کے بارے میں اچھی طرح جانتا تھا کہ قتل کر دینا اس کے بائیں ہاتھ کا کام ہے۔ لیکن پھر بھی اس نے آنکھیں بند کر کے اس اندھیرے کنوئیں میں چھلانگ لگائی تھی۔ اور اب اتنے اطمینان سے اس بستر پر پڑا ہوا تھا جیسے بطورِ مہمان وہاں قیام کرنے کا اتفاق ہوا ہو۔

تھوڑی دیر بعد کمرے کے باہر سے چیخ چیخ کر بولنے کی آوازیں آئی تھیں۔ ان میں سے ایک آواز یقینی طور پر نادر سلمانی کی تھی۔ اور دوسری تھیلما کی۔! وہ کہہ رہی تھی "میری ایک دوست کا بھائی ہے۔ ذہنی مریض ہے ان دونوں کو کہیں پڑا ملا تھا۔!"

"تو وہ دونوں اسے یہاں کیسے پہنچا گئے۔!" نادر چیخا۔

"بے ہوش تھا۔"

"سوال تو یہ ہے کہ ان دونوں کو کیا معلوم کہ وہ تمہاری کسی سہیلی کا بھائی ہے۔!"

"بے وقوف آدمی.... یہ دیکھو.... یہ کارڈ اس کی جیب سے برآمد ہوا تھا۔ اور یہ تمہارا کارڈ ہے اس پر تمہارا پتہ بھی موجود ہے گھر کا بھی اور دفتر کا بھی۔!"

"اسے میرا کارڈ کہاں سے ملا۔!"

"یہ میں نہیں جانتی....!"

"میں دیکھوں گا کہ وہ کون ہے۔!"

"ابھی نہیں....! ڈاکٹر کو آجانے دو۔ میں نے فون کیا ہے۔"

"کس ڈاکٹر کو....!"

"اسی سہیلی.... یعنی اس شخص کا چچا ہے....!"

"کیا نام ہے....!"

"ڈاکٹر برنارڈ....!"

"لیکن یہ تو دیسی آدمی معلوم ہوتا ہے۔ میں نے ایک جھلک دیکھی تھی۔!"

"ڈاکٹر برنارڈ بھی دیسی ہی آدمی ہے۔ تم فکر مت کرو۔!"

"میں تو دیکھوں گا....!"

"اب میں تمہیں اٹھا کر پٹخ دوں گی ڈارلنگ۔!"

"ہٹو سامنے سے۔!" سلمانی چیخا۔! ساتھ ہی چٹاخ کی آواز آئی تھی۔ شائد ہاتھ جھاڑ دیا تھا تھیلما نے۔!

"کتیا کی بچی۔!"

اور پھر دھینگا مشتی کی آوازیں آئی تھیں۔ شائد دونوں ایک دوسرے کو پیٹ رہے تھے۔ اور سلمانی کہہ رہا تھا۔ "اگر تو مجھ سے مطمئن نہیں ہے تو پیچھا چھوڑ میرا...."

"چپ رہو کتے....!" تھیلما دہاڑی "میں تمہیں قبر میں پہنچاؤں گی.... کسی دن میرے ہی ہاتھوں تمہاری موت واقع ہو گی۔!"

"میں تجھے طلاق دوں گا....!"

"یہ تو ہو ہی نہیں سکتا۔ شادی تمہارے قانون کے مطابق نہیں ہوئی تھی.... ہمارے قانون کے مطابق ہوئی تھی۔ لہٰذا جب تک میں نہ چاہوں علیحدگی نہیں ہو سکتی۔!"

"میں تجھے مار ڈالوں گا۔!"

"کوشش کئے جاؤ....! ٹھہرو.... بتاتی ہوں۔!"

"ارے.... ارے.... او کتیا.... خدا تجھے غارت کرے۔!"

نادر سلمانی کی آواز بتدریج دور ہوتی گئی تھی.... عمران سمجھ گیا کہ پہلے کی طرح وہ پھر اسے ہاتھوں پر اٹھا لے گئی ہے۔! عجیب جوڑا تھا۔

اور یہ تو ظاہر ہی ہو گیا تھا کہ نادر سلمانی بذاتِ خود ان معاملات میں ملوث نہیں ہے بلکہ وہ تو حالات کی نوعیت تک سے بے خبر ہے۔

تھیلما نے ڈاکٹر کے اضافے کے ساتھ برنارڈ کا نام لیا تھا.... تو پھر برنارڈ آ رہا تھا اسے دیکھنے کے لئے۔ وہ یہی نہیں.... اور یہ برنارڈ کچھ سُنا ہوا سا نام لگتا رہا تھا عمران کو.... اس نام پر کئی

چہرے ابھرے تھے اس کے ذہن میں....! یہ بھی ممکن تھا کہ یہ چہرہ بھی جانا پہچانا ثابت ہوتا۔ آخر شہزاد بھی تو اجنبی نہیں تھا اس کے لئے۔

بہر حال جو کچھ بھی تھا جلد ہی سامنے آنے والا تھا.... وہ ٹانگ پر ٹانگ رکھے پڑا رہا۔ قطعی طور پر غیر مسلح تھا۔ شائد اسی لئے کچھ دیر بعد سوچنے لگا تھا کیا وہ سچ مچ ہی پاگل ہو گیا ہے۔!

"پاگل ہی سہی۔" وہ آہستہ سے بڑبڑایا۔ "دیکھا جائے گا۔!"

میز پر رکھی ہوئی ٹائم پیس پر نظر ڈالی۔ صبح ہونے والی تھی۔

اور پھر دفعتاً دروازے کا ہینڈل گھومنے کی آواز آئی تھی۔ دروازہ کھلا تھا اور پھر بند ہو گیا تھا۔

"پتا نہیں اب بھی بے ہوش ہے یا سو رہا ہے۔!" یہ تھیلما کی آواز تھی۔

"تم آگے بڑھ کر اسے ہلاؤ جلاؤ۔ میں یہیں کھڑا ہوں۔!" کسی مرد نے کہا۔

"خطرناک آدمی تو نہیں ہے!" تھیلما کے لہجے میں ہچکچاہٹ تھی۔

"میں نہیں جانتا! یہ تو اب دیکھوں گا.... ویسے تم بے فکر رہو.... میں کل نہیں پیدا ہوا۔!"

"اوہ.... اچھا....!"

پھر عمران کا بازو پکڑ کر جھنجھوڑنے لگی۔!

"سونے دو۔ بھاگ جاؤ۔!" عمران نے اُردو میں بڑبڑا کر کروٹ لی۔

"اٹھو.... اٹھ بیٹھو۔!" تھیلما زور سے بولی۔

اور وہ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

"ارے.... باپ رے....!" کہہ کر اس نے اپنے دونوں ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔ کیونکہ دروازے کے قریب کھڑے ہوئے آدمی کے ہاتھ میں ایک ریوالور نظر آیا تھا۔

"خوب۔!" اس نے سوچا۔ "تو آپ ہیں۔!"

اس برنارڈ کو بخوبی جانتا تھا۔ قریباً پانچ سال پہلے جو اسمگلنگ کے الزام میں دھر لیا گیا تھا۔ لیکن پھر مقدمہ چلائے بغیر چھوڑ بھی دیا گیا تھا۔ وجہ جو کچھ بھی رہی ہو ہر چند کہ عمران کے محکمے سے اس کا کوئی تعلق نہیں تھا۔ پھر بھی شہر میں ہونے والے واقعات سے وہ پوری طرح باخبر رہتا تھا اور انہیں یادداشت کے پٹارے میں محفوظ بھی رکھتا تھا۔

آجکل اس برنارڈ کے بارے میں اس کا علم صرف اس حد تک تھا کہ اسے ماہی گیری کی چند

لانچوں کے مالک کی حیثیت سے جانتا تھا اور اس کی یہ لانچیں ہلالی بیچ میں لنگر انداز رہتی تھیں۔ جہاں جھینگوں کو ڈبوں میں محفوظ کرنے کا ایک بڑا کارخانہ بھی تھا۔

"تم گرین ہٹس کے ہٹ نمبر ایک سو بیاسی میں نگرانی کیوں کر رہے تھے۔!" برنارڈ ریوالور کو جنبش دے کر بولا۔

"مم.... میں.... یعنی کہ میں.... میں کچھ بھی نہیں سمجھا جناب۔!"

"اور تمہیں اپنے یہاں پائے جانے پر حیرت بھی نہیں ہے۔!"

"وہ تو.... وہ تو ہے جناب....! لیکن میری عقل چکرا رہی ہے۔!"

"کیوں؟" ڈپٹ کر پوچھا تھا اس نے۔

"میں کسی ہٹ نمبر ایک سو چوراسی کو نہیں جانتا۔!"

"ایک سو بیاسی....!"

"چلئے وہی سہی۔! لیکن میرے فرشتوں کو بھی علم نہیں کہ آپ کیا کہہ رہے ہیں۔"

"سوال یہ ہے کہ اگر تم اتنے ہی لاعلم ہو تو یہاں تمہاری موجودگی کا کیا مطلب ہے۔!"

"یہی تو میں خود بھی سوچ رہا ہوں کہ آخر میں نے ان دونوں آدمیوں کا کیا بگاڑا تھا۔ اپنی گاڑی میں عادل نگر کی طرف جا رہا تھا کہ ایک گاڑی نے سڑک پر آڑی ہو کر میرا راستہ روک لیا۔ بس ٹکر ہوتے ہوتے بچی تھی۔ میں اپنی گاڑی سے یہ معلوم کرنے کے لئے اترا تھا کہ آخر انہیں کیا تکلیف ہے۔!

بس پھر وہ دونوں اپنی گاڑی سے نکل کر مجھ پر ٹوٹ پڑے.... پتا نہیں گردن پر کس چیز سے وار کیا تھا کہ ابھی تک دکھ رہی ہے۔ اس کے بعد مجھے نہیں معلوم کہ کیا ہوا تھا۔ اور یہاں اس کمرے میں کیسے پہنچا۔ اور یہ میم صاحبہ کون ہیں.... آپ کون صاحب ہیں اور وہ دونوں مردود کون تھے....!"

"مت بکواس کرو۔ تم عمران کے آدمی ہو۔!"

"کون عمران۔! آپ نہ جانے کیسی باتیں کر رہے ہیں! کوئی مائی کا لال قسم کھا کر یہ نہیں کہہ سکتا کہ میں نے کبھی کسی ہٹ کی نگرانی کی ہے۔!"

"اچھا تو پھر تمہارے وہ دونوں ساتھی ہٹ نمبر ایک سو ستاسی کیوں چھوڑ بھاگے۔!"

"خدا کی پناہ۔ اب میرے کوئی دو ساتھی بھی پیدا ہو گئے۔ یقیناً آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے جناب۔!.... اوہ.... خدایا.... میری گاڑی کہاں ہے؟"

وہ کوئی جواب دینے کی بجائے عمران کو گھورتا رہا۔

"میں کہتا ہوں! یہ راہزنی ہے.... اس طرح مجھ سے میری گاڑی چھینی گئی ہے اور اب مجھ پر کوئی الزام لگا کر تم لوگ پولیس کیس بنانا چاہتے ہو۔!" وہ غصیلے لہجے میں بولا۔

"زیادہ اڑنے کی کوشش مت کرو۔ تھوڑی دیر بعد تم سے سب کچھ اگلوا لیا جائے گا۔!"

اس "تھوڑی دیر بعد" پر عمران کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ فی الحال وہاں تنہا تھا۔ اور تھوڑی دیر بعد کچھ اور لوگ بھی پہنچنے والے ہیں۔ وہ سوچنے لگا اگر برنارڈ نے شہزاد کی جگہ لی ہے تو یقیناً کوئی اہم حیثیت رکھتا ہو گا اس گروہ میں۔ لہٰذا اب جو کچھ بھی کرنا ہے کر گزرنا چاہئے.... ورنہ اگر کچھ اور بھی آ گئے اس کی مدد کو تو کھیل بگڑ جائے گا۔ وہ تو یہ سوچ کر اس حد تک آیا تھا کہ شائد ہبی سے ملاقات ہو جائے لیکن یہ برنارڈ بھی کچھ بُرا نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے ہبی کی شخصیت پر روشنی ڈال سکے۔

وہ خاموش برنارڈ کو دیکھتا رہا۔ اسی دوران میں برنارڈ نے تھیلما کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا۔

جیسے ہی وہ دروازے کی طرف بڑھی عمران جلدی سے انگلش میں بولا۔ "خدا کے لئے محترمہ مجھے تنہا نہ چھوڑیئے۔ یہ آدمی پاگل معلوم ہوتا ہے کہیں فائر نہ کر بیٹھے مجھ پر۔!"

"خاموش رہو۔!" برنارڈ زور سے بولا۔

"رک جایئے محترمہ!" عمران گھگھیایا۔ لیکن وہ نکلی چلی گئی۔ عمران بستر سے اٹھا تھا۔

"بیٹھے رہو....!" برنارڈ نے ریوالور کو جنبش دی۔

"گدھے ہو تم اچھے خاصے! میں تو ان خاتون کی موجودگی میں لپاڈگی نہیں کرنا چاہتا تھا۔!"

"میں فائر کر دوں گا....!" برنارڈ غرایا۔

"شوق سے کر دو۔!"

"تو میرا خیال غلط نہیں تھا۔!"

"بالکل درست تھا.... اور اب میں تمہیں یہاں سے لے جاؤں گا۔!" عمران ہنس کر بولا۔

"تو تم عمران ہی کے آدمی ہو۔!"

"سو فیصد یہی بات ہے مسٹر برنارڈ۔! فائر کر کے تم فائدے میں نہ رہو گے۔ یہ کمرہ ساؤنڈ پروف نہیں ہے۔!"

"اگر تم عمران ہی کے آدمی ہو تو میں فائر کر کے تمہیں ضائع نہیں کروں گا۔ تم نے مناسب مشورہ دیا ہے۔ تمہیں ایک بار پھر بے ہوش ہونا پڑے گا۔!"

اس نے ریوالور بغلی ہولسٹر میں رکھ لیا اور دونوں ہاتھ پھیلائے ہوئے عمران کی طرف بڑھنے لگا۔

"ٹھہرو.... ٹھہرو!" عمران نے مضطربانہ انداز میں کہا۔ "میں تو مذاق کر رہا تھا۔"

برنارڈ نے قہقہہ لگانے کی کوشش کی تھی۔ لیکن وہ حلق ہی میں گھٹ کر رہ گیا۔ کیونکہ عمران نے غیر متوقع طور پر اچھل کر اس کے سینے پر لات رسید کر دی تھی۔

وہ دوسری طرف الٹ گیا۔ دوبارہ کسی باز کی طرح جھپٹا تھا اور اسے دبوچ بیٹھا تھا۔

پھر بالوں کو مٹھیوں میں جکڑ کر فرش پر سر ٹکرانا شروع کر دیا تھا۔ گھٹی گھٹی سی چیخیں برنارڈ کے حلق سے نکلی تھیں۔ ٹھیک اسی وقت تھیلما دروازہ کھول کر اندر داخل ہوئی۔

عمران نے برنارڈ کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور کھینچ کر اس کا رخ تھیلما کی طرف کرتے ہوئے کہا۔! "آواز نہ نکلے ورنہ کھوپڑی اڑا دوں گا۔ تندرست اور خوبصورت عورتوں کا خون مجھے بہت بھاتا ہے۔!"

برنارڈ بے حس و حرکت ہو گیا تھا اور تھیلما تو جہاں تھی وہیں رک گئی تھی۔ اس کا منہ حیرت اور خوف سے کھلا ہوا تھا۔ نظریں برنارڈ کے زخمی چہرے اور سر پر جم کر رہ گئی تھیں۔

وہ تھکے تھکے سے انداز میں بستر پر بیٹھ گئی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے خود پر قابو پانے کی کوشش کر رہی ہو۔ ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کرنا چاہتی تھی کہ عمران کے ہاتھ میں نظر آنے والے ریوالور نے اس پر کوئی خاص اثر نہیں ڈالا۔

"لیٹنا چاہو تو لیٹ بھی سکتی ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!" عمران بولا۔

"تم نے بڑی درندگی کا برتاؤ کیا ہے اس بے چارے سے۔!" وہ بالآخر بولی۔! "مجھے تو بتایا گیا تھا کہ معمولی قسم کے ذہنی مریض ہو۔ خود کو آدمی کی بجائے بلی کا بچہ سمجھنے لگے ہو۔!"

"مرغی کا۔!" عمران نے بڑے خلوص سے تصحیح کی۔

"چلو یہی سہی لیکن.... کیا تم یہ ریوالور جیب میں نہیں رکھ سکتے....!" وہ بڑی لگاوٹ سے مسکرا کر بولی۔

"نہیں اسے میرے ہاتھ ہی میں رہنے دو.... خطرناک معلوم ہوتی ہو۔!"

"بھلا وہ کیسے....!" وہ لچک کر بولی۔

"اس وقت میں بیہوش نہیں تھا جب تم شائد اپنے شوہر کی پٹائی کر رہی تھیں۔!"

"ارے وہ تو بے بی ہے میرا.... کتنا ہی پیٹوں برا نہیں مانتا۔ دراصل ہم دونوں ہی ایک دوسرے کی مرمت کرتے رہتے ہیں۔ بے حسی کی زندگی کس کام کی۔!"

"کیا افیون دے کر سلا آئی ہو.... غل غپاڑہ نہیں مچا رہا۔!"

"کمرے میں بند کر آئی ہوں.... کسی کتے کے پلے کو بھی قریب برداشت نہیں کر سکتا اتنا چاہتا ہے مجھے۔!"

"ٹھیک ہے! اب تم مجھے اتنی دیر تک باتوں میں الجھائے رکھو کہ اس کے ساتھی بھی آ جائیں۔!"

"اوہ.... نو نو ڈیئر.... میں تو کچھ جانتی بھی نہیں۔!"

"تو پھر۔!"

"میرے ایک دوست نے مجھ سے استدعا کی تھی کہ اس کے ایک مریض کو کچھ دنوں کے لئے اپنے پاس رکھ لوں۔ کسی ڈاکٹر برنارڈ کا فون نمبر دیا تھا۔ کہ مریض کے پہنچتے ہی اسے مطلع کر دوں۔ وہ آ کر اس کی دیکھ بھال کرے گا۔ یہ تمہارا چچا ہی تو ہے جس کا تم نے یہ حشر کیا ہے۔!"

"تھا تو نہیں لیکن چچا بنانا پڑا ہے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"میں نہیں جانتا کہ یہ لوگ کون ہیں اور انہوں نے مجھے اس طرح کیوں پکڑوایا۔"

"ہاں.... ہاں ہو سکتا ہے! اگر ایسی باتیں نہ کرو تو ذہنی مریض کیسے کہلاؤ۔ لیکن یہ تم نے بہت برا کیا ہے۔!" وہ زخمی اور بیہوش برنارڈ کی طرف اشارہ کر کے رہ گئی۔

"اب تم مجھے اپنے اس دوست کا نام اور پتا بتاؤ جس نے مجھے مریض بنا کر یہاں بھجوایا

ہے۔!"

"کیا تم سچ مچ نہیں جانتے۔!"

"جانتا ہوتا تو پوچھتا کیوں۔!"

"اس کا نام کوبرا ہے۔!"

"یعنی کالا ناگ۔!"

"جو دل چاہے سمجھ لو.... اُس نے مجھے اپنا یہی نام بتایا تھا۔ پھر میں کیوں الجھن میں پڑتی کہ اس کا اصل نام کیا ہے۔ مجھے یہ بھی نہیں معلوم کہ رہتا کہاں ہے....!"

"بڑا عجیب دوست ہے اور بڑی حیرت انگیز ہے یہ دوستی۔ ویسے میں پیشگوئی کرتا ہوں کہ اگر میں اس کے ہاتھ آئے بغیر یہاں سے نکل گیا تو وہ تمہیں زندہ نہیں چھوڑے گا۔!"

"کیوں....؟" وہ اچھل پڑی۔

"اسی قسم کا آدمی ہے۔ جس مہرے کے بارے میں اسے شبہ بھی ہو جائے کہ پٹ جائے گا اسے خود ہی ٹھکانے لگا دیتا ہے۔!"

"تم کیا جانو۔!"

"اسی جاننے ہی کی بناء پر وہ مجھے زندہ نہیں دیکھنا چاہتا۔!"

"مجھے اس کے بارے میں زیادہ سے زیادہ بتاؤ۔ میں کچھ بھی تو نہیں جانتی۔!"

"اگر جاننا ہی چاہتی ہو تو فی الحال میرے ساتھ نکل چلو۔ ورنہ اگر کچھ لوگ اور بھی پہنچ گئے تو دشواری ہوگی۔!"

"تم مجھے کہاں لے جاؤ گے۔!"

"یہ سب کچھ مجھ پر چھوڑ دو۔!"

"کس طرح اعتماد کر لیا جائے تم پر.... اور پھر سب سے بڑی بات تو یہ کہ اس کے بغیر میں ایک دن بھی زندہ نہیں رہ سکتی۔!"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔!" عمران اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"کیا خیال تھا۔!"

"اس نے تمہیں کسی گھٹیا قسم کے نشے کا عادی بنا دیا ہے۔" وہ کچھ نہ بولی۔

عمران نے کہا۔ "میرے ساتھ چلو میں بھی فراہم کر سکوں گا تمہارے لئے۔!"

"کب تک۔!"

"جب تک تم کہو گی۔!"

"اوہ.... اب تم خود ہی دیر لگا رہے ہو! جانا ہے تو نکل جاؤ۔ ورنہ ہو سکتا ہے کہ کچھ اور لوگ بھی آ ہی جائیں۔ ویسے میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتی مجھے اسکے بارے میں کچھ نہیں معلوم۔!"

"تمہیں موت کے منہ میں نہیں چھوڑ سکتا۔!"

"کیا مطلب۔!"

"تمہیں ساتھ لے جانے کے معاملے میں سنجیدہ ہوں۔!"

"میں نادر کو تنہا نہیں چھوڑ سکتی اور پھر میں کیسے یقین کر لوں کہ تم جو کچھ کہہ رہے ہو سچ ہے۔!"

"ہاں آں ہو سکتا ہے....!" عمران کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "یہ محض اندیشہ ہی ہو۔ اگر تم اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتیں تو وہ تمہیں زندہ ہی رہنے دے۔!"

"میں اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتی کہ اس کا نام کوبرا ہے بہت دولت مند ہے اور....!"

"تمہارے لئے چرس مہیا کرتا ہے... خود تم کہیں جا کر خرید نہیں سکتیں۔ کیونکہ یہ تمہارے وقار کے منافی ہے۔!"

"یہی سمجھ لو.....!" وہ سر ہلا کر بولی۔

"لیکن میں اسے لے جاؤں گا۔!" عمران نے برنارڈ کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔

"ضرور لے جاؤ۔!"

"تم اسے کیا بتاؤ گی۔!"

"یہی جو کچھ ہوا ہے۔!"

"اپنی ذات کو قطعی الگ رکھنا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"میری اور تمہاری گفتگو کے بارے میں ایک لفظ بھی زبان سے نہ نکلنے پائے ورنہ سچ مچ ماری جاؤ گی۔!"

"میں سمجھتی ہوں۔!"

"اچھی بات ہے میں اسے اٹھاتا ہوں تم صدر دروازے تک میری رہنمائی کرو۔ پھر یہاں کے برقی نظام کا مین سوئچ آف کر دینا۔!"

"پھر کب ملو گے....!"

"کیوں.... کیا یہ ضروری ہے....!۔"

"تم سے دوبارہ ملنے کو دل چاہ رہا ہے.... نہ جانے کیوں؟"

"اگر تمہارے بے بی کو علم ہو گیا تو....!"

وہ ہنس پڑی تھی۔

حقیقتاً عمران فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ وہ بہی کے بارے میں جھوٹ بول رہی ہے یا اس کا بیان صداقت پر مبنی ہے....! لیکن اب وہ جلد سے جلد وہاں سے نکل جانا چاہتا تھا۔!

اس کے وہ دونوں ماتحت اس وقت ستنام ہاؤز کے باہر موجود تھے جنہیں اس نے اس مرحلے کے لئے ہدایات دی تھیں۔ اسکیم کے مطابق انہوں نے اس گاڑی کا تعاقب کیا تھا۔ جس میں عمران یہاں تک لایا گیا تھا۔

بہر حال اب عمران یہاں سے فوراً نکل جانا چاہتا تھا۔ اس نے بے ہوش برنارڈ کو اٹھا کر کاندھے پر لادا اور تھیلما کی رہنمائی میں آگے بڑھنے لگا۔

راہداری میں پہنچا ہی تھا کہ عمارت کے کسی حصے سے شیشہ ٹوٹنے کی آواز آئی.... خاصا زور دار چھناکا ہوا تھا۔

"چلو.... ادھر۔!" تھیلما نے عمران کا بازو پکڑ کر ایک دروازے کی طرف کھینچتے ہوئے کہا۔

اس نے دروازہ کھولا تھا اور اسے اندر دھکیل کر باہر سے بند کر لیا تھا.... اندھیرے کمرے میں عمران نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر چاروں طرف دیکھنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔ برنارڈ اب بھی اس کے کاندھے پر لدا ہوا تھا۔

دفعتاً اس نے تھیلما کی آواز سنی۔

"اوہ.... تو یہ تم تھے کھڑکی کا شیشہ توڑ ہی دیا آخر....!"

"تم کیا کرتی پھر رہی ہو....!" نادر سلمانی کی آواز آئی۔

"نیند نہیں آ رہی۔!"

"مجھے اس کمرے میں لے چلو۔!"

"ارے.... وہ تو اس کا چچا برنارڈ اسے لے بھی گیا۔!"

"تم جھوٹی ہو.... چلو....!"

"دیکھو ڈارلنگ میں بہت تھک گئی ہوں۔ بات نہ بڑھاؤ۔!"

"چلو....!" وہ حلق پھاڑ کر چیخا.... اور ساتھ ہی چٹاخ کی آواز آئی تھی۔

"مارے جاؤ.... میں اس وقت تم پر ہاتھ اٹھانے کے موڈ میں نہیں ہوں۔!" تھیلما کہتی سنائی دی۔

"چٹاخ چٹاخ۔" کئی آوازیں آئیں۔

"یہ یاد رکھو.... اس کے بعد جب بھی میرا ہاتھ اٹھے گا.... تم لہولہان ہو جاؤ گے....!"

دفعتاً عمران نے دروازے کا ہینڈل گھمایا اور باہر نکل آیا۔ خدشہ تھا کہ کہیں یہ قصہ طویل نہ ہو جائے۔ دونوں بوکھلا کر ایک طرف ہٹ گئے۔

"میں گیا نہیں تھا.... اب جا رہا ہوں مادام....!" اس نے کہا۔

"ہاں.... ہاں.... اچھا.... آؤ.... میرے ساتھ۔!" تھیلما آگے بڑھتی ہوئی بولی۔

نادر سلمانی جہاں تھا وہیں کھڑا احمقوں کی طرح انہیں دیکھتا رہا۔ گویا زبان ہی گنگ ہو کر رہ گئی تھی۔ پھر وہ ان کے پیچھے جھپٹا تھا۔ تھیلما اس کے قدموں کی چاپ سن کر ایک دم گھوم گئی۔

"جاؤ اپنے کمرے میں جاؤ۔ مجھے مجبور نہ کرو۔!" وہ غرائی تھی۔

"ہرگز نہیں! وہ زخمی معلوم ہوتا ہے۔ میں پولیس کو فون کروں گا۔ میرا فرض ہے۔!"

"جاؤ۔" اس نے پھر ہاتھ گھما دیا۔ لیکن سلمانی اچھل کر پیچھے ہٹ گیا تھا۔

"آپ جہاں ہیں وہیں ٹھہریے محترمہ!" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "میں چلا جاؤں گا۔!"

اب اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ صدر دروازہ کہاں ہوگا۔ بے ہوش برنارڈ کی جیب سے گاڑی کی چابی پہلے ہی برآمد کر چکا تھا۔ کمپاؤنڈ میں چوکیدار سے مڈبھیڑ ہو گئی! اس نے بھی زخمی کو حیرت سے آنکھیں پھاڑ کر دیکھا تھا۔

"اے چوکیدار... گھبراؤ نہیں۔!" وہ اس کے قریب پہنچ کر آہستہ سے بولا۔ "!میں وہی کسٹم آفیسر ہوں جس نے تھوڑی دیر پہلے تم سے بات کی تھی۔ واقعی یہ لوگ چرس کا بیوپار کرتے ہیں۔

"لیکن .... صاحب....!"

"بیوقوف میں بھیس بدلے ہوئے ہوں۔ کیا تم آواز سے نہیں پہچان سکتے۔!"

"جی صاحب! آواز تو وہی ہے۔!"

"میں بھی وہی ہوں۔ یہ شخص کچھ دیر پہلے یہاں آیا تھا۔!"

"جی صاحب۔!"

"اس کی گاڑی کدھر ہے۔!"

"وہ رہی ادھر صاحب۔!"

"اچھا تم جلدی سے یہاں کا لائٹ بجھادو۔!"

اس نے بڑی پھرتی سے حکم کی تکمیل کی تھی۔ کمپاؤنڈ میں اندھیرا چھا گیا۔! لیکن سڑک کی روشنی اتنی تھی کہ اسے گاڑی کا ہیولیٰ نظر آسکتا۔

چوکیدار پھر اس کے قریب آکھڑا ہوا تھا۔ اس نے برنارڈ کو عمران کے کاندھے سے گاڑی میں منتقل کرنے میں بھی مدد دی تھی۔

"دیکھو۔ اگر کوئی تم سے کچھ پوچھے تو کہہ دینا کہ مریض کے آنے کے بعد ایک صاحب اور بھی آئے تھے اور مریض کو اپنے ساتھ لے گئے تھے۔ اس کے علاوہ اور کچھ بھی نہ کہنا۔!"

"بہت اچھا صاحب۔!"

عمران نے گاڑی اسٹارٹ کی تھی اور کمپاؤنڈ سے نکلا چلا آیا تھا۔!



علامہ دہشت آرام کرسی پر نیم دراز کسی کتاب کے مطالعے میں منہمک تھا۔ دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی۔ اس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھالیا تھا۔ اور دوسری طرف سے بولنے والے کی آواز سن کر بھنویں سکڑ گئیں۔!

"تم کہاں سے بول رہے ہو....!" اس نے پوچھا۔

"گھر سے جناب۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اتنے دنوں کہاں غائب رہے۔!"

"وہی بتانے کے لئے حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"آجاؤ۔!"

"لیکن پولیس۔!"

"اوہ.... ختم کرو.... پولیس یہی تو معلوم کرنا چاہتی ہے کہ تم میری کیمپنگ میں شامل رہے تھے.... میں نے خود ہی اس کی تصدیق کردی تھی.... آخر تم اس طرح چھپے کیوں پھر رہے ہو۔ ان چھ لڑکوں میں سے کسی کا بھی پتا نہیں جو میرے ساتھ تھے۔ بقیہ لوگ کہاں ہیں۔!"

"مجھے علم نہیں جناب! میں ایک پراسرار آدمی کی نجی قید میں تھا۔!"

"بڑی عجیب خبر سنائی تم نے.... تم فوراً آجاؤ۔ اب پولیس تم لوگوں سے کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کرے گی.... میں نے نیچے سے اوپر تک سبھوں کے دماغ درست کردیئے ہیں۔!"

"اوہ تو پھر میں آجاؤں۔!"

"فوراً....!" کہہ کر علامہ نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔ اس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار تھے۔

دفعتاً ایک ملازم کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں کسی کا ملاقاتی کارڈ تھا۔ علامہ نے کارڈ لے کر دیکھا تھا۔ اور پل بھر کے لئے اس کی آنکھوں میں عجیب سی چمک نظر آئی تھی۔

"انہیں اندر لے آؤ۔!" اس سے کہا۔ اور ملازم چلا گیا۔

تھوڑی دیر بعد محکمہ سراغرسانی کا سپرنٹنڈنٹ کیپٹن فیاض کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"خوش آمدید کیپٹن۔!" علامہ مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھائے ہوئے اٹھا۔

"مجھے افسوس ہے پروفیسر کہ اس بار پھر تکلیف دینی پڑی۔"

"کوئی بات نہیں تشریف رکھئے۔!"

"ان سات افراد میں سے چار نے پولیس سے رابطہ قائم کرلیا ہے۔!" فیاض بیٹھتا ہوا بولا۔!

"لیکن ان کی کہانی حیرت انگیز ہے۔"

"پانچویں کی فون کال ابھی ابھی میرے پاس آئی تھی۔" علامہ مسکرا کر بولا۔!" وہ بھی کوئی کہانی ہی سنانا چاہتا ہے۔! برسبیل تذکرہ کیا آپ مجھے ان چاروں کے نام بتاسکیں گے۔!"

"کیوں نہیں۔ ایک کا نام عابد ہے دوسرے کا جمیل تیسرا شائد افضل ہے اور چوتھا سیف الدین....."

"اور جواد مجھے اپنی کہانی سنانے آرہا ہے۔!" پروفیسر پر تفکر لہجے میں بولا۔ "ہو سکتا ہے آپ سے یہیں ملاقات ہو جائے۔ اب صرف شیلا اور پیٹر رہ جاتے ہیں۔!!"

"لیکن ان چاروں کی کہانی ایک ہی ہے۔!" فیاض علامہ کو غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ جو اس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

اسکے چہرے پر اکتاہٹ کے آثار تھے۔ نہ اس نے کہانی سننے کی فرمائش کی اور نہ کچھ اور ہی بولا۔

فیاض نے کھنکار کر کہنا شروع کیا۔ "ان کا بیان ہے کہ وہ کسی آدمی کی قید میں تھے۔ کہانی ایک ہی ہے لیکن ایک کو دوسرے کی خبر نہیں تھی۔ حالات کی بناء پر کہا جا سکتا ہے کہ وہ کسی ایک ہی آدمی کی قید میں تھے۔ لیکن انہیں الگ الگ رکھا گیا تھا۔"

"رہا کیسے ہوئے۔!"

"آج صبح شہر کے مختلف حصوں میں بے ہوش پڑے پائے گئے تھے۔ اس پر روشنی نہیں ڈال سکے کہ وہ اس آدمی کی قید سے ان جگہوں پر کیسے منتقل ہوئے تھے۔!"

"قصے کہانیوں کی باتیں معلوم ہوتی ہیں۔!" علامہ نے بیزاری سے کہا۔ "بات یاسمین کی موت سے شروع ہوئی تھی۔ اس کے بارے میں انہوں نے کیا بتایا۔!"

"اس سے زیادہ نہیں بتا سکے جتنا آپ بتا چکے ہیں۔!"

"تو پھر آپ کیوں آئے ہیں۔!" علامہ کا لہجہ بے حد خشک تھا۔

"یہ بتانے کیلئے کہ وہ پر اسرار آدمی ان سے صرف آپکے بارے میں پوچھ گچھ کرتا رہا تھا۔!"

"خوب۔ تو اب کہانی اس ڈگر پر جا رہی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا آپ کیا کہنا چاہتے ہیں۔!"

"خیال کیا جا سکتا ہے کہ وہ میری ہی قید میں تھے۔ اور میں کسی کی وساطت سے پولیس کے لئے نئی راہ متعین کرنے کی کوشش کرتا رہا ہوں۔ محض اس لئے کہ یاسمین والے معاملے میں شبے سے بالاتر ہو جاؤں۔!"

"بھئی کمال کر دیا آپ نے۔!" فیاض ہنس کر بولا۔ "اچھا نکتہ سجھایا آپ نے.... میرا تو دھیان

نہیں گیا تھا اس طرف۔!"

"اور یہ نکتہ بھی اس لئے سجھایا ہے کہ میری بے گناہی پر بالکل ہی یقین کر لیں۔!"

"پروفیسر پلیز۔!" فیاض ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "میں تو اس لئے آیا تھا کہ ان لڑکوں کے بتائے ہوئے حلیے والے آدمی سے متعلق گفتگو کروں۔!"

"کیا حلیہ بتایا ہے انہوں نے۔!"

"خوفناک چہرہ۔ پھولی ہوئی بھدی ناک۔ مونچھیں اتنی گھنی کہ دہانہ چھپ کر رہ گیا ہے۔ آنکھیں عموماً سرخ رہتی ہیں۔!"

"نہیں۔ میں ایسے کسی آدمی کو نہیں جانتا۔!"

"یادداشت پر زور دیجئے۔ ماضی بعید میں جھانکیے کوئی دشمن.... کوئی حریف ہو سکتا ہے اس وقت مونچھیں نہ رہی ہوں۔ لیکن پھولی ہوئی بھدی ناک۔!"

"ٹھہرئیے.... مجھے سوچنے دیجئے۔!" علامہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔

تھوڑی دیر تک ناک اور بھوں پر زور دیتے رہنے کے بعد اس نے کہا۔ "نہیں کیپٹن۔ کوئی ایسا آدمی یاد نہیں آتا۔"

"ہو سکتا ہے دو ایک دن بعد یاد آجائے۔" فیاض نے کہا۔

"بظاہر تو امید نہیں... دراصل کیپٹن.... میری آج تک کسی سے بھی دشمنی نہیں رہی۔

ملازم پھر کمرے میں داخل ہوا اور جواد کے آنے کی اطلاع دی۔

"وہی لڑکا ہے۔!" علامہ نے فیاض کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ہو سکتا ہے میری موجودگی میں کھل کر گفتگو نہ کر سکے۔!" فیاض بولا۔

"جو مناسب سمجھیں۔!"

"میں دوسرے کمرے میں چلا جاتا ہوں۔!"

"ٹھیک ہے۔!" علامہ سر ہلا کر بولا۔ "لیکن میرا خیال ہے ایسی جگہ چھپنا چاہئے آپ کو جہاں سے آپ ہماری گفتگو سن سکیں۔ یہاں اس پردے کے پیچھے آجائیے۔!" فیاض اٹھ کر بتائی ہوئی جگہ پر چلا گیا تھا۔

یہ سب کچھ ملازم کی موجودگی ہی میں ہوا تھا۔ اس کے بعد علامہ نے اس سے کہا تھا کہ جواد کو

اندر بھیج دے۔! جواد کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ بیٹھتے ہی اس نے اپنی کہانی شروع کر دی۔ اور اس آدمی کا حلیہ وہی بتایا جو کچھ دیر پہلے فیاض بتا چکا تھا۔ اور کہانی بھی ان چاروں سے مختلف نہیں تھی۔

"آخر وہ میرے بارے میں کیا معلوم کرنا چاہتا تھا۔!" علامہ نے سوال کیا۔

"آپکی مصروفیات کے بارے میں آپ کے نظریات۔ مخصوص شاگردوں کے بارے میں!"

"تم نے کہا نہیں کہ اسے یہ ساری باتیں میری لکھی ہوئی کتابوں سے بھی معلوم ہو سکتی ہیں۔!"

"میں نے کہا تھا۔! لیکن جناب اس کی باتوں سے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ سمجھتا ہو کہ یاسمین کی موت میں آپ ہی کا ہاتھ ہو۔!"

"یہ بھی پرانی بات ہوئی۔ خود پولیس کا بھی یہی خیال ہے۔!"

"پولیس والوں کا دماغ چل گیا ہے۔ لیکن وہ آدمی میری سمجھ میں نہیں آسکا۔!"

"ہوگا کوئی... جہنم میں جائے۔ لیکن تم نے ابھی تک یہ نہیں بتایا کہ رہائی کیسے نصیب ہوئی۔!"

"آج صبح آنکھ کھلی تو کنگسٹن کے ایک فٹ پاتھ پر پڑا ہوا تھا۔ بوکھلا کر اٹھ بیٹھا اور گھر کی راہ لی۔"

"تمہارے ساتھ اور کون تھا۔!"

"کوئی بھی نہیں۔ اس کمرے میں بھی تنہا تھا۔ جس میں رکھا گیا تھا۔"

"تم پر اس نے تشدد تو نہیں کیا۔!"

"نہیں جناب۔! قطعی نہیں۔ مہمانوں کی طرح رکھا گیا تھا۔ بس کمرے سے باہر نہیں نکل سکتا تھا۔!"

"اس عمارت کے بارے میں بھی کچھ اندازہ لگا سکے تھے کہ کس علاقے میں ہو سکتی ہے۔!"

"نہیں جناب! کمرے کی ساخت ہی ایسی نہیں تھی کہ باہر کا کچھ حال معلوم ہو سکتا۔!"

"فرنیچر وغیرہ سے کم از کم اس آدمی کی حیثیت کا اندازہ تو لگا ہی سکے ہو گے۔"

"بے حد قیمتی فرنیچر تھا جناب۔!"

"اس آدمی کو پہلے بھی کہیں دیکھا تھا۔!"

"نہیں جناب! مجھے تو نہیں یاد پڑتا۔"

"اپنے علاقے کے تھانے میں جا کر یہی بیان دے دو۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

"جتنی جلد ممکن ہو۔!"

جواد واپسی کے لئے اٹھ گیا۔! پروفیسر نے اسے روکا نہیں تھا۔ اس کے چلے جانے پر فیاض پردے کے پیچھے بر آمد ہوا۔

"میں نے اسے غلط مشورہ تو نہیں دیا کیپٹن!" علامہ نے پوچھا۔

"بہت مناسب۔! اور سوالات بھی غیر ضروری نہیں تھے۔!"

"اس پراسرار آدمی نے مجھے فکر مند کر دیا۔ آخر وہ چاہتا کیا ہے۔!"

"یہ پہلا موقع ہے کہ اس شہر میں ایسی کوئی بات ہوئی ہے۔!" فیاض بولا۔

"اب میں آپ سے سوال کرنا چاہتا ہوں۔!" علامہ نے اس کی طرف دیکھے بغیر کہا۔

"ضرور.... پروفیسر۔!"

"کیا آپ کو ان پانچوں کی کہانی پر یقین آگیا ہے۔!"

"اس سلسلے میں کوئی جواب دینا قبل از وقت ہوگا۔!"

"تو آپ کو یقین نہیں آیا۔"

"میں یہ بھی نہیں کہہ سکتا۔!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ یقین کر لینے کی کوئی نہ کوئی وجہ ضرور موجود ہے۔!"

"ہو سکتا ہے آپ کا خیال درست ہو۔!" فیاض مسکرا کر بولا۔

"تو اس پراسرار آدمی کے بارے میں آپ پہلے سے بھی کچھ جانتے ہیں۔!"

"شائد۔!"

"خدا کا شکر ہے۔ ورنہ میں تو یہی سمجھا تھا کہ شاید آپ اسے میرا ہی تصنیف کردہ ڈرامہ سمجھیں گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اچھا اب اجازت دیجئے۔!"

"چائے آرہی ہو گی۔"

"نہیں تکلیف نہ کریں۔ بہت جلدی میں ہوں۔"

فیاض کے چلے جانے پر اس نے ملازم کو طلب کرنے کے لئے گھنٹی بجائی تھی اور کمرے میں ٹہلنے لگا تھا۔! آنکھوں میں تشویش کے آثار گہرے ہو گئے تھے۔!

ملازم کے آنے پر بولا تھا۔! "ڈرائیور سے کہو گاڑی نکالے۔ میں باہر جاؤں گا۔!"



برنارڈ کو بھی سائیکو مینشن ہی لایا گیا تھا۔ لیکن اس سے ابھی تک کسی قسم کی بھی گفتگو نہیں کی گئی تھی۔ جس کمرے میں اسے رکھا گیا تھا۔ اس میں کوئی داخل بھی نہیں ہوا تھا۔ ویسے اس کے ہوش میں آجانے کی اطلاع عمران کو پہنچادی گئی تھی۔ شارٹ سرکٹ ٹیلی ویژن پر اس کی نگرانی کی جاتی رہی تھی۔

فی الحال عمران کا قیام بھی سائیکو مینشن ہی میں تھا۔ یہیں سے اس نے فون پر کیپٹن فیاض سے رابطہ قائم کیا۔ اور دوسری طرف سے کسی بھیڑیئے کی سی غراہٹ سن کر بے اختیار مسکرا پڑا۔

"تم ہو کہاں فلیٹ میں تو قفل پڑا ہوا ہے۔!"

"تمہیں مجھ پر نظر رکھنے کے علاوہ اور کوئی کام نہیں ہے کیا؟" عمران نے سوال کیا تھا۔

"پیٹر اور شیلا کہاں ہیں۔!"

"گھاس تو نہیں کھا گئے۔ میں کیا جانوں، تمہاری ہی زبانی سُنا تھا کہ وہ ساتوں روپوش ہو گئے ہیں۔!"

"اس کے علاوہ اور کچھ نہیں جانتے۔!"

"کچھ جاننے کی فرصت ہی نہیں۔ کیونکہ آج کل تمہارے لئے جھنجھنے خریدتا پھر رہا ہوں۔"

"کیا بکواس ہے۔!"

"ٹافی لو گے یا آئس کریم۔!"

"میں تم سے پوچھ رہا ہوں کہ تم نے پروفیسر دہشت کے شاگردوں کو کیوں بند کر رکھا ہے؟"

"انگلش میں پوچھو تو شائد میری سمجھ میں آسکے۔! آجکل چاسر کی کینٹربری ٹیلز پڑھ

رہا ہوں۔ اور تمہیں مطلع کر دوں کہ تم اس فون کا سراغ نہیں پاسکو گے جس پر میں گفتگو کر رہا ہوں۔ اپنے ماتحت سے کہہ دو کہ جھک نہ مارے۔!"

فیاض فوراً ہی کچھ نہیں بولا تھا۔!

"ہیلو۔!" عمران نے اُسے للکارا۔

"یہ بتاؤ کہ تم نے اس وقت مجھے کیوں فون کیا ہے۔!" فیاض نے کسی قدر دبی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"یہ معلوم کرنے کیلئے کہ یاسمین کی موت کا معمہ حل ہو جانے کے بعد تم کیا کر رہے ہو۔!"

"بہت کچھ کرتا۔ اگر تم روک نہ دیتے۔"

"میں نے صرف یاسمین کے گھر والوں کو بور کرنے سے روکا تھا۔!"

"اچھا....اچھا....! میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔!"

"فی الحال ناممکن ہے۔!"

"جوزف کا کیا قصہ تھا....!"

"کسی نے اسے ایک ایسی عمارت میں پہنچادیا جہاں پہلے سے ایک ٹائم بم رکھا ہوا تھا۔ کیا اس کا بیان تمہاری نظروں سے نہیں گذرا۔"

"میں اصل واقعہ معلوم کرنا چاہتا ہوں۔!"

اصل واقعہ یہ ہے کہ سب کچھ بکواس ہے! اس کی ٹانگ پر ایک پراسرار مکھی بیٹھ گئی تھی۔ بس وہیں سے ہڈی چٹخ گئی۔!"

"تم کسی بڑی مصیبت میں پڑنے والے ہو۔!"

"جب سے پیدا ہوا ہوں چھوٹی مصیبت تو کبھی خواب میں بھی نہیں نظر آئی۔ اب تم بتاؤ کہ مجھ سے کیوں ملنا چاہتے ہو۔!"

فیاض نے علامہ کے ان پانچوں شاگردوں کی کہانی شروع کر دی۔ جن کے بیان کے مطابق وہ کسی پراسرار آدمی کی قید میں رہے تھے۔!

عمران نے اختتام پر قہقہہ لگا کر کہا۔ "وہ علامہ ہی کی قید میں رہے تھے۔" تاکہ وہ خود کو بے گناہ ثابت کر سکے۔!"

"بہت دور کی کوڑی نہیں لائے ہو۔!" فیاض سرد لہجے میں بولا۔

"تو پھر وہ کس کی قید میں رہے ہوں گے۔!"

"سو فیصد تمہاری حرکت معلوم ہوتی ہے۔!"

"کیا میرا حلیہ ان کے بتائے ہوئے حلیے سے مطابقت رکھتا ہے۔!"

"تم ذاتی طور پر ان کے سامنے آئے بغیر بھی یہ سب کچھ کر سکتے ہو۔!"

"شیلا اور پیٹر کی واپسی نہیں ہوئی۔!" عمران نے پوچھا۔

"تم بہتر طور پر جانتے ہو گے۔ دیکھو پھر کہتا ہوں کہ مجھ سے مل لو ورنہ پھر مجھے الزام نہ دینا۔!"

"میں تمہیں الزام دیئے بغیر بھی زندہ رہ سکتا ہوں۔!" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔

اس نے دراصل اس لئے فیاض کو فون کیا تھا کہ ان پانچوں کے بارے میں رپورٹ مل سکے۔ جنہیں اس نے آزاد کر دیا تھا۔

اپنے کمرے سے نکل کر وہ اس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں برنارڈ مقید تھا۔

وہ بستر پر بیٹھا ہوا ملا۔ ناشتے کا سامان میز پر بدستور رکھا ہوا تھا۔ شائد اس نے اسے ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔

"تم آخر خود کو سمجھتے کیا ہو۔!" وہ عمران کو دیکھتے ہی اٹھ کھڑا ہوا۔ عمران اس وقت میک اپ میں نہیں تھا۔

"بیٹھے رہو۔!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "یہاں کوئی تمہاری چیخوں کی طرف توجہ تک نہیں دے گا۔!"

"تمہیں پچھتانا پڑے گا۔!" وہ اسے گھونسہ دکھاتا ہوا بولا لیکن اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں تھا۔

"پچھتالوں گا بھئی۔! لیکن اس سے پہلے تھوڑی سی گفتگو ہو جائے تو کیا ہرج ہے۔!"

"کیسی گفتگو۔!"

"شہزور سے متعلق۔!" عمران اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"شہزور کی انگریزی بتاؤں کیا۔؟"

"مجھے جانے دو۔ ورنہ شہر جہنم کا نمونہ بن جائے گا۔!"

"کون بنائے گا۔ تم خود تو یہاں دھرے ہو گے۔"

وہ کچھ نہ بولا۔ البتہ اسے قہر آلود نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ پھر تھوڑی دیر بعد پوچھا۔ "آخر تم چاہتے کیا ہو۔!"

"میرا شہزور سے کوئی جھگڑا نہیں تھا۔ میں تو ایک ایسے آدمی کے پیچھے تھا جس سے شہزور کو کوئی سروکار نہ ہونا چاہئے۔ کیونکہ وہ اس کی لائن کا آدمی نہیں ہے۔ یونی ورسٹی کا پروفیسر ہے۔!"

"کیا یہ شہزور کوئی بدمعاش ہے۔!" برنارڈ نے بڑے بھولے پن سے پوچھا۔

"قطعی! اس لئے تو تمہیں تکلیف دی گئی ہے۔!" عمران نے جواب دیا۔

"کیا تم مجھے بدمعاش سمجھتے ہو۔!"

"نہیں.... تم سوشل ورکر بھی ہو سکتے ہو۔ لیکن اس سے تمہاری بدمعاشی پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔!"

"تم میری توہین کر رہے ہو۔!"

"جس لفظ سے توہین کی بو آ رہی ہو! اسے تم ریکارڈ سے خارج کر سکتے ہو۔ مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!"

"پھر کہتا ہوں مجھے جانے دو۔!"

"پھر سُن لیا میں نے! مجھے شہزور کا پتہ چاہئے۔"

"اگر میں اس نام کے کسی آدمی کو جانتا ہوتا تو ضرور بتا دیتا۔!"

"وہ تمہارا باس بھی تو ہے۔!"

"واقعی جھک مار رہے ہو۔! تمہیں اس کا بھی علم نہیں ہے کہ میں کسی کا ملازم نہیں خود اپنا کاروبار رکھتا ہوں۔!"

"اس کاروبار سے میں بخوبی واقف ہوں۔!"

"پھر کیوں میرا اور اپنا وقت ضائع کر رہے ہو۔!"

"برنارڈ.... تم اس وہم میں نہ پڑنا کہ تمہارے باس کی رسائی یہاں تک ہو سکے گی۔! میرا کاروبار بے حد سائنٹیفک ہے۔!"

"میرا کوئی باس نہیں ہے۔!"

"تو پھر میرے باڈی گارڈ کی ٹانگ تم ہی نے توڑی ہوگی۔ اس لئے تم بھی اس اذیت سے گذرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔!"

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"تم اچھی طرح سمجھتے ہو کہ میں کیا کہہ رہا ہوں.... ٹھہرو.....!اس کا مزید ثبوت دے سکتا ہوں کہ تم میری باتیں بخوبی سمجھ رہے ہو۔!"

اس نے انٹر کوم کا سوئچ آن کر کے کسی کو مخاطب کیا۔

"ان دونوں کو کمرہ نمبر گیارہ میں پہنچادو.....!"

برنارڈ ٹٹولنے والی نظروں سے اسے دیکھنے لگا تھا۔ لیکن عمران کے چہرے پر لاتعلقی کے علاوہ اسے اور کچھ نہ مل سکا۔ گویا اسے قطعی اندازہ نہیں تھا کہ وہ دونوں کون ہونگے۔ جنہیں طلب کیا گیا ہے۔!

تھوڑی دیر بعد دروازہ کھلا تھا اور وہی دونوں اندر داخل ہوئے تھے جنہوں نے جوزف کا اغواء کیا تھا۔ ان کے پیچھے ایک آدمی اسٹین گن لئے چل رہا تھا۔ برنارڈ کو دیکھ کر وہ دونوں بیک وقت چونکے تھے۔ اور برنارڈ کی آنکھوں میں پہلی بار سراسیمگی نظر آئی تھی۔

"اس شخص کو پہچانتے ہو۔!" عمران نے ان دونوں سے سوال کیا۔

"کک.... کیوں نہیں۔!" ان میں سے ایک ہکلایا۔ "برنارڈ صاحب ہیں۔!"

"لیکن میں ان کو نہیں جانتا۔!" برنارڈ نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"یہ غلط ہے۔!" وہی آدمی بولا۔ پہلے ہم آپ ہی کے یونٹ میں تھے جناب۔ پھر باس کے ایمر جنسی اسکواڈ میں شامل کر دیئے گئے تھے۔!"

"اور میں اسی باس کے بارے میں جاننا چاہتا ہوں۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔ "جس کے کسی یونٹ کے تم سربراہ ہو۔!"

برنارڈ نے قہر آلود نظروں سے ان دونوں کی طرف دیکھا تھا لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔!

"تم آخر کیوں معلوم کرنا چاہتے ہو.....!اگر تمہارے باڈی گارڈ کی ٹانگ ٹوٹ گئی ہے تو اس کا معقول علاج کراؤ۔ باس کا تم کچھ بھی نہیں بگاڑ سکو گے۔!"

"تم غلط سمجھے ہو۔! میں تو اس کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنا چاہتا ہوں کہ میری

ٹانگ بھی توڑ دے۔!"

"آگ سے کھیلنے کی کوشش نہ کرو۔ اگر تم چاہو تو باڈی گارڈ کے نقصان کا ازالہ معقول رقم سے کرا سکتا ہوں۔!"

"علامہ دہشت کو جانتے ہو۔!"

"نام سنا ہے۔!"

"تمہارے باس سے اس کا کیا تعلق ہے۔!"

"باس سے اس کا تعلق۔!" برنارڈ نے کہا۔ پھر ہنس کر بولا۔!" یقیناً تم کسی غلط فہمی میں مبتلا ہو۔!"

"مجھے شہزور کا پتہ چاہئے۔!"

"اچھی بات ہے۔ پہلے تم ان دونوں سے پوچھو۔ کیا یہ جانتے ہیں کہ باس کہاں رہتا ہے۔!"

"یہ تو نہیں جانتے۔!"

"حالانکہ اسی کے ایمر جنسی اسکواڈ سے متعلق ہیں! بالکل اسی طرح میں کسی یونٹ کا سربراہ ہونے کے باوجود بھی اس کی قیام گاہ سے لاعلم ہوں۔!"

عمران نے مڑ کر مسلح آدمی سے کہا۔ "ان دونوں کو واپس لے جاؤ۔!"

برنارڈ کے چہرے پر نظر آنے والی توانائی رخصت ہو چکی تھی۔ وہ ان دونوں کو کمرے سے جاتے دیکھتا رہا۔

"اب آرام سے بیٹھ جاؤ اور ناشتہ کرو۔!" عمران نرم لہجے میں بولا۔

"خواہش نہیں ہے۔!"

"تمہاری مرضی۔ ویسے کیا تم بتا سکتے ہو کہ شہزاد کہاں ہے؟"

"باس کو بھی نہیں معلوم.... اس کے بیان کے مطابق وہ اچانک کہیں غائب ہو گیا ہے۔! اوہو.... کہیں وہ بھی تو تمہاری قید میں نہیں۔!"

"میری قید میں پہنچنے سے پہلے ہی اپنے باس کی گولی کا نشانہ بن گیا تھا۔!"

"نن.... نہیں!" برنارڈ ہکلا کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا۔

"میں تمہیں اس کی لاش دکھا سکتا ہوں۔! لاش میرے ہی قبضے میں ہے۔!" عمران نے کہا۔

اور شہزاد کی کہانی سنانے لگا۔!

برنارڈ بیٹھ گیا تھا اور اس کے چہرے پر پائی جانے والی سراسیمگی کچھ اور گہری ہو گئی تھی۔

عمران کے خاموش ہو جانے پر بھی کچھ نہ بولا۔

عمران نے چائے دانی پر سے ٹی کوزی ہٹائی اور ایک کپ میں چائے انڈیلنے لگا۔ پھر اس نے کپ برنارڈ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا۔!"لو پیئو۔!"

برنارڈ نے کپ اس کے ہاتھ سے لے لیا تھا۔

"وہ درندہ ہے!" عمران بولا۔ "اپنے آدمیوں کو شطرنج کے مہروں سے زیادہ نہیں سمجھتا۔!"

"مم.... میں اس حد تک بھی نہیں سمجھتا تھا۔!" برنارڈ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "اگر یہ سچ ہے کہ شہزاد اسی کے ہاتھوں سے مارا گیا ہے تو.....!"

"یہ سچ ہے برنارڈ! میں مارتا تو اس کی لاش کیوں اٹھائے پھرتا۔!"

"یہ بھی ٹھیک ہے۔!"

"میں ابھی تمہیں اس کی لاش دکھادوں گا۔ سردخانے میں رکھی ہوئی ہے۔!"

برنارڈ نے چائے کی پیالی میز پر رکھتے ہوئے کہا۔ "وہ بہت محتاط ہے۔ غالباً کوئی بھی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔ کوئی فون نمبر بھی نہیں دیا آج تک.... ہم اس سے ٹرانس میٹر پر رابطہ قائم کرتے ہیں۔"

"وہ لوگ کون ہیں۔ جن کے پاس میرا آدمی ذہنی مریض بنا کر لے جایا گیا تھا۔"

"یقین کرو کہ میں انہیں بھی نہیں جانتا۔! اسی نے کہا تھا کہ اگر تمہارا کوئی آدمی ہاتھ آجائے تو وہیں پہنچا دیا جائے۔ میں نے اس عورت کو پہلی بار دیکھا ہے۔!"

"مجھے یقین ہے۔ میں تمہاری ہر بات پر یقین رکھتا ہوں۔!"

"شکریہ.....!" برنارڈ طویل سانس لے کر بولا۔ "یہ بھی بتادوں کہ مجھے شہزاد کے یونٹ کا چارج دیا گیا ہے۔!"

"کیا تم اپنی واپسی پسند کرو گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"پھر تمہارا کیا کیا جائے۔!"

"مجھے اس طرح کیوں لائے تھے۔!"

"شہزور کا پتہ معلوم کرنے کے لئے۔"

"اس طریق کار کو ترک کردو۔ کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔! شہزور بہت محتاط ہے۔ کوئی بھی اس کا پتہ نہ جانتا ہوگا۔"

"اب میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔!"

"اور یہ بھی بتادوں کہ اس کا کوئی کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر وہ سنجیدگی سے تمہارے پیچھے پڑ گیا تو تمہارے باپ کا عہدہ کسی کام نہ آسکے گا۔!"

"باپ کا تو نام ہی نہ لو.... ہم اپنا ہی دم اور قدم دیکھتے ہیں۔!"

"بہت اونچے اونچے لوگ اس کے لئے کام کرتے ہیں۔ اس کے ایک یونٹ کا انچارج ایک مقامی ڈی ایس پی ہے۔ ایک یونٹ کو کسٹم کا ایک ڈپٹی کلکٹر کنٹرول کرتا ہے۔!"

"شائد میں ان دونوں سے واقف ہوں لیکن یہ نہیں جانتا تھا کہ وہ شہزور ہی کے لئے کام کرتے ہیں۔! یقیناً وہ حیرت انگیز ہے! پتا نہیں کب سے اس دھندے میں ہے۔ اور اب مجھے اس کا علم ہوا ہے۔!"

"تم اس کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔!"

"تم اس کی فکر نہ کرو۔ اپنے بارے میں بتاؤ کہ اب تمہارا کیا ہو۔ واپس گئے تو مارے جاؤ گے کیونکہ اسے تمہارے اغوا کا علم ہو چکا ہوگا۔!"

"مجھے تو اب یہ ملک ہی چھوڑ دینا پڑے گا۔!"

"تو پھر دیکھو گے شہزاد کی لاش۔!"

"کیا کروں گا دیکھ کر۔ مجھے تمہاری بات پر یقین ہے۔!"



تھیلما دشواری میں پڑ گئی تھی۔ اس کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب کیا ہوگا چرس کہاں سے ملے گی۔ ایک سال پہلے اس ہپی سے ملاقات ہوئی تھی اور وہ بُری طرح اس کے ذہن پر سوار ہو گیا

تھا۔ اس سے پہلے کبھی اتنے مکمل مرد سے اس کی ملاقات نہیں ہوئی تھی۔ آہستہ آہستہ اس نے اسے چرس کی لت لگادی۔ خود ہی مہیا کرتا تھا اور نہ تھیلما ان گری پڑی عورتوں میں سے نہیں تھی جو منشیات کے حصول کے لئے ادھر اُدھر بھٹکتی پھرتی ہیں.....! نہ وہ کسی چرس فروش کو جانتی تھی۔ اور نہ اسے یہی معلوم تھا کہ ان سے کس طرح رابطہ قائم کیا جاتا ہے۔!

تین دن سے کوبرا کی شکل نہیں دکھائی دی تھی اور نہ اس نے فون ہی پر اس سے بات کی تھی۔ جب بھی فون کی گھنٹی بجتی پاگلوں کی طرح دوڑ کر کال ریسیو کرتی لیکن وہ سلمانی کے کسی موکل کی کال ثابت ہوتی۔ اس وقت بھی یہی ہوا تھا۔ ایک موکل کی کال ریسیو کر کے ریسیور کریڈل پر پٹخا ہی تھا کہ گھنٹی پھر بج اٹھی۔ اس نے ریسیور اٹھالیا۔ لیکن اس بار کچھ جانی پہچانی سی آواز تھی۔

"ذہنی مریض بول رہا ہوں محترمہ۔!"

"اوہ تم ہو..... تباہ کار۔!" وہ نفرت سے بولی۔

"شائد سپلائی ختم ہو گئی ہے.....!"

"میں بے موت مر رہی ہوں.....!"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ اس نے فون پر بھی تم سے رابطہ نہیں رکھا۔!"

"یہی بات ہے۔!"

"میں نے تم سے وعدہ کیا تھا کہ تمہیں اس کی تکلیف نہیں ہونے دوں گا۔ لہٰذا اپنے چوکیدار کو ہدایت کر دو کہ جیسے ہی کوئی ایک پیکٹ اس کے حوالے کرے تم تک فوراً پہنچادے۔!"

"اوہ..... تم کتنے اچھے ہو.....!"

"کم از کم ایک ہفتے کے لئے مطمئن ہو جاؤ.....!"

"بوسہ وصول کرو.....!" وہ ماؤتھ پیس میں چہکاری تھی۔

"اس سے پہلی ملاقات کہاں ہوئی تھی۔!"

"نیشنل پارک میں۔!"

"کیا وہ عموماً گھر ہی پر آتا ہے یا باہر بھی ملاقاتیں ہوتی ہیں۔!"

"کبھی کبھی فون کر کے باہر بھی بلاتا ہے.....!"

"کہاں.....!"

"کوئی مخصوص جگہ نہیں ہے۔ کہیں بھی بلا لیتا ہے۔!"

اچھی طرح یاد کر کے بتاؤ کہ آخری بار کہاں بلایا تھا۔!"

"اب ختم بھی کرو۔ تاکہ میں چوکیدار کو ہدایت دے سکوں۔!"

"بس یہی بتا کر تم ریسیور رکھ دینا۔!"

"پچھلی بار اس نے مجھے انٹر کانٹی نینٹل کے کمرہ نمبر دو سو گیارہ میں بلایا تھا۔ اب رکھ دوں ریسیور۔!"

"رکھ دو.....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

وہ سلسلہ منقطع کر کے مضطربانہ انداز میں باہر کی طرف بھاگی تھی۔ چوکیدار سے راہداری میں مڈبھیڑ ہوگئی۔ اس کے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا پیکٹ تھا۔!

"ایک صاحب دے گیا ہے۔!" اس نے کہا۔

تھیلما نے پیکٹ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیا۔

"یہ کیا ہے۔!" کسی جانب سے سلمانی کی آواز آئی تھی اور تھیلما نے جلدی سے پیکٹ کو بلاؤز کے گریبان میں ڈال لیا تھا۔

"تم جاؤ۔!" اس نے ہاتھ ہلا کر چوکیدار سے کہا۔

سلمانی قریب پہنچ چکا تھا۔ شاید وہ اسے گریبان میں کچھ رکھتے دیکھ چکا تھا۔ چوکیدار نے واپس جانے میں بہت تیزی دکھائی تھی۔ شائد بعد کے حالات کا اندازہ تھا اُسے۔!

"کیا چیز ہے۔!" سلمانی نے تھیلما کو گھورتے ہوئے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں.....!" تھیلما اسے سامنے سے ہٹانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔ شائد جلد از جلد اپنے کمرے میں پہنچ کر سگریٹ بھرنا چاہتی تھی۔

"بتاؤ مجھے۔!"

"ہٹ جاؤ۔ وہ دونوں ہاتھوں سے اس کی گردن دبوچتی ہوئی دہاڑی تھی اور سلمانی نے اچھل کر اس کے بال پکڑنے کی کوشش کی تھی۔! تھیلما نے جھلاہٹ میں اس کے پیٹ پر گھٹنا بھی رسید کر دیا۔ سلمانی زور سے کراہ کر لڑکھڑایا تھا۔ وہ اسے دھکا دے کر آگے بڑھ گئی۔ سلمانی چاروں خانے چت گرا تھا۔ دونوں ہاتھوں سے پیٹ دبائے لوٹیں لگاتا رہا۔

ادھر وہ اپنے کمرے میں پہنچی تھی۔ پیکٹ کھولا تو ایک شیشی برآمد ہوئی جس میں سیاہ رنگ کا گاڑھا سیال بھرا ہوا تھا۔ شیشی کے ساتھ ہی ایک پرچہ بھی تھا جس پر تحریر تھا۔ "چرس کا ایکسٹریکٹ... سگریٹ پر اس کی ایک لکیر کھینچو اور لطف اٹھاؤ۔ جزو رسی سے کام لیا تو نامعلوم مدت کے لئے کافی ہوگا۔!"

لیکن اس نے تو شائد فون پر ایک ہفتے کی بات کی تھی۔ پھر یہ اتنے دنوں کا انتظام کیسے کر دیا۔ وہ سوچتی رہی۔ ساتھ ہی پرچے والی ہدایت پر عمل بھی جاری تھا۔

سگریٹ کے پہلے ہی کش نے آنکھیں روشن کر دیں اور اُس کا دل نادر سلمانی کے لئے ہمدردی کے جذبے سے لبریز ہوگیا۔ لیکن وہ سگریٹ ہاتھ میں لئے ہوئے اس کے قریب نہیں جانا چاہتی تھی۔ اب اسے یاد آرہا تھا کہ کتنے زور سے اس نے اس کا گلا دبایا تھا اور پیٹ پر گھٹنا مارا تھا۔ سگریٹ کے ادھیا جانے پر وہ فولادی چٹان یاد آئی جسے وہ کوبرا کے نام سے جانتی تھی۔ سارے جسم میں لہریں دوڑ گئیں۔ نشہ دوچند ہوتا محسوس ہوا۔

لیکن .... لیکن .... وہ پھر پلٹا کیوں نہیں؟ یہاں جو کچھ بھی ہوا تھا اس میں اس کا تو کوئی قصور نہیں تھا۔! پھر وہ کیوں نہیں آیا کوئی فون کال بھی نہیں آئی۔

کیا اب وہ نہیں آئے گا۔ اوہ اس کے ہاتھوں تو مرنا بھی گوارا ہوگا.... وہ چٹان وہ کوہ گراں.... آخر وہ اس پدی سلمانی کو کیسے برداشت کر رہی ہے.... اسے انگلینڈ یاد آگیا۔ وہ مفلسی کی زندگی بسر کر رہی تھی۔ کبھی کبھی چھوٹی موٹی چوریاں کرتی۔ ایک بار ایک جنرل اسٹور پر ہاتھ صاف کر رہی تھی کہ پکڑی گئی۔ پولیس کے حوالے کی جانے والی تھی کہ وہاں نادر سلمانی پہنچ گیا۔ خاصی بڑی رقم دے کر اس نے اس کی جان چھڑائی تھی۔ اور پھر دونوں ایک دوسرے سے ملنے لگے تھے۔ وہ اس کی مالی امداد بھی کرتا تھا۔ اور پھر ایک دن سلمانی نے شادی کی تجویز پیش کر دی تھی.... کاش وہ مفلس نہ ہوتی۔ اب اسے محسوس ہوتا تھا کہ وہ محبت نہ تھی۔ وہ اس کی مالی ضروریات پوری کرتا اور وہ اسے ذہنی اور جسمانی سکون پہنچاتی تھی۔ حقیقتاً بات اس سے زیادہ نہیں تھی۔ لیکن وہ اسے محبت سمجھ بیٹھی تھی۔ نادانی.... ناپختہ کاری.... یہ تو اب سمجھ میں آیا تھا۔ بے چارہ سلمانی....! بے چارہ اور بے بس.... اس وقت تو اس نے بہت ہی بے دردی کا مظاہرہ کیا تھا۔ کس زور سے گھٹنا اس کے پیٹ پر مارا تھا۔ چل کر اس سے کم از کم اظہار افسوس تو کر ہی دینا

چاہئے۔! سگریٹ کو ایش ٹرے میں مسل کر اٹھ کھڑی ہوئی۔ راہداری میں پہنچی تھی۔ لیکن اب سلمانی وہاں نہیں تھا.... پھر وہ سٹنگ روم کی طرف بڑھی۔ ابھی دروازے میں قدم بھی نہیں رکھا تھا کہ گردن پر قیامت ٹوٹی۔ بالکل ایسا ہی لگا تھا جیسے شانوں پر کوئی شہتیر آگرا ہو۔ ذہن فوری طور پر اندھیرے میں ڈوب گیا۔ دوسرے ہی لمحے میں وہ فرش پر تھی بے حس و حرکت۔!

"اب بتاؤ کیسی رہی۔!" سلمانی کی آواز راہداری میں گونجی تھی۔ کبھی وہ بے ہوش تھیلما کی طرف دیکھتا تھا۔ اور کبھی اس وزنی رول کی طرف جو اس نے داہنی مٹھی میں جکڑا ہوا تھا۔

ٹھیک اسی وقت سٹنگ روم میں فون کی گھنٹی بجی تھی اور وہ تھیلما کو وہیں چھوڑ کر کال ریسیو کرنے دوڑ گیا۔! ریسیور کریڈل سے اٹھایا تھا۔

"ایڈووکیٹ سلمانی کی قیام گاہ۔!" اس نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"مسز سلمانی پلیز۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ.... تم ہو سور کے بچے۔!" وہ دانت پیس کر بولا۔ لیکن جواب میں اس نے ایک استہزائیہ سا قہقہہ سنا تھا۔!

"شٹ اپ۔!" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا تھا۔ لیکن قہقہے کی طوالت میں کوئی فرق نہیں آیا۔

"میں کہتا ہوں کہ اگر اب تم نے ادھر کا رخ کیا تو زندہ نہ چھوڑوں گا۔!" سلمانی نے چیخ کر کہا۔!

"کس حکیم نے یہ عورت تمہارے نسخے میں لکھ دی تھی۔!" دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔ اور سلمانی نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔!



عمران کی کار سڑک پر فراٹے بھر رہی تھی اور وہ کار کے ریڈیو پر موسم کے بارے میں پیشین گوئیاں سن رہا تھا۔ اس وقت اس میک اپ میں تھا جس میں برنارڈ سے مڈبھیڑ ہوئی تھی.... دفعتاً جیبی ٹرانس میٹر پر اشارہ موصول ہوا۔ اس نے بائیں ہاتھ سے ٹرانس میٹر نکالا۔ جس سے آواز آرہی تھی۔ "ہیلو.... ایکسٹو.... صدیقی کالنگ! ہیلو ایکس ٹو.... صدیقی کالنگ۔"

"ایکس ٹو....!" عمران غرایا۔

"وہ اس وقت کمرہ نمبر دو سو گیارہ میں موجود ہے۔!" ٹرانس میٹر سے آواز آئی۔

"تمہیں یقین ہے۔!"

"آپ کے بتائے ہوئے حلیے والا آدمی ہے! کمرہ نمبر دو سو گیارہ پچھلے دو ماہ سے ایک ہی آدمی کے قبضے میں ہے رجسٹر میں اس کا نام عبدالشکور درج ہے۔!"

"قد آور ہی.... اور دیسی....!" عمران نے پوچھا۔

"جی ہاں.... یہی معلوم ہوا ہے۔!"

"تمہارے ساتھ اور کون ہے۔!"

دو اور ہیں۔ وہ دونوں کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں اور میں عمارت کے باہر سے آپ سے مخاطب ہوں۔!"

"ٹھیک ہے.... وہیں ٹھہرو.... نعمانی سے مشابہت رکھنے والا آدمی وہاں پہنچ رہا ہے۔ اس طرح تم چار ہو جاؤ گے۔ اس کے مشورے پر عمل کرنا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"اوور اینڈ آل" کہہ کر عمران نے ٹرانس میٹر جیب میں ڈال لیا۔ تو وہ اب بھی کانٹی نینٹل کے اسی کمرے میں ڈٹا ہوا ہے جہاں تھیلما نے آخری بار اس سے ملاقات کی تھی۔ عمران نے سوچا اور ریڈیو کا سوئچ آف کر کے گاڑی کی رفتار بڑھا دی۔!

کانٹی نینٹل کے لان ہی پر لیفٹیننٹ صدیقی سے ملاقات ہوئی۔ اور نعمانی سے مشابہت کی بنا پر وہ اسے پہچان گیا تھا۔

"چوہان اور تنویر کمرے کی نگرانی کر رہے ہیں۔!" اس نے اطلاع دی۔

"کہاں سے۔!"

"کمرے کے آس پاس ہی ہیں۔!"

"کمرہ کس منزل پر ہے۔"

"پانچویں منزل پر۔"

"اس کا یہ مطلب ہوا کہ گھیرے جانے پر کھڑکی سے چھلانگ بھی لگا سکے گا۔!"

"دیر نہ کیجئے۔ چلئے۔!"

"کہاں چلوں۔!"

"جہاں سے گھیرنا ہے۔"

"پہلے میں سچویشن دیکھوں گا۔!" عمران نے کہا۔ اور وہ عمارت کی طرف مڑے ہی تھے کہ تنویر دکھائی دیا۔ بڑی تیزی سے انہی کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔

"کمال کر دیا۔" وہ قریب پہنچ کر ہانپتا ہوا بولا۔ !"وہ تو کوئی مولوی یا صوفی ہے۔! کہیں جانے کے لئے کمرے سے نکلا ہے۔!"

"صوفی یا مولوی عبدالشکور..!" عمران کراہا۔ "کیوں میاں تم سے کس نے کہا تھا کہ وہ یہی ہے۔!"

"ہیڈ ویٹر نے بتایا تھا۔ وہ ایک سفید فام غیر ملکی ہے۔!" صدیقی بولا۔

"اُسے تو ہر بڑے بالوں اور ڈاڑھی والا یہی لگے گا۔!"

"وہ دیکھو.... وہ رہا۔!" تنویر نے بائیں جانب دیکھ کر کہا۔

جس کی طرف اشارہ کیا گیا تھا بلاشبہ ایک قد آور اور جسیم آدمی تھا۔ گھنی ڈاڑھی بھی تھی لمبے لمبے بال بھی تھے۔ لیکن بالوں پر عمامہ براجمان تھا۔! شلوار پر شیروانی تھی۔ اور شیروانی پر سیاہ ریشم کی عبا.... شاہانہ انداز میں چلتا ہوا ایک لمبی سی سفید کار کی طرف بڑھ رہا تھا۔ پھر چوہان بھی دکھائی دیا۔ جو اس کے پیچھے آیا تھا۔

"کچھ بھی ہو.... میں تو تعاقب کروں گا!" عمران پارکنگ پلاٹ کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ ان تینوں کے پاس موٹر سائیکلیں تھیں۔

"ہم بھی آ رہے ہیں....!" صدیقی نے کہا۔

عبدالشکور کا تعاقب شروع ہو گیا تھا۔! ان کی موٹر سائیکلیں عمران کی گاڑی کے پیچھے تھیں۔! تھوڑی ہی دیر بعد عمران نے اندازہ کر لیا کہ اگلی کار والے کو تعاقب کا احساس ہو گیا ہے۔ کیونکہ اس نے شہر کی مختلف سڑکوں کے یونہی بے مقصد پھیرے شروع کر دیئے تھے۔ ایسا کرنے کے دوران میں شائد وہ کسی فیصلے پر پہنچنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔

اور پھر اس نے اپنی راہ عمل متعین کر لی تھی۔ کیونکہ اس کی گاڑی اب ادھر اُدھر سڑکوں پر مڑ نہیں رہی تھی۔ کچھ دیر بعد عمران کو ہنسی آ گئی.... یہ تعاقب نہیں بلکہ تعاقب کرنے والوں کا

جلوس تھا۔ جلدی میں عمران ان تینوں سے کہہ نہیں سکا تھا کہ وہ اپنی موٹر سائیکلیں استعمال کرنے کی بجائے اسی کی گاڑی میں آجائیں۔

سورج غروب ہو چکا تھا۔ لیکن اتنا اندھیرا نہیں تھا کہ وہ عقب نما آئینے میں ان تینوں کو نہ دیکھ سکتا۔ جو لائن بنائے ہوئے اس کی گاڑی کے پیچھے چلے آرہے تھے۔! کئی بار اس نے کھڑکی سے ہاتھ نکال کر انہیں آگے بڑھنے کا بھی اشارہ کیا تھا۔ لیکن یا تو وہ سمجھے نہیں تھے یا اس کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں تھی.... وہ چاہتا تھا کہ ان میں سے کوئی آگے نکل آئے اور اگلی گاڑی کی راہ میں رکاوٹ بننے کی کوشش کرے۔ لیکن ایسا نہ ہو سکا۔!

اگلی گاڑی بندرگاہ کے علاقے کی طرف جانے والی سڑک پر ہولی تھی۔ یہاں نسبتاً ٹریفک کم تھا! اور پھر اچانک اگلی گاڑی اس میدان میں مڑ گئی جہاں ٹریفک پولیس کا عملہ زیرِ تربیت ڈرائیوروں کا امتحان لیتا تھا۔ خاصا وسیع میدان تھا جو اس سڑک کے کنارے سے ساحلِ سمندر تک پھیلا ہوا تھا....! قطعی غیر متوقع حرکت تھی۔ جب عمران گڑبڑا گیا تھا تو ان تینوں کا کیا حال ہوا ہو گا.... غیر ارادی طور پر عمران نے بھی ادھر ہی اسٹیئرنگ گھما دیا۔ اگلی گاڑی میدان میں اتر کر طوفانی رفتار سے ساحل کی طرف بھاگی تھی.... یہاں موٹر سائیکلوں کی منظم دوڑ بھی بے ترتیبی کا شکار ہو گئی۔ بالکل ایسا ہی لگتا تھا جیسے جنگلی کتوں نے کسی خرگوش کو دوڑا لیا ہو۔

عمران ابھی فیصلہ نہیں کر سکا تھا کہ اگلا قدم کیا ہونا چاہئے کہ اچانک اگلی گاڑی اسکی طرف پلٹ پڑی.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے بھرپور ٹکر رسید کرنے کے لئے پلٹی ہو.... موٹر سائیکلیں تتر بتر تو پہلے ہی سے تھیں اس غیر متوقع سچویشن نے انہیں اور زیادہ گڑبڑا کر رکھ دیا.... عمران نے بڑی صفائی سے سفید گاڑی کی ٹکر سے اپنی گاڑی کو بچایا تھا۔ لیکن پھر سنبھلنے بھی نہ پایا تھا کہ ایک زبردست دھماکہ ہوا.... اسکی گاڑی اچھل سی پڑی تھی۔ پورے بریک لگائے اور اگنیشن آف کر کے گاڑی سے باہر چھلانگ لگائی تھی تھوڑے ہی فاصلے پر دھوئیں کا کثیف بادل اٹھ رہا تھا.... اور وہ کسی کی چیخیں ہی تھیں جو دوسرے دھماکے میں گھٹ کر رہ گئی تھیں.... ایک جگہ سے اور دھوئیں کا جسیم مرغولہ اٹھا تھا۔

عمران ایک ایک کو آوازیں دیتا رہا۔ پھر بیک وقت دو آوازوں نے پکارا تھا۔

"تنویر.... تنویر....!" لیکن سناٹے میں صرف موٹر سائیکل کا شور گونجتا رہا۔

عمران حلق پھاڑ کر چیخا۔!"کیا ہوا۔! کیا بات ہے۔!"

"تنویر....!" یہ چوہان کی آواز تھی۔

عمران آواز کی سمت لپکا۔ لیکن گہرے دھوئیں کی وجہ سے کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا۔

"تنویر....!" یہ صدیقی کی آواز تھی.... مولوی یا صوفی عبدالشکور دو عدد دستی بم پھینک کر صاف نکل گیا تھا.... بدقت تمام.... عمران ان دونوں تک پہنچ سکا۔ لیکن تنویر۔! تنویر کہاں تھا.... ایک موٹر سائیکل کے انجن کی آواز بھی سناٹے میں گونج رہی تھی۔! وہ تینوں آواز کی سمت دوڑ پڑے....! اور پھر انہیں ایک جگہ تنویر کی موٹر سائیکل پڑی دکھائی دی جس کا انجن بند نہیں ہوا تھا.... تنویر اس کے نیچے تھا۔ عمران نے جیب سے پنسل ٹارچ نکالی۔

تنویر کی سانس چل رہی تھی لیکن پورا جسم لہولہان تھا۔ بہت احتیاط سے اُسے موٹر سائیکل کے نیچے سے نکالا گیا۔ وہ خاموش تھے۔ اور تنویر کی موٹر سائیکل چیخے جا رہی تھی۔

عمران سیریز نمبر 91

بیچارہ شہ زور

(تیسرا حصہ)

پیشرس

"بیچارہ شہزور" حاضر ہے! اس کہانی کے سلسلے میں بے شمار تجاویز موصول ہوئی تھیں۔ کسی نے لکھا تھا علامہ مظلوم ہے اس لئے مصنف کا فرض ہے کہ اُسے کسی غیر ملک کی طرف فرار ہو جانے میں مدد دے۔ کوئی رقم طراز ہے کہ ایسے کسی موضوع پر قلم ہی اٹھانے کی کیا ضرورت تھی... غرضیکہ جتنے منہ اتنی باتیں۔ سوال یہ ہے کہ میں اس موضوع پر قلم کیوں نہ اٹھاتا۔

عالم بالا سے پلاٹ نہیں ٹپکتے اسی زمین پر جنم لیتے ہیں اور زمین پر جو کچھ ہوتا ہے اُسی سے متعلق لکھوں گا۔ کسی جاگیردار کے مظالم کی داستان سن کر یہ پلاٹ ترتیب دیا تھا... اس قسم کے مظالم کا انجام کیا ہو سکتا ہے۔ علامہ دہشت اُس کی ایک ممکنہ صورت ہے۔ ہر چند کہ جاگیردار کے جرم اور قانون کے محافظوں کی چشم پوشی نے اُسے ایک بہت بڑا مجرم بنا دیا تھا۔ لیکن قانون بہر حال اپنی جگہ پر اٹل ہے!... مجرم کو سزا ضرور ملے گی خواہ دوسروں کے لئے وہ کتنا ہی قابل رحم کیوں نہ ہو...! فلمی انداز میں نہ سوچئے کہ "جج صاحب! یہ مجرم نہیں ہے بلکہ وہ معاشرہ مجرم ہے جس میں اس نے جنم لیا ہے...!"

بیچارے فلمی جج صاحب کو توفیق نہیں ہوتی کہ وہ وکیل صاحب سے پوچھیں "کیا یہ معاشرہ آسمان سے ٹپکا ہے۔"

تو میرے بھائی! آخر ہم جذبۂ انتقام کی تہذیب کیوں نہیں کرتے۔ ہم ایک ایسا معاشرہ کیوں نہیں تشکیل دیتے جس میں مُجرم خانوں کے لئے کوئی گنجائش نہ ہو! آخر فلمی قسم کے ہوائی قلعے کب تک.. بیچارے علامہ کا فرار ہوائی قلعے سے زیادہ اہمیت نہیں رکھتا.. اور نہ فلمی قسم کے ڈائیلاگ "جاگیردار" کے مظالم سے نجات دلا سکتے ہیں۔

کہانی کے اختتام پر ہنسنے ہنسانے کا موڈ ختم ہو چکا ہے کیونکہ علامہ کے انجام پر میں بھی دکھی ہوں، آپ بھی اگر پیشرس پڑھ کر مسکرا نہیں سکے تو کہانی ختم کرنے کے بعد آپ کو اس پر افسوس نہیں ہوگا۔ مجھے یقین ہے۔!

احمد پور شرقیہ سے ایک بھتیجے نے کسی اخبار کا تراشہ بھیجا ہے جس میں "لمحہ بہ لمحہ" کے نام سے فریدی اور حمید کی پیروڈی کی گئی ہے! انہوں نے پوچھا ہے کہ یہ کیا چیز ہے؟ اسے خاکہ اڑانا کہتے ہیں بھتیجے! لیکن مجھے افسوس ہے کہ پیروڈی لکھنے والے میں پھکڑپن بھی پیدا ہو گیا ہے۔ انہیں چاہئے کہ پیروڈی لکھنے کے لئے اردو میں شفیق الرحمان اور انگریزی میں اسٹیفن لیکاک کو پڑھیں۔ (اپنی لکھی ہوئی پیروڈیز کی بھی سفارش کر سکتا ہوں) انشاء اللہ انہیں پیروڈی لکھنے کا سلیقہ ہو جائے گا۔"

ابنِ صفی

۲۵/اپریل ۱۹۷۶ء



شائد قصبہ جھریام کی تاریخ میں پہلا واقعہ تھا کہ کسی سفید فام خاتون نے اُس کی حدود میں قدم رکھا تھا۔ جولیانافٹنر واٹر جدھر سے بھی گذرتی تماشہ بن جاتی.... ہر چند کہ فرحانہ جاوید اُسے پسند نہیں کرتی تھی۔ لیکن میاں توقیر محمد کے مشورے کے مطابق اس نے اپنی ایک طالبہ جولیا کے حوالے کر دی تھی تاکہ وہ اُس کے لئے مترجم کے فرائض انجام دیتی رہے۔ اس لڑکی کا نام سائرہ تھا۔ شوخ و چنچل اور اسمارٹ تھی۔ زبان رُکنے کا نام نہیں لیتی تھی۔

دونوں ناشتہ کر کے نکل جاتیں اور لنچ کے وقت تک مقامی عورتوں سے گفتگو کرتی پھرتیں۔ میاں توقیر محمد کی مہمان ہونے کی وجہ سے قصبے کے انتہائی قدامت پسند گھرانوں میں بھی اُن کا گذر ہو گیا تھا۔ ورنہ یہاں تو ایسے افراد بھی موجود تھے جو بے پردہ خواتین سے اپنی خواتین کا پردہ کراتے تھے۔ قصبے کی کمین عورتوں سے بھی اُن کا پَردہ تھا۔

بہر حال! میاں توقیر محمد کے مہمانوں کو اپنا کام جاری رکھنے میں کوئی دشواری پیش نہیں آئی تھی۔

پچھلے دنوں فرحانہ جاوید تھکن کا بہانہ کر کے حویلی سے باہر نہیں نکلی تھی۔ میاں صاحب کو تو اُس نے یہ بتایا تھا کہ اُسے کسی قدر بخار رہنے لگا ہے۔ لیکن طبی امداد لینے پر آمادہ نہیں ہوئی تھی۔

"نہیں جناب! میں اپنا علاج خود ہی کر لیتی ہوں.... اگر ڈاکٹروں کے چکر میں پڑیئے تو سلسلہ طویل ہو جاتا ہے۔!" اُس نے کہا تھا۔

"مگر یہ تو اچھا نہیں معلوم ہوتا۔" میاں صاحب بولے۔

"فکر نہ کیجئے.... بس تھوڑے آرام سے ٹھیک ہو جاؤں گی۔"

"مجھے تو کل سے پریشانی ہے۔!"

"کس بات کی....!"

"یعنی کہ آپ کی صحت۔!"

"آپ تو پورے قصبے کے لئے پریشان رہتے ہیں۔" وہ مسکرائی تھی۔

"وہ.... تو ہے لیکن....!"

"لیکن کیا....!" وہ نیم وا آنکھوں سے انہیں دیکھتی ہوئی بولی۔

"آپ مہمان ہیں نا....!" میاں صاحب گڑبڑا کر جلدی سے بول پڑے۔

فرحانہ نے خاموش ہو کر آنکھیں بند کرلیں وہ ایک آرام کرسی پر نیم دراز تھی۔ چہرے سے اضمحلال ظاہر ہو رہا تھا۔ تھوڑی دیر بعد بھرائی ہوئی آواز میں بولی۔ "کچھ لوگ بڑے بدنصیب ہوتے ہیں۔"

"جی!" میاں صاحب چونک پڑے۔

"جی ہاں۔!" فرحانہ نے آنکھیں کھول دیں اور اُن کی طرف دیکھے بغیر بولی۔

"یہ درست ہے۔ کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جن کیلئے کوئی پریشان ہونے والا بھی نہیں ہوتا۔"

"مم.... میں نہیں سمجھا۔!"

"کم از کم میرے لئے کوئی پریشان ہونے والا نہیں ہے۔!"

"مجھے بے حد افسوس ہے.... کیا آپ کے خاندان والے....!"

"آپ سے زیادہ بُرے دن دیکھے ہیں میں نے.... آپ کم از کم یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کون ہیں۔!"

"اوہ.... مجھے.... افسوس ہے۔!" میاں صاحب کو ان کے علاوہ اور کوئی الفاظ نہ مل سکے۔

"اس کی ضرورت نہیں۔" وہ ہاتھ اٹھا کر بولی۔ "جذبات سے خالی الفاظ سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔!"

"اُوہ" میاں صاحب نروس ہو گئے تھے۔

کچھ دیر خاموشی رہی تھی۔ پھر فرحانہ نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا تھا "مجھے شرمندگی ہے! میں جذباتی ہو گئی تھی۔ مجھے معاف کردیجئے! آپ بہت ہمدرد اور نیک آدمی ہیں۔!"

"مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔!"

"حقیقت عرض کر رہی ہوں.... نہ جانے کیوں.... آپ کی موجودگی میں۔!" وہ جملہ پورا کئے بغیر خاموش ہو گئی۔ میاں صاحب استفہامیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھتے رہے۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ میں کیا کہنا چاہتی ہوں۔!" وہ تھوڑی دیر بعد الجھ کر بولی۔

"بے تکلفی سے کہہ دیجئے....!"

"اس احساس کو الفاظ کا جامہ پہنانے سے قاصر ہوں۔!"

میاں صاحب کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات پائے جاتے تھے.... ایسا لگتا تھا جیسے بزبان خاموشی گھگھیا رہے ہوں۔ "تمہیں میری قسم ہے کہہ دو.... جو کچھ کہنا چاہتی ہو۔!"

لیکن فرحانہ نے پھر خاموش ہو کر آنکھیں بند کرلی تھیں۔ میاں صاحب کی سمجھ میں نہیں آرہا تھا کہ اب انہیں کیا کہنا چاہئے! کچھ نہ کچھ تو کہنا ہی تھا۔

بدقت ہکلائے.... "در.... دراصل.... میں یہ سوچ رہا تھا.... کہ شائد میں کچھ مدد کرسکوں.... مطلب یہ کہ آپ کے افراد خانہ کو ڈھونڈنے میں مدد دے سکوں۔"

"افراد خاندان.... ہونہہ.... کیا میں نے ابھی یہ نہیں کہا تھا.... کم از کم آپ یہ تو جانتے ہیں کہ آپ کون ہیں۔!"

"مم.... میں نہیں سمجھا۔!"

"کریم پور کے اُس تباہ کُن زلزلے کے بارے میں تو آپ نے سُنا ہی ہوگا جس نے پورے شہر کو کھنڈر بنادیا تھا۔!"

"جی ہاں! میرے بچپن کی بات ہے۔"

"وہیں.... ایک کھنڈر میں روتی پائی گئی تھی.... یتیم خانے کے ریکارڈ کے مطابق میری عمر دو سال سے زیادہ نہیں تھی.... کوئی نہیں جانتا کہ میرے والدین کون تھے.... اُس کھنڈر کے آس پاس کوئی ایسا فرد نہیں مل سکا تھا جو میری شناخت کرسکتا۔!"

میاں صاحب کی آنکھوں میں آنسو تیرنے لگے تھے۔ فرحانہ اُن کیطرف نہیں دیکھ رہی تھی۔ اُنھوں نے موقع غنیمت جان کر جلدی سے اپنی آنکھیں خشک کیں اور بھرائی ہوئی آواز میں بولے۔ "آپ کے حالات سُن کر گہرا صدمہ پہنچا ہے۔ آپ کے غم کے سامنے میرا غم تو کچھ بھی نہیں ہے۔!"

فرحانہ مزید کچھ کہنے والی تھی کہ لڑکیوں کے ہنسنے کی آواز آئی۔ شائد وہ سب واپس آگئی تھیں۔ وہ سیدھی ہو کر بیٹھ گئی۔ لیکن آنے والیاں صرف جولیانا اور فائزہ تھیں۔

"ہلو۔" جولیا میاں صاحب سے مخاطب ہو کر چہکی۔

وہ اٹھ گئے تھے اور انہوں نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ اُس کا استقبال کیا تھا۔

"تمہارا کیا حال ہے۔!" جولیا نے فرحانہ سے پوچھا۔

"تھکن اور ہلکا سا ٹمپریچر۔!"

"مجھے تو یہاں کی آب و ہوا بے حد راس آئی ہے۔!" جولیا نے میاں صاحب کی طرف دیکھ کر کہا۔ "جناب! آپ جنت میں رہتے ہیں۔!"

"شکریہ۔"

جولیا وہیں بیٹھ گئی تھی اور سائرہ دوسرے کمرے میں چلی گئی تھی۔

"آج کتنا کام کیا آپ نے۔" میاں صاحب نے جولیا سے پوچھا۔

"کام.... بھلا اتنے پیارے لوگوں میں کام ہو سکتا ہے۔ سارا وقت تو باتوں میں گذر جاتا ہے۔ کتنی اچھی عورتیں ہیں۔ کتنی پُر خلوص۔ کاش! میں آپ کی زبان جانتی ہوتی اور اُن سے براہِ راست گفتگو کر سکتی۔!"

"میں تو ابھی تک یہی نہیں سمجھ سکی کہ تم کرنا کیا چاہتی ہو۔!" فرحانہ بولی۔

"میں خود بھی نہیں جانتی کہ میں کیا کرنا چاہتی ہوں۔!"

"کیا بات ہوئی۔"

"آخر میں کیا لکھوں گی، کس طرح لکھوں گی۔!"

"یہ تو پہلے ہی سوچنا چاہئے تھا۔!"

"میں نااہلی کی بات نہیں کر رہی....! میری سمجھ میں نہیں آتا کہ بات کہاں سے شروع کروں.... رہن سہن اور رسم و رواج پر لکھوں.... یا آدمی کی معصومیت کو مرکزی خیال بنا کر کوئی کہانی لکھ ڈالوں۔ میں آدمی کے مستقبل سے مایوس ہو گئی تھی۔ لیکن یہاں کی اُن عورتوں سے مل کر بڑی ڈھارس بندھی ہے۔ جن پر ابھی تک باہر کے نظریات حملہ آور نہیں ہوئے ہیں۔"

فرحانہ نے بُرا سا منہ بنایا تھا لیکن کچھ بولی نہیں تھی۔ میاں صاحب کا چہرہ دمکنے لگا تھا۔ قصبے

کی عورتوں کی تعریف سُن کر.... وہ بھی ایک غیر ملکی عورت کی زبانی جو خود ان کے خیال کے مطابق روشنی سے تاریکی میں چلی آئی تھی۔

"تو آپ کا یہ خیال ہے کہ یہ عورتیں سوجھ بوجھ بھی رکھتی ہیں۔" انہوں نے پُر مسرت لہجے میں سوال کیا۔

"صدیوں کے تجربات کا نچوڑ ہے۔ ان کے پاس! البتہ وہ اُس کا تجزیہ نہیں کر سکتیں۔ ہم تجزیہ کر سکتے ہیں لیکن خود کو اس کی افادیت سے محروم کر چکے ہیں۔"

"آپ بڑی عجیب باتیں کر رہی ہیں۔!"

"آج کے آدمی کے پاس باتوں کے علاوہ اور رہا ہی کیا ہے۔!" فرحانہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"تم ٹھیک کہہ رہی ہو۔" جولیا بولی۔

"لیکن بات تھی آپ کے کچھ لکھنے یا نہ لکھنے کی۔!" میاں صاحب نے کہا۔

"بہت سوچ سمجھ کر قلم اُٹھانا پڑے گا۔!"

"بہر حال آپ لکھیں گی۔!"

"ظاہر ہے۔!"

"اتنی باتیں تو محض باتوں کی خاطر ہوئی تھیں۔!" فرحانہ نے چٹکی لی۔

"مجھے اس سے انکار نہیں ہے مس جاوید۔" جولیانا ہنس کر بولی۔ "میاں توقیر باتیں سنتے ہوئے بہت اچھے لگتے ہیں۔"

میاں توقیر کے کانوں کی لویں سُرخ ہو گئیں اور وہ چھت کی طرف دیکھنے لگے۔

"کیا آپ خدا سے کچھ پوچھ رہے ہیں۔!" فرحانہ ہنس کر بولی۔

اور میاں صاحب کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ اُس کی طرف متوجہ ہو گئے۔

"میرا خیال ہے کہ اب لنچ کر لینا چاہئے۔!" اُنھوں نے کسی قدر ہچکچاہٹ کے ساتھ کہا۔

"ابھی دوسری لڑکیاں نہیں آئیں۔!"

"اوہ.... یہ تو میں بھول ہی گیا تھا۔" وہ جلدی سے بولے۔ "لیکن آپ نے ناشتے میں صرف ایک کپ چائے پی تھی۔!"

ذرا ہی دیر میں وہ بھی پہنچ گئی تھیں.... اور لنچ کے لئے میز لگا دی گئی تھی۔

کھانے کے دوران میں صرف لڑکیاں آپس میں گفتگو کرتی رہی تھیں۔ یہ تینوں خاموشی سے کھاتے رہے تھے۔

کھانے کے بعد میاں صاحب فرحانہ کے ساتھ اُسی کمرے میں واپس آگئے جہاں کچھ دیر قبل بیٹھے رہے تھے۔ جولیا اپنے کمرے میں چلی گئی تھی۔ وہ جب سے یہاں آئی تھی لنچ کے بعد قیلولے کی عادی ہوگئی تھی۔ پتا نہیں آب وہوا کا اثر تھا یا اور کوئی وجہ تھی کہ کھانے کے بعد ہی پلکیں نیند سے بوجھل ہونے لگتی تھیں۔

"اب آپ بھی آرام کیجئے۔" میاں صاحب نے فرحانہ سے کہا تھا۔

"یعنی آپ جانا چاہتے ہیں۔!"

"یہ بات نہیں.... میں تو آپ کے آرام....!"

"میری فکر نہ کیجئے۔" وہ بات کاٹ کر بولی۔ "اب میری واپسی کو صرف تین دن رہ گئے ہیں۔ زیادہ سے زیادہ وقت آپ کے ساتھ گذارنا چاہتی ہوں۔"

میاں صاحب کی آنکھوں میں چمک سی لہرائی تھی وہ کہتی رہی۔ "جولیا ٹھیک کہہ رہی تھی کہ یہاں پہنچ کر اس کے نظریات میں تبدیلی ہوئی ہے۔ میں بھی کچھ ایسا ہی محسوس کر رہی ہوں۔"

"میں نہیں سمجھا۔"

"مردوں سے مجھے نفرت تھی.... لیکن اب کم از کم ساری دنیا میں ایک مرد ایسا ضرور ہے جس سے میں نفرت نہیں کر سکتی۔"

میاں صاحب ہونقوں کی طرح اُس کی طرف دیکھتے رہے۔

"ایسا مرد جس کے لئے میں اپنی جان تک دے سکتی ہوں۔"

"اُوہ.... کک.... کون ہے وہ۔!" میاں صاحب ہکلائے۔

"یہ آپ پوچھ رہے ہیں۔!"

"جج.... جی....!"

"میں نہیں بتاتی....!" وہ ان کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی مسکرائی۔

میاں صاحب کی عجیب کیفیت تھی۔ چہرہ سرخ ہوگیا تھا اور پلکیں جھکی پڑ رہی تھیں۔ کچھ کہنا چاہتے تھے۔ لیکن زبان ساتھ نہیں دے رہی تھی۔

"میری طرف دیکھئے۔!"

میاں صاحب نے کسی شرمیلی لڑکی کے سے انداز میں پلکیں اٹھائی تھیں۔

"کیا میں آپ کے دل میں ذرا سی بھی جگہ بنا سکی ہوں۔!"

"مم.... میں....!" وہ صرف ہکلا کر رہ گئے۔

"میں سمجھ گئی۔!"

میاں صاحب نے سوالیہ نظروں سے اُس کی طرف دیکھا۔

"آپ کو میری یہ بے تکلفی پسند نہیں آئی۔"

"جج.... جی.... ایسی کوئی بات نہیں۔!"

"اُوہ.... تو اسکا یہ مطلب ہوا کہ آپ بھی میرے بارے میں سوچتے رہے ہیں۔!"

نہ جانے کیوں میاں صاحب خود کو اچانک پُغد محسوس کرنے لگے تھے۔ عجیب سی ذہنی کشمکش میں مبتلا ہو کر انہوں نے بالآخر ہاتھ پیر ڈال دیئے۔ یعنی اُن کی آنکھوں سے آنسوؤں کا سیلاب اُمڈ پڑا۔

"ارے.... ارے.... یہ کیا....!" فرحانہ اٹھ کر ان کی طرف جھپٹی تھی۔

"یہ کیا ہوا۔!"

میاں صاحب دونوں ہاتھوں سے منہ چھپائے سسکیوں اور ہچکیوں کو روکنے کی کوشش کر رہے تھے۔

"خدا کے لئے چپ ہو جائیے.... یہ آپ نے کیا شروع کر دیا.... کچھ بتایئے بھی تو....!"

میاں صاحب نے کچھ کہنے کی کوشش کی تھی لیکن آواز ایک طویل ہچکی کی صورت اختیار کر گئی۔

فرحانہ سچ مچ بوکھلا گئی تھی۔ اُس نے اٹھ کر دروازہ بند کر دیا تھا اور اب اُن کے قریب ہی کھڑی تھر تھر کانپ رہی تھی۔ اُسے ڈر تھا کہ کہیں میاں صاحب کے رونے کی آواز دوسروں تک نہ پہنچ جائے۔

پھر تو اُس نے انہیں وہیں چھوڑا تھا اور خود دروازہ کھول کر باہر نکل آئی تھی۔ یہاں کئی لڑکیاں کھڑی نظر آئیں۔ شاید میاں صاحب کی طویل ہچکی اُن کے کانوں تک پہنچ گئی تھی۔

"پپ.... پتہ نہیں کیا بات ہے؟" وہ احمقانہ انداز میں بولی۔

"کیا ہوا.... مس....!"

"شش.... شائد.... انہیں اچانک اپنے خاندان والے یاد آگئے ہیں۔!"

ہچکیوں اور سسکیوں کی آوازیں کھلے ہوئے دروازے سے اُن تک برابر پہنچ رہی تھیں۔

پھر جولیا بھی دکھائی دی۔ اور فرحانہ بالکل ہی بدحواس ہوگئی۔

"کیا ہوا.... کیا بات ہے۔!" جولیا نے پوچھا۔

"بب.... بس کیا بتاؤں۔!" فرحانہ اٹک اٹک کر بولی۔ "خود ہی اپنے خاندان والوں کا ذکر چھیڑا تھا اور خود ہی رونے لگے۔!"

"اوہ.... اچھا.... تو اب یہاں سے ہٹ جاؤ۔ انہیں تنہا چھوڑ دو۔ کوئی بھی اُن کے سامنے نہ آئے۔ ورنہ انہیں شرمندگی ہوگی۔"

پھر جولیا ان سبھوں کو اپنے کمرے میں سمیٹ لائی تھی۔

"قابلِ رحم حالت ہے!" ایک لڑکی بولی۔

"ٹریجڈی ہی ایسی ہوئی تھی۔!"

"لیکن مجھے اس پر حیرت ہے کہ اُس وبا کے سلسلے میں حکومت نے کچھ نہیں کیا۔" جولیا نے کہا۔

"واقعی حیرت کی بات ہے! اس پر باقاعدہ طبی بورڈ بیٹھنا چاہیئے تھا جو اسباب کا پتا لگاتا۔" فرحانہ نے کہا۔

"بہر حال! وہ ایک بے حد دکھی آدمی ہیں۔!" جولیا بولی۔ "اضطراری طور پر رو پڑے ہوں گے۔ بعد میں شرمندہ ہوں گے۔ لہذا اُن سے اس کے بارے میں کچھ نہ پوچھا جائے۔!"

"ظاہر ہے کہ یہی ہوگا۔" فرحانہ نے کہا۔



تنویر کی حالت بہتر نہیں تھی۔ اُسے سائیکو مینشن ہی کے میڈیکل وارڈ میں رکھا گیا تھا اور عمران ہی کے محکمے کے بہترین معالج اُس کی دیکھ بھال کر رہے تھے۔

عمران نے اُسے جائے واردات سے ہٹا دینے میں بڑی پھرتی دکھائی تھی کیونکہ پولیس سے مڈبھیڑ نہیں چاہتا تھا۔ پولیس بعد میں پہنچی تھی اور اُسے وہاں دھماکوں کے اثرات اور خون کے دھبوں کے علاوہ کچھ نہیں ملا تھا۔

صوفی عبدالشکور صاف نکل گیا تھا.... اب تو عمران سوچ رہا تھا کہ اُس نے دیدہ دانستہ انہیں تعاقب کی دعوت دی تھی اور مرعوب کرنے کی کوشش کرتا ہوا صاف بچ نکلا تھا۔

اپنے اس خیال کی تصدیق کے لئے اُس نے فون پر تھیلما سے رابطہ قائم کرنا چاہا لیکن دوسری طرف صرف گھنٹی بجتی رہی۔ کسی نے دیر تک ریسیور نہ اٹھایا۔

پھر گاڑی کے رجسٹریشن نمبر کے ذریعے مالک کا پتہ لگانے کی کوشش کی گئی تھی۔ مگر نتیجہ صفر۔ نمبر جعلی ثابت ہوئے اور اُس میک کی سفید گاڑیاں شہر میں لاتعداد رہی ہوں گی۔

اُس نے ایک بار پھر تھیلما کو فون کیا۔ دوسری طرف سے رابطہ قائم ہونے کی آواز کے ساتھ ایک مردانہ آواز سنائی دی تھی۔ اور یہ نادر سلمانی کے علاوہ اور کسی کی آواز نہیں ہو سکتی تھی۔

مصلحتاً عمران کسی امریکن عورت کے سے لہجے اور آواز میں بولا تھا "تھیلما سے ملاؤ۔"

"کون ہے....؟" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"روزا۔!"

"میں کسی روزا کو نہیں جانتا۔!"

"کیا تمہارا جانا ضروری ہے۔ تھیلما کو بلاؤ۔" عمران نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"ہاں، میرا جانا ضروری ہے۔!"

"تم آخر ہو کون۔؟"

"اُس کا شوہر۔!"

"اوہ مسٹر سلمانی.... ہاں! ہم کبھی نہیں ملے۔ تھیلما تمہارا ذکر بڑے پیار سے کرتی ہے لیکن کبھی ملوایا نہیں۔!"

"اچھا.... اچھا.... وہ بیمار ہے.... سو رہی ہے۔!"

عمران نے طویل سانس لی اور مزید کچھ کہے بغیر سلسلہ منقطع کر دیا۔ پھر بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔

"ہیلو۔" بلیک زیرو کی آواز آئی۔

"کیا خبر ہے۔!"

"نگرانی بدستور جاری ہے۔ علامہ آج صبح 9 بجے صرف ایک گھنٹے کے لئے یونی ورسٹی گیا تھا۔ دس بجکر پچیس منٹ پر پھر گھر واپس آ گیا تھا۔ اُس کے بعد سے ابھی تک دوبارہ باہر نہیں نکلا۔!"

"یعنی گھر ہی میں موجود ہے....!"

"جی ہاں....!"

"کیا ثبوت ہے؟"

"میں نہیں سمجھا جناب۔!"

"گھر میں موجودگی کا ثبوت مانگ رہا ہوں۔"

"باہر نہیں نکلا۔!"

"ہو سکتا ہے اس طرح نکلا ہو کہ تمہیں علم ہی نہ ہو سکا ہو۔"

"میک اپ میں وہ اپنی جسامت نہیں چھپا سکتا۔!"

"کیا عمارت کے عقبی حصے کی بھی نگرانی کرا رہے ہو۔؟"

"جی ہاں، نکاسی کے ہر دروازے کی۔!"

"اس کے باوجود بھی تم یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتے کہ وہ یونی ورسٹی سے واپسی کے بعد سے گھر ہی پر رہا ہو۔"

"کیا نگرانی کرنے والوں کو وہ کسی کھڑکی یا دروازے سے نظر آتا رہا ہے.... یا انہوں نے اسے کمپاؤنڈ میں ٹہلتے دیکھا تھا۔"

"تفصیل کا علم مجھے نہیں ہے۔!"

"معلوم کر کے مجھے مطلع کرو۔"

"بہت بہتر جناب۔"

ریسیور رکھا ہی تھا کہ کسی نے دروازے پر دستک دی۔

"کم اِن۔" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔

آپریشن روم کا ایک اسسٹنٹ دروازہ کھول کر اندر داخل ہوا۔ اُس کے ہاتھ میں ایک لفافہ

تھا جسے میز پر رکھ کر خاموشی سے واپس چلا گیا۔ عمران نے لفافہ اٹھایا۔

کوڈ ورڈز میں جولیا کا پیغام تھا۔ جسے ڈی کوڈ کرنے بیٹھ گیا۔

"حالات تیزی سے آگے بڑھ رہے ہیں۔ مرد نے عورت کے سامنے رونا شروع کر دیا ہے۔ میرا خیال ہے کہ وہ اُسے بُری طرح الجھا چکی ہے۔!"

"اتنا مختصر سا پیغام۔" عمران پُر تفکر انداز میں بڑبڑایا تھا۔ "مرد نے عورت کے سامنے رونا شروع کر دیا ہے۔ کیا بات ہوئی.... وہ تو پیدا ہوتے ہی رونا شروع کر دیتا ہے عورت کے سامنے.... ہشت....!"

فون کی گھنٹی بجی.... اور اُس نے ہاتھ بڑھا کر ریسیور اٹھا لیا۔ بلیک زیرو کی کال تھی اور وہ کہہ رہا تھا۔ "نہیں جناب.... بس وہ گھر کے اندر گیا تھا.... پھر اب تک واپسی نہیں ہوئی۔ کسی کھڑکی، دروازے سے بھی نہیں دکھائی دیا۔ عمارت کی زیادہ تر کھڑکیاں روشن ہیں.... اور آج کوئی اُس سے ملنے بھی نہیں آیا۔!"

"نگرانی جاری رکھو۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

ریسیور رکھ ہی رہا تھا کہ اُسے علامہ کا "باورچی" واجد یاد آیا۔ وہ بھی سائیکو مینشن ہی کے کمرے میں قید تھا۔

واجد.... آخر واجد کی اصل حیثیت کیا تھی۔! اُس کے اپنے بیان کے مطابق وہ شہزاد کا ملازم تھا۔ اور شہزاد ہی نے اُسے علامہ کے باورچی کی حیثیت سے کام کرنے کا حکم دیا تھا۔ گویا وہ حقیقتاً شہزاد ہی کا ملازم تھا۔ اور بظاہر اس تقرر کا مقصد یہی تھا کہ واجد علامہ پر نظر رکھ سکے۔ خود واجد نے بھی اس کا اعتراف کیا تھا۔ دوسری طرف شہزاد نے علامہ کے اُن شاگردوں کے سلسلے میں اُس سے سودا کرنا چاہا تھا۔ جو اُس کی قید میں تھے۔ اور پھر وہ مار ڈالا گیا تھا۔ آخر کیوں؟ کیا اس لئے کہ اس نے کوئی غلط قدم اٹھایا تھا۔؟ پھر اگر وہ شہزور کی گولی کا نشانہ بنا تھا تو۔ شہزور اور علامہ کے شاگردوں کے درمیان کسی قسم کا تعلق ہو سکتا ہے؟ اور یہ تعلق براہِ راست ہے یا اس میں علامہ کے واسطے کو بھی دخل ہے؟ یاسمین کی موت کا ذمہ دار علامہ تھا یا شہزور....؟

وہ سوچتا رہا۔ پھر دفعتاً اٹھا اور کمرے سے نکل آیا تھا۔ پہلے تنویر کی خیریت دریافت کی اور

پھر اُس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں برنارڈ کو رکھا گیا تھا۔

تنویر کی وجہ سے سخت تشویش میں مبتلا ہو گیا تھا۔ ابھی تک اُس کی بیہوشی رفع نہیں ہوئی تھی۔ بہت زیادہ خون ضائع ہو گیا تھا۔ سائیکو مینشن کے ڈاکٹر اُس کی جان بچانے کے لئے ہر امکانی تدبیر کر رہے تھے۔

وہ برنارڈ کے کمرے میں داخل ہوا جو ابھی سویا نہیں تھا۔ اُسے دیکھتے ہی ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھا۔

عمران نے اُسے بیٹھنے کا اشارہ کیا تھا۔

"میں تمہارا شکر گذار ہوں....!" برنارڈ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔ "یہاں مجھے کوئی تکلیف نہیں ہے۔!"

"آج اُس نے پھر میرے ایک آدمی کو شدید زخمی کر دیا ہے۔!"

"کس نے۔؟"

"شہزور کی بات کر رہا ہوں۔" عمران اُسے گھورتا ہوا بولا۔

"براہِ راست ٹکراؤ۔!" برنارڈ کے لہجے میں حیرت تھی۔

عمران نے سر کو جنبش دی اور بدستور اُس کی آنکھوں میں دیکھتا رہا۔

"کہاں اور کیسے....؟"

عمران نے پورا واقعہ دہرا دیا۔ برنارڈ متفکر نظر آنے لگا تھا!

تھوڑی دیر بعد وہ بولا۔ "مجھے تو ایسا لگتا ہے جیسے اُس نے خود ہی تم لوگوں کو اپنے تعاقب پر اکسایا ہو۔!"

"اب میں بھی یہی سوچ رہا ہوں۔"

"پورا واقعہ بتاؤ۔!"

عمران نے تھیلما کی کہانی شروع کر دی۔ برنارڈ ہمہ تن توجہ بنا سنتا رہا۔ عمران کے خاموش ہونے پر بولا تھا۔ "اگر وہ تھیلما سے کانٹی نینٹل کے اُس کمرے میں ایک بار ملاقات کر لینے کے بعد بھی وہیں جما رہا تھا تو یقین کرو کہ وہ تمہارا ہی منتظر رہا ہو گا۔ اچھی طرح جانتا تھا کہ تم تھیلما سے سب اگلوا لو گے اور وہ آخری جائے ملاقات کا ذکر تم سے ضرور کرے گی۔!"

"میں بھی اسی نتیجے پر پہنچا ہوں۔!"

"وہ بھیڑیا ہے۔ عمران صاحب۔!"

"کیا تم شہزاد یونٹ کے واجد نامی کسی آدمی سے واقف ہو۔؟"

"نہیں میرے لئے یہ نام نیا ہے۔ کوئی اہم آدمی نہ ہو گا۔!"

"شہزاد نے اُسے علامہ دہشت کی نگرانی پر مامور کیا تھا۔ اور ایسے مواقع فراہم کئے تھے کہ علامہ اُسے باورچی کی حیثیت سے اپنے یہاں ملازم رکھ لے۔"

"تم پہلے بھی علامہ دہشت کا ذکر کر چکے ہو۔ میں نہیں سمجھ سکتا کہ اُس کا ان لوگوں سے کیا تعلق ہو سکتا ہے۔"

"شہزاد اُس کا شاگرد رہ چکا ہے۔"

"اور بھی زیادہ حیرت کی بات ہے کہ وہ اپنے اُستاد کی نگرانی کر رہا تھا۔"

"اس کے علاوہ واجد کی ایک ڈیوٹی اور بھی تھی.... وہ ہر سینچر کی شب کو کسی سفید فام ہپی عورت کو پھانستا تھا اور اُسی ہٹ میں پہنچا دیتا تھا جس میں تم ٹھہرائے گئے تھے۔"

"نہیں!" برنارڈ اُچھل پڑا۔

"میں حقیقت بیان کر رہا ہوں۔!"

"اور میرے اُس ہٹ میں پہنچنے سے قبل ہی واجد تمہارے ہاتھ لگ گیا تھا۔!"

"یہ بھی حقیقت ہی ہے۔"

"خدا کی پناہ.... تو اُس نے تمہیں پھانسنے کے لئے مجھے چارا بنایا تھا۔!"

"صحیح نتیجے پر پہنچے ہو تم۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"کیا واجد کو علم تھا کہ وہ اُن عورتوں کو کس لئے اُس ہٹ میں پہنچا رہا ہے۔!"

"نہیں وہ اس سے لاعلم تھا۔! اُس کا کام صرف اتنا تھا کہ عورتوں کو ہٹ تک پہنچا کر واپس ہو جائے اور یہ جاننے کی کبھی کوشش نہ کرے کہ اُس ہٹ میں کون رہتا ہے۔!"

"یہ ہدایات اُسے کس سے ملی تھیں؟"

"شہزاد سے.... اور وہ سینچر ہی کا دن تھا جب وہ ایک ہپی عورت پر ڈورے ڈالتا ہوا میرے ہاتھ لگا تھا۔ اس لئے اُس رات کوئی عورت اُس ہٹ میں نہیں پہنچ سکی تھی۔!"

"بس تو پھر شہزور نے اندازہ لگا لیا ہو گا کہ کیا ہوا ہے۔!"

"ایسا ہی کچھ ہوا ہے ورنہ وہ تمہیں اُسی ہٹ میں ٹھہرا کر مجھے تمہاری راہ پر ڈالنے کی کوشش نہ کرتا۔!"

"لیکن تم ابھی تک اُس کے ہاتھ نہیں آسکے....اب میں تمہیں بتاتا ہوں کہ وہ بھی تم سے کسی قدر خائف معلوم ہوتا ہے۔ تم نے اُسے خاصی تشویش میں مبتلا کر دیا ہے۔ اوہ ٹھہرو....اب یاد آرہا ہے....اُس نے کسی واجد کا ذکر کیا تھا مجھ سے....اور یہ بھی کہا تھا کہ واجد کو اُس رات اُس کیلئے کوئی کام کرنا تھا لیکن وہ غائب ہو گیا۔ اور یہ شبہ بھی ظاہر کیا تھا کہ کہیں وہ تمہارے ہاتھ نہ لگا ہو۔ کیا وہ گرین بیچ ہوٹل میں تمہارے ہاتھ لگا تھا۔!"

"ہاں....وہیں....!"

"اُسے اس کا بھی علم تھا کہ واجد ساڑھے بارہ بجے تک گرین بیچ ہوٹل میں دیکھا گیا تھا.... اُوہ....خدایا....کتنا شاطر ہے وہ۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔

"اُس کے ہتھ کنڈوں سے تو شیطان بھی پناہ مانگتا ہوگا!" برنارڈ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "کیا خیال ہے تمہارا....میں کس طرح اُس کے قابو میں آیا ہونگا۔ جبکہ میں خود بھی اپنا ذاتی ایک بڑا بزنس رکھتا تھا۔!"

"مجھے اندازہ ہے۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "اُسی بڑے ذاتی بزنس کی بناء پر ایک بار دھر لئے گئے تھے اور پھر حیرت انگیز طور پر رہا ہو گئے تھے۔ بات عدالت تک نہیں پہنچ پائی تھی۔!"

"اُسی مردود نے گرفتار کرایا تھا۔ اور پھر رہائی بھی دلائی تھی، اس طرح اپنا ممنونِ احسان بنا کر اُس نے اپنے کام کرنے پر آمادہ کیا تھا....! اور تمہیں حیرت ہوگی کہ انہی ذمہ دار حضرات نے مجھے گرفتار کیا تھا جنہیں میں باقاعدگی سے بڑی بڑی رقوم ادا کرتا رہتا تھا۔!"

"سب کچھ ہے میری نظر میں....سب جانتا ہوں۔!"

"لیکن افسوس....شاید اُس پر ہاتھ نہ ڈال سکو۔ اُس کی جڑیں بہت گہرائی تک ہیں۔!"

"دیکھا جائے گا۔!"

"عمران جسے تم اُس کی شکست سمجھ رہے ہو کہیں وہ اُس کی حکمت عملی نہ ہو! دیدہ ودانستہ چھوٹ دے کر نکل جاتا ہو۔ اور در اصل ہو کسی خاص موقع کے انتظار میں۔!"

"مجھے اُس کی ذرہ برابر بھی فکر نہیں۔ میں تو زیادہ تر علامہ دہشت میں الجھا رہتا ہوں۔ میری تباہی اُسی سے شروع ہوئی تھی۔ یہ شہزور نہ جانے کہاں سے آکودا۔!"

"لیکن ہم لوگ سوچ بھی نہیں سکتے کہ ہمارا کوئی تعلق یونی ورسٹی کے کسی پروفیسر سے بھی ہو سکتا ہے۔! ویسے ایک بار پھر تمہیں آگاہ کرتا ہوں کہ شہزور کے ساتھ محتاط رہنا۔ اُسے کسی معاملے میں غافل نہ سمجھنا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ....!" عمران کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

برنارڈ اُسے بغور دیکھے جا رہا تھا۔ لیکن کچھ بولا نہیں تھا۔ تھوڑی دیر بعد عمران اٹھتا ہوا بولا۔ "دیکھا جائے گا۔!"

وہ پھر اُسی کمرے میں واپس آیا تھا۔ جو اُس کے لئے مخصوص تھا۔ پُر تفکر انداز میں فون کا ریسیور اٹھایا اور بلیک زیرو کے نمبر ڈائیل کرنے لگا۔!

دوسری طرف سے ریسیور اٹھنے کی آواز سُن کر بولا۔ "ہیلو، بلیک زیرو....بہت احتیاط سے یہ معلوم کرنے کی کوشش کرو کہ ایس پی راشد اور کسٹم کے ڈی سی راجن بھی علامہ کے شاگرد رہ چکے ہیں یا نہیں۔"

"بہت بہتر جناب۔!"

"صبح تک رپورٹ دے سکتے ہو۔" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کر دیا۔



تھیلما بستر پر چت پڑی ہوئی تھی۔ آنکھیں کھلی ہوئی تھیں لیکن کچھ سجھائی نہیں دیتا تھا... جاگ رہی تھی۔ پوری طرح ہوش میں تھی۔ آوازیں بھی سُن رہی تھی۔ لیکن آنکھوں کو کیا ہو گیا تھا زرد رنگ کا ایک بڑا سا روشن دائرہ تھا جو مسلسل آنکھوں کے سامنے گردش کئے جا رہا تھا صرف روشن دائرہ اور کچھ بھی نہیں۔ دونوں ہاتھ ادھر پھیلا کر اُس نے بستر کو ٹٹولا تھا اور زور زور سے چیخنے لگی تھی۔ پھر نادر سلمانی کا نام لے کر پکارا تھا۔

"کیا بات ہے! کیوں چیخ رہی ہو۔!" اُس نے سلمانی کی آواز سنی۔

"میں کہاں ہوں.... مجھے کیا ہو گیا ہے۔!"

"تم اپنے بستر پر لیٹی ہو.... لیکن میں کیا بتا سکوں گا کہ تمہیں کیا ہو گیا ہے۔!"

"یہ کیسا روشن دائرہ ہے.... تم کہاں ہو.... مجھے نظر کیوں نہیں آ رہے....!"

"نہ یہاں کوئی روشن دائرہ ہے.... اور نہ میں تمہاری نظروں سے اوجھل ہوں۔ تم مجھے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے جا رہی ہو۔!"

"میری بینائی.... میری بینائی۔!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی۔

"ہائیں تو کیا اندھی ہو گئی ہو۔!"

"خاموش رہو....!" وہ حلق پھاڑ کر دھاڑی تھی۔ "مجھے یاد آ گیا ہے میری گردن پر تم نے کوئی وزنی چیز ماری تھی۔!"

"اور تم فوراً ہی بیہوش ہو گئی تھیں۔!" سلمانی چہک کر بولا۔

"مجھے کچھ نہیں دکھائی دیتا۔ میں تمہیں مار ڈالوں گی۔!"

"کوشش کرو....!" وہ پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔ "اگر تم ہمیشہ کے لئے اندھی ہو گئی ہو تو مجھے بے حد خوشی ہو گی۔!"

"چپ رہو درندے۔!"

"میں بیچارہ پدّی.... تم مجھے درندہ کہہ رہی ہو۔!"

"خاموش رہو.... میری آنکھیں.... میری آنکھیں۔ میں عدالت کا دروازہ کھٹکھٹاؤں گی۔ تمہاری ضرب سے میں اندھی ہو گئی۔!"

"نہیں چرس کے دھوئیں نے تمہارا یہ حشر کیا ہے۔ اب بلاؤ اُس منحوس ہپی کو.... کوبرا.... ہونہہ.... عنقریب اُس کا بھی یہی حشر ہو گا میرے ہاتھوں۔!"

"چلے جاؤ.... یہاں سے۔!"

"فون نمبر بتاؤ اُس کا.... اُسے بھی خوش خبری سنا دوں کہ اب تم اُس کے فولادی ڈھانچے کو نہیں دیکھ سکو گی۔!"

"میں تمہیں مار ڈالوں گی۔!" وہ چنگھاڑتی ہوئی اٹھ گئی۔

"پڑی رہو چپ چاپ ورنہ دیواروں سے ٹکرا کر مر جاؤ گی۔!"

"سلمانی! میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گی۔"

"سلمانی تو کب کا مر چکا ڈارلنگ.... یہ اُس کا بھوت ہے اور کسی بھوت کو مار ڈالنا ناممکن۔!"

"میں کہتی ہوں چلے جاؤ یہاں سے۔!"

"پھر اندھی کی لاٹھی کون بنے گا۔ وہ فولادی ڈھانچہ یا یہ حقیر پدی۔!"

"میری آنکھیں.... میری آنکھیں۔!" وہ پھر ہذیانی انداز میں چیخنے لگی۔

پھر چکرا کر گری تھی اور دوبارہ بیہوش ہو گئی تھی۔

سلمانی کے دانت نکل پڑے۔ عجیب سی وحشیانہ مسرت اُسکی آنکھوں میں رقص کر رہی تھی۔

وہ بستر کے قریب ہی کھڑا اُسے دیکھے جا رہا تھا.... دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی۔

اُس نے جھپٹ کر ریسیور اٹھا لیا۔

لیکن دوسری طرف کی آواز سن کر اُس کی آنکھوں میں مایوسی مترشح ہونے لگی تھی۔

"کون ہے؟" اُس نے بے دلی سے پوچھا۔

"کیا سلمانی صاحب ہیں۔؟"

"ہاں میں ہی بول رہا ہوں۔"

"میں ہوں بیچارہ ذہنی مریض۔"

"اُوہ.... کیا بات ہے۔!"

"کیا پوری بات اب بھی آپ کی سمجھ میں نہیں آئی۔"

"کیا کہنا چاہتے ہو۔"

"یہی کہ میں بھی اُسی مردود کا ستایا ہوا ہوں جس کے منحوس سائے نے آپ کی زندگی تلخ کر رکھی ہے۔"

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہہ رہے ہو....؟"

"کیا اُس کی کوئی کال آئی تھی۔!"

"کس کی کال۔!"

"کوبرا کی۔!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"میری مراد اُس ہی سے ہے جسے آپ کی بیگم صاحبہ کو برا کے نام سے جانتی ہیں۔!"

"تم ہو کون۔!"

"وہی جس کا کھیل آپ نے بگاڑ دیا تھا۔ آپ نے نہیں بلکہ آپ کی گاڑی نے۔"

"اوہ.... تو تم ہو۔!"

"جی ہاں۔!"

"دوپہر کو اُس کی کال آئی تھی۔!"

"کیا کہہ رہا تھا۔!"

"مجھ سے کچھ بھی نہیں کہا تھا۔ تھیلما سے بات کرنا چاہتا تھا۔!"

"اور وہ موجود نہیں تھیں۔"

"یہی سمجھ لو۔!"

"کچھ اندازہ ہے کہ کال کہاں سے آئی تھی۔!"

"نہیں.... یہ تو معلوم ہی نہیں ہونے دیتا۔ میں تم سے ملنا چاہتا ہوں۔"

"فی الحال ناممکن ہے.... وہ بھی میری طرف سے غافل نہیں ہے۔!"

"ذہنی مریض کا کیا قصہ تھا۔!"

"میرا ہی ایک آدمی تھا جو اُس کے ایک ٹھکانے کی نگرانی کر رہا تھا! توقع تھی کہ وہ خود ہی اُس کی خبر لینے ستنام ہاؤز پہنچے گا۔ لیکن اُس نے اپنا ایک آدمی بھجوا دیا تھا! بہر حال اب وہ آدمی زیر حراست ہے۔ لیکن وہ بھی اُس کے اصل ٹھکانے سے واقف نہیں ہے۔"

"لیکن میں ایک ایسی عورت کو جانتا ہوں جو شائد واقف ہو۔! لیکن اگر میں چاہوں کہ مجھے بتادے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔!"

"آہا۔ مجھے بتاؤ.... اُگلوا لینا میرا کام ہوگا۔!"

"ڈورا کرسٹی... آسٹریلین بوتیک کی مالکہ..! بوتیک کے اوپر والے فلیٹ میں رہتی بھی ہے۔!"

"عمارت کہاں ہے۔" دوسری طرف سے پوچھا گیا۔

"عالمگیر روڈ پر شاہین بلڈنگ....!"

"بہت بہت شکریہ.... لیکن تمہیں اس کے بارے میں کیسے معلوم ہوا....!"

"تھیلما سے! کبھی کبھی وہ بہت زیادہ نشے کی حالت میں اُسے گالیاں دیتی ہوئی سنی جاتی ہے۔!"

"کوئی اور وجہ بھی ہوسکتی ہے۔!"

"نہیں.... سو فیصد کو برا.... صرف گالیوں ہی پر اکتفا نہیں کرتی.... بعض کہانیاں بھی دہراتی ہے۔!"

"اچھا.... شکریہ....!"

"میں تم سے کہاں مل سکتا ہوں۔!" سلمانی نے پوچھا تھا لیکن اپنا جملہ پورا ہونے سے پہلے ہی سلسلہ منقطع ہونے کی آواز سن لی تھی۔ ریسیور رکھ کر اُس نے طویل سانس لی اور کمرے سے نکل آیا۔ خیالات میں کھویا ہوا سٹنگ روم میں جا بیٹھا۔ وہ سوچ رہا تھا کہ اگر تھیلما سچ مچ اپنی بینائی کھو بیٹھی ہے تو وہ بڑی دشواری میں پڑ جائے گا۔ وہ ضرور عدالت سے رجوع کرے گی۔

کچھ دیر بعد پھر تھیلما کی خواب گاہ میں داخل ہوا تھا لیکن تھیلما بستر پر نہ دکھائی دی۔ اُس نے باتھ روم کے دروازے کی طرف دیکھا! اور سامنے والی کرسی پر بیٹھ گیا! تھوڑی دیر بعد تھیلما باتھ روم سے برآمد ہوئی تھی۔ اُس کے بال بھیگے ہوئے تھے۔ شائد سر دھویا تھا۔

"مجھے آواز دے لی ہوتی۔!" سلمانی نے مغموم لہجے میں کہا تھا۔

وہ کچھ نہ بولی۔ اندھوں کی طرح ٹٹولتی ہوئی بستر کی طرف بڑھتی رہی۔ سلمانی کرسی سے اٹھ کر اس کی جانب بڑھا تھا۔ اچانک تھیلما اُس پر ٹوٹ پڑی۔ حملہ قطعی غیر متوقع تھا! سلمانی گڑبڑا کر ڈھیر ہوگیا۔ اور وہ اسے دبوچ بیٹھی۔

"اپ بتاؤ....!" وہ دانت پیس کر بولی تھی۔ "کیا میں تمہیں زندہ چھوڑ دوں گی۔!"

"ڈ.... ڈاکٹر.... کو فون کیا ہے میں نے.... ماہر امراضِ چشم۔!"

"دانتوں کی مرمت کرنے والے کو فون کیا ہوتا.... کیونکہ اب تمہاری شکل مشکل ہی سے پہچانی جاسکے گی۔" کہتے ہوئے اُس نے اُس کے چہرے پر سچ مچ مکے مارنے شروع کر دیئے تھے۔! سلمانی سے کہیں زیادہ طاقتور تھی.... لہٰذا وہ بے بسی سے پٹتا رہا.... پٹتا رہا اور حلق پھاڑ پھاڑ کر اپنی مادری زبان میں اُسے نوازتا بھی رہا۔

"تم سمجھے تھے شائد میں سچ مچ اندھی ہوگئی ہوں.... وہ وقتی اثر تھا نشے اور اُس چوٹ کا جو میری گردن پر لگی تھی.... سر پر ٹھنڈا پانی ڈالتے ہی پھر دیکھنے لگی ہوں۔!"

"چھوڑو مجھے۔" وہ اُس کی گرفت سے نکل جانے کے لئے مچلا تھا۔

"میں نے کبھی تمہیں اتنی بے دردی سے نہیں مارا تھا۔ اگر میری گردن کی ہڈی ہی ٹوٹ جاتی تو۔!"

"میں نے آہستہ سے مارا تھا۔ تم بہت زیادہ نشے میں تھیں۔!"

"مت بکواس کرو جھوٹے....!"

"میں قانون داں ہوں....ایسی حماقت نہیں کر سکتا۔ تم بہت زیادہ نشے میں تھیں۔!"

"کچھ بھی ہو....! میں تمہارا چہرہ اس حد تک بگاڑ دوں گی کہ تم کئی دنوں تک گھر سے باہر نہ نکل سکو گے۔!"

"نہیں.... نہیں۔!" وہ خوفزدہ سی آواز میں چیخا۔

لیکن اُس کے بڑھے ہوئے ناخن سلمانی کے چہرے پر خراشیں ڈالنے لگے تھے۔!



جیمسن سومیمنگ پول کے کنارے بیٹھا ظفرالملک کو ڈائیو کرتے دیکھ رہا تھا۔ ایک لڑکی سے اُس کا مقابلہ شروع ہو گیا تھا۔ دوسرے ڈائیو کرنے والوں نے اس شغل سے کنارہ کشی اختیار کر لی تھی اور صرف تماشائی بن گئے تھے۔

دراصل سیدھی سادی ڈائیونگ ہو رہی تھی۔ ایک سفید فام لڑکی نے قلابازی کھانے کا مظاہرہ شروع کر دیا۔ دوسری بار ظفرالملک نے دو قلابازیاں کھائیں۔ لڑکی نے اپنی باری میں تین قلابازیوں کی کوشش کی تھی لیکن ناکام رہی۔ ظفرالملک نے تین پوری کر دکھائیں۔ لڑکی نے ہمت نہیں ہاری تھی۔ برابر کوشش کئے جا رہی تھی۔ آخر کار کچھ دیر بعد اُسے کامیابی ہو گئی۔ ظفرالملک نے جیمسن کو آنکھ ماری تھی اور پھر سیڑھیوں کی طرف دوڑ گیا تھا۔ اس بار اُس نے چار قلابازیاں کھائی تھیں... اور تیرتا ہوا کنارے پر پہنچ گیا تھا.... اچھل کر جیمسن کے برابر جا بیٹھا۔

"کیا فائدہ ہوا.... یور ہائی نس...." جیمسن نے خشک لہجے میں پوچھا۔

"تم پر ہر وقت فائدہ اور نقصان کیوں سوار رہتا ہے۔"

"چوتھی اُس سے نہیں ہو سکے گی اور پانچویں کا تو سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ کہیں ریڑھ کی ہڈی نہ توڑ بیٹھے۔"

"لیکن....وہ دیکھو....وہ اوپر پہنچ گئی ہے۔"

لڑکی نے چھلانگ لگائی لیکن اس بار تین قلابازیاں بھی نہ ہو سکیں۔ دو ہی کر پائی تھی۔!

دفعتاً کسی جانب سے ایک سفید فام غیر ملکی ان کے قریب آ دھمکا اور ظفرالملک سے بولا۔ "یہ تم نے کیا شروع کر دیا ہے۔!"

"کیا اس پر کوئی پابندی ہے۔" ظفرالملک کا لہجہ کسی قدر تیکھا تھا۔

"اُس پر رحم کرو.... اور یہاں سے چلے جاؤ۔!"

"بڑی عجیب فرمائش کی ہے تم نے۔!"

"میں استدعا کرتا ہوں۔!"

"ہم جا رہے ہیں۔!" جیمسن اٹھتا ہوا بولا۔

ظفرالملک نے اُسے گھور کر دیکھا تھا لیکن پھر اُسے بھی اٹھنا ہی پڑا تھا۔ جیمسن اس طرح نہ اٹھ جاتا تو شائد اس اجنبی کی بکواس پر توجہ تک نہ دیتا۔

وہ تیزی سے اُس طرف چل پڑے تھے۔ جہاں انہوں نے اپنے سوٹ رکھے تھے۔ جیمسن تھا تو پیراکی کے لباس میں لیکن اُس نے پانی میں قدم تک نہیں رکھا تھا۔ اُس کا قول تھا۔ "پانی اتنا ہی ہونا چاہئے کہ ڈاڑھی نہ بھیگنے پائے۔" ڈاڑھی کے بھیگ جانے کو پانی سر سے گذر جانے کے مترادف سمجھتا تھا۔

"اس گدھے پن کے مظاہرے کا مطلب۔!" ظفرالملک نے غصیلے لہجے میں پوچھا۔

"اور نہیں تو کیا پانی میں کودنے کے سلسلے میں اُس سے جھگڑا کرتے، کتنی غیر فلسفیانہ بات ہوتی یور ہائی نس۔!"

"کیا مطلب....!"

"آپ خود سوچئے، کتنی مضحکہ خیز بات ہے۔ قلابازیوں پر جھگڑا....!"

"بس خاموش رہو....!"

"وہ تو رہتا ہی ہوں۔ لیکن آپ بولنے پر مجبور کر دیتے ہیں۔ آج کل میں ڈیاجینز کو پڑھ

رہا ہوں۔!"

"صورت سے بھی کباڑی ہی لگنے لگے ہو۔!"

"لینگویج پلیز.....!"

"ساری تفریح برباد کرادی۔!"

"آپ ہمیشہ بھول جاتے ہیں کہ کس کام کے لئے نکلے تھے۔"

"تم نے کام میں تو خلل ڈالا ہے۔" ظفرالملک بھنا کر بولا۔

"میں نہیں سمجھا۔"

"یہ وہی عورت ہے جس سے جان پہچان پیدا کرنے کا حکم ملا تھا۔!"

"یعنی ڈورا کرسٹی.... آسٹریلین بوتیک والی۔"

"ہاں وہی ہے....!"

"تو حضور والا جان پہچان پیدا کر رہے تھے یا اُسے اپنا دشمن جانی بنا رہے تھے۔"

"خاموش رہو۔"

"ٹھہر جاؤ.... تم دونوں پلیز...." عقب سے آواز آئی وہ رُک گئے۔

وہی سفید فام لمبے لمبے ڈگ بھرتا ہوا اُن کی طرف بڑھا آ رہا تھا۔ جس نے انہیں سوئمنگ پول سے ہٹ جانے کا مشورہ دیا تھا۔!

"مجھے بے حد افسوس ہے۔!" وہ قریب پہنچ کر بولا۔

"کوئی بات نہیں۔" جیمسن نے خوش اخلاقی ظاہر کرنے کے لئے دانت نکالے۔

"دراصل وہ بہت ضدی ہے۔! اگر آپ لوگ وہاں موجود رہتے تو مجھے یقین ہے کہ وہ خود کو نقصان پہنچا بیٹھتی۔"

"ضدی عورتیں مجھے پسند ہیں۔" ظفرالملک بولا۔ "کیا وہ آپ کی مسز ہیں۔!"

"میرا نام مائیکل ہے، لیکن وہ میری بیوی نہیں ہے۔ بزنس پارٹنر سمجھ لیجئے۔ ہم دونوں ایک بوتیک چلا رہے ہیں۔ آسٹریلین بوتیک۔ شائد نام سنا ہو۔ میں جلد کا اسپیشلسٹ ہوں۔ جلد کی رنگت بدل دیتا ہوں۔ شرطیہ طور پر.... انہی خصوصیت کی بناء پر ہمارے بوتیک نے شہرت پائی ہے۔!"

"بڑی خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔" جیمسن نے مصافحے کے لئے ہاتھ بڑھاتے ہوئے کہا۔

"میرا نام جیمسن ہے.... اور یہ میرے باس پرنس ظفرالملک۔!"

"پرنس....!" مائیکل کے لہجے میں حیرت تھی۔

"ہاں! گریٹ مغل کی اولاد ہیں۔!"

"اوہ....!" وہ پرجوش انداز میں بولا۔ "یہی تو میں سوچ رہا تھا کہ ناک کی بناوٹ.... اور آنکھوں کی کشید.... خدا کی پناہ.... گریٹ مغل کی اولاد.... بڑی خوشی ہوئی جناب یور ہائی نس۔"

اُس نے بڑی گرم جوشی سے مصافحہ کیا تھا۔

ظفرالملک کو جیمسن کی اس حرکت پر غصہ آ گیا۔ اس طرح تعارف کرانے کی کیا ضرورت تھی۔ گریٹ مغل کی اولاد لنگوٹی لگائے کھڑی ہے لاحول ولا قوۃ۔!

"میں بے حد شرمندہ ہوں پرنس! اُسے معلوم ہو گا تو اُس کا بھی یہی حال ہو گا۔ وہ تو قدیم نسلوں کی شیدائی ہے۔ واہ گریٹ مغل۔"

"اب کیا فائدہ ان باتوں سے ہماری حکومت تو ختم ہو چکی۔!" ظفرالملک زبردستی مسکرا کر بولا۔

"اوہ.... یہی تو بات ہے۔ گریٹ مغل کی حکومت اب بھی دلوں پر باقی ہے.... کبھی ہمارے بوتیک میں تشریف لائیے.... آہا.... یہ بتانا تو بھول ہی گیا کہ ڈورا آج کل مغل طرزِ آرائش پر ریسرچ کر رہی ہے....!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔" جیمسن جلدی سے بولا۔ "میں انہیں مدد دے سکتا ہوں.... طرزِ آرائش کی تو چھوڑیئے.... آپ کا سبجیکٹ بھی میری نظر میں ہے.... میں آپ کو بتاؤں گا کہ مغل شہزادیاں کس طرح اپنی جلد کی حفاظت کرتی تھیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔ کیوں نہ ہم اسی وقت مل بیٹھیں۔" مائیکل نے کہا۔

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔" ظفرالملک نے کہا۔ "سوئمنگ پول ہی پر ہماری میز مخصوص ہے۔ میز نمبر گیارہ.... آپ دونوں وہاں ہمارا انتظار کر سکتے ہیں۔ ہم لباس تبدیل کر کے پہنچ جائیں گے۔"

"ایسے بھی کیا حرج ہے۔!" جیمسن بول پڑا۔

"تم اچھی طرح جانتے ہو کہ میں پانی ہی میں اس طرح رہ سکتا ہوں....!" ظفر نے غصیلے

لہجے میں کہا۔

"معافی چاہتا ہوں یور ہائی نس۔!" جیمسن گڑگڑایا۔

مائیکل سوئمنگ پول کی طرف پلٹ گیا تھا۔ اور وہ اپنے لباس پہننے کے لئے چل پڑے تھے۔

"کیسی رہی۔۔۔۔!" جیمسن بولا۔

"ٹھیک ہی رہی۔۔۔۔ لیکن تم خود کو قابو میں رکھو گے۔!"

"مجھے آپ پر نظر رکھنی پڑے گی کہ کہیں آپ بے قابو نہ ہو جائیں۔!"

"مت بکواس کرو۔!"

"آخر چکر کیا ہے۔!"

"فی الحال اس سے رسم وراہ بڑھانے کی ہدایت ملی ہے۔"

"مقصد۔۔۔۔!"

"میں نہیں جانتا۔۔۔۔ اور نہ جاننے کی ضرورت سمجھتا ہوں۔"

"ہز میجسٹی کہاں تشریف رکھتے ہیں۔" جیمسن نے پوچھا۔ وہ عمران کو یور میجسٹی کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔

"ہدایت میں یہ بھی شامل ہے کہ ان کے فلیٹ کی طرف رخ بھی نہ کیا جائے۔"

"پتا نہیں یہ سرکاری معاملہ ہے یا خالص رومانی۔!"

"آخر ہز میجسٹی بھی تو گوشت پوست ہی رکھتے ہیں۔!"

"اور میرے توسط سے عشق کرنا چاہتے ہیں۔!" ظفر الملک بھنا کر بولا۔

"کیا مضائقہ ہے۔۔۔۔ آدمی ہی آدمی کے کام آتا ہے۔"

ظفر الملک کچھ نہ بولا۔ جیمسن بسا اوقات "بکواس برائے بکواس" شروع کر دیتا تھا۔ یہ محسوس کر لینے کے بعد ظفر الملک خاموش ہی رہنے میں عافیت سمجھتا تھا۔۔۔۔ ورنہ اس کی زبان کولہو کے بیل کی طرح چلتی ہی رہتی تھی۔

سوٹ پہن کر وہ پھر سوئمنگ پول کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور انہوں نے ان دونوں کو دور ہی سے دیکھ لیا جو ان کی مخصوص کرائی ہوئی میز کے گرد بیٹھے ہوئے تھے۔

"ہم نے تو سوٹ پہن لئے لیکن وہ دونوں ابھی تک غیر مہذب ہی نظر آ رہے ہیں۔" جیمسن

نے کہا۔

"کیا فرق پڑتا ہے۔" ظفر بولا۔

"میرے لئے تو پڑتا ہے فرق کیونکہ میں گریٹ مغل کی اولاد نہیں ہوں۔"

"تم نے بیہودگی کر کے اچھا نہیں کیا۔"

"یہی بیہودگی کام آئی ہے۔ ورنہ اتنی جلد مل بیٹھنا نصیب نہ ہوتا۔ آپ کی قلابازیوں نے تو اسے متنفر ہی کر دیا تھا۔"

قریب پہنچے تو دونوں نے اٹھ کر ان کا استقبال کیا تھا اور ڈورا چہک کر بولی تھی۔ "میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی۔!"

"میرا اسیکریٹری زبان دراز ہے۔" ظفر الملک نے کہا۔

"آپ کی مہارت کا لوہا پہلے ہی مان چکی تھی۔" ڈورا نے کہا۔

"بیٹھئے۔۔۔۔ بیٹھئے۔۔۔۔!" ظفر ہاتھ ہلا کر بولا۔ "آپ کا اسٹائل مجھے بہت پسند آیا تھا۔ اور میں چاہتا تھا کہ آپ ڈائیو کرتی رہیں۔۔۔۔ اسی لئے وہ حرکت کی تھی۔۔۔۔ ورنہ میں اسے چھچھورا پن سمجھتا ہوں۔!"

"مجھے شرمندہ نہ کیجئے۔"

"کیا پئیں گے آپ لوگ۔"

"فی الحال کچھ بھی نہیں۔" مائیکل نے کہا۔ "ہم صرف باتیں کرنا چاہتے ہیں۔۔۔۔ ڈورا، یہ مسٹر جیمسن طرزِ آرائش پر تحقیق کے سلسلے میں تمہیں مدد دے سکیں گے۔!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہے۔!"

"اور ان کے پاس وہ طریقے بھی محفوظ ہیں جنہیں بروئے کار لا کر مغل شہزادیاں اپنی جلد کو ملائم اور خوبصورت رکھتی تھیں۔!"

"بے شمار نسخے مجھے زبانی یاد ہیں۔" جیمسن ڈاڑھی کھجاتا ہوا بولا۔

"کیا آج آپ کا بوتیک بند ہے۔" ظفر الملک نے پوچھا۔

"ہفتے میں صرف پانچ دن کام کرتے ہیں۔۔۔۔ دو دن کی چھٹی۔۔۔۔ کل بھی بند رہے گا بوتیک۔۔۔۔" مائیکل نے جواب دیا۔

"ٹھیک اُسی وقت ایک ویٹر نے اُن کے قریب آ کر ظفر الملک سے کہا تھا۔ "آپ کی کال ہے جناب۔!"

"اوہ.... اچھا.... معاف کیجئے گا.... میں ابھی آیا۔" ظفر اٹھتا ہوا بولا۔ اس ہوٹل میں وہ جانی پہچانی شخصیت تھا۔

ڈائننگ ہال کے کاؤنٹر پر پہنچ کر اُس نے کال ریسیو کی تھی۔ دوسری طرف سے عمران کی آواز آئی۔ "بہت تیزی دکھا رہے ہو۔!"

"آپ کہاں ہیں....!"

"تمہارے آس پاس ہی.... اپنے جیمبو جھینگے کو قابو میں رکھنا....!"

"اس کے بعد کیا کرنا ہے۔!"

"بتا دیا جائے گا۔ اس وقت بات کرنے کی ضرورت یوں محسوس ہوئی کہ ایک آدمی تم دونوں میں دل چسپی لے رہا ہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"لڑکی کے ساتھی نے جیسے ہی تمہیں روک کر گفتگو شروع کی تھی.... وہ تمہاری طرف متوجہ ہو گیا تھا.... اور اب باقاعدہ طور پر تمہاری نگرانی کر رہا ہے۔!"

"کون ہے....؟"

"اس کی فکر نہ کرو.... اُسے میں دیکھ لوں گا۔! بس تم اس کا خیال رکھنا کہ آج کی ملاقات اس ہوٹل ہی تک محدود رہے۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"کیا اسی وقت اتنے ناسمجھ ہو گئے ہو یا پہلے بھی تھے! احمق آدمی میں یہ کہہ رہا تھا کہ ان کے ساتھ کہیں جانا مت۔!"

"بہت بہتر....!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو گیا.... اور وہ ریسیور رکھ کر گدی سہلاتا ہوا سوئمنگ پول کی طرف چل پڑا۔

یہاں جیمسن نے جلد کو ملائم رکھنے والے نسخے چھیڑ رکھے تھے۔ کہہ رہا تھا۔

"اونٹ کی مینگنی کو جلا کر الکلی میں تبدیل کر لیجئے.... اور پھر اُسے خالص شہد میں ملا لیجئے۔ پاسٹر تیار ہو گیا۔ رات کو سوتے وقت چہرے پر لیپ کیجئے اور صبح اٹھ کر بھیڑ کے دودھ سے منہ دھو ڈالئے۔!"

"یہ سب کچھ تو آسان ہے.... لیکن بھیڑ کا دودھ....!" ڈورا نے احتجاج کیا۔

"مغل شہزادیوں کے لئے کچھ مشکل نہ تھا.... میک اپ کی بھیڑوں کا ریوڑ الگ سے ترتیب دیا جاتا تھا۔"

"جو ہمارے لئے ممکن ہو مسٹر جیمسن۔" مائیکل نے کہا۔ "کوئی ایسا نسخہ بتائیے۔!"

"ایسا کوئی نسخہ زبانی یاد نہیں.... لیکن ایسے نسخے بھی فراہم کر سکوں گا۔!"

"بہت بہت شکریہ۔!"

ظفر عمران کی کال ریسیو کرنے کے بعد سے اور بھی سنجیدہ ہو گیا تھا۔ لیکن اُس نے یہ معلوم کرنے کی کوشش نہیں کی تھی کہ اُس کی نگرانی کون کر رہا تھا۔

اس نے جیمسن سے کہا۔ "فیکٹری سے کال آئی تھی۔ ورکرز نے ہڑتال کی دھمکی دی ہے۔!"

جیمسن نے نتھنے پھلائے تھے اور بُرا سا منہ بنا کر بولا تھا۔ "ہڑتال ضرور ہو گی۔!"

"خاموش رہو۔ تمہیں جرأت کیسے ہوئی ایسی بات کہنے کی۔!"

"میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں یور ہائی نس....!"



اگر تھیلما جوش رقابت میں سلمانی کے سامنے ڈورا کرسٹی کو گالیاں دے سکتی تھی تو شہزور اس سے کس طرح لاعلم رہ سکا ہو گا۔ تھیلما نے کبھی نہ کبھی اُس پر بھی بات واضح کر دی ہو گی کہ وہ اُسکے اور ڈورا کرسٹی کے تعلقات کے بارے میں جانتی ہے۔!

اسی نظریئے کے تحت عمران نے براہِ راست ڈورا سے رابطہ قائم کرنے کی بجائے ظفر الملک کے ذریعے حالات کا مشاہدہ کرنے کی کوشش کی تھی.... اور پھر یہ بات اُس پر واضح ہو گئی تھی کہ شہزور نے یہ خانہ بھی خالی نہیں چھوڑا۔

اُس کے آدمیوں نے ڈورا کے ملنے جلنے والوں پر نظر رکھنی شروع کر دی تھی۔

اس وقت عمران اُس شخص کا تعاقب کر رہا تھا جس نے ظفر الملک اور جیمسن کا تعاقب اُن کی قیام گاہ تک کیا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے اپنی موٹر سائیکل وہیں روک رکھی تھی۔ اور نیم پلیٹ پر ظفر الملک کا نام پڑھنے کی کوشش کرتا رہا تھا۔ عمران نے اپنی گاڑی اُس سے خاصے فاصلے پر روکی تھی۔

موٹر سائیکل حرکت میں آئی تو اُس نے بھی انجن اسٹارٹ کیا، لیکن اُس آدمی نے تو پھر اسی ہوٹل کا رخ کیا تھا جہاں سے روانگی ہوئی تھی۔

ڈورا اور اس کا پارٹنر اب بھی وہیں تھے.... شائد انہوں نے چھٹی کا دن وہیں گذارنے کا فیصلہ کیا تھا۔

عمران نے بھی وہیں ڈیرا ڈال دیا.... ریڈی میڈ میک اپ میں تھا۔ اس لئے دوسروں سے الگ تھلگ ہی رہنا چاہتا تھا۔ اس میک اپ میں شکل ایسی خوفناک ہو جاتی تھی کہ دوسروں کی نظریں بار بار اُسی کی طرف اٹھنے لگتی تھیں۔

تھوڑی ہی دیر بعد وہ اکتا گیا۔ ضروری نہیں تھا کہ وہ آدمی اُن دونوں کے وہاں سے ہٹنے سے قبل بھی کچھ اور کرتا۔ گویا حقیقتاً وہ ڈورا کرسٹی کی نگرانی اس نقطہ نظر سے کر رہا تھا کہ اگر کوئی اجنبی اُس میں دل چسپی لے تو اس کا نام اور پتہ معلوم کرنے کی کوشش کرے ورنہ وہ صرف ظفر الملک کی قیام گاہ تک جا کر کیوں پلٹ آتا۔

بہر حال اُسے جو کچھ معلوم کرنا تھا کر چکا تھا۔ اب کسی ماتحت کو اس کی نگرانی پر مامور کیا جا سکتا تھا۔

بلیک زیرو سے فون پر گفتگو ہوئی تھی اور اُسے اُس آدمی سے متعلق ہدایات دے کر وہ کسی کی آمد کا منتظر رہا تھا۔ بیس منٹ گذرنے کے بعد اُس نے ٹوائیلٹ کا راستہ لیا....!

یہاں اُس نے ریڈی میڈ میک اپ نکال کر جیب میں رکھا تھا اور واش بیسن پر جھک کر منہ دھونے لگا تھا....! پھر سیدھا ہو کر چہرہ خشک کر رہا تھا کہ کیپٹن خاور دکھائی دیا! ہدایت کے مطابق وہ اُسی جگہ پہنچا تھا جہاں بلیک زیرو نے اُسے عمران سے ملنے کو کہا تھا۔

"دن میں کتنی بار منہ دھویا جاتا ہے۔" اُس نے ہنس کر پوچھا۔

"جتنی بار کوئی نئی لڑکی سامنے آتی ہے۔ پھر دوسری کے لئے منہ دھو رکھتا ہوں۔!"

"محاوروں کے صحیح استعمال کا سلیقہ ہوتا جا رہا ہے۔!"

"ایک کا نام سلیقہ بھی ہے.... بہر حال اب تو منہ دھو ہی چکا ہوں۔ دیر تک تمہاری شکل نہیں دیکھ سکتا.... سوئیمنگ پول کی نشستوں میں سے ایک پر ایک آدمی ہے۔ جس کی نگرانی تمہیں کرنی ہے۔ نیلے کوٹ اور سرخ ٹائی والا.... بائیں گال پر چوٹ کا واضح نشان ہے جو دور سے بھی نظر آتا ہے.... بس اب جاؤ۔!"

خاور کے چلے جانے پر اُس نے دوبارہ ریڈی میڈ میک اپ ناک پر فٹ کیا تھا اور سوئیمنگ پول کے قریب سے گذرے بغیر پارکنگ پلاٹ کی راہ لی تھی۔

گاڑی میں بیٹھتے وقت بھی فیصلہ نہ کر سکا کہ اب اُسے کیا کرنا چاہئے۔

ایس.... پی راشد اور کسٹم کے ڈی۔ سی راجن کے متعلق بلیک زیرو کی رپورٹ مل چکی تھی۔ دونوں علامہ کے شاگرد رہ چکے تھے۔ لیکن اس کا کوئی ثبوت نہ مل سکا تھا کہ اب بھی علامہ سے قریبی تعلقات رکھتے ہوں۔!

"علامہ....!" وہ دانت پر دانت جما کر بڑبڑایا اور گاڑی کا انجن اسٹارٹ کر دیا۔

شیلا اور پیٹر اب بھی رانا پیلس ہی میں تھے۔ ایک بار پھر اُس کا ذہن پیٹر کی طرف متوجہ ہو گیا! عمران اُس سے ابھی تک علامہ کے خلاف کچھ بھی نہیں اگلوا سکا تھا۔ وہ برابر یہی کہے جا رہا تھا کہ علامہ کا کوئی تعلق نہیں ہو سکتا یاسمین کی موت سے۔ اور شیلا کو اُس کے باپ دھنی رام نے زہر دلوانا چاہا تھا۔

گاڑی پارکنگ شیڈ سے نکل کر سڑک پر آ گئی اور اب وہ رانا پیلس کی طرف جا رہی تھی۔

رانا پیلس میں پہنچ کر سب سے پہلے اُس نے فون پر ظفر الملک سے رابطہ قائم کیا تھا! دوسری طرف اس کی آواز سن کر بولا۔ "تمہارا تعاقب کیا گیا تھا! تعاقب کرنے والے نے تمہاری نیم پلیٹ بھی بغور دیکھی تھی۔!"

"تو پھر اب مجھے کیا کرنا چاہئے۔!"

"فی الحال خود ادھر کا رخ نہ کرنا.... یہی ظاہر ہونا چاہئے کہ وہ ملاقات اتفاقیہ تھی۔!"

"اور اگر ڈورا کرسٹی یا اُس کا پارٹنر خود ہی یہاں چلے آئیں تو....!"

"میں تمہیں اس صدی کا سب سے خوبصورت آدمی تسلیم کرلوں گا۔" عمران خوشی ظاہر کرتا ہوا بولا تھا۔

"میں نہیں سمجھا۔!"

"اپنی خوبصورتی سمجھ میں نہیں آتی، دوسرے سمجھاتے ہیں! اگر وہ خود ہی آئے تو کوئی مضائقہ نہیں.... اور تمہیں اُس کے ملنے جلنے والوں میں ایک قد آور اور جسیم ہپی پر نظر رکھنی ہے۔ دیسی ہی ہے.... غیر ملکی نہیں۔!"

"بہت بہتر....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"لیکن تم اس سلسلے میں ڈورایا مائیکل سے براہِ راست کسی قسم کی پوچھ گچھ نہیں کروگے۔!"

"ہپی کا نام۔!"

"میں نہیں جانتا.. تمہیں اُسے تلاش کرنا ہے اُس کے بعد نام بھی خود ہی معلوم کروگے۔!"

"میں سمجھ گیا! غالباً مجھے یہ معلوم کرنا ہے کہ اُس کے حلقہ احباب میں کوئی ایسا آدمی بھی شامل ہے یا نہیں۔!"

"خاصی دیر لگانے لگے ہو سمجھنے میں۔ کیا بات ہے۔!"

"کوئی بات نہیں۔!"

"ویٹس آل" کہہ کر عمران نے سلسلہ منقطع کردیا۔ بلیک زیرو قریب ہی موجود تھا۔

"میں سوچ رہا تھا جناب۔" اُس نے کہا۔ "اس کیس کا تعلق ہمارے محکمے سے ہے بھی! نہیں۔!"

"قطعی نہیں ہے۔ اس کا تعلق ثریا کی سسرال سے ہے۔!"

"یعنی کہ....!"

"بات یاسمین کی موت سے شروع ہوئی تھی جو ثریا کی سسرالی عزیزہ تھی.... سسرال؛ بھڑکنے کی ضرورت نہیں۔ ہمارا ملک لاتعداد سسرالوں پر مشتمل ہے۔ اس کے باوجود بھی بینوں کا خیال ہے کہ ہمارے ملک کا سب سے بڑا مسئلہ طوائف ہے۔!"

"کیا آپ رات بھر نہیں سوئے۔!" بلیک زیرو نے ہمدردانہ لہجے میں پوچھا۔

"شائد میں کوئی غیر ضروری بات کہہ گیا ہوں۔!" عمران نے خود کلامی کے سے انداز میں کہا۔

"یہ مطلب نہیں تھا۔" بلیک زیرو جلدی سے بولا۔

"میں تنویر کی وجہ سے پریشان ہوں.... اُس کی حالت بہتر نہیں ہے۔!"

بلیک زیرو کچھ نہ بولا۔ عمران نے تھوڑی دیر بعد کہا۔

"میرا خیال تھا کہ میاں توقیر پارٹی کے کنونشن میں ضرور شرکت کریں گے اور علامہ اُسی دوران میں اُن پر ہاتھ صاف کرنے کی کوشش کرے گا۔ لیکن کل کنونشن کا آخری دن ہے۔!"

"پارٹی کے آفس سے معلوم کرنے کی کوشش کروں۔" بلیک زیرو نے پوچھا۔

"ضروری نہیں۔ میں جانتا ہوں کہ کچھ اہم مہمانوں کی وجہ سے وہ شرکت نہیں کرسکے! علامہ نے شائد اسکیم بدل دی ہے۔ کچھ اور سوچ رہا ہے۔ کوئی اور طریقہ اختیار کرے گا۔ جولیا کو میں نے صرف اسی لئے بھیجا تھا کہ وہ سفر کے دوران میں ان کی نگرانی کرسکے۔"

"فرحانہ جاوید کے ذریعے علامہ کیا کرنا چاہتا ہے۔!"

"دیکھیں گے.... فی الحال تو میاں صاحب اُس کے عشق میں مبتلا ہوگئے ہیں، جولیا کی رپورٹ سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ اب میں ذرا پیٹر کو دیکھ لوں۔!"

"اوہ.... اُس کے بارے میں تو بتانا ہی بھول گیا.... اُس پر دیوانگی کے دورے پڑنے لگے ہیں۔ جس کمرے میں تھا اس کا سارا فرنیچر تباہ کردیا۔!"

"کب کی بات ہے۔!"

"آج صبح....!"

"اور تم نے اتنی اہم بات بھلادی تھی۔!" عمران نے اُسے غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"معافی چاہتا ہوں....!"

"پتا نہیں کیا ہوتا جارہا ہے تم لوگوں کو.... کسی کی سمجھ میں کچھ نہیں آتا، اور کسی کو کچھ یاد نہیں رہتا۔ بہر حال اُسے دوسرے فرنشڈ کمرے میں منتقل کردیا یا نہیں۔!"

"دوسرے فرنشڈ کمرے میں۔" بلیک زیرو کے لہجے میں حیرت تھی۔

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر کو جنبش دی اور اُس کمرے کی طرف چل پڑا جہاں سے شارٹ سرکٹ ٹی وی سیٹ پر پیٹر کے کمرے کی حالت دیکھ سکتا۔

پیٹر کمرے کے فرش پر چت پڑا نظر آیا۔ اپنے سارے کپڑے اُس نے پھاڑ ڈالے تھے۔

پورے کمرے کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا تھا۔ ایسی توڑ پھوڑ مچائی تھی کہ کسی چیز کو بھی قابل مرمت نہیں چھوڑا تھا۔ عمران نے طویل سانس لی اور اس طرح منہ چلانے لگا جیسے کسی تلخ چیز کا اثر زبان کی جڑ سے چمٹا رہ گیا ہو۔

کچھ دیر بعد وہ قفل کھول کر پیٹر کے کمرے میں داخل ہوا تھا۔ لیکن پیٹر کی پوزیشن میں کوئی تبدیلی نہ دیکھ کر وہیں ٹھٹک گیا۔ وہ بدستور چپ پڑا اُسے لاتعلقی سے دیکھے جا رہا تھا۔

"پیٹر....!" عمران نے اونچی آواز میں کہا۔ "مجھے تم سے ہمدردی ہے۔!"

"دردی اِے"....پیٹر کسی بندر کی طرح چیچیایا تھا۔ "دردی کیا....چی....چی....!"

"چی....چی....!" عمران نے استفہامیہ انداز میں سر کو جنبش دی۔!

"چرچیاس....چریس....!" پیٹر حلق کے بل بولا۔

"چروس چروس....!" عمران نے پھر سر ہلایا تھا۔

"چر....راں....!" پیٹر اچھل کر کھڑا ہو گیا۔ چہرے سے نہیں ظاہر ہوتا تھا کہ اُسے اپنی برہنگی کا ذرہ برابر بھی احساس ہو۔

"دیکھو بیٹے....اگر میں تمہیں جان سے بھی مار دوں تو کسی کو کانوں کان خبر نہ ہو گی....پولیس اب تک جھک مارتی پھر رہی ہے....اور شہزور نے تو تہلکہ مچا رکھا ہے....لیکن تم جہاں تھے وہیں ہو۔!"

"چچر اس....چیاس۔!" پیٹر نے اس پر چھلانگ لگادی....عمران نے جھک کر اُسے پشت پر لیا تھا اور دوسری طرف الٹ دیا تھا۔!

"چیں....چیں....چیں۔!" وہ کسی ہزیمت خوردہ کتے کی سی آواز نکالتا رہا۔ فرش پر سے دوبارہ اٹھنے کی بھی کوشش نہیں کی تھی۔

"میں دیکھوں گا کہ یہ ڈھونگ کب تک چلتا ہے۔!" عمران نے کہا اور کمرے سے باہر نکل کر دروازہ دوبارہ مقفل کر دیا۔

اُس کے چہرے پر گہری تشویش کے آثار تھے۔ بلیک زیرو پھر آ ٹکرایا۔

"دیکھا آپ نے....!"

"میں یقین کے ساتھ نہیں کہہ سکتا کہ یہ ڈھونگ ہے یا سچ مچ اس کا دماغ الٹ گیا ہے۔"

"خدا جانے۔!" بلیک زیرو نے کہا۔ "ابھی ابھی اطلاع ملی ہے کہ علامہ کیپٹن فیاض کے دفتر میں بیٹھا اس کا انتظار کر رہا ہے۔ کیپٹن فیاض موجود نہیں ہے۔!"

عمران نے اُس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے ایک لمبی سی "ہوں" کی تھی۔



کیپٹن فیاض سر جھکائے بیٹھا تھا اور علامہ بُری طرح گرج برس رہا تھا۔

"اگر صورت حال یہی رہی تو مجبوراً مجھے براہِ راست وزیرِ اعظم سے گفتگو کرنی پڑے گی۔"

"میں ایک بار پھر آپ کو یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میرے محکمے کا کوئی آدمی نہ آپ کا تعاقب کرتا ہے اور نہ آپ کی قیام گاہ کی نگرانی کرائی جا رہی ہے۔!"

"اس وقت بھی ایک موٹر سائیکل پیچھے لگی رہی تھی۔!"

"تو پھر اس کا یہ مطلب ہوا کہ تعاقب کرنے والا باہر آپ کی واپسی کا منتظر ہو گا۔!"

"میں کیا کہہ سکتا ہوں۔!"

"ٹھہریئے....میں خود چیک کروں گا....لیکن اس کے لئے آپ کو بھی باہر نکلنا پڑے گا....مطلب یہ کہ جس طرح آئے تھے اُسی طرح روانہ ہو جایئے....میں دیکھ لوں گا۔!"

"میں سمجھ گیا....چلئے....!" علامہ اٹھتا ہوا بولا۔

فیاض کو مزید ہدایات نہیں دینی پڑی تھیں۔ علامہ بالکل اُسی طرح رخصت ہوا تھا جیسے کوئی خاص بات نہ ہو۔!

اس کی گاڑی خاصی دور نکل گئی تھی۔ فیاض نے اپنی گاڑی سڑک پر نکالی....اور اُس کے پیچھے چل پڑا۔

تھوڑی ہی دیر بعد اُسے علامہ پر شدت سے غصہ آیا تھا۔

قریباً ایک میل کا فاصلہ طے کر لینے کے بعد بھی کوئی ایسا نہ دکھائی دیا، جس پر تعاقب کرنے کا شبہ کیا جا سکتا....اور کسی موٹر سائیکل سوار کا تو دور دور تک پتا نہیں تھا۔

دوڑ جاری رہی....حتیٰ کہ علامہ اپنی کوٹھی تک پہنچ گیا....فیاض بھی اپنی گاڑی کمپاؤنڈ

کے اندر لیتا چلا گیا تھا۔

"دیکھا آپ نے....!" علامہ نے اپنی گاڑی سے اترتے ہوئے کہا۔

"دیکھتا ہی آیا ہوں۔ لیکن مجھے تو کوئی ایسا آدمی نظر نہیں آیا جس پر شبہ کیا جاسکتا۔ اور خصوصیت سے نہ آپ کے پیچھے کوئی موٹر سائیکل تھی اور نہ میری گاڑی کے پیچھے۔!"

علامہ کچھ نہ بولا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں حیرت کے آثار صاف پڑھے جاسکتے تھے۔!

"اور اب کوٹھی کے آس پاس ایسے لوگوں کو بھی تلاش کرونگا جن پر نگرانی کا شبہ کیا جاسکے۔!" فیاض بولا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔!" علامہ آہستہ سے بڑبڑایا۔

"آپ اندر تشریف لے چلئے۔!" فیاض نے کہا۔ "میں آس پاس نظر دوڑا کر ابھی آیا۔!"

وہ اپنی گاڑی سے اُتر کر کمپاؤنڈ کے پھاٹک پر آیا تھا۔ یہاں بھی کوئی ایسا نہ ملا جسے فیاض علامہ کے بیان پر فٹ کرسکتا.... پھر اُس نے باہر سے کوٹھی کے گرد بھی ایک چکر لگایا تھا اور بے نیل و مرام واپس ہوا تھا۔! آخر یہ حضرت چاہتے کیا ہیں؟ وہ سوچ رہا تھا۔ وزیر اعظم سے شکایت کرنے کی دھمکی دے ڈالی تھی۔!

بہر حال تھا ضرور کوئی چکر.... اور پھر اُسے عمران کا خیال آیا۔ ساتھ ہی علامہ کے وہ شاگرد بھی یاد آئے جنہیں کسی نے گرفتار کر رکھا تھا۔ اور پھر حیرت انگیز طور پر چھوڑ بھی دیا تھا۔!

علامہ اُسے دیکھ کر اٹھتا ہوا بولا۔ "کیا اب مجھ پر دروغ گوئی کا بھی الزام آنے والا ہے۔!"

"بظاہر تو حالات ایسے ہی ہیں۔!" فیاض نے خشک لہجے میں کہا۔

"یعنی کوئی ایسا نظر نہیں آیا۔!"

"جی نہیں....!" فیاض نے کہا۔ "بہر حال آپ غلط نتیجے پر پہنچے تھے۔ اگر کوئی آپ کی نگرانی کرتا بھی رہا ہے تو وہ کم از کم میرے محکمے کا کوئی آدمی نہیں ہوسکتا۔!"

"اگر ایسا ہے تو مجھے اپنے رویئے پر افسوس ہے۔! تشریف رکھئے اور مجھے معاف کر دیجئے۔!"

"لیکن کوئی اور بھی تو آپ کے معاملات میں دل چسپی لے رہا ہے۔" فیاض بیٹھتا ہوا بولا۔

"ہاں.... وہ نامعلوم آدمی جس نے میرے شاگردوں کو قید کر رکھا تھا لیکن میری سمجھ میں نہیں آتا۔ وہ کون ہے اور کیوں میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور یاسمین کا قتل میرے سر کیوں تھوپنا چاہتا

ہے۔ اگر اُسے کوئی بلیک میلر سمجھ لیا جائے تو آخر مقصد کیا ہے جبکہ ابھی تک اس کا کوئی مطالبہ بھی میرے سامنے نہیں آیا ہے۔"

"میرا محکمہ اس نامعلوم آدمی میں دلچسپی لے رہا ہے۔!"

علامہ کچھ نہ بولا! اُس کی آنکھوں میں فکر مندی جھلک رہی تھی۔

"آپ بھی کسی ایسے آدمی کی نشان دہی نہیں کرسکے جو آپ کو زک دینے کے لئے اس حد تک جاسکے۔!"

"میں کیا بتاؤں۔ جبکہ میں کسی کو بھی اپنا دشمن سمجھنے پر تیار نہیں۔!"

"آپ کے دو شاگردوں کا ابھی تک سراغ نہیں مل سکا۔!"

"شیلا اور پیٹر۔!"

"جی ہاں.... وہی...." فیاض سر ہلا کر بولا۔ "اور اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اُس نے اُن دونوں کو کیوں نہیں چھوڑا۔"

"ہوسکتا ہے وہ دونوں اُس کی دانست میں میرے متعلق دوسروں سے زیادہ معلومات رکھتے ہوں۔!" علامہ مسکرا کر بولا تھا۔

"اور یہ بھی ممکن ہے کہ وہ دونوں خود ہی روپوش ہوگئے ہوں۔!"

"خدا جانے۔!" علامہ بیزاری سے بولا۔

"شیلا بہر حال ہماری لسٹ پر ہے۔ کیونکہ وہ یاسمین کے گھر والوں کو دھوکے میں رکھ کر ادھر اُدھر لئے پھرتی تھی۔!"

"اُن کے ذاتی معاملات تھے۔!"

"اچھی بات ہے! اب اجازت دیجئے۔" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

"چائے۔!"

"نہیں شکریہ۔! ایک بے حد ضروری کام چھوڑ کر اٹھا تھا۔!"

فیاض پھر آفس کی طرف پلٹا تھا.... جھنجلاہٹ کا یہ عالم تھا کہ سختی سے دانت پر دانت جما رکھے تھے۔ جبڑے دکھنے لگے تھے۔

سیٹ پر بیٹھنے نہیں پایا تھا کہ سکریٹری نے اُن لوگوں کی لسٹ پیش کردی تھی۔ جن کی فون

کالز اس کی عدم موجودگی میں آئی تھیں سب کے اوپر عمران کا نام دیکھ کر بھڑک اٹھا۔

"تم نے ان لوگوں کے فون نمبر نہیں لکھ لئے۔!"

"کسی نے بتایا ہی نہیں جناب۔!"

"تمہیں معلوم کرنا چاہئے تھا۔ ہو سکتا ہے ان میں سے بعض لوگ اہم ہوں۔"

"غلطی ہوئی جناب۔!"

فیاض کچھ اور کہنا چاہتا تھا کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر جلدی سے ریسیور اٹھایا تھا.... اور دوسری طرف سے عمران ہی کی آواز سُن کر طویل سانس لی تھی۔

"کیا بات ہے۔؟" اُس نے خود پر قابو پانے کی کوشش کرتے ہوئے پوچھا۔

"خیریت دریافت کرنے کے علاوہ اور کیا غرض ہو سکتی ہے۔!"

سیکریٹری اب بھی میز کے قریب ہی موجود تھا۔ فیاض نے بائیں ہاتھ سے پنسل اٹھائی اور پیڈ پر کچھ لکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ ساتھ ہی عمران سے کہتا جا رہا تھا۔

"تم بہت بُرا کر رہے ہو۔ پچھتاؤ گے۔!"

"علامہ کیوں آیا تھا۔؟" عمران نے پوچھا۔

"کیا مطلب۔!"

"مجھے اطلاع ملی تھی کہ وہ تمہارے آفس میں بیٹھا ہوا ہے۔!"

"کس سے اطلاع ملی تھی۔!"

"میرے اپنے ذرائع ہیں۔! اگر مناسب سمجھو تو مجھے بھی بتا دو۔!"

فیاض نے بائیں ہاتھ سے لکھی جانے والی تحریر کی طرف سیکریٹری کو متوجہ کیا تھا اور عمران سے بولا تھا۔ "اُسے شکایت ہے کہ میرے محکمے کے لوگ اُس کی نگرانی کر رہے ہیں۔ کہہ رہا تھا کہ اگر یہ سلسلہ بند نہ کیا گیا تو وہ براہِ راست وزیرِ اعظم سے شکایت کرے گا۔!"

سیکریٹری نے جھک کر تحریر پڑھی تھی اور تیزی سے باہر چلا گیا تھا۔

"تو پھر اب تم کیا کرو گے۔؟"

"کچھ بھی نہیں۔ دیکھا جائے گا۔!"

"حالانکہ میں قسم کھانے کے لئے تیار ہوں کہ تمہارا محکمہ بالکل معصوم ہے۔! بے قصور ہے۔ خواہ مخواہ اُس کے جی کو لگا رہا ہے یہ علامہ... زبان سڑ جائے اسکی... تن تن کیڑے پڑیں..!"

"کیوں بکواس کر رہے ہو۔!"

"یقین کرو.. میں جانتا ہوں... تمہارا محکمہ پورے طور پر اس معاملے سے دستکش ہو گیا ہے!"

"ایسا بھی نہیں ہے۔!"

"اچھا تو پھر یہ بات ہو گی کہ تم محض اپنی گرل فرینڈ ڈاکٹر کی حد تک اس معاملے سے دلچسپی لے رہے تھے۔!"

"یہی سمجھ لو....!" فیاض غرایا۔

"لیکن تم کیوں گئے تھے علامہ کے پیچھے۔!"

"اوہ.... تو وہ تمہارے آدمی ہیں۔!"

"تم بھی یہی سمجھ لو.....!"

"لیکن مجھے تو کوئی بھی نہیں دکھائی دیا تھا۔ نہ راستے میں اور نہ علامہ کی کوٹھی کے آس پاس۔!"

"وہ میرے گُرگے ہیں۔ اُن پر سرکاری چھاپ تو ہے نہیں کہ ہر ایک کو دکھاتے پھریں۔!"

"آگ سے مت کھیلو.... اگر اُس نے واقعی شکایت کر دی اور اوپر سے کوئی حکم آ گیا تو تمہارے والد صاحب بھی بے بس ہوں گے۔!"

"یار تم ہر بات پر والد صاحب کا حوالہ کیوں دے بیٹھتے ہو۔!"

"خیر اندیش ہوں اُن کا۔!"

"کیا ابھی تک وہ شخص واپس نہیں آیا جس سے تم نے میرا فون ڈیٹکٹ کرنے کو کہا تھا۔!"

"نہیں۔!" فیاض نے غیر ارادی طور پر کہا اور پھر گڑبڑا کر بولا۔ "کیا کہا تھا تم نے آواز صاف نہیں آئی تھی۔!"

"غزل سرائی جاری رکھو..... اگر ایکس چینج سے میرے فون کے نمبر معلوم کر سکے تو ساڑھے ڈھائی پاؤ موتی چور کے لڈو کھلاؤں گا۔"

"سنجیدگی سے گفتگو کرو..... باز آ جاؤ.... اپنی حرکتوں سے۔!"

"پھر پھانسی کا پھندہ کس کی گردن کے لئے تیار کیا جائے۔!"

"کیا مطلب۔!"

"یاسمین کی موت.... اتفاقیہ نہیں تھی.... یہ ثابت ہو چکا ہے۔!"

"سوتیلی ماں کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔ میں اب بھی اپنی بات پر قائم ہوں۔!"

"اچھا تو پھر منتظر رہو.... سول پولیس کی ناکامی کے بعد کیس تمہارے ہی پاس پہنچے گا۔"

"یقین کرو.... اِسی کا انتظار ہے۔" فیاض غرایا۔

اتنے میں سیکریٹری بھی واپس آگیا تھا۔ فیاض نے اُس کی طرف دیکھا لیکن اُس نے نفی میں سر ہلا دیا۔

اور فیاض اچانک بہت زیادہ بھڑک کر بولا۔ "جہنم میں جاؤ۔!"

اُس نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا تھا۔

"ایکس چینج سے کیا معلوم ہوا۔" وہ سیکریٹری کی طرف دیکھے بغیر بولا۔

"ایکس چینج نے معذوری ظاہر کی ہے جناب۔!"

"کیا تم نے محکمے کا حوالہ کوڈ نمبر سمیت نہیں دیا تھا۔!"

"دیا تھا جناب! وہ ڈیٹیکٹ نہیں کر سکے۔"

"جاؤ....!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔ اور سیکریٹری کے جانے کے بعد کرسی کی پشت گاہ سے ٹک کر اس طرح ہانپنے لگا جیسے کوہ پیمائی کے بعد ڈھیر ہو گیا ہو۔ قریباً پانچ منٹ تک یہی کیفیت رہی تھی پھر اُس نے شانوں کو جنبش دی تھی اور گردن جھٹک کر سیدھا ہو بیٹھا تھا۔

پھر فون کی طرف ہاتھ بڑھا کر رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔

دوسری طرف سے ان کے سیکریٹری کی آواز سن کر بولا تھا "کیپٹن فیاض! صاحب سے ملاؤ۔!"

"ایک منٹ جناب۔!" دوسری طرف سے آواز آئی اور فیاض انتظار کرتا رہا۔!

"ہیلو....!" رحمان صاحب کی آواز آئی تھی۔!

"فیاض سر....!"

"کیا بات ہے۔!"

"حاضر ہونا چاہتا ہوں۔"

"کوئی خاص بات۔!"

"جی ہاں۔!"

"آجاؤ۔" دوسری طرف سے آواز آئی تھی۔ اور پھر سلسلہ منقطع ہو جانے پر فیاض نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔

آندھی اور طوفان کی طرح رحمان صاحب کے دفتر کی طرف روانہ ہوا۔ عمران کے خلاف بُری طرح اُبل رہا تھا۔ دفتر پہنچ کر انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ رحمان صاحب نے فوراً ہی اندر بلوا لیا تھا۔

کسی تمہید کے بغیر ہی فیاض نے علامہ کی دھمکی کی کہانی اور اپنی بھاگ دوڑ کی روداد شروع کر دی تھی.... رحمان صاحب سکون کے ساتھ سنتے رہے پھر عمران کا ذکر نکلا.... اور بات ختم ہونے تک وہ کچھ بھی نہ بولے۔

"اور کچھ۔" انہوں نے اُس کے خاموش ہونے پر پوچھا تھا۔

"جی نہیں۔"

"کیا علامہ نے عمران کے خلاف شبہ ظاہر کیا تھا۔"

"جج.... جی.... نہیں۔!"

"تو پھر تم اتنے پریشان کیوں ہو۔!"

"عمران نے مجھ سے کہا تھا۔!"

"ظاہر ہے کہ تم علامہ کو اس سے آگاہ نہیں کرو گے۔!"

"یقیناً.... جناب میں نے سوچا کہ آپ کے گوش گذار کر دوں.... دراصل بات یاسمین کی موت سے شروع ہوئی تھی۔!"

"میں جانتا ہوں... جب تک کیس باضابطہ طور پر ہمارے پاس نہ پہنچے ہمیں اُس کے بارے میں سوچنا بھی نہیں چاہئے... لیکن کیا میں پوچھ سکتا ہوں کہ تم اس میں کیوں دلچسپی لے رہے ہو۔ مجھے اطلاع ملی ہے کہ متعلقہ تھانے کے انچارج کو تم نے اس سلسلے میں کچھ ہدایات بھی دے رکھی ہیں۔!"

فیاض کی پیشانی پر پسینے کی بوندیں پھوٹنے لگی تھیں۔ اُس نے جیب سے رومال نکال کر پسینہ خشک کیا تھا اور ہکلانے لگا تھا۔ "عم.... عمران نے بتایا تھا کہ....!"

"بس۔!" رحمان صاحب نے ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "اب تم جا سکتے ہو۔! مجھے علم ہے تم کیا نہیں کہنا چاہتے۔ اپنے کام سے کام رکھو۔!"

"ب.... بہت بہتر جناب....!" فیاض اٹھتا ہوا بولا تھا۔

"ٹھہرو....!" رحمان صاحب بولے۔ "اگر علامہ کو عمران سے کوئی شکایت ہوگی تو وہ براہ راست پولیس سے رابطہ قائم کرے گا.... نجی طور پر تمہارے پاس نہیں دوڑا آئے گا۔!"

"ج.... جی ہاں.... یہ بات تو ہے....!"

"بس جاؤ۔!"

فیاض بُری طرح ہانپتا ہوا ڈی۔جی کے آفس سے برآمد ہوا تھا۔



شیلا پھاڑ کھانے کے موڈ میں تھی اور عمران مسمسی صورت بنائے بیٹھا تھا۔! ایسا لگتا تھا جیسے تازہ تازہ یتیم ہوا ہو۔!

"جب ایسی شکل ہو جاتی ہے نا تمہاری تو میرا غصہ فرو ہونے لگتا ہے۔" وہ دانت پیس کر بولی۔

"میں چیز ہی ایسی ہوں کہ مجھ پر غصہ اتارا جاسکے! لیکن بتاؤ مجھے میں کیا کروں۔!"

"یہ مجھ سے پوچھ رہے ہو۔!"

"پھر کس سے پوچھوں! اتنی لمبی چوڑی ہو کہ نہ تمہیں جیب میں رکھ سکتا ہوں اور نہ پاکٹ بک میں۔!"

"میں کچھ نہیں جانتی! آج تمہارے ساتھ ضرور باہر جاؤں گی۔!"

"چلنے کا انداز بدلنے کے لئے جو مشق بتائی تھی وہ بھی نہ ہو سکی ہوگی تم سے....!"

"ہوئی تھی.... یہ دیکھو....!"

وہ کمرے کے ایک سرے سے دوسرے تک چلی گئی تھی اور عمران نے کہا تھا۔ "ہاں.... آں.... کسی حد تک.... اب کچھ باتیں کرو۔!"

"کیوں اُلّو بنا رہے ہو۔!"

"ارے واہ.... وہ کھوپڑی بلنت کنٹرول بھی تو دیکھوں گا۔!"

"ناممکن.... باتیں کرتے وقت سر ضرور ہلے گا۔!"

"کوشش تو کرو کہ نہ ہلے....!"

"فضول باتیں نہ کرو.... ہم اُسی میک اَپ میں باہر نکلیں گے جس میں اُس دن تھے۔!"

"اُسے بھول جاؤ....! شہزور جانتا ہے کہ واجد اُس دن بیچ ہوٹل میں کن لوگوں کے ساتھ تھا اور باہر نکلتے ہی غائب ہو گیا تھا۔!"

"تو پھر کوئی دوسرا میک اَپ....!"

"کوئی بپتا پڑتی ہے تو نروس ہو جاتی ہو۔!"

"اب تمہیں ایسی کوئی شکایت نہ ہوگی۔ اتنے دنوں کی قید نے دل کو پتھر کر دیا ہے۔!"

"پیٹر کی دیوانگی کے بارے میں کیا خیال ہے۔!"

"تم زہر کی بقیہ مقدار اُس کے پاس سے برآمد نہیں کر سکے تھے! ہو سکتا ہے وہی کام آئی ہو۔!"

"بقیہ مقدار سے کیا مراد ہے۔!"

"ہو سکتا ہے ایک خوراک سے زیادہ مقدار رہی ہو۔!"

"نہیں، اُس نے پوری شیشی خالی کر دی تھی شیشی میں نے اُس سے چھین لی تھی.... دراصل اُس زہر کو ایک انگشتری میں بھر کر استعمال کیا جاتا ہے۔ انگشتری بھی اُس نے میرے حوالے کر دی تھی۔!"

"تو پھر بن رہا ہوگا۔!"

"نہیں میرا خیال ہے کہ وہ سچ مچ ذہنی توازن کھو بیٹھا ہے۔!"

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ اب تم اُس سے کچھ بھی نہ اُگلوا سکو گے۔!"

"دیکھا جائے گا۔!"

"آخر تم ہو کون اور کیا چاہتے ہو۔!"

"سات سو سترھویں بار یہ سوال کیا ہے تم نے۔!"

"بہر حال جو کوئی بھی ہو بے حد شریف آدمی ہو۔!"

"شہر میں ہماری کمینگی کے ڈنکے بج رہے ہیں اور آپ فرماتی ہیں بے حد شریف آدمی ہو۔!"

"جو تمہیں کمینہ کہتا ہے خود اُس کی سات پشتوں میں کبھی کوئی شریف نہ رہا ہوگا۔!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ سوئچ بورڈ پر سرخ رنگ کا ایک بلب جلدی جلدی جلنے بجھنے لگا تھا۔

"اُوہ.... میں ابھی آیا....!" عمران دروازے کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

شیلا کے کمرے سے نکل کر وہ اُس جگہ پہنچا تھا جہاں سے سگنل دیا گیا تھا۔

بلیک زیرو اُس کا منتظر تھا۔!

"کیا بات ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"ابھی ابھی.... اطلاع ملی ہے کہ یاسمین کی بہن بھی مر گئی۔!"

"اُوہ....!" عمران سناٹے میں آ گیا۔

"اور یہ کل شام کا واقعہ ہے! گھر میں زینوں سے اتر رہی تھی۔ لڑکھڑائی اور نیچے چلی آئی۔ لوگ اٹھانے دوڑے.... لیکن وہ مر چکی تھی.... تفصیل نہیں معلوم ہو سکی۔!"

عمران چند لمحے کچھ سوچتا رہا تھا پھر اُس نے فون پر رحمان صاحب کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔!

"ہیلو....!" دوسری طرف سے رحمان صاحب کی آواز آئی۔

"میں بول رہا ہوں جناب! مجھے ابھی ابھی دوسرے حادثے کی اطلاع ملی ہے۔"

"تمہارا یہ طریقہ اب ناقابلِ برداشت ہوتا جا رہا ہے۔" رحمان صاحب کی غصیلی آواز آئی تھی۔

"میں نہیں سمجھا جناب....!"

"کہاں ہو.... مجھ سے فوراً ملو....!"

"بہت بہتر....!"

"میں آفس سے سیدھا گھر جا رہا ہوں۔!"

"ابھی حاضر ہوا۔!"

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع کر دیا گیا تھا۔

عمران اچھی طرح جانتا تھا کہ اس کا مقصد کیا ہے.... اس حادثے کے بعد ہی سے رحمان صاحب کی کوٹھی کی کڑی نگرانی ہو رہی ہو گی! یعنی اُس نے ادھر کا رخ کیا اور مارا گیا۔ لیکن اب تو جانا ہی تھا.... روز روشن میں وہ راستہ بھی نہیں استعمال کر سکتا تھا جس کے ذریعے اپنے کمرے سے غائب ہو جایا کرتا تھا۔

دفعتاً وہ اٹھ کھڑا ہوا۔ بلیک زیرو اُسے حیرت سے دیکھ رہا تھا۔ کیونکہ شاید پہلی بار اُس نے اُسکے چہرے پر جھنجھلاہٹ کے آثار دیکھے تھے۔

"کوئی خاص بات جناب۔!" اُس نے ڈرتے ڈرتے پوچھا۔

"گھر جا رہا ہوں۔!"

"خطرناک....!" وہ جلدی سے بولا۔ "گھر کے آس پاس تو اُس نے درجن بھر آدمی چھپا ے ہوں گے۔!"

"دیکھا جائے گا۔!"

"میک اپ کے بغیر۔"

"یہی سوچا ہے۔"

وہ رانا پیلس سے نکل کھڑا ہوا تھا۔ ریڈی میڈ میک اپ بھی استعمال کرنے کی زحمت نہیں را کی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی اندھی چال چلنے کا ارادہ رکھتا ہو۔!

پیدل ہی روانہ ہوا تھا ایک جگہ رُک کر ٹیکسی کا انتظار کرنے لگا۔!

چہرے کے عضلات ڈھیلے پڑ گئے تھے، آنکھوں میں جھنجھلاہٹ کا شائبہ تک نہیں تھا۔

کچھ دیر بعد ٹیکسی مل گئی تھی اور اُس نے ڈرائیور کو کوٹھی کا پتا بتایا تھا۔

کوٹھی تک پہنچ بھی گیا۔ ٹیکسی کمپاؤنڈ میں داخل ہو گئی تھی۔ سارے اندیشے غلط نکلے تھے یا ٹیکسی کو کوئی اہمیت نہیں دی گئی تھی۔

رحمان صاحب اچھے موڈ میں نہیں تھے، عمران کو دیکھتے ہی برس پڑے۔!

"تم کیا کرتے پھر رہے ہو۔!"

"ابھی تک تو کچھ بھی نہیں کر سکا۔!"

"کچھ کر بھی نہیں سکتے۔ وہی ہو گا جو سول پولیس پہلے کرنا چاہتی تھی۔"

"یعنی.... یاسمین کی سوتیلی ماں کی گرفتاری۔!"

"بالکل.... اُس کی بہن کی موت....!"

"کیا کسی نے اُس کو زینوں پر سے دھکا دیتے دیکھا تھا۔!"

"وہ نیچے گرنے سے پہلے ہی مر گئی تھی۔!"

"میں نہیں سمجھا۔"

"زہر....! لاش کا پوسٹ مارٹم بھی ہوا ہے۔!"

عمران ہونٹ سکوڑ کر رہ گیا۔

"اور اب یہ کیس میرے محکمے کو ریفر کر دیا گیا ہے۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ علامہ کا پیچھا چھوڑ دیا جائے۔"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے۔

"آپ نے زہر کی بات کی تھی۔" عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔

"ہاں زہر.... اُسے کھانسی کی شکایت ہو گئی تھی.... ایک کف سیرپ پی رہی تھی.... اُس میں زہر کی آمیزش پائی گئی۔!"

"کف سیرپ اُس کی موت کے بعد ہی ہاتھ آیا ہو گا....!"

"ہاں۔!"

"موت کے بعد پولیس تک اطلاع پہنچنے سے قبل خاصا وقت ملا ہو گا سوتیلی ماں کو....!"

رحمان صاحب کچھ نہ بولے.... عمران کہتا رہا.... "پہلے ایک حادثہ ہو چکا تھا۔ اس لئے سوتیلی ماں کو اس سلسلے میں محتاط ثابت ہونا چاہئے تھا۔ پولیس کے پہنچنے سے قبل زہر آمیز کف سیرپ کو شیشی سمیت ضائع کر سکتی تھی۔!"

"میں کب کہتا ہوں کہ مجھے اُس کے مجرم ہونے پر یقین ہے۔!"

"بظاہر حادثاتی موت تھی۔ پوسٹ مارٹم کی تجویز کس کی طرف سے ہوئی۔!"

"ایس پی راشد کا علاقہ ہے۔!"

"اوہ....!"

رحمان صاحب ٹٹولنے والی نظروں سے اُسے دیکھ رہے تھے۔ عمران تھوڑی دیر بعد بولا۔ "تو پھر آپ کا محکمہ کیا کرے گا۔!"

"بیگم تصدق کو حراست میں لینا پڑے گا۔!"

"بے حد ضروری ہے۔" عمران بولا۔ "ورنہ شائد تیسرے شکار خود مسٹر تصدق ہوں! کیونکہ اس جرم کو بہر حال بیگم تصدق کے سر تھوپنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔"

"علامہ والی بات سمجھ میں نہیں آئی۔"

دفعتاً عمران چونک پڑا تھا۔

"مسٹر تصدق کے فون نمبر ہیں آپ کے پاس!" اُس نے رحمان صاحب سے پوچھا۔

"کیوں۔!"

"ضرورت ہے مجھے۔!"

"تم اب اس معاملے سے الگ ہو جاؤ۔!"

"اب الگ ہونے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ ہو سکتا ہے! واپسی میں ختم کر دیا جاؤں۔!"

"کیا مطلب....! اُوہ تو کیا یہ حقیقت ہے کہ علامہ کے شاگردوں کے غائب ہو جانے میں تمہارا ہی ہاتھ تھا۔!"

"جی ہاں۔!"

"شیلا اور پیٹر۔!"

"میں نہیں جانتا کہ وہ کہاں ہیں۔!" عمران نے کہا

"سنو۔! تم میری آنکھوں میں دھول نہیں جھونک سکتے۔" رحمان صاحب غرائے۔!

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ اُن دونوں کے غائب ہو جانے کے بعد ہی میں نے بقیہ لوگوں کو پکڑا تھا۔! لیکن وہ علامہ کے بارے میں زیادہ نہیں جانتے تھے۔!"

"اب مجھے آخری بات بتا دو.... کیا علامہ کسی طرح سر سلطان کے محکمے کی گرفت میں بھی آسکتا ہے۔!"

"فی الحال یقین کے ساتھ نہیں کہا جا سکتا۔!"

"تو پھر تم کہاں سے آٹپکے۔!"

"ثریا نے کہا تھا بیگم تصدق اُس کی کوئی سسرالی رشتہ دار ہوتی ہیں۔!"

"مجھے معلوم ہے.... کیا تم صرف ثریا کے کہنے پر....!"

"جی ہاں بات تو اُسی نکتے سے شروع ہوئی تھی.... لیکن دیکھئے اختتام کہاں ہوتا ہے! ویسے آپ کا محکمہ اپنا کام کرتا ہے اور میں اپنا دیکھوں گا۔!"

"علامہ کے خلاف کتنے ثبوت فراہم کئے ہیں۔!"

"ثبوت ہی تو نہیں فراہم کر سکا ہوں ابھی تک....!"

"تمہارا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"اب تو میرا بھی یہی خیال ہے! بیگم تصدق پر الزام نہ آنے دینے کی کوشش کر رہا تھا۔ لیکن وہ بہر حال دھر لی جائیں گی۔ لہٰذا میرا انٹرسٹ ختم....!"

"کیا مطلب۔!"

"مطلب یہ کہ اب دوسرا قصہ شروع ہوگا۔ علامہ مجھے قتل کرا دینے کی کوشش کرے گا.. اور مجھے اپنا بچاؤ کرنے کے سلسلے میں جو کچھ بھی کرنا پڑے گا۔ وہ آپ کے محکمے کو پسند نہیں آئے گا۔!"

"میں کہتا ہوں کہ کھل کر بات کرو۔" رحمان صاحب پیر پٹخ کر بولے۔

"اس کیس کے دوران میں دو بار مرتے مرتے بچا ہوں.... ایک بار جب جوزف کی ٹانگ ٹوٹی تھی.... اور دوسری بار جب موٹر ٹریننگ گراؤنڈ میں دھماکے ہوئے تھے۔!"

"ٹریننگ گراؤنڈ کے دھماکے.... وہاں تو خون بھی ملا تھا۔!"

"وہ سر سلطان کے محکمے کے ایک آدمی کا خون تھا۔!"

"کیا مر گیا۔!"

"نہیں زخمی ہے۔ حالت نازک ہے۔!"

"کہیں کوئی رپورٹ درج نہیں کرائی گئی۔!"

"سر سلطان جانیں۔!"

رحمان صاحب نڈھال سے ہو کر بیٹھ گئے تھے۔

پھر اٹھے اور گھنٹی کا بٹن دبا کر دروازے کے قریب ہی کھڑے رہے تھے۔ عمران سر جھکائے بیٹھا تھا۔ گھنٹی کی آواز پر ایک ملازم دوڑا آیا تھا۔

"سارے ملازمین کو یہاں بلاؤ۔" رحمان صاحب نے اُس سے کہا۔

عمران کے کان کھڑے ہوئے تھے اور اُس نے آنکھیں پھاڑ کر رحمان صاحب کی طرف دیکھا تھا۔ لیکن وہ سختی سے ہونٹ بھینچے خاموش کھڑے رہے۔

جب سارے ملازم وہاں اکٹھا ہو گئے تو انہوں نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کہا۔ "یہ گھر سے باہر قدم نہ رکھنے پائے۔" اور عمران پیٹ پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا۔

ان ملازمین میں سلیمان بھی شامل تھا اور عمران کو عجیب سی نظروں سے دیکھے جا رہا تھا۔ ادھر عمران کا یہ عالم تھا کہ ہونقوں کی طرح ایک ایک کی شکل تک رہا تھا۔

رحمان صاحب وہاں سے چلے گئے.... لیکن ملازمین وہیں کھڑے رہے۔ انہوں نے اُن سے پھر کچھ کہا بھی نہیں تھا۔

"چھوٹے صاحب۔!" سب سے پرانے ملازم نے کچھ کہنا چاہا تھا۔ لیکن عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اب تو چھوٹے میاں ہی کہو۔!"

"سرکار نے کہیں گلی ڈنڈا کھیلتے ہوئے دیکھ لیا ہوگا۔!" سلیمان نے دوسرے ملازمین کی طرف مڑ کر کہا۔

"تیرا تو بس کھینچ کر کھال بھر دوں گا.... تیری لگائی ہوئی آگ ہے.... نالائق۔!" عمران اُسے گھونسہ دکھا کر بولا۔ اتنے میں عمران کی کزنس بھی آ پہنچیں.... اُن کے پیچھے گلرخ تھی۔

"او گلرخ کی بچی۔!" عمران نے اُسے للکارا۔ "ادھر آ....!"

"جی صاحب....!" وہ سہمی ہوئی آگے بڑھی تھی۔

"یہاں منتقل ہونے کے بعد سلیمان نے ڈیڈی کو اس کی کیا وجہ بتائی تھی۔!"

"ارے بس مجھ سے نہ پوچھئے۔!"

"تیرے علاوہ اور کوئی سچ نہیں بولے گا۔!"

سلیمان نے گلرخ کی طرف دیکھا اور کھسیانی سی ہنسی کے ساتھ کہنے لگا۔ "پھر کیا بتاتا.... مجھ سے سنیئے.... میں بتاتا ہوں۔!"

"جی نہیں.... آپ خاموش رہئے۔ گلرخ بتائے گی اب بولتی کیوں نہیں۔ اگر یہ تجھے ٹیڑھی آنکھ سے دیکھے گا تو انشاءاللہ زندگی بھر آنکھ ٹیڑھی ہی رہے گی۔"

ملازمین منہ پھیر کر مسکرائے تھے۔

"اے جاؤ.... تم سب.... عمران ہاتھ ہلا کر بولا۔ "سلیمان اور گلرخ ٹھہریں۔

پھر اُس نے کزنس سے کہا۔ "آپ لوگ بھی چلئے.... ابھی حاضر خدمت ہوتا ہوں۔!"

وہ بھی ہنستی ہوئی چلی گئی تھیں۔ اب عمران نے اٹھ کر سلیمان کا گریبان پکڑا۔

"ارے تو بتا بھی دے جلدی سے! دو سال پرانی قمیض ہے۔!" سلیمان نے گلرخ سے کہا۔

"صاحب! اس نے بڑے صاحب سے کہا تھا کہ بہت بڑا خطرہ تھا شائد پوری بلڈنگ ڈائنا میٹ سے اڑا دی جاتی۔!"

"کیوں بے۔!" عمران نے گریبان کو جھٹکا دیا۔

"اور کیا کہتا کہ کسی عورت کے ڈر سے بھاگے بھاگے پھر رہے ہیں۔!"

"کون سی عورت۔!" عمران نے آنکھیں نکالیں۔

"اگر نام پتہ معلوم ہوتا تو خود ہی نہ جا کر ہاتھ پیر جوڑ لیتا۔!"

"کیا بھنگ پی رکھی ہے تو نے۔!"

"عورتوں کے علاوہ تو اور کسی سے بھی اس طرح بھاگتے نہیں دیکھا آپ کو.... اور میں تو یہ سمجھتا تھا شائد نوکروں پر بھی ہاتھ چھوڑ دیتی ہے اسی لئے آپ نے ہمیں فلیٹ سے ہٹا دیا ہے۔!"

"تیرا تو میں قیمہ بناؤں گا۔!"

"آپ کے بغیر دل ہی نہیں لگ رہا تھا یہاں۔ خدا سلامت رکھے سرکار کو میں خاص طور پر دیکھوں گا کہ اُن کے حکم کی تعمیل ہو رہی ہے یا نہیں۔!"

"تو کھڑی سُن رہی ہے اس کی باتیں۔!" عمران گل رخ کی طرف دیکھ کر غرایا۔

"کیا سچ مچ کوئی عورت ہی ہے صاحب۔!" گلرخ نے شرما کر پوچھا۔

"کیا تو بھی تھپڑ کھانا چاہتی ہے۔ عمران آنکھیں نکال کر بولا۔ "چل جلدی سے ٹیلی فون ڈائرکٹری اٹھا لا۔"

وہ دوڑتی ہوئی چلی گئی تھی۔ سلیمان خاموش کھڑا رہا۔ عمران کے انداز سے بھی ایسا لگنے لگا تھا جیسے اب اُسے وہاں سلیمان کی موجودگی کا احساس تک نہ ہو! پھر گلرخ کی واپسی ہی پر چونکا تھا۔

اُس کے ہاتھ سے ٹیلی فون کی ڈائرکٹری لیتا ہوا بولا۔ "اب اپنے دُم چھلے سمیت دفع ہو جاؤ یہاں سے۔!"

"صاحب آپ ناراض تو نہیں ہیں اس سے!" اُس نے سلیمان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں نے کہا تھا دفع ہو جاؤ۔" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔

اُن کے چلے جانے کے بعد اُس نے ٹیلی فون ڈائرکٹری کی ورق گردانی شروع کی تھی.... مسٹر تصدق کے نمبر مل جانے پر اٹھا تھا اور اُس کمرے میں آیا تھا جہاں فون رکھا تھا۔

نمبر ڈائیل کئے.... دوسری طرف سے کسی عورت کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی تھی۔

"کیا تصدق صاحب تشریف رکھتے ہیں۔!" عمران نے پوچھا۔

"کون صاحب ہیں۔!"

"تصدق صاحب ہی کو بتا سکوں گا۔!"

"وہ موجود نہیں ہیں۔!"

"بیگم تصدق کو بلا دیجئے۔!"

"میں ہی بول رہی ہوں۔!"

"بیگم صاحبہ! میں مسٹر رحمان کے آفس سے بول رہا ہوں۔!"

"نف.... فرمائیے۔!"

"کیا آپ میاں توقیر محمد جھریام کو جانتی ہیں۔!"

"کیوں! نام سنا ہے.... ملنے کا اتفاق نہیں ہوا۔"

"نام کس سے سُنا تھا۔!"

"تصدق صاحب سے.... مرحومہ لڑکیوں کے خالہ زاد بھائی ہیں۔!"

"اُوہ.... یعنی تصدق صاحب کی پہلی بیوی میاں توقیر کی خالہ تھیں۔!"

"جی ہاں....!"

"سگی....!"

"جی ہاں۔!"

"آپ کو اپنے کسی ملازم پر شبہ ہے۔!"

"پہلے ہی پولیس کو بتایا جا چکا ہے کہ ہماری ماما کل دوپہر سے غائب ہے....!"

"یعنی حادثے سے قبل ہی غائب ہو گئی تھی۔!"

"جی ہاں.... کل سہ پہر کو اُسے واپس آنا تھا۔ آج تک نہیں آئی۔!"

"کہاں رہتی ہے۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ وہ پولیس کو اپنے گھر پر بھی نہیں ملی۔!"

عمران ان کے سوال کو نظر انداز کر کے بولا۔ "میاں توقیر کے اور کسی قریبی عزیز کا نام بتا سکیں گی۔!"

"میں اُن لوگوں سے زیادہ واقفیت نہیں رکھتی! آپ تصدق صاحب سے براہِ راست

معلومات حاصل کیجئے۔!"

"بہت بہتر.... شکریہ۔!" عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ کر طویل سانس لی تھی۔!



ایئر پورٹ سے سیدھی وہ علامہ کے گھر پہنچی تھی۔ رات کے آٹھ بجے تھے.... جیسے ہی علامہ کے پاس اُس کا کارڈ پہنچا تھا وہ خود ہی اُس کی پذیرائی کے لئے برآمدے میں نکل آیا تھا۔

"خوش آمدید.... فرحانہ....!" اُس نے اُس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیتے ہوئے کہا۔

"بڑی تھکن محسوس کر رہی ہوں۔ ایئر پورٹ سے سیدھی ادھر ہی چلی آئی ہوں۔!"

"چلو.... اندر چلو۔!"

وہ سٹنگ روم میں آئے تھے۔

"مشن کامیاب رہا ہے۔!" وہ بیٹھتی ہوئی بولی۔

"مجھے ہمیشہ سے تمہاری صلاحیتوں پر اعتماد رہا ہے۔!"

"اُس نے شادی کی درخواست پیش کر دی ہے۔!"

"زندہ باد....!"

"لیکن اب کیا ہو گا۔!"

"شادی....!" علامہ اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔!

"جی....!" فرحانہ جاوید بوکھلا کر اٹھ گئی۔

"بیٹھو.... بیٹھو! اس میں پریشانی کی کیا بات ہے۔!"

"مم.... میں.... نہیں۔!" وہ نڈھال سی ہو کر صوفے پر گر پڑی۔

"اوہ.... کیا ہو رہا ہے تمہیں....!" علامہ اٹھ کر اس کی طرف بڑھا۔ فرحانہ کے اعضاء میں تشنج سا ہونے لگا تھا۔ پیشانی پسینے سے بھیگ گئی تھی۔

"فرحانہ۔!" علامہ نے جھک کر اُسے آواز دی۔

"جی....!" وہ نحیف سی آواز میں بولی۔

"تمہیں کیا ہو رہا ہے۔!"

"مم.... میں.... اب مر جانا چاہتی ہوں۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو۔!"

"یقین کیجئے۔! آپ کی زبان سے یہ سننے کے بعد زندہ رہنے کی خواہش نہیں رہی۔!"

"آخر کیوں۔!"

"اس لئے کہ آپ کے علاوہ اور کسی مرد کا تصور میرے قریب بھی نہیں پھٹکا....!"

"مم.... میرا.... تصور۔!" علامہ کی زبان لڑکھڑا گئی۔

"جی ہاں۔!" فرحانہ کی آواز گھٹنے لگی تھی۔

"یہ تم کیا کہہ رہی ہو۔!"

"میں دل کی گہرائیوں سے کہہ رہی ہوں۔ کبھی زبان نہیں کھولی لیکن اب میری برداشت سے باہر ہے۔ یا آپ یا کوئی نہیں.... اُس سے بہتر تو موت ہو گی کہ میں خود ہی اپنے ہاتھوں.... اپنے جذبات کا گلا گھونٹ دوں۔!"

"میں نے تو تمہارے مستقبل کے لئے ایک خواب دیکھا تھا۔!"

"اسے خواب ہی رہنے دیجئے! اگر حقیقت بنا تو میں بے موت مر جاؤں گی۔!"

علامہ کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے اور خود اُسکی پیشانی سے بھی پسینہ پھوٹ رہا تھا۔!

"تت.... تم نے مجھے دشواری میں ڈال دیا ہے فرحانہ.... میں تمہارے جذبے کی قدر کرتا ہوں.... لیکن....!"

"کیا میں کسی قابل نہیں ہوں۔!"

"یہ بات نہیں ہے! تمہیں اپنا کر مجھے بے حد خوشی ہوتی۔ لیکن میں ایک بدنصیب آدمی ہوں۔!"

"میں تو ایسا نہیں سمجھتی۔!"

"کاش! تمہیں پہلے ہی سے میرے اس ذہنی مرض کا علم ہوتا۔!"

"کس ذہنی مرض کا۔!"

علامہ کوئی جواب دیئے بغیر مڑا اور تھکے تھکے قدموں سے چلتا ہوا اُس کرسی کی طرف آیا جس پر کچھ دیر پہلے بیٹھا ہوا تھا۔ بے سدھ سا ہو کر کرسی پر ڈھیر ہو گیا۔

"کیسا ذہنی مرض.... مجھے بتایئے نا۔!" فرحانہ اٹھتی ہوئی بولی۔

اب وہ اس کے قریب فرش پر آبیٹھی تھی۔

"تت.... تم نہیں سمجھ سکتیں۔!"

"آپ بتایئے بھی تو....!"

"سس.... ساری دیسی عورتیں مجھے اپنی مائیں اور بہنیں لگتی ہیں۔ ان سے شادی کا تصور بھی نہیں کرسکتا۔!"

علامہ کی شخصیت ہی بدل کر رہ گئی تھی۔ اتنی ذراسی دیر میں برسوں کا بیمار نظر آنے لگا تھا۔ سارے کپڑے پسینے سے تر ہوگئے تھے۔

"تو پھر.... مجھے میاں توقیر سے شادی پر مجبور نہ کیجئے! آپ نہیں تو کوئی بھی نہیں.... قبل اس کے کہ کسی دوسرے کا ہاتھ....!"

"خاموش رہو.... خدا کے لئے ذرا دیر خاموش رہو.... یہاں سے ہٹ جاؤ.... وہیں بیٹھو جہاں بیٹھی ہوئی تھیں۔!"

فرحانہ نے فوراً تعمیل کی تھی اور پُر تشویش نظروں سے اُس کی طرف دیکھے جارہی تھی۔

علامہ نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اگر یہ بات تھی تو تم اس کام کے لئے تیار کیوں ہوگئی تھیں۔!"

"کیا کبھی ایسا ہوا ہے کہ آپ کے کسی حکم کی تعمیل نہ کی ہو! لیکن تصور بھی نہیں کرسکتی تھی کہ سچ مچ اُس سے شادی بھی کرنی پڑے گی۔!"

"سنو....!" علامہ سیدھا ہو کر بیٹھتا ہوا بولا۔ "یہ تمہاری صلاحیتوں پر منحصر ہے کہ تم اُسے اپنے قریب بھی نہ آنے دو اور وہ ناگواری بھی نہ محسوس کرے.... صرف چند دن.. اور اُس کے بعد اُس کا خاتمہ.... پہلے تو میں نے یہی سوچا تھا کہ کوئی ٹائم بم اُسکے چیتھڑے اڑادے گا لیکن پھر خیال آیا کہ اتنی بڑی جائیداد خواہ مخواہ ضائع ہوجائے گی۔ کیوں نہ وہ اپنے ہی کسی آدمی کے ہاتھ لگے۔ نزدیک یا دور کا کوئی بھی ایسا عزیز زندہ نہیں ہے جسے اُس کے ترکے کا چھوٹا سا حصہ بھی پہنچ سکے۔!"

ایک ٹھنڈی سی لہر فرحانہ کے جسم میں دوڑ گئی۔

علامہ کہتا رہا۔ "سب کچھ تمہارا ہوگا.... صرف تمہارا.... میری طرف دیکھو! کیا تم یہ سمجھتی ہو کہ تمہارے توسط سے میں اُس کی دولت بھی ہتھیانا چاہتا ہوں۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ علامہ نے کہا۔ "ہرگز نہیں.... اگر کبھی ایک حبہ بھی طلب کروں تو کتے کا پلہ سمجھنا۔"

"میری سمجھ میں نہیں آرہا۔"

"خیر.... ہاں تو تم نے اُس کی درخواست پر کیا کہا تھا۔!"

"اس قسم کی کوئی بات آپ ہی سے کی جائے۔!"

"گڈ....! میں ایسی صورت میں یہی چاہتا۔ تم بہت ذہین ہو فرحانہ.... کیڑوں مکوڑوں سے بہت بلند....!"

"لیکن.... لیکن....!"

"سنو...." دفعتاً وہ آہستہ سے بولا۔ "مجھ پر اعتماد کرو.... نکاح کے فوراً بعد ہی وہ بیمار ہوجائے گا اور تم محفوظ رہوگی.... ہوسکتا ہے وہی بیماری موت کا سبب بن جائے۔!"

فرحانہ ایک بار پھر کانپ اٹھی۔

ٹھیک اُسی وقت فون کی گھنٹی بجی تھی۔ علامہ نے اٹھ کر ریسیور اٹھالیا۔

"ہیلو۔!"

"علامہ دہشت....!" آواز نسوانی تھی۔

"ہاں میں ہی بول رہا ہوں.... کون ہے....!"

"میں یاسمین کی روح بول رہی ہوں۔!"

"کیا مذاق ہے؟.... کون ہے....؟"

"تمہارا باپ پیر علی ایک دیندار آدمی تھا.... اُس کی روح تمہاری حرکات سے خوش نہیں ہے.... یقین کرو.... میں یاسمین کی روح ہوں کل شام میری بہن بھی میرے پاس پہنچ گئی ہے.... تمہارا بہت بہت شکریہ۔!"

"بکواس بند کرو....!" علامہ حلق پھاڑ کر دہاڑا.... اور ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔! وہ بُری طرح ہانپ رہا تھا۔

"کیا بات ہے.... کیا ہوا....!" فرحانہ اٹھ کر اُس کے پاس آکھڑی ہوئی۔

"کچھ نہیں۔! کوئی شرابی تھا! یا کوئی بیہودہ اسٹوڈنٹ.... مجھ سے پوچھ رہا تھا.... اُوہ بیہودہ

نہیں کا.... بد تمیز۔!"

"کیا پوچھ رہا تھا۔!"

"تم کیا سمجھتی ہو.... میں کوئی بیہودہ بات کسی خاتون کے سامنے دہراؤں گا۔!"

"اُوہ.... معاف کیجئے گا۔!"

"اچھا اب تم جاؤ.... آرام کرو.... لیکن ٹھہرو.... تم نے جس یورپین عورت کا ذکر اپنے خط میں کیا تھا.... وہ واپس چلی گئی یا ابھی جھریام ہی میں مقیم ہے۔!"

"وہ ابھی وہیں قیام کرے گی۔!" فرحانہ نے بیزاری سے کہا۔

"تم نے یہ تو نہیں محسوس کیا کہ وہ تمہاری ٹوہ میں رہتی ہو۔!"

"نہیں میں نے ایسی کوئی بات محسوس نہیں کی۔!"

"خوبصورت ہے۔!"

"میں نے کم ہی یورپین عورتیں اتنی خوبصورت دیکھی ہوں گی۔!"

"اچھا.... اچھا! خدا حافظ....!" علامہ نے کہا تھا اور اُس کے ساتھ برآمدے تک آیا تھا۔

ڈرائیور کو آواز دے کر کہا تھا۔ "مس صاحب کو ان کے گھر پہنچا آؤ۔!"

اندر واپس آ رہا تھا کہ پھر فون کی گھنٹی کی آواز سنائی دی۔!

تیزی سے سٹنگ روم میں داخل ہو کر ریسیور اٹھایا تھا۔!

"یاسمین کی روح۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

اس بار علامہ کے ہونٹوں پر مسکراہٹ نمودار ہوئی تھی۔ اور اُس نے کہا تھا۔ "تم جو کوئی ہو.... میں اچھی طرح سمجھتا ہوں۔!"

"میں یاسمین کی روح ہوں.... اور یہ کہنا چاہتی ہوں کہ ابھی تک وہ ماما عالم ارواح میں نہیں پہنچی جس نے میری بہن کو میرے پاس پہنچانے میں مدد دی تھی۔!"

"تم کس وہم میں مبتلا ہو۔ تم نے میرے دو شاگردوں کو ابھی تک روک رکھا ہے۔! یہ اچھی بات نہیں۔!"

"پیر علی کے بیٹے! تم خود کسی وہم میں مبتلا ہو۔ اور یہاں عالم ارواح میں افواہ گردش کر رہی ہے کہ عنقریب تم بھی یہیں پہنچنے والے ہو۔ پیر علی جیسا صابر و شاکر بندہ تمہاری وجہ سے بارگاہ

اوندی میں سخت شرمندہ رہتا ہے۔!"

"بکواس بند کرو۔!" علامہ حلق پھاڑ کر دہاڑا تھا۔

لیکن دوسری طرف سے کھنکتی ہوئی سی آواز سنائی دی تھی۔!

"یہ یاسمین کی آواز نہیں ہے۔!" علامہ نے خود پر قابو پاتے ہوئے کہا۔

"عالم ارواح میں بہتیری تبدیلیاں ہو جاتی ہیں۔ یہاں جسم تو ہے نہیں کہ آواز کو من و عن ہیئت میں برقرار رکھ سکے۔ بہر حال تمہاری آمد آمد کا شہرہ ہے یہاں۔!"

"اُس سے پہلے تو جائے گا۔ بلیک میلر۔!"

"پتا نہیں تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"میں نے تجھے اپنا فیصلہ سنا دیا۔!" کہہ کر علامہ نے ریسیور کریڈل پر پٹخ دیا۔

اُس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں۔ آنکھوں سے برسوں کا بیمار لگنے لگا تھا۔!

فون کی گھنٹی پھر بجی.... اُس نے عجیب سی نظروں سے فون کی طرف دیکھا تھا.... ویسے ہچکچاہٹ کے آثار بھی اُس کے چہرے سے عیاں تھے.... ہاتھ آہستہ آہستہ ریسیور کی طرف بڑھا.... جھٹکے کے ساتھ اُس نے ریسیور اٹھایا تھا۔!

"ہیلو۔!" اس بار اُس کی آواز حیرت انگیز طور پر بدلی ہوئی تھی۔!

"پروفیسر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔!" دوسری طرف سے مردانہ آواز آئی۔

"آپ کون صاحب ہیں۔!"

"میں نے پوچھا تھا کہ کیا پروفیسر صاحب تشریف رکھتے ہیں۔!"

"جی نہیں! آپ کا نام.... کوئی میسج....!"

"براہِ راست گفتگو کرنی تھی۔!"

"نام جناب۔!"

لیکن جواب ملنے کی بجائے دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔!

اُس نے بھی ریسیور رکھ دیا اور نڈھال سا ہو کر آرام کرسی پر نیم دراز ہو گیا۔!

آنکھیں بند تھیں اور وہ گہری گہری سانسیں لے رہا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے آنکھیں کھولی تھیں اور آہستہ سے بڑبڑایا تھا۔ "پیر علی کے بیٹے! بپ

پیر علی کے بیٹے.... کون جانتا ہے۔ کیا وہ بلیک میلر.... پیس کر رکھ دوں گا۔!"

دفعتاً اُس کی آنکھیں شعلوں کی طرح دہکنے لگی تھیں.... پیشانی کی رگیں ابھر آئیں۔ ایسا لگتا تھا جیسے اپنی راہ میں حائل ہونے والے پہاڑوں کو بھی ریزہ ریزہ کر کے رکھ دے گا۔!



عمران فون کا ریسیور رکھ کر مڑا تھا۔ پیچھے بلیک زیرو کھڑا نظر آیا۔

"کوئی خاص بات۔!"

"جی ہاں! خاور کی اب تک کی رپورٹ کا ماحصل یہ ہے کہ وہ شخص خواہ کہیں بھی جائے اُس کی واپسی ستنام ہاؤز ہوتی ہے! اور وہ اس وقت بھی ظفر الملک کے بنگلے کے قریب موجود ہے۔ ڈورا کرسٹی اور مائیکل کا تعاقب کرتا ہوا وہاں پہنچا تھا۔!"

"اوہ.... تو وہ خود ہی پہنچ گئی ظفر کے پاس۔!"

"جی ہاں....!"

"خیر دیکھوں گا۔!" عمران نے کہا۔

"کیا یہ ممکن ہے کہ میاں توقیر کچھ دنوں کے لئے غائب ہو جائیں۔!"

"میں بھی یہی سوچ رہا تھا۔!"

"رانا پیلس میں بڑی سمائی ہے۔!"

عمران کچھ نہ بولا.... رحمان صاحب نے اُس پر کوٹھی ہی تک محدود رہنے کی پابندی لگائی تھی۔ لیکن سر شام ہی کسی نہ کسی طرح ملازموں کو ڈوج دے کر نکل بھاگا تھا۔ اور اس وقت بھی اسے اپنے آس پاس کوئی ایسا آدمی نہیں دکھائی دیا تھا جس پر تعاقب کرنے والے کا شبہ کیا جاسکتا۔!"

"پیٹر کا کیا حال ہے۔!" اُس نے پوچھا۔

"فی الحال تو پُر سکون نظر آرہا ہے۔ چپ چاپ پڑا رہتا ہے۔ کھانا پینا قطعی ترک کر دیا ہے۔!"

"خصوصی نگہداشت کی ضرورت ہے! خیال رکھنا اور اب خاور سے کہہ دو کہ اگر اس آدمی کی

واپسی ستنام ہاؤز میں ہوتی ہے تو اب اس کی نگرانی کی ضرورت نہیں۔!"

"کیوں....؟ میں نہیں سمجھا جناب۔!"

"جس کے لئے کام کر رہا ہے اُس تک اُس کی پہنچ نہیں معلوم ہوتی۔ لہٰذا اُس پر وقت صرف کرنا بیکار ہے۔! وہ ستنام ہاؤز ہی میں کسی کو رپورٹ دیتا ہے اور وہ اس رپورٹ کو آگے بڑھا دیتا ہوگا۔ لہٰذا ابھی شہزور تک رسائی اُس کے توسط سے ممکن نہیں۔!"

"اگر یہی شہزور اتنا محتاط نہ ہوتا تو کبھی نہ کبھی ہمیں بھی اس کی ہوا لگ ہی ہوتی۔!" بلیک زیرو نے کہا۔

عمران کچھ نہ بولا! وہ پھر کسی کے نمبر ڈائیل کر رہا تھا۔ بلیک زیرو کمرے سے چلا گیا۔

"ہیلو....! کون صاحب ہیں۔!" عمران نے ماؤتھ پیس میں کہا۔

"سلمانی....!"

"میں ذہنی مریض ہوں....!" عمران بولا۔

"اوہ.... میرے دوست....! کیا کوئی اچھی خبر سناؤ گے۔!"

"ہم کہاں مل سکیں گے۔!"

"کہیں بھی نہیں! فی الحال میں کسی کو اپنی شکل نہیں دکھا سکتا۔!"

"کیوں؟ خیریت تو ہے۔!"

"میرے چہرے پر لمبی لمبی خراشیں ہیں....! وہ پاگل ہوتی جارہی ہے میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں۔!"

"کیا کوئی نیا مہمان وارد ہوا ہے۔!"

"نہیں تو.... سلمانی کی آواز آئی "اُس مردود کا کہیں پتا نہیں.... شائد اسی لئے وہ ایک خونخوار بلی بن گئی ہے۔!"

"لیکن میرا خیال ہے کہ ایک نیا آدمی تمہاری کوٹھی میں دیکھا جارہا ہے۔!"

"کون ہے....!"

"وہ جس کے دائیں گال پر لمباسا چوٹ کا نشان ہے۔!"

"اوہ.... وہ تو میرا پی اے ساجد ہے۔!"

"تمہارا پی اے....!"

"ہاں.... ساجد.... قریباً دس سال سے میرے پاس ہے....! ستنام ہاؤز ہی کے ایک حصے میں اُسے جگہ بھی دے رکھی ہے۔!"

"کیا آجکل اُس سے کسی کی نگرانی کرار ہے ہو۔!"

"نہیں تو.... سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... کیا مجھے پیری میسن سمجھ رکھا ہے تم نے۔!"

"تو پھر میرے آدمی کو غلط فہمی ہوئی ہوگی۔!" عمران طویل سانس لے کر بولا۔

"وہ میرا ایک قابل اعتماد ملازم ہے۔!"

"اچھا شکریہ....!" کہہ کر عمران نے ریسیور کریڈل پر رکھ دیا۔

وہ فکر مند نظر آنے لگا تھا....! دو ہی صورتیں ہو سکتی تھیں یا تو ساجد تھیلما کو رپورٹ دیتا تھا یا براہِ راست ملوث تھا۔ اس طرح کہ سلمانی کو آج تک اس کی خبر ہی نہ ہو سکی ہو۔!

اُس نے پر تفکر انداز میں دوبارہ فون کی طرف ہاتھ بڑھایا تھا اور اس بار گھر کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔ گھنٹی بجتی رہی۔ کوئی ریسیور اٹھانے والا نہیں تھا! اور کم از کم یہ رحمان صاحب کی کوٹھی کے لئے ناممکنات میں سے تھا۔

"ہیلو۔!"

عمران آواز نہیں پہچان سکا تھا! کچھ اسی طرح کی لرزش تھی اُس آواز میں۔!

"کون ہے۔!" عمران نے پوچھا۔

"اوہ صاحب جی! غضب ہو گیا! میں گلرخ ہوں۔!"

"کیا غضب ہو گیا بتاتی کیوں نہیں۔!"

"چوکیدار کی کوٹھری میں زبردست دھماکہ ہوا ہے۔ پتا نہیں بیچارہ زندہ ہے یا مر گیا! سب ادھر ہی دوڑ گئے ہیں۔!"

"ڈیڈی کہاں ہیں....!"

"وہیں ہیں.... سب ادھر ہی گئے ہیں.... میں اور اماں بی ادھر ہیں اماں بی کی حالت خراب ہو گئی ہے۔!"

"میں ابھی آیا....!" عمران ریسیور رکھ کر دروازے کی طرف جھپٹا تھا۔

بہت جلدی میں بلیک زیرو کو کچھ ہدایات دی تھیں اور رانا پیلس سے گھر کے لئے روانہ ہو گیا تھا۔ کار کی بجائے گیراج سے موٹر سائیکل نکالی تھی۔ اس وقت اسے میک اپ کا خیال آیا تھا اور نہ عاقبت اندیشی ہی کا ہوش تھا۔ بس جلدی گھر پہنچ جانا چاہتا تھا۔!

کوٹھی کے سامنے ایک جم غفیر نظر آیا۔ مسلح پولیس کے جوانوں نے دور تک سڑک کا گھیراؤ کر لیا تھا۔ بدقت تمام پھاٹک تک پہنچ سکا! رحمان صاحب وہیں موجود تھے۔

اُسے دیکھتے ہی مضطربانہ انداز میں بولے۔ "چلے گئے تھے تو پھر واپس آنے کی کیا ضرورت تھی! جاؤ۔!"

"ذرا اندر چلئے۔!" عمران بولا۔

وہ تیزی سے عمارت کی طرف مڑے تھے۔ عمران اُن کے پیچھے چل رہا تھا۔!

دونوں اندر آئے۔!

"چوکیدار کا کیا حشر ہوا....!" عمران نے پوچھا۔

"خوش قسمت تھا کہ دھماکے سے ذرا ہی دیر پہلے کچن کی طرف چلا گیا تھا۔!"

"اب کہاں ہے۔!"

"پوچھ گچھ کے لئے علیحدہ لے جایا گیا ہے۔!"

"کیا کوٹھری مقفل کر کے کچن کی طرف گیا تھا۔!"

"نہیں۔"

"ٹائم بم۔"

"ابھی کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" رحمان صاحب اُسے بغور دیکھتے ہوئے بولے۔ "کیا تم مجھ سے کچھ چھپانے کی کوشش کر رہے ہو۔!"

"شہزور نامی کسی ہپی کے بارے میں کوئی ریکارڈ ہے آپ کے محکمے کی تحویل میں۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"یہ بات مجھے کس سے معلوم ہو سکے گی۔!"

"فیاض سے.... لیکن یہاں کسی ہپی کا کیا ذکر۔!"

"وہ علامہ کے غائب ہو جانے والے شاگردوں میں دل چسپی لے رہا ہے! اور اُسے میری

تلاش ہے! اس رات موٹر ٹریننگ گراؤنڈ میں اُسی سے ٹکراؤ ہوا تھا۔!"

"علامہ..... میری سمجھ سے باہر ہے۔!"

"بیگم تصدق کی ماما کا سراغ ملا یا نہیں۔!"

"نہیں۔!"

"بیگم تصدق کو حراست میں لے لیجئے۔!"

"کیوں.....؟ جب تک ماما کا سراغ نہ ملے ضروری نہیں سمجھتا۔"

"معقول رقم دے کر اُسے روپوشی پر آمادہ کر لیا گیا ہوگا۔!"

"تو اب تم بھی یہی کہہ رہے ہو حالانکہ آج ہی بیگم تصدق کی موافقت میں بولتے رہے تھے۔!"

"ضابطے کی کارروائی نہ کی گئی تو علامہ کی طرف سے توجہ ہٹانے کے لئے اُس کا ہمدرد شہزور..... نہ جانے کیا کیا کر گذرے گا۔!"

"تو تم اس دھماکے کو بھی اُسی سے متعلق سمجھ رہے ہو۔!"

"جی ہاں.....! وہ چاہتا ہے کہ میں کسی طرح سامنے آؤں! ورنہ آپ اپنے چالیس سالہ ملازم چوکیدار کو کوئی ایسا تخریب کار سمجھ لیجئے جس نے کسی خاص مقصد کے تحت اپنی کوٹھری میں آتش گیر مادہ چھپا رکھا تھا۔!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتا۔!" رحمان صاحب نے کہا۔ پھر چونک کر اُسے گھورتے ہوئے بولے۔ "تمہیں یہاں نہیں آنا چاہئے تھا۔"

"میری موٹر سائیکل باہر کھڑی ہے..... اُسے کمپاؤنڈ میں منگوا لیجئے گا..... نمبر ایکس وائی تین سو بارہ ہے۔!"

"اور تم.....!"

"کسی طرح نکل جاؤں گا..... موٹر سائیکل یہیں رہے گی۔!"



ڈورا کرسٹی اور مائیکل ظفر الملک کے بنگلے سے برآمد ہوئے تھے..... اور اُن کا تعاقب شروع ہو گیا تھا! تعاقب کرنے والے نے اُن کی گاڑی اسٹارٹ ہوتے ہی اپنی موٹر سائیکل سنبھال لی

تھی..... لیکن جیسے ہی اُسے اسٹارٹ کر کے آگے بڑھنا چاہا تھا کسی نے ڈڈونیا کی باڑھ کے پیچھے سے اُس پر چھلانگ لگائی تھی اور کیریئر پر بیٹھا ہوا بولا تھا۔ "چلتے رہو۔!"

"کک..... کون ہو تم.....!"

"دوست.....! چلو کہیں وہ ہماری نظروں سے اوجھل نہ ہو جائیں۔!"

ہچکچاہٹ کے ساتھ اُس نے موٹر سائیکل آگے بڑھائی تھی..... تعاقب جاری رہا۔!

اور بالآخر اگلی گاڑی اُسی عمارت کے سامنے جا رکی تھی جہاں ڈورا کرسٹی کا قیام تھا۔!

"اب جدھر میں کہوں گا اُدھر چلو۔" تعاقب کرنے والے کے پیچھے بیٹھے ہوئے اجنبی نے کہا۔

"کیا میں تمہیں جانتا ہوں۔!" تعاقب کرنے والے نے پوچھا۔

"نہیں! تم مجھے نہیں جانتے۔!"

"تو پھر.....!"

"تو پھر کیا! مجھ سے جو کچھ کہا گیا ہے میں کر رہا ہوں۔" اجنبی نے جواب دیا۔

"کس نے کہا ہے۔!"

"بحث کرو گے مجھ سے۔!"

تعاقب کرنے والے نے موٹر سائیکل سڑک سے نیچے اتار کر روک دی.....! یہاں اندھیرا اور سناٹا تھا۔!

"یہ کیا کر رہے ہو۔!" اجنبی نے پوچھا۔

"تمہاری شکل دیکھنا چاہتا ہوں.....!" تعاقب کرنے والے نے کہا..... لیکن دوسرے ہی لمحے میں کوئی سخت سی چیز اُس کے داہنے پہلو سے چبھنے لگی تھی اور اجنبی بولا تھا۔ "غالباً میں نے کہا تھا کہ جدھر میں کہوں ادھر چلو.....!"

"کک..... کیا مطلب.....!"

"یہ میری انگلی نہیں ریوالور کی نال ہے۔!"

"اوہ..... لیکن کیوں.....!"

"جہاں لے چلوں چپ چاپ چلتے رہو۔ وجہ بھی بتا دی جائے گی.....! کیا تم ایڈووکیٹ سمانی کے پی اے نہیں ہو۔!"

"ہاں.... تو پھر....!"

"چلو۔!" اجنبی نے ریوالور کی نال کا دباؤ بڑھاتے ہوئے کہا۔ "جدھر سے آئے ہو.... اُدھر ہی بائیک موڑ لو۔!"

تعاقب کرنے والے نے تعمیل ہی کرنے میں عافیت سمجھی تھی۔!

کچھ دیر بعد ساجد نے پوچھا تھا۔ "آخر مجھے کہاں لے جاؤ گے۔!"

"تم لے جا رہے ہو مجھے۔!" اجنبی بولا۔

"لفٹ لینے کا حیرت انگیز طریقہ ہے مسٹر.... اور اگر دوسری کوئی بات ہے تو یہ بتادوں کہ میرے پرس میں زیادہ رقم نہیں ہے! اور کلائی پر گھڑی بھی نہیں ہے۔!"

"کلائی پر گھڑی نہ ہونا میرے لئے حیرت انگیز ہے۔!" اجنبی نے کہا۔!

"جہاں اُترنا ہو بتا دینا.... میں بھی خاصا زندہ دل ہوں۔!"

"اگر زندہ دل آدمی ہو تو سیدھے ستنام ہاؤز ہی کی طرف نکل چلو۔!"

"کک.... کیا مطلب۔!"

"تم وہیں تو جا رہے ہو۔!"

"تم کیا جانو.... آخر تم ہو.... کون....!"

"رُکنے کی ضرورت نہیں.... چلتے رہو۔!" اجنبی نے ریوالور کا دباؤ بڑھا کر یاد دہانی کرائی۔

"یہی بتا دو.... آخر چکر کیا ہے۔!"

"تمہیں اس کام پر کس نے لگایا ہے اور کیوں....؟"

"کمال ہو گیا.... نہ لفٹ لینا چاہتے تھے اور نہ مجھے لوٹنا چاہتے تھے.... بس یہ معلوم کرنا چاہتے ہو کہ مجھے کس نے اس کام پر لگایا ہے۔!"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو۔!"

"اور اگر میں یہ پوچھوں کہ تمہیں اس سے کیا سروکار۔!"

"تو میں صاف صاف بتادوں گا کہ ڈورا کرسٹی میرے باس کی محبوبہ ہے اور میرا باس یہ ضرور جاننا چاہے گا کہ اُس کا کوئی رقیب تو نہیں پیدا ہو گیا۔" اجنبی نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"اوہ.... تو یہ بات ہے....!"

"اس سے زیادہ اور کچھ نہیں۔!" اجنبی بولا۔

"تمہارا باس کون ہے۔!"

"تھوڑی دیر میں میرے والد کا نام بھی پوچھو گے۔!"

"بہت تنک مزاج معلوم ہوتے ہو۔!"

"مناسب یہ ہوگا کہ ہم کہیں بیٹھ کر کافی کا ایک ایک کپ پئیں۔!" اجنبی بولا۔!

"اچھا خیال ہے! اس طرح میں جلد از جلد تمہاری شکل بھی دیکھ سکوں گا۔" ساجد نے کہا "تم تو میرے کوائف سے بھی بخوبی واقف معلوم ہوتے ہو۔!"

"ٹپ ٹاپ کی طرف چلو۔!"

"بہ.... بہت مہنگی جگہ ہے۔!"

"اخراجات میرے ذمے....!" اجنبی بولا۔

"اور اسی طرح ریوالور کی نال پر لے چلو گے۔!"

"ریوالور کی نال نہیں ہٹا سکتا۔! ویسے تم مطمئن رہو۔ کوئی تیسرا اُسے نہیں دیکھ سکے گا۔!"

ٹپ ٹاپ کی کمپاؤنڈ میں پہنچ کر ساجد نے اجنبی کی شکل دیکھی تھی اور ایک سرد سی لہر اُس کے پورے جسم میں دوڑ گئی تھی۔ بڑی خوفناک آنکھیں تھیں۔ بھدی سی موٹی ناک کے نیچے اتنی گنجان مونچھیں تھیں کہ دہانہ دکھائی نہیں دیتا تھا۔!

"اندر چلو...." وہ غرایا تھا۔

"جو کچھ پوچھنا ہو.... یہیں پوچھ لو.... میں اندر نہیں جاؤں گا! یہاں ایسے لوگ بھی ہونگے جو مجھے اچھی طرح پہچانتے ہوں گے۔!"

"تو پھر اس سے کیا فرق پڑے گا۔!"

"میں ایڈووکیٹ نادر سلمانی کا پرسنل اسسٹنٹ ہوں! بہتیرے جج اور وکیل مجھے اچھی طرح پہچانتے ہیں۔ اُن سے یہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ ظاہر ہے کہ میری حیثیت اتنی نہیں ہے کہ میں ایسی جگہوں پر دیکھا جا سکوں۔!"

"اور تم یہ نہیں چاہتے کہ یہ بات سلمانی تک پہنچے۔!"

"ظاہر ہے۔!"

"تو اس کا یہ مطلب ہوا کہ ڈورا کی نگرانی خود سلمانی نہیں کرا رہا۔!"

"ہرگز نہیں۔!"

"تو پھر۔!"

"بیگم صاحبہ..... سلمانی صاحب کو اس کا علم نہیں۔!"

"ہوں.... وہ کیوں اس کی نگرانی کرا رہی ہیں۔!"

"میں نہیں جانتا۔!"

"اچھا تو پھر تم نے ہوٹل سے اُن دونوں کا تعاقب کیوں کیا تھا۔!"

"اُن میں ایک ڈاڑھی والا ہپی بھی تھا.... دراصل وہ ڈورا کرسٹی کی نگرانی اس لئے کرا رہی ہیں کہ اُس کے ایک ملنے والے کا پتہ معلوم کر سکیں۔ انہوں نے بتایا تھا کہ وہ ڈاڑھی والا ایک ہپی ہے۔ بہر حال جب میں نے انہیں اس کا حلیہ بتایا تو انہوں نے کہا کہ وہ نہیں ہو سکتا۔!"

"بات کچھ کچھ سمجھ میں آ رہی ہے۔!" خوفناک شکل والا اجنبی سر ہلا کر بولا۔ "خیر.... تو کیا تم نے اُس ہپی کو ستنام ہاؤز میں کبھی نہیں دیکھا جس کا پتہ تھیلما معلوم کرنا چاہتی ہے۔!"

"نہیں.... میں نے ستنام ہاؤز میں کبھی کوئی ہپی نہیں دیکھا۔!"

"کوبرا کہلاتا ہے۔!"

"پہلی بار نام سُن رہا ہوں....!"

"خیر.... تو تم اس ملاقات کا ذکر تھیلما سے نہیں کرو گے۔! میرا باس سمجھتا تھا کہ کوئی مرد ہے تمہاری پشت پر.... لیکن ہپی والا چکر بھی میرے باس کے لئے دلچسپی سے خالی نہ ہوگا۔!"

"تمہارا باس کون ہے....!"

"اس کی فکر نہ کرو.... یہ لو.... رکھو.... جہاں دل چاہے کافی پی لینا۔!" اجنبی نے پرس سے پچاس کا ایک نوٹ کھینچا اور اُس کے ہاتھ پر رکھتے ہوئے کہا "اگر اس ہپی کا سراغ مل جائے تو مجھے بھی مطلع کرنا.... اس طرح تم سو سو کے پانچ کڑکڑاتے ہوئے نوٹ کما سکو گے۔!"

ساجد نے اُس کے ہاتھ سے نوٹ جھپٹتے ہوئے کہا۔ "تم سے کس طرح رابطہ قائم کر سکوں گا۔!"

"ڈھمپ میرا نام ہے.... اور یہ فون نمبر....!"

اُس نے اُسے ایک کارڈ دیا تھا جس پر صرف فون نمبر چھپا ہوا تھا۔

"اور ہاں!" وہ ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "اگر میں نہ ملوں تو پیغام دے دینا۔!"

"ایسا ہی ہوگا۔!"

"ایک بار پھر آگاہ کر دوں کہ تھیلما کو ہماری ملاقات کا علم نہ ہونے پائے۔!"

"مطمئن رہو....!"



اُس رات شہر میں کئی جگہ دھماکے ہوئے تھے! اور پولیس ہیڈ کوارٹر اپنے دوسرے معاملات کو التوا میں ڈال کر اُن کی طرف متوجہ ہو گیا تھا!

لوگ خوفزدہ تھے.... ان دھماکوں سے زیادہ تر سرکاری افسروں کو نقصان پہنچا تھا۔ اس لئے پولیس نے وطن دشمن اور تخریب کار عناصر کی تلاش شروع کر دی تھی۔ سابقہ خراب ریکارڈ رکھنے والے افراد کو بھی گرفتار کر لیا گیا تھا۔ لیکن رحمان صاحب کا محکمہ شہزور نامی کسی ہپی کی تلاش میں تھا۔ ویسے وہاں اُس کا کوئی ریکارڈ موجود نہیں تھا۔

فیاض کو حیرت تھی کہ آخر یہ نیا نام کہاں سے آ ٹپکا۔ لیکن چونکہ ہدایت براہِ راست رحمان صاحب کی طرف سے جاری ہوئی تھی اس لئے چوں وچرا کی گنجائش ہی باقی نہیں رہی تھی۔

خود فیاض کو دفتر چھوڑنا پڑا تھا اور اَب اسے بڑی شدت سے عمران کی ضرورت محسوس ہو رہی تھی۔

ادھر عمران دوسرے چکروں میں تھا۔ کچھ ہی دیر پہلے سائیکو مینشن کے آپریشن روم میں جولیا کا پیغام موصول ہوا تھا جسے ڈی کوڈ کرنے کے بعد دوبارہ پڑھ رہا تھا!

پیغام کے مطابق میاں توقیر نے فرحانہ جاوید سے شادی کی درخواست کی تھی۔ اور جلد ہی اُس کے گارڈین علامہ دہشت کی خدمت میں بھی حاضری دینے والے تھے۔ کیونکہ اُن کی درخواست پر فرحانہ نے یہی مشورہ دیا تھا۔ میاں توقیر کی خواہش ہے کہ جولیا بھی اُن کے ساتھ چلے.... روانگی کا دن مقرر نہیں ہو سکا تھا! وقت کا تعین ہوتے ہی اطلاع دی جائے گی۔

سائیکو مینشن سے عمران رانا پیلس پہنچا تھا.... اور بلیک زیرو کو طلب کر کے اُسے جولیا کا

پیغام سنایا تھا۔

"بقول آغا حشر۔ چڑیا پھدک کر باز کے پنجے میں آگئی۔! مجھے پہلے ہی خدشہ تھا۔!" بلیک زیرو کچھ سوچتا ہوا بولا۔ "اسی لئے میں نے میاں توقیر کی گمشدگی پر زور دیا تھا۔!"

"سوال تو یہ ہے کہ تمہاری تجویز کو بروئے کار کیسے لایا جائے۔!"

"راستے ہی سے لے اڑیں۔!"

"یہ صرف اُسی صورت میں ممکن ہوگا جب ٹرین سے سفر کیا جائے۔! اگر فشیلا کے ہوائی اڈے سے روانہ ہوئے تو یہاں کے ایئرپورٹ ہی پر اُن سے ملاقات ہو سکے گی.... ویسے میرا یہی اندازہ ہے کہ میاں توقیر ٹرین میں وقت نہیں ضائع کریں گے۔!"

"یہاں کے ایئرپورٹ پر بھی کوشش کی جا سکتی ہے۔!"

"اُسی صورت میں جب میاں توقیر علامہ یا فرحانہ کو اپنی آمد سے مطلع کئے بغیر روانہ ہو جائیں گے۔!"

"جولیا تو ہمیں روانگی کے وقت سے ضرور مطلع کر دے گی۔!"

"دیکھا جائے گا۔!" عمران نے شانوں کو جنبش دی۔ چند لمحے کچھ سوچتا رہا پھر بولا۔ "اب یہ سارے معاملات تم سنبھالو گے۔ میں تو چلا۔ فون پر رابطہ رکھوں گا۔!"

پھر اُس نے اُسے ساجد سے متعلق ہدایات دی تھیں اور ڈھمپ کے نام اُس کی کسی متوقع فون کال کے بارے میں بتاتے ہوئے کہا تھا۔ "اُس کا وہ پیغام ریکارڈ کر لینا۔!"

"بہت بہتر۔!"

پھر وہ پیٹر کے کمرے میں آیا تھا جس کی حالت پہلے سے مختلف نظر آرہی تھی.... عمران کو اُس نے اس طرح دیکھنا شروع کیا تھا جیسے پہچاننے کی کوشش کر رہا ہو....!

"کیا حال ہے....!" عمران نے پوچھا۔

"ٹھیک ہے.... خدا کا شکر ہے.... میں نے آپ کو پہچانا نہیں۔!"

"تم مجھے کیا پہچانو گے۔ بہت چھوٹا سا تھا جب مجھے دیکھا تھا تم نے۔!"

"خدا جانے....! مجھے کچھ بھی یاد نہیں.... یہ بھی نہیں جانتا کہ میں کون ہوں.... اور کہاں ہوں....!"

عمران نے اُسے گھور کر دیکھا تھا لیکن اُس کا چہرہ سپاٹ نظر آیا۔ آنکھوں سے لاتعلقی ظاہر ہو رہی تھی۔!

"پھر اب کیا خیال ہے....!" وہ کچھ دیر بعد بولا۔

"خیال.... کیسا خیال....!"

"شائد تمہیں شراب نہیں ملی۔!"

"شراب، نہیں تو.... میں شراب نہیں پیتا! مجھے نہیں یاد پڑتا کہ کبھی پی ہو۔!"

"یہاں تمہیں کوئی تکلیف تو نہیں ہے۔!"

"قطعی نہیں.... لوگ بہت مہربان ہیں.... کہتے ہیں کہ جب تم اچھے ہو جاؤ گے تو تمہیں باہر ٹہلنے کی اجازت مل سکے گی۔!"

عمران نے مایوسانہ انداز میں سر ہلایا تھا اور واپسی کے لئے مڑ گیا تھا۔

شیلا کے پاس پہنچا تو وہ اس طرح منہ پھلائے بیٹھی نظر آئی جیسے اس کا قانونی حق رکھتی ہو۔!

"برقعے میں چلنا پڑے گا میرے ساتھ۔!" عمران کھنکار کر بولا۔

"بس اتنی سی بات....! میں تو سمجھی تھی شائد ٹکڑے ٹکڑے کر کے کسی پیٹی میں رکھو گے اور وہ پیٹی تمہیں اپنے سر پر اٹھانی پڑے گی۔!"

"میں ڈاڑھی اور شیروانی میں کیسا لگوں گا۔!"

"بہت اچھے.... دونوں اس سج دھج سے نکلیں گے اور تم راہگیروں کو روک روک کر کہنا ....ایک عرض ہے جنابِ عالی ٹرین پر سفر کر رہے تھے کسی نے جیب سے بٹوا نکال لیا.... ساری رقم اور ریل کے ٹکٹ اُسی میں تھے.... لاکھ کہا ٹکٹ چیکر کو لیکن اُس نے یقین نہ کیا۔ گاڑی سے اُتار دیا.... واپسی کے لئے مدد کی درخواست ہے۔!"

"اگر تمہاری خواہش یہی ہے تو اس کے لئے بھی تیار ہوں لیکن اب دیر نہ کرو۔!"

"کیا تم برقعے کی بات سنجیدگی سے کر رہے تھے۔!"

"ہاں.... یہی مناسب ہوگا....!"

"کہاں چلو گے....!"

"لمبا پروگرام ہے.... باتیں پھر ہو جائیں گی۔!"

پھر اُس نے بلیک زیرو سے پیٹر کو سائیکو مینشن منتقل کر دینے کے لئے کہا تھا۔ اور شبہ ظاہر کیا تھا کہ وہ اپنی یادداشت کھو بیٹھا ہے۔!

"بن رہا ہے جناب....!" بلیک زیرو نے کہا۔

"حقیقت بھی ہو سکتی ہے....! سائیکو مینشن کے اسپیشلسٹ ہی فیصلہ کر سکیں گے۔!"

"بہت بہتر.... آج ہی منتقل کر دیا جائے گا۔!"



دو دن شہر میں مختلف جگہوں پر دھماکے ہوئے تھے۔ اور تیسرا دن پُر سکون گذر گیا تھا۔ چوتھی رات علامہ باہر جانے کی تیاری کر رہا تھا کہ فون کی گھنٹی بجی تھی۔ ناگواری کے آثار اُس کے چہرے پر ظاہر ہوئے تھے لیکن اُس نے ریسیور اٹھا لیا تھا۔

"میں فرحانہ بول رہی ہوں جناب....!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"اوہ.... اچھا.... کیا بات ہے....!"

"مم.... میں بہت خائف ہوں جناب....!"

"تم.... خائف ہو...." علامہ کے لہجے میں حیرت تھی۔ "کس سے....!"

"میں نے.... ابھی ابھی اُس لڑکی کو دیکھا ہے۔!"

"کس لڑکی کو....!"

"وہ جو اچانک مر گئی تھی.... یاسمین.... یاسمین....!"

"تمہاری طبیعت تو ٹھیک ہے....!"

"میں سچ کہہ رہی ہوں۔ خواب نہیں دیکھا.... اور نہ کوئی نشہ کرتی ہوں۔ ابھی پندرہ منٹ پہلے کی بات ہے.... سفید لبادے میں ملبوس تھی۔ میرے پائیں باغ میں.... اور اُس کے جسم سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی۔!"

"کیا تم اُس سے بہت زیادہ متاثر تھیں۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"پھر وہ تمہارے پائیں باغ میں کیا کر رہی تھی....!"

"میری سمجھ میں کچھ نہیں آتا۔!"

"کچھ بولی تھی۔"

"نہیں جناب! لیکن ایسا لگتا تھا جیسے کسی قسم کا اشارہ کر رہی ہو۔!"

"محض واہمہ.... اپنے ذہن کو فضولیات سے متاثر نہ ہونے دو....! روح جسم کے بغیر محض ایک تصور ہے! اگر مذہبی نکتہ نظر سے دیکھو تب بھی کسی روح کی دوبارہ تجسیم صور پھونکے جانے سے قبل ممکن نہیں۔!"

"بہت بہت شکریہ جناب۔!"

علامہ ریسیور کریڈل پر رکھ کر برآمدے میں نکل آیا۔ تھوڑی دیر بعد اُس کی گاڑی یونیورسٹی کیمپس کی طرف جا رہی تھی اور وہ خود ہی ڈرائیو کر رہا تھا۔

اس کا چہرہ پر سکون نظر آ رہا تھا۔ اس عجیب و غریب اطلاع پر وہ آج کسی قسم کے ذہنی انتشار میں مبتلا نہیں ہوا تھا۔ حالانکہ اُس رات جب فون پر یاسمین کی روح سے ہم کلام ہوا تھا تو اس کی حالت غیر ہو گئی تھی۔

فرحانہ جاوید سچ مچ خوفزدہ نظر آئی۔ چہرے کی رنگت زرد ہو گئی تھی۔

"تم نے وہ بھوت کس جگہ دیکھا تھا۔!" علامہ نے اُس سے پوچھا۔

فرحانہ نے پائیں باغ کے ایک گوشے کی طرف اشارہ کیا۔

"تو اُس نے تمہیں کسی قسم کا اشارہ کیا تھا۔!"

"جی ہاں....!"

"اُس کے بعد.... لیکن ٹھہرو.... وہاں تو اندھیرا ہے۔ برآمدے کی روشنی اُس جگہ تک نہیں پہنچ رہی۔!"

"میں نے شائد آپ کو یہ نہیں بتایا تھا کہ خود اُس کے جسم سے ہلکی ہلکی روشنی پھوٹ رہی تھی اور اُس روشنی میں وہ پوری طرح دکھائی دیتی تھی۔ پھر دفعتاً غائب ہو گئی تھی۔!"

"تم نے جسم سے پھوٹنے والی روشنی کا ذکر کیا تھا۔ بہر حال تم اسے واہمہ سمجھنے پر تیار نہیں ہو!"

"جی نہیں.... قطعی نہیں.... میں نے جاگتی آنکھوں سے دیکھا تھا۔!"

"چلو.... وہاں چلتے ہیں۔ دیکھیں شائد قدموں کے نشانات بھی چھوڑ گئی ہو۔ اگر وہ مجسم تھی تو قدموں کے نشانات بھی ہوں گے۔!"

"اس وقت ادھر جانے کی ہمت نہیں کر سکتی۔ کل دن میں دیکھ لوں گی۔!"

"میں ساتھ ہوں تمہارے۔ بچوں کی سی باتیں نہ کرو۔!"

وہ نہیں مانی تھی۔ برآمدے میں کھڑی رہی تھی۔ اور علامہ ٹارچ روشن کئے ہوئے جھاڑیوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔ بہت غور سے آس پاس کی زمین کا جائزہ لیتا رہا۔ لیکن کسی قسم کے بھی نشانات نہ مل سکے۔ تھک ہار کر پھر برآمدے میں واپس آ گیا۔

"اگر اُسے بھوت تسلیم بھی کر لیا جائے تو تمہارے بنگلے میں اُس کا کیا کام۔!" علامہ نے کچھ دیر بعد کہا۔

"میں خود نہیں سمجھ سکتی جناب۔!"

"تمہیں شائد علم نہیں ہے کہ یہاں کا ایک بلیک میلر میرے پیچھے پڑ گیا ہے اور اس کوشش میں لگا ہوا ہے کہ کسی طرح یاسمین کی موت کی ذمہ داری مجھ پر ڈال دے۔!"

"وہ کون ہے۔!"

"خدا جانے.... بلیک میلر کبھی اپنی اصل شخصیت نہیں ظاہر کرتے۔!"

"آخر وہ کس بناء پر کہہ سکتا ہے کہ یاسمین کی موت کے ذمہ دار آپ ہیں۔!"

"یہی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔ اور اگر اُسے بھان متی کا تماشہ ہی دکھانا تھا تو مجھے دکھاتا.... تمہیں کیا سروکار ان باتوں سے۔!"

"تو کیا سچ مچ....!" وہ جلدی جلدی سانس لیتی ہوئی بولی۔

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو.... اُس کی موت سے مجھے کیا فائدہ پہنچتا۔!"

"چلئے.... اندر بیٹھئے.... میں کافی بناتی ہوں۔!"

"کیا وہ بوڑھی عورت آج کل نہیں ہے جو کچن میں کام کرتی تھی۔!"

"اُسے ملیریا ہو گیا تھا۔ میں نے آرام کرنے کو کہا ہے۔!"

"اس لئے خود ہی سارے کام کر رہی ہو۔!"

"مجبوری ہے۔!"

وہ اُسے سٹنگ روم میں لائی تھی اور خود کچن کی طرف چلی گئی تھی۔

علامہ خاموش بیٹھا سٹنگ روم میں رکھی ہوئی آرائشی مصنوعات کا جائزہ لیتا رہا۔

دفعتاً فون کی گھنٹی بجی تھی اور وہ چونک اٹھا تھا۔ ہاتھ بڑھایا تھا ریسیور کی طرف اور پھر رُک گیا تھا۔ گھنٹی بجتی رہی۔ آخر فرحانہ ہی دوڑتی ہوئی کال ریسیو کرنے آئی تھی۔

"ہیلو۔" وہ ریسیور اٹھا کر ماؤتھ پیس میں بولی۔ "جی ہاں.... فرمائیے۔ اُوہ.... جی ہاں.... تشریف رکھتے ہیں بہتر ایک منٹ۔!"

پھر اُس نے ریسیور علامہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔ "آپ کی کال ہے۔!"

"میری کال.... یہاں؟.... کون ہے۔!"

"کوئی خاتون ہیں....!"

علامہ نے بُرا سا منہ بنا کر اُس کے ہاتھ سے ریسیور لیا تھا! اور اپنا نام بتا کر دوسری طرف سے کچھ سننے کا منتظر رہا تھا۔

"پروفیسر۔" نسوانی آواز آئی تھی۔ "میں تمہیں نظر نہیں آؤں گی.... لیکن تم سے تعلق رکھنے والے دوسرے لوگ مجھے دیکھتے رہیں گے۔"

"تم جو کوئی بھی ہو! مجھے باور نہیں کرا سکتیں کہ تم یاسمین کی روح ہو.... لہذا یہ ڈرامہ ختم کرو.... اور مجھے بتاؤ کہ تم کیا چاہتی ہو۔!"

"میں صرف یہ چاہتی ہوں کہ وہ جو دنیا میں رہ گئے ہیں تمہاری دستبرد سے محفوظ رہیں۔"

"بڑا نیک خیال ہے.... لیکن تم یہ نیک کام کس طرح انجام دو گی۔!"

"تمہارا وہ شکار محفوظ ہو گیا ہے۔ جسے شادی کے لئے مارنے کا ارادہ رکھتے تھے۔!"

"کیا بات ہوئی....!"

"اگر یہ بات نہ ہوتی پروفیسر تو میں اس وقت فرحانہ کے بنگلے میں کیوں نظر آتی.... میں تم سے بہت قریب ہوں۔!"

علامہ نے کنکھیوں سے فرحانہ کی طرف دیکھا تھا! اور وہ جلدی سے بولی تھی۔ "اوہ میں چلوں پانی اُبل گیا ہوگا۔!"

وہ چلی گئی اور علامہ پھر روح کی بات سننے لگا تھا۔ وہ کہہ رہی تھی۔ "اس طرح فرحانہ بھی

محفوظ ہو گئی ہے۔!"

"کیا میں اسے مجذوب کی بڑ سمجھوں....!" علامہ جھنجھلا کر بولا۔

"نہیں....! یقین کر لو کہ میں یاسمین ہوں! اور عالم ارواح سے بول رہی ہوں ورنہ تمہاری دنیا میں کون جانتا ہے کہ تم پیر علی کے بیٹے ہو۔!"

"مت بکواس کرو.... مت بکواس کرو!" دفعتاً علامہ کے پورے جسم میں تھر تھری پڑ گئی تھی۔

"اب تمہیں میاں توقیر کا سراغ نہیں مل سکے گا۔!"

"شٹ اپ....!" علامہ حلق پھاڑ کر دھاڑا تھا۔

اور دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے کی آواز آئی تھی۔

وہ ریسیور رکھ کر لڑکھڑاتا ہوا صوفے تک آیا۔ لیکن فون کی طرف ایسی نظروں سے دیکھے جارہا تھا جیسے حقیقتاً اس میں سے کوئی غیر مرئی شے نکل کر مادی ہیئت اختیار کر لے گی۔

فرحانہ ٹرالی دھکیلتی ہوئی سٹنگ روم میں داخل ہوئی تھی.... اُس کی آہٹ پر وہ چونکا تھا۔ اور وہ اُسے حیرت سے دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ "آپ.... آپ ٹھیک تو ہیں۔!"

"ہاں.... آں....!" اُس نے زبردستی مسکرانے کی کوشش کی تھی۔

"کوئی بُری خبر تھی؟"

"یاسمین کی روح فون پر مجھ سے مخاطب تھی۔!"

"نہیں۔!" فرحانہ چلتے چلتے رُک گئی۔

"اونہہ.... کیا اہمیت ہے اس کی.... کافی پلاؤ....!" علامہ نے کہا اور جیب سے رومال کھینچ کر چہرے کا پسینہ خشک کرنے لگا!

"فون پر کیا کہہ رہی تھی۔" فرحانہ نے پوچھا۔

"میاں توقیر کو میری دستبرد سے محفوظ رکھنا چاہتی ہے! لہٰذا اب مجھے اُس کا سراغ نہیں ملے گا۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"ختم کرو.... کافی لاؤ۔!"

فرحانہ نے کافی انڈیل کر پیالی اُس کی طرف بڑھائی تھی۔

ایک گھونٹ لے کر پیالی میز پر رکھتا ہوا بولا۔ "تو وہ کل یہاں پہنچ رہا ہے۔!"

"خط میں یہی لکھا تھا۔ لیکن یہ نہیں لکھا تھا کہ قیام کہاں کرے گا۔!"

"ہمیشہ کانٹی نینٹل میں ٹھہرتا ہے.... میں جانتا ہوں.... لیکن مجھے یقین ہے کہ مجھ تک نہیں پہنچ سکے گا۔!"

"ک.... کیوں....!"

"روح اپنا کام کر چکی ہے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"وہ بلیک میلر.... شیلا اور پیٹر کا سراغ آج تک نہیں مل سکا! وہ دونوں اُسی کے قبضے میں ہیں۔!"

فرحانہ کی آنکھوں میں عجیب سی چمک پیدا ہوئی تھی اور چہرہ کھل اٹھا تھا۔

علامہ نے یہ تبدیلی محسوس کر لی اور اُسے ایسی نظروں سے دیکھنے لگا جیسے اس نوعیت کا خاموش اظہارِ مسرت اُسے ذرہ برابر بھی پسند نہ آیا ہو۔

"تم اس پر خوش ہو رہی ہو۔!"

"بہت زیادہ.... اپنی پسند یا کچھ بھی نہیں۔!"

"میں آدمی سے مایوس ہوتا جارہا ہوں۔!"

"کیوں جناب۔!"

"کسی قسم کی بھی تربیت اُسے جذبات کی غلامی سے رہائی نہیں دلا سکتی۔"

فرحانہ کچھ نہ بولی۔ علامہ نے خاموشی سے کافی ختم کی تھی اور اٹھ کھڑا ہوا تھا۔

"کیا آپ ناراض ہیں مجھ سے۔!" فرحانہ گھگھیائی۔

لیکن وہ کچھ کہے بغیر باہر نکلا چلا آیا تھا۔ فرحانہ بھی پیچھے پیچھے آئی تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھا انجن اسٹارٹ کیا اور گاڑی بیک کر کے کمپاؤنڈ سے نکالی۔ فرحانہ جہاں تھی وہیں دم بخود کھڑی رہی۔

گاڑی سڑک پر پہنچتے ہی تیز رفتاری سے مغرب کی جانب روانہ ہو گئی۔ دیوانوں کی طرح ڈرائیونگ کر رہا تھا اور ساتھ ہی بڑبڑاتا بھی جارہا تھا۔ "تف ہے میری زندگی پر.... ابھی تک اُس مردود کو تلاش نہیں کر سکا۔ جاگ شہزور.... جاگ.... شہزور....!"

وہ اتنے زور سے چیخا تھا کہ بالآخر اُسے کھانسی آگئی تھی۔!

کار خاصی تیز رفتاری سے سڑکیں ناپتی رہی۔ پھر شائد اُس نے اُسے کسی خاص راستے پر ڈال دیا تھا۔ اس گاڑی میں اندر اور باہر کئی عقب نما آئینے لگے ہوئے تھے۔ ان کی موجودگی میں خواہ کسی بھی انداز میں تعاقب کیا جاتا علامہ کی نظروں سے پوشیدہ نہ رہ سکتا۔!

شائد اس ویران سڑک پر آنکلنے کا یہی مقصد تھا کہ وہ تعاقب کرنے والوں پر نظر رکھ سکے۔!

تھوڑی دیر بعد اُس نے گاڑی پھر شہر کی طرف موڑ دی تھی۔ اطمینان ہو گیا تھا کہ اُس کا تعاقب نہیں کیا جارہا اور پھر شہر کی جاگتی جگمگاتی ہوئی سڑکوں سے گذرتے وقت ایک بار پھر اُس پر بڑبڑاہٹ کا دورہ پڑا تھا۔

"علامہ کا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا.... اور شہزور فولاد کی چٹان ہے۔ فولاد کی چٹان ہے.... آخری آدمی.... توقیر زندہ نہیں رہ سکتا.... خواہ سات پردوں میں چھپا دیا جائے.... نہیں سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... اگر وہ بلیک میلر میری اصلیت سے واقف ہو گیا ہے تو کیا فرق پڑتا ہے اس سے.... وہ کسی طرح بھی اسے ثابت نہیں کر سکے گا.... اور اب میں اُسے بھی دیکھوں گا....!"

گاڑی اُس کی کوٹھی کی طرف جارہی تھی.... اور پھر اچانک اُسے معلوم ہوا کہ اب ایک گاڑی اُس کا تعاقب کر رہی ہے۔

وہ زہریلی ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔ "آؤ.... آؤ.... آج تمہاری شامت ہی آگئی ہے۔ تم جو کوئی بھی ہو....!"

کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے اچانک بریک لگائے تھے.... اور پچھلی گاڑی نے ہارن دینا شروع کر دیا تھا۔! پھر وہ تھوڑی سی کترا کر اُس کی گاڑی کے قریب ہی سے آگے نکل گئی۔

ڈرائیو کرنے والے کی پشت ہی دیکھ سکا۔ اب وہ خود اُس گاڑی کا تعاقب کر رہا تھا.... اور پھر تھوڑی دیر بعد اُس پر ہنسی کا دورہ پڑا تھا.... کیونکہ اُس نے ایک موڑ پر ڈرائیور کی شکل دیکھ لی تھی۔ وہ کوئی عورت تھی....! اور عورت بھی.... سفید فام۔!

اُس نے ہونٹوں پر زبان پھیری اور دونوں گاڑیوں کا فاصلہ کم کرنے کی کوشش کرنے لگا۔ اور پھر ایک جگہ موقع دیکھ کر اپنی گاڑی اُس سے آگے نکال لے گیا۔

"اوہ.... تو یہ ہے۔!" وہ بُرا سا منہ بنا کر بڑبڑایا تھا۔ گاڑی آگے نکالتے وقت اُس نے اُس کی شکل دیکھ لی تھی۔!

لیکن وہ اُس کا تعاقب کیوں کر رہی تھی۔ بحیثیت علامہ دہشت وہ اُس کے واقفوں میں سے نہیں تھی....! پھر۔؟ ایک بڑا سا سوالیہ نشان ذہن میں ابھرا تھا۔!

اپنی کوٹھی کے قریب پہنچ کر اُس نے گاڑی روکی تھی اور اترنے بھی نہیں پایا تھا کہ پچھلی گاڑی قریب ہی آرکی۔

عورت نے کھڑکی سے سر نکال کر کہا۔ "بدتمیزی ضرور ہے لیکن کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ یہ گاڑی کس کی ہے۔!"

علامہ نے چونک کر اپنی گاڑی کو دیکھا تھا اور نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا لیا تھا۔!

"آپ کیوں پوچھ رہی ہیں۔!" علامہ نے سنبھل کر سوال کیا۔

"میرا خیال ہے کہ یہ میرے ایک دوست کی گاڑی ہے۔!"

"تو پھر.... مجھے اعتراف ہے کہ یہ گاڑی میری نہیں ہے۔!"

"کس کی ہے۔؟"

"آپ کے دوست کی؟" علامہ مسکرایا تھا۔

"کیا نام ہے اُس کا؟"

"کمال ہے آپ اپنے دوست کا نام بھی نہیں جانتیں۔!"

"میں اُسے کوبرا کے نام سے جانتی ہوں۔!"

"کیوں نہ ہم اندر چل کر اس سلسلے میں گفتگو کریں۔!"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے۔!" عورت بھی گاڑی سے اترتی ہوئی بولی۔

"آئیے....!" علامہ پھاٹک کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

وہ اُسے سٹنگ روم میں لایا تھا۔

"میرا نام تھیلما نادر ہے....!"

"اور میں دہشت ہوں....!"

دونوں نے مصافحہ کیا تھا....! اور تھیلما اُسے بغور دیکھتی ہوئی بولی تھی۔ "مجھے اپنے دوست

کی تلاش ہے!وہ مجھ سے ناراض ہو گیا ہے۔!"

"لیکن میں کسی کو برا کو نہیں جانتا۔!"

"تم نے کہا تھا کہ وہ گاڑی تمہاری نہیں ہے۔!"

"ہاں میرے ایک دوست کی ہے.... اور وہ یہیں میرے ساتھ مقیم ہے۔ اس وقت غالباً لائبریری میں ہو گا۔!"

"کیا وہ کوئی ہپی ہے۔!"

"ہاں ہے تو ہپی ہی۔!"

"تمہاری طرح مضبوط اور قد آور۔!"

"ہاں.... وہ ایسا ہی ہے۔!"

"خدا کے لئے مجھے اُس سے ملوا دو.... میرے پاس اُس کے لئے ایک اہم خبر ہے۔!"

"اچھی بات ہے.... آپ یہیں بیٹھئے.... ! میں اُسے بھیجتا ہوں" علامہ نے کہا اور اٹھ کر اندر چلا آیا۔!

دس منٹ کے اندر اندر شہزور بن کر اس نے انٹر کوم پر کسی ملازم کو مخاطب کیا تھا.... اور دوسری طرف سے جواب ملنے پر بولا تھا۔

"سٹنگ روم میں ایک انگریز عورت بیٹھی ہوئی ہے.... اسے لائبریری کے دروازے تک پہنچا کر واپس چلے جاؤ۔!"

اس کے بعد وہ دروازے کے قریب ہی آکھڑا ہوا تھا۔ قدموں کی چاپ سن کر دروازہ کھولا تھا اور تھیلما کا ہاتھ پکڑ کر اندر کھینچ لیا تھا۔!وہ اس کے بازوؤں میں آگری۔

"یہ کیا حرکت تھی؟" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتی ہوئی غرائی۔

"اوہ.... ڈارلنگ.... مجھے معاف کردو.... میں نے تمہاری گاڑی پہچان لی تھی اس شریف آدمی نے اعتراف کر لیا کہ تم اس کے گھر میں موجود ہو۔!"

"میں نے تمہیں منع کیا تھا کہ کبھی میری ٹوہ میں نہ رہنا۔!"

"دل سے مجبور ہوں اور میں تمہیں ایک اطلاع بھی دینا چاہتی تھی اور ساتھ ہی یہ بھی بتا چاہتی تھی جو کچھ بھی ہوا اس میں میرا قصور نہیں تھا۔ اگر تم مجھے حالات سے آگاہ کر دیتے تو۔!"

"اسے بھول جاؤ۔!" وہ ہاتھ ہلا کر بولا۔!"کیا اطلاع دینا چاہتی تھیں۔!"

"ایک آدمی تمہارے متعلق پوچھ گچھ کرتا پھر رہا ہے....!"

"کون آدمی ہے۔!"

"میں نے اسے نہیں دیکھا....!" نادر کے پی اے ساجد سے پوچھ گچھ کی تھی اور اسے پچاس روپے دیئے تھے اور کہا تھا کہ اگر وہ تمہیں ڈھونڈ نکالنے میں کامیاب ہو گیا تو مزید پانچ سو روپے دے گا۔!

"اوہ تو ساجد کو اس نے اپنا نام اور پتہ بھی بتایا ہو گا؟"

"بتایا تھا.... مجھے تو یاد نہیں رہا۔ اسے یاد ہو گا۔!"

"کیا ساجد نے مجھے کبھی دیکھا ہے۔!"

"ضرور دیکھا ہو گا۔ ستنام ہاؤز ہی کے ایک حصے میں تو رہتا ہے۔!"

"خیر میں دیکھوں گا.... اب تم اس آدمی کی بات کرو۔ جو میرے آدمی کو تمہاری تحویل سے لے گیا تھا۔!"

"وہ معاملہ ہی میری سمجھ میں نہیں آسکا۔!جو ذہنی مریض بن کر آیا تھا وہ ڈاکٹر برنارڈ کو زخمی کر کے اٹھا لے گیا۔!"

"اور تم نے اسے وہ جگہ بھی بتا دی تھی جہاں ہم آخری بار ملے تھے۔!"

"میں ہوش میں کب تھی۔!"

"تمہیں کیا ہوا تھا۔!"

"ڈاکٹر برنارڈ کو زخمی کرنے کے بعد اس نے مجھے بے بس کر دیا تھا اور اس کے بعد اتنا ہی یاد ہے کہ اس نے کوئی چیز میرے بازو میں انجکٹ کی تھی....!"

تھیلما اچانک خاموش ہو کر شائد سوچنے لگی تھی کہ اس جھوٹ کو کس طرح آگے بڑھائے۔

"خاموش کیوں ہو گئیں۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ انجکشن کے بعد کیا ہوا تھا.... ہو سکتا ہے اسی دوران میں اس نے مجھ سے تمہارے بارے میں سب کچھ پوچھ لیا ہو.... مجھے بتاؤ کیا وہ اس جگہ پہنچ گیا تھا جہاں ہم آخری بار ملے تھے۔!"

"ہاں پہنچ گیا تھا۔!" وہ اسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔

"تب تو پھر اسی انجکشن کے زیرِ اثر میں نے اسے سب کچھ بتا دیا ہوگا۔! کیونکہ مجھے کچھ یاد نہیں کہ اُس کے بعد کیا ہوا تھا۔ اور سنو میں تم سے کچھ بھی نہیں چھپانا چاہتی.... اس آدمی نے مجھے چرس کا ایکسٹریکٹ بھی بھجوایا تھا۔ جسے میں آج کل استعمال کر رہی ہوں.... ورنہ تمہارے منہ پھیر لینے کے بعد مر ہی جاتی.... میں نہیں جانتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔؟"

"تب تو وہ تم سے ملتا بھی رہتا ہوگا۔!"

"ہرگز نہیں.... اس نے فون پر مجھ سے کہا تھا کہ وہ چوکیدار کو میرے لئے ایک پیکٹ دے گیا ہے۔ میں وصول کرلوں.... اس پیکٹ میں چرس کا ایکسٹریکٹ ہے اور میرے لئے بہت دنوں کے لئے کافی ہوگا۔ اب میں نہیں سمجھ سکتی کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔!"

"اور اب ساجد کے بارے میں بھی سچی بات بتادو۔!"

"کک.... کیا مطلب....!"

"محبوبائیں جھوٹ بولتی ہیں تو میں انہیں جان سے مار دیتا ہوں۔!"

"وہ.... وہ.... میں تمہارے ہی ڈر سے جھوٹ بولی تھی.... مجھے معاف کردو۔ تمہیں تلاش کرنے ہی کے سلسلے میں سب کچھ ہوا ہے۔!"

"اور کیا ہوا ہے۔؟"

"سس ساجد والا معاملہ.... اس نے تمہیں کبھی نہیں دیکھا۔ وہ دراصل میں نے اسے ڈورا کرسٹی کی نگرانی پر لگایا تھا کہ شائد کبھی تم اس سے ملو.... اور ساجد تمہارا تعاقب کر کے تمہاری قیام گاہ سے واقف ہو جائے۔!"

"تو تم اس طرح رہی ہو میری ٹوہ میں....!"

"مجھے معاف کردو ڈارلنگ.... میں تم سے بہت متاثر ہوئی ہوں۔ ورنہ کوئی مرد مجھ سے ایسے لہجے میں گفتگو کرنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔!"

"پوری بات بتاؤ۔!"

تھیلما نے ساجد کی کہانی دہرائی تھی۔

اور وہ آنکھیں نکال کر بولا تھا۔ "دل تو یہی چاہتا ہے کہ ابھی اور اسی وقت تمہارا اگلا گھونٹ

دوں.... لیکن پھر سوچتا ہوں کہ تم واقعی دل کے ہاتھوں مجبور رہی ہوگی... ویسے اول درجے کی احمق.... میں نے کتنی بار تم سے کہا ہے کہ تم سے ملنے کے بعد پھر کوئی عورت نہیں جچی نظروں میں.... ڈورا کرسٹی تم سے پہلے کی بات ہے۔ اسکے ساتھ میں اب کیسے دیکھا جاسکتا ہوں۔!"

"میں مرنے کو تیار ہوں ڈارلنگ۔ تمہاری زبان سے یہ اعتراف سن لینے کے بعد زندہ نہیں رہنا چاہتی۔!"

"کیوں!" اس نے چونک کر پوچھا۔

"کل یہی بات کسی دوسری سے نہ کہنی پڑے۔ لہذا میرے لئے یہ بہت بڑا اعزاز ہوگا کہ اس سے پہلے ہی مر جاؤں۔!"

"ساجد نے اس کا کیا حلیہ بتایا تھا۔!"

"بڑی خوفناک شکل تھی۔ خونخوار آنکھیں۔ موٹی سی ناک.... مونچھیں ایسی کہ دہانہ دکھائی نہ دیتا تھا۔! اس نے ساجد کو یہ بھی بتایا تھا کہ ڈورا کرسٹی اس کے باس کی محبوبہ ہے! باس کو اس پر شبہ ہو گیا ہے کہ اس کا تعلق کسی اور سے بھی ہے لہذا وہ اس کے ملنے جلنے والوں کی نگرانی کر رہا ہے۔!"

وہ چند لمحے خاموش رہنے کے بعد بولا۔ "اچھا تو اس نے ساجد سے یہ بھی کہا ہوگا کہ تم سے اس ملاقات کا ذکر نہ کرے۔!"

"اوہ.... بالکل یہی کہا تھا۔ تم کتنی سوجھ بوجھ رکھتے ہو ڈارلنگ مجھے بتاؤ وہ کون ہے اور تمہارے پیچھے کیوں پڑ گیا ہے۔!"

"ایک کاروباری حریف۔ تم فکر نہ کرو.... اور ساجد سے کہہ دو کہ بدستور ڈورا کرسٹی کی نگرانی کرتا رہے۔!"

"وہ تو کر رہا ہے۔!"

"بہت وفادار آدمی معلوم ہوتا ہے کہ تم سے ذکر کر دیا۔!"

"وہ تو اپنی جان بچانے کے لئے اس نے اس سے اتفاق کر لیا تھا ورنہ شائد گفتگو کرنا بھی پسند نہ کرتا....!"

"ہوں تو وہ چرس کا ایکسٹریکٹ۔!"

"حیرت انگیز ہے ڈارلنگ.... چرس سے بھی زیادہ سرور لاتا ہے....!"

"اس کے بعد بھی اس نے تم سے فون پر گفتگو کی ہو گی۔!"

"نہیں قطعی نہیں.... لیکن مجھے شبہ ہے.....!" میرا خیال ہے کہ سلمانی سے بات ہوتی رہتی ہے۔!"

"اوہ....!" اس نے زوردار قہقہہ لگایا تھا۔!

وہ بھی ہنسنے لگی تھی اور پھر علامہ نے کہا تھا!" اب تم جاؤ اور آئندہ ادھر کارخ بھی نہ کرنا میں خود ہی تم سے ملتا رہوں گا۔!"

"تم بھول جاؤ گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ دراصل کچھ معاملات صاف نہیں تھے۔ جو اس ملاقات کے بعد واضح ہو گئے ہیں۔ لہٰذا اب نہ ملنے کا سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔! اچھا اب تم سٹنگ روم میں جاؤ.... میرا دوست اچھا آدمی ہے کچھ دیر اس سے گفتگو کیے بغیر مت جانا۔!"

"میں کسی پالتو کتیا کی طرح تمہارے احکامات کی تعمیل کرتی ہوں۔!"

"اسی لئے تمہارے علاوہ اب اور کوئی عورت پسند نہیں آتی.... کل رات تک کے لئے رخصت....!"

"کل ملو گے۔!" وہ خوش ہو کر بولی۔

"ہاں.... ہاں۔ اب روز ملوں گا بے فکر رہو۔!"

وہ سٹنگ روم میں واپس آئی تھی۔ لیکن اب وہ شخص موجود نہیں تھا۔ ہچکچاہٹ کے ساتھ ایک طرف بیٹھ گئی۔ لیکن اسے زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑا تھا۔ علامہ جلد ہی اپنی اصل ہیئت میں وہاں پہنچ گیا تھا۔

"مجھے افسوس ہے محترمہ ایک ضروری کام میں الجھ گیا تھا۔ کیا آپ کی ملاقات اس سے ہو گئی۔ میں نے ملازم کو ہدایت کر دی تھی۔!"

"ہو گئی.... تمہارا بہت بہت شکریہ۔!" تھیلما بولی۔

وہ علامہ اور شہزور کی آوازوں میں ہلکی سی بھی مماثلت محسوس نہ کر سکی تھی۔

"آپ کیا پئیں گی۔!" علامہ نے پوچھا۔

"کچھ بھی نہیں۔ ویسے آپ نے اپنا پورا تعارف نہیں کرایا۔!"

"یونیورسٹی میں سوشیالوجی کا درس دیتا ہوں۔!"

"اوہ.... تو میں ایک استاد سے متعارف ہوئی ہوں۔! خوش نصیبی۔!"

علامہ صرف مسکرا کر رہ گیا تھا۔!



ساجد نے ڈورا کرسٹی کو اُسکے گھر تک پہنچا دیا تھا۔ اور پھر واپسی کے بارے میں سوچ ہی رہا تھا کہ ایک گاڑی۔ آکر رکی اور اس پر سے وہی لحیم شحیم ہپی اترتا دکھائی دیا۔ جس کا سراغ پانے ہی کے لئے وہ ڈورا کرسٹی کی نگرانی کرتا رہا تھا....! سارے جسم میں سنسنی سی دوڑ گئی اور ہاتھ پیر کانپنے لگے۔ سڑک کے دوسرے کنارے پر اس نے اپنی موٹر سائیکل روکی تھی۔

ہپی کو عمارت میں داخل ہوتے ہوئے دیکھا۔ اور موٹر سائیکل کا انجن کھول کر ٹارچ کی روشنی میں اس کا جائزہ لینے لگا۔ کبھی پلگ نکال کر اسے صاف کرتا اور کبھی کوئی پرزہ ٹٹولتا۔ بہر حال یہ ظاہر کرنا چاہتا تھا جیسے گاڑی میں اچانک کوئی خرابی ہو جانے کی بنا پر اسے رکنا پڑا ہے۔

لیکن ضروری نہیں تھا کہ ہپی کی واپسی جلد ہی ہو جاتی۔ دل ہی دل میں اُسے گالیاں دے رہا تھا۔ پتا نہیں اس وقت کہاں سے آیا مردود جبکہ وہ واپس جا رہا تھا دن بھر کی تھکن نے توڑ کر رکھ دیا تھا اور پچھلے دو دنوں سے ڈورا کرسٹی خود اُسے بھی اچھی لگنے لگی تھی۔ وہ سوچتا رہتا تھا کہ اس قضیئے کے اختتام پر وہ بھی اُس کے بوتیک میں جا کر اپنی جلد کے رنگ کو مزید نکھارنے کا ٹھیکہ دے آئے گا۔

انجن پر جھکے جھکے کمر دکھنے لگی تھی.... اس لئے پل بھر کو سیدھا ہونے کی کوشش کی۔ لیکن پوری طرح سیدھا بھی نہیں ہو پایا تھا کہ کسی نے عقب سے گردن پر وار کیا.... ایسی ہی ضرب تھی کہ آنکھوں میں ستارے ناچے بھی اور تاریکی میں تحلیل ہو گئے۔ چکرا کر گرا تھا اور دنیا و مافیہا سے بے خبر ہو گیا تھا۔

دوبارہ پتہ نہیں کب آنکھ کھلی تھی.... اور کہاں کھلی تھی بوکھلا کر اٹھ بیٹھا۔

بستر سے کود کر دروازے کی طرف جھپٹا! ہینڈل گھما کر کھولنے کی کوشش کی تھی لیکن وہ

مقفل ثابت ہوا۔

پاگلوں کی طرح دروازہ پیٹنا شروع کردیا۔ ساتھ ہی احمقانہ انداز میں چیخے بھی جا رہا تھا۔!

بالآخر کسی نے باہر سے قفل میں کنجی گھمائی تھی اور ڈپٹ کر بولا تھا۔ "پیچھے ہٹ جاؤ۔!"

ساجد اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گیا تھا۔ دروازہ کھلا اور سامنے وہی دیوزاد ہی کھڑا نظر آیا۔

کمرے میں داخل ہو کر اُس نے دروازہ بند کرتے ہوئے نرم لہجے میں کہا "آرام سے بیٹھ جاؤ.... پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔!"

"لل.... لیکن یہ سب کیا ہے۔!" ساجد ہکلایا۔

"کچھ بھی نہیں.... بس معقول معاوضے پر تم میرے لئے ایک کام کرو گے۔ اور میں صرف پانچ سو پر ٹالنے کی کوشش نہیں کروں گا۔ میری طرف سے پانچ ہزار۔!"

"مم.... میں سمجھا نہیں جناب۔!"

"تم اپنی مالکہ کے لئے میرا پتہ معلوم کرنا چاہتے تھے۔!"

"جج.... جی ہاں.... میں بے قصور ہوں۔!"

"مجھے علم ہے۔ کوئی بھی مالک کا حکم نہیں ٹال سکتا۔!"

"جی ہاں۔ جی ہاں۔!" ساجد خوش ہو کر بولا۔

"میں اس سلسلے میں تم سے بازپُرس نہیں کرنا چاہتا۔!"

"شش.... شکریہ جناب۔!"

"لیکن وہ آدمی جس نے تمہیں اپنے مفاد میں ورغلانے کی کوشش کی تھی۔!"

"آپ جانتے ہیں۔!"

"مجھے علم ہے۔!"

"تو پھر آپ یہ بھی جانتے ہوں گے کہ وہ مجھے پستول کے زور پر اپنے ساتھ لے گیا تھا۔!"

"ہاں میں یہ بھی جانتا ہوں۔!"

"تو پھر میں بے قصور ہوا نا۔!"

"میں نے ابھی تک تمہیں قصوروار تو نہیں ٹھہرایا۔!"

"بہت بہت شکریہ جناب۔!"

"مجھے بھی اُس آدمی کی تلاش ہے۔! اگر ہاتھ آگیا تو میں تمہیں پورے پانچ ہزار دوں گا۔!"

"آپ اتنے مہربان ہیں تو میں آپ کا کام مفت بھی کر سکتا ہوں جناب عالی۔!"

"تم کس طرح کرو گے میرا کام....!"

"جس طرح آپ فرمائیں گے جناب۔!"

"ٹھیک ہے میں ایسا ہی جواب سننا چاہتا تھا.... تمہارے پاس اس کے فون نمبر ہیں۔!"

"جی ہاں....!"

"اُس سے فون پر رابطہ قائم کر کے کہو کہ تم نے میری قیام گاہ کا پتہ لگالیا ہے۔!"

"بہت اچھا جناب۔!"

"پتہ میں تمہیں بتادوں گا....!"

"ٹھیک ہے.... لیکن اگر اُس نے مجھ سے کہا کہ اُس کے ساتھ جا کر آپ کی قیام گاہ دکھاؤں تو....!"

"ایسی صورت میں اُس سے پانچ سو روپے پہلے ہی وصول کرلینا۔!"

"آپ کو کوئی اعتراض تو نہ ہوگا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!"

"تو پھر اس کا مطلب یہ ہوا کہ آپ مجھے رہا کردیں گے۔!"

"کمال کرتے ہو.... ارے بھئی گرفتار کب کیا تھا کہ رہا کروں گا۔ وہاں سڑک پر رُک کر تمہیں پوری بات سمجھادینا خطرے سے خالی نہ ہوتا.... اس لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا۔!"

"کوئی بات نہیں....!" ساجد سر ہلا کر بولا۔ "لیکن جناب.... آخر میری مالکہ آپ کے پیچھے کیوں پڑگئی ہیں۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو....!" وہ اُسے آنکھ مار کر مسکرایا تھا۔!

ساجد کے دانت نکل پڑے.... انداز ایسا ہی تھا جیسے بات اُس کی سمجھ میں آگئی ہو۔!



ایئرپورٹ پر میاں توقیر محمد جس شخص کو انٹر کانٹی نینٹل کا نمائندہ سمجھ بیٹھے تھے وہ بلیک زیرو کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔! اُس کی فراہم کی ہوئی گاڑی میں جولیا سمیت بیٹھے تھے اور پھر بیٹھے ہی بیٹھے سو گئے تھے۔ کیونکہ گاڑی کی روانگی سے قبل بلیک زیرو نے انہیں کافی بھی پلوائی تھی۔

بیدار ہونے پر انہوں نے خود کو گاڑی کی بجائے کسی خواب گاہ میں پایا تھا۔

بلیک زیرو سے دوبارہ ملاقات ہوئی تھی اور اُس نے انہیں کچھ پوچھنے کا موقع نہیں دیا تھا خود ہی بتانے لگا تھا کہ اُن کی زندگی خطرے میں تھی اس لئے انہیں ایک محفوظ مقام پر لایا گیا ہے۔!

"میری زندگی خطرے میں تھی۔!" میاں توقیر نے بے یقینی کے سے انداز میں پوچھا۔

"جی ہاں.... اور اُسی عورت کے توسط سے جس کے لئے آپ یہاں تشریف لائے ہیں۔!"

میاں توقیر کا چہرہ غصے سے تمتما اٹھا تھا.... انہوں نے گرج کر پوچھا....! "تم آخر ہو کون اور تمہیں اس کی جرأت کیسے ہوئی۔!"

"آ گئے اصلیت پر....!" تیسری آواز سنائی دی اور وہ اُس طرف مڑ گئے۔

بائیں جانب والے دروازے سے عمران اندر داخل ہوا تھا۔!

"آپ اپنی شخصیت پر کتنے ہی غلاف چڑھائیں.... آپ کی اصل نہیں چھپ سکتی۔!"

"کیا مطلب....!"

"ایک ہی جھٹکے میں فرشتہ پن رخصت ہو گیا! گرج برس رہے ہیں بیچارے پر۔!"

"ارے کہیں.... تم لوگوں کا دماغ تو نہیں چل گیا۔!"

"سنا بھئی....!" عمران نے بلیک زیرو سے کہا۔ "ان کی شیریں زبانی کے چرچے تھے۔!"

"اوہ.... آخر تم لوگ ہو کون۔!"

عمران نے اُن کی بات کا جواب دینے کی بجائے بلیک زیرو سے کہا۔ "تم نے اسٹارٹ ہی غلط لیا تھا۔ انہیں یہ باور کرانے کی کوشش کرتے رہو کہ ہم لوگ انہیں اغوا کر لائے ہیں اور مبلغ پانچ لاکھ وصول کئے بغیر نہیں چھوڑیں گے۔!"

"وہ.... وہ لڑکی ہے کہاں جو میرے ساتھ تھی۔!" دفعتاً میاں توقیر چونک کر بولے۔

"اُسے تو ہم نے انٹر کانٹی نینٹل پہنچا دیا تھا۔! وہ وہیں آپ کا انتظار کر رہی ہو گی۔!" عمران ی سادگی سے بولا۔ "عورتوں کے اغواء کو ہم بدتمیزی سمجھتے ہیں۔!"

"اگر اسے کوئی نقصان پہنچا تو....!"

"عورت کو کبھی نقصان نہیں پہنچتا۔ اگر وہ ایسا سمجھتی ہے تو غلط فہمی میں مبتلا ہے۔!"

"تم جانتے ہو۔! میں کون ہوں۔!"

"میاں توقیر محمد جھریام۔!"

"اچھا اچھا.... میں سمجھ گیا اپوزیشن....!"

"خدا کے لئے یہاں سیاست نہ چھیڑ دینا.... ویسے تمہاری موت کی ذمہ داری اپوزیشن ہی کے سر آنے والی تھی کہ اچانک قاتل نے اسکیم بدل دی۔ ویسے مجھے حیرت ہے کہ تمہیں اپنی دونوں خالہ زاد بہنوں کی موت کی اطلاع نہیں ملی۔!"

"دونوں.... کیا مطلب.... مجھے یاسمین کی موت کی اطلاع ملی تھی اور اس سفر کا اصل مقصد ماتم پرسی تھا۔!"

"دوسری بھی چلی بسی.... آپ کا ننہال بھی ختم....!"

"خداوندا.... آخر تم کیا کہہ رہے ہو۔!"

"زہر مائی ڈیئر توقیر محمد....!"

"کیا سوتیلی ماں....!"

"جی نہیں! سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... وہ بڑی نیک عورت ہے۔!"

"تو پھر۔!"

"لمبی کہانی ہے.... اس کے لئے آپ کو ماضی میں چھلانگ لگانی پڑے گی۔!"

"جلدی سے بتاؤ۔!"

"آپ کے والد صاحب نے اپنے ایک مزارع پیر علی پر ظلم کیا تھا....!"

"بس....!" میاں توقیر ہاتھ اٹھا کر بولے "خدا کیلئے اس کا ذکر مت کرو.. میں نے سُنا ہے۔!"

"اور اس گھرانے کا ایک فرد بچ گیا تھا۔!"

"وہ کون ہے؟ کہاں ہے؟ جس طرح بھی ممکن ہو گا میں اسے خوش کرنیکی کوشش کروں گا۔!"

"ہونہہ.... آپ سے کہیں زیادہ اونچی پوزیشن والا ہے.... اور آپ آخری آدمی ہیں جس کے خاتمے کے بعد شائد اس کے انتقام کی آگ فرو ہو جائے....! وہ مصنوعی وبا اسی کی لائی ہوئی تھی جس کا شکار آپ کے افراد خاندان ہوئے تھے۔!"

"اوہ....!" میاں توقیر کی آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئیں۔

"لیکن اسے کسی طرح بھی ثابت نہیں کیا جاسکے گا کہ وہ پیر علی کا بیٹا ہے۔!"

"آخر.... وہ ہے کون....؟"

"وہی جس کی خدمت میں آپ فرحانہ جاوید سے شادی کی درخواست پیش کرنیوالے تھے۔!"

"پروفیسر....!" میاں توقیر اچھل پڑے۔

"ہاں...... علامہ دہشت...... فرحانہ اسی لئے جھریام پہنچی تھی کہ آپ کو الجھانے کی کوشش کرے!"

"خداوندا....!" میاں توقیر دونوں ہاتھوں سے سر تھام کر رہ گئے....!" کچھ دیر خاموشی رہی پھر انہوں نے سر اٹھا کر پوچھا۔ "لیکن تم کون ہو... اور تمہیں ان معاملات کا علم کیسے ہوا۔!"

"اس فکر میں نہ پڑیئے....!"

"میں تمہاری بات پر کیسے یقین کرلوں....!"

"کیا میں نے ابھی تک ماضی سے متعلق جتنی باتیں کی ہیں ان میں کچھ غلط تھی۔!"

"نہیں لیکن....!"

"مطمئن رہیئے جو کچھ بھی ہو رہا ہے آپ کی بہتری کے لئے ہے! جیسے ہی مجھے ان حالات کا علم ہوا تھا میں نے آپ کے تحفظ کا انتظام کرلیا تھا۔ جولیانا فٹنر واٹر میری ہی بھیجی ہوئی تھی۔ وہ آپ کی شناسا کسی فرانسیسی خاتون کی بھانجی نہیں ہے۔!"

"اوہ....!"

"وہ محض اسی لئے وہاں بھیجی گئی تھی کہ علامہ زہروں کا ماہر معلوم ہوتا ہے۔!"

میاں توقیر سکتے کی سی حالت میں بیٹھے رہے۔

"علامہ کے خلاف کوئی واضح ثبوت ابھی تک نہیں مل سکا اسی لئے یہ قدم اٹھانا پڑا۔" عمران بولا۔

"تو یہ کہیئے کہ آپ کسی سرکاری ادارے سے تعلق رکھتے ہیں۔!"

"یہی سمجھ لیجئے۔! یہاں آپ آرام سے رہیں گے۔! لیکن جب تک سارے معاملات صاف نہ ہو جائیں اس عمارت سے باہر قدم نہیں نکال سکیں گے.... میں اپنے خصوصی اختیارات کی بنا پر وزراء تک پر ایسی پابندیاں لگوا سکتا ہوں۔!"

"میرا سر چکرا رہا ہے....!"

"آرام کیجئے.... تھوڑی دیر بعد وزارت داخلہ کے توسط سے آپ کو مطمئن کردیا جائے گا کہ آپ غلط ہاتھوں میں نہیں پڑے ہیں۔"

میاں توقیر کچھ نہ بولے۔ پھر عمران اس کمرے میں واپس آیا تھا جہاں جولیا اس کی منتظر تھی۔

"شیلا کہاں ہے؟" اس نے عمران کو دیکھتے ہی پوچھا تھا۔

"ہو گی کہیں....! تمہیں فکر مند ہونے کی ضرورت نہیں۔!"

جولیا نچلا ہونٹ دانتوں میں دبائے اسے گھورتی رہی تھی۔ دفعتاً اٹھ کر جھپٹ پڑی۔

"ارے.... ارے.... دماغ تو نہیں چل گیا۔!" عمران ایک طرف ہٹتا ہوا بولا۔

جولیا پھر پلٹی تھی اس کی طرف۔!

"چیونگم....!" عمران چیونگم کا پیکٹ اس کی طرف بڑھاتا ہوا بولا۔

اس بار وہ حملہ آور نہیں ہوئی تھی۔ جھنجھلاہٹ اور شرمندگی کے ملے جلے آثار چہرے پر لئے کھڑی رہی.... شاید سوچ رہی تھی کہ اس بوکھلاہٹ کی کیا ضرورت تھی۔

"کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ یہ کیس ہمارے محکمے سے کس طرح تعلق رکھتا ہے۔!"

"کسی طرح بھی نہیں۔!"

"تو پھر ہم لوگ کیوں استعمال کئے جا رہے ہیں۔!"

"یہ اپنے چیف سے پوچھو کہ اس نے تم لوگوں کو میرے حوالے کیوں کردیا ہے۔!"

جولیا کچھ نہ بولی۔ لاجواب ہو گئی تھی۔ کیونکہ عمران بحیثیت عمران انہیں اپنے حکم پر چلانے کے اختیارات "ایکس ٹو" ہی سے حاصل کرتا تھا۔

بات کچھ اور آگے بڑھتی لیکن اسی وقت انٹر کوم سے بلیک زیرو کی آواز آئی تھی۔ "آپ کی فون کال ہے عمران صاحب۔!"

سیکرٹ سروس کے دوسرے ممبروں کی موجودگی میں وہ اس کو عمران صاحب کہہ کر مخاطب کرتا تھا۔ اور وہ سب اسے رانا پیلس کے نگران کی حیثیت سے جانتے تھے۔ ان کے فرشتوں کو بھی علم نہیں تھا کہ ایکس ٹو کی عدم موجودگی میں وہی ایکس ٹو کا رول ادا کرتا ہے۔!

عمران نے جولیا کی طرف دیکھا تھا اور دروازے کی جانب بڑھ گیا تھا۔



ساجد ریسیور کان سے لگائے دوسری طرف سے ڈھمپ کی آواز سننے کا منتظر تھا۔ کسی نے اسے ہولڈ آن کرنے کو کہا تھا۔

اس نے کنکھیوں سے شہزور کی طرف دیکھا اور ماؤتھ پیس پر ہاتھ رکھ کر بولا۔!"ہولڈ آن کرنے کو کہا گیا ہے۔!"

شہزور نے سر کو جنبش دی۔ لیکن اس کی طرف دیکھتا رہا۔

تھوڑی دیر بعد ساجد نے ڈھمپ کی آواز سنی۔

"میں ساجد بول رہا ہوں جناب۔ وہی جس کو آپ نے پچاس روپے چائے پینے کو دیئے تھے۔!"

"اوہ.... اچھا.... سب خیریت!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جی ہاں.... آپ کا کام بن گیا ہے! میں جانتا ہوں کہ اس وقت وہ کہاں ہے۔!"

"کہاں ہے۔!"

"یوں نہیں جناب۔! مبلغ پانچ سو جیب میں ڈالنے کے بعد ہی بتاؤں گا۔!"

"تھیلما کو بھی آگاہ کیا یا نہیں۔!"

"اب تو پہلے بزنس ہوگا بقیہ باتیں بعد کی ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"کیوں نہ پہلے آپ کا کام ہو جائے۔ ہو سکتا ہے وہ اس سے پہلے ہی مداخلت کر بیٹھیں اور آپ کا کام نہ ہو سکے....!"

"خاصے ذہین بھی معلوم ہوتے ہو۔!"

"بندہ پروری ہے آپ کی.... ہاں تو پھر آپ کیا کہتے ہیں۔!"

"تم نے معقول فیصلہ کیا ہے۔!"

"میں رقم کی وصولیابی کی بات کر رہا تھا۔!"

"ٹھیک کہہ رہے ہو.... لیکن میں تمہیں رقم کہاں اور کیسے پہنچاؤں۔!"

"آدھے گھنٹے بعد جیم خانے کے گیٹ پر ملوں گا۔!"

"اور اگر اتنی دیر میں وہ کہیں اور کھسک گیا تو۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا کیونکہ اس نے ڈورا کرسٹی سے وعدہ کیا ہے کہ وہ اسی جگہ رات کے کسی حصے میں بھی اس سے مل سکتی ہے کیونکہ وہ پوری رات وہیں گزارے گا۔!"

"تمہیں اس وعدے کا علم کیوں کر ہوا۔!"

"میں نے اپنے کانوں سے سنا تھا۔ وہ ڈورا سے ملنے گیا تھا۔ واپسی پر ڈورا اسے سڑک تک چھوڑنے آئی تھی۔ اور گاڑی کے قریب ہی کھڑے ہو کر انہوں نے گفتگو کی تھی۔ میں ڈڈونیا کی باڑھ کے پیچھے چھپا ہوا سب کچھ سن رہا تھا۔!"

"اچھی بات ہے میں آدھے گھنٹے بعد جیم خانے کے پھاٹک پر ملوں گا۔!"

"دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہو جانے کی آواز سن کر اس نے بھی ریسیور رکھ دیا تھا۔

"کیا رہی۔!" شہزور نے نرم لہجے میں پوچھا۔

ساجد نے ڈھمپ کی گفتگو دہرائی تھی۔ اور شہزور بولا تھا۔

"بہت خوب۔! اب تم روانہ ہو جاؤ... اور جو کچھ بھی سمجھایا گیا ہے اسے اچھی طرح یاد رکھنا۔!"

"یاد رکھوں گا جناب۔!"

"یہ ایک ہزار رکھو....! بقیہ چار ہزار کام ہو جانے پر۔!"

ساجد نے نوٹ اس کے ہاتھوں سے جھپٹ لئے تھے اور انہیں بہت احتیاط سے کوٹ کی اندرونی جیب میں رکھتا ہوا بولا تھا۔ "شکریہ جناب کام آپ کی مرضی کے مطابق ہوگا۔!"

"پھر اس کی آنکھوں پر پٹی باندھی گئی تھی اور دو آدمی اسے پکڑ کر وہاں سے لے چلے تھے۔"

گاڑی پر بٹھایا تھا اور گاڑی کچھ دیر چلتی رہنے کے بعد رکی تھی۔! پھر اس کی آنکھوں پر سے پٹی بھی اتار دی گئی اور ایک آدمی بولا۔!" یہیں اتر جاؤ... دو فرلانگ پیدل چلنے کے بعد تم جیم خانہ

گیٹ تک پہنچ جاؤ گے۔!"

"بہت اچھا جناب کہتا ہوا وہ گاڑی سے اُتر گیا۔ اسے علم تھا کہ اب کدھر جانا ہے پیدل چل پڑا تھا اور گاڑی اسی طرف موڑ لی گئی تھی۔ جدھر سے آئی تھی۔

بار بار کوٹ کی اندرونی جیب میں ہاتھ ڈال کر ایک ہزار کے نوٹوں کو ٹٹولنے لگتا تھا۔ جلد ہی جیم خانے کے گیٹ پر آ پہنچا.... معینہ وقت سے دس منٹ پہلے پہنچا تھا۔

پانچ سو اور ہتھیائے۔ وہ سوچ رہا تھا۔ جب دو موذیوں کے درمیان کھٹ پٹ ہو تو اسی طرح فائدہ اٹھانا چاہئے۔ اور وہ بی تھیلما یونہی خواہ مخواہ ٹرخا رہی تھیں.... قیامت کے وعدے پر.... واہ اب تمہیں تو میں اگلے سال ہی بتاؤں گا کہ ہپی کو کہاں دیکھا تھا۔ سالی ایسے مٹک مٹک کر چلتی ہے کہ ارے باپ رے۔!"

"ارے باپ رے۔!" یہ آواز بلند نکلا تھا زبان سے اور ایک بار پھر اس کے ذہن نے تاریکی میں قلابازی کھائی تھی۔ اسی رات دوبارہ اس کی گردن پر قیامت ٹوٹی تھی اور ضرب بھی اتنی ہی شدید تھی کہ فوراً بے ہوش ہو گیا تھا۔

پھر ہوش آنے پر ڈھمپ کا خونخوار چہرہ نظر آیا۔ اس بار معاملات کو سمجھنے میں دیر نہیں لگی تھی فوراً گردن کی دوسری چوٹ یاد آ گئی تھی اور اس کے ذہن پر جھنجھلاہٹ کا حملہ ہوا تھا۔ اٹھ بیٹھنے کی کوشش کرتا ہوا بڑبڑایا۔

"اُس سالے نے بھی....!" پھر سختی سے ہونٹ بھینچ لئے تھے۔

"ہاں.... ہاں.... بات پوری کرو....!" ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ "اس سالے نے بھی تمہارے ساتھ یہی برتاؤ کیا تھا۔!"

"نن.... نہیں.... کیا.... ہائے میں کہاں ہوں.... کیا خواب دیکھ رہا ہوں۔!"

"بس بس! ابھی تم کہہ دو گے کہ مجھے بھی نہیں پہچانتے....!"

"پپ پہچانتا ہوں....!" ساجد نے کہا اور دفعتاً محسوس کیا کہ اس کے جسم پر کوٹ نہیں ہے۔ ایک ہزار کے نوٹ فوراً یاد آ گئے۔

"میرا کوٹ.... میرا کوٹ!" وہ مضطربانہ انداز میں چاروں طرف دیکھتا ہوا بولا۔

"کوٹ کی جیب میں رکھی ہوئی رقم محفوظ ہے۔!" وہ ساجد کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"مجھے سردی لگ رہی ہے کوٹ پہنوں گا۔!"

"لیکن اگر تم نے سچی بات نہ بتائی تو ساری رقم کوٹ سمیت ضبط کر لی جائے گی۔"

"نن.... نہیں خدا کے لئے۔!"

"تو پھر جلدی سے سچی بات بتا دو....!"

ساجد دھڑ سے لیٹ گیا اور لگا دونوں ہاتھوں سے پیٹ پیٹنے۔

"یہ کیا ہو رہا ہے!" ڈھمپ نے آنکھیں نکالیں۔

"سب اسی مردود کی بدولت۔ ہائے میں پیٹ کا ہلکا ہوں۔"

"لوہے کی گیندیں نگلوا دوں گا اگر یہ بات ہے۔!" ڈھمپ نے کہا۔

"میں نے میم صاحب کو آپ سے ملاقات کے بارے میں بتا دیا تھا۔!"

"ہوں تو یہ بات ہے! میرا اندازہ غلط نہیں تھا.... میم صاحب نے اس ہپی کو بتا دیا۔ اور اس نے اسی طرح تمہیں اٹھوا لیا ہوگا۔"

"یہی بات ہے.... یہی بات ہے....!"

"میم صاحب کو کیوں بتایا تھا۔!"

"کوئی بات ہی نہیں رکتی پیٹ میں۔!"

"آپریشن کا کیس معلوم ہوتا ہے۔!"

"کک.... کیا مطلب۔!"

"پیٹ پھاڑ کر دیکھوں گا کہ ایسا کیوں ہوتا ہے۔!"

"اور اگر میں سب کچھ سچ سچ بتا دوں تو....!"

"تمہاری جیب میں پورے دو ہزار ہوں گے.... اور تم چپ چاپ کسی دوسرے شہر میں چلے جانا چند دنوں کے لئے۔!"

"مجھے منظور ہے۔!"

"تو پھر جلدی سے بتاؤ۔!"

ساجد نے ہپی کے ہاتھوں اٹھنے کی کہانی دہراتے ہوئے کہا۔ "اب وہ سنئے جو اس نے مجھے رٹایا تھا۔"

"سناؤ۔!"

"میں ڈورا کرسٹی کے مکان کی نگرانی کر رہا تھا کہ اچانک ایک گاڑی رکی اور اُس پر سے وہی ہپی اُترا اور مکان کے اندر چلا گیا.... اُسے دیکھ کر میں ڈڈونیا کی باڑھ کے پیچھے چھپ گیا۔ اور اُس کی واپسی کا انتظار کرنے لگا۔ تھوڑی دیر بعد وہ باہر نکلا.... اور ڈورا کرسٹی ساتھ تھی۔ دونوں گاڑی کے قریب آ کھڑے ہوئے تھے۔ ہپی اُسے کہیں لے جانا چاہتا تھا۔ لیکن وہ برابر کہے جا رہی تھی جہاں بھی بتاؤ تین گھنٹے بعد پہنچ جاؤں گی۔ تین گھنٹے تک بے حد مصروف ہوں.... تب ہپی نے کہا تھا کہ وہ رات بھر گرین ہٹس کے ہٹ نمبر تین سو گیارہ میں رہے گا.... جب بھی اُسے فرصت ملے وہاں پہنچ جائے۔"

"خوب....!" ڈھمپ سر ہلا کر بولا۔ "یہ کام کتنے معاوضے پر کرتے۔!"

"اگر تم اس کے ہاتھ آ جاتے ہو تو پورے پانچ ہزار.... ایک ہزار پیشگی دیا ہے۔!"

"بہت مہنگے ہوتے جا رہے ہو۔!"

ساجد کچھ نہ بولا۔ پھر زور زور سے پیٹ پیٹنے لگا تھا۔!

"کوئی فائدہ نہیں۔ یہ ٹھیک نہیں ہو سکتا۔!"

ساجد اٹھ بیٹھا اور بولا۔ "اب مجھے جانے دو۔!"

"جب تک وہ ہاتھ نہ آ جائے یہ ناممکن ہے۔!"

"ارے تو کیا اب میری نوکری بھی جائے گی۔!"

"چھ ماہ بعد بھی جاؤ گے تو بھی نوکری برقرار ملے گی۔"

"یہ کیسے ممکن ہے۔!"

"میرا ذمہ.... سلمانی تمہیں برخواست نہیں کر سکتا۔! اچھا بس اب چپ چاپ پڑے رہو.... یہاں تمہیں کوئی تکلیف نہیں ہو گی۔!"

اُس کمرے سے نکل کر عمران نے ریڈی میڈ میک اپ اتارا تھا اور بلیک زیرو کے کمرے کی طرف چل پڑا تھا.... وہ اپنے کمرے میں موجود تھا۔

"کیا رہا....!" عمران نے پوچھا۔

"ہمارا تعاقب نہیں کیا گیا۔ دور دور تک کسی کا پتا نہیں تھا۔!"

"ٹھیک ہے۔!"

عمران نے گھڑی دیکھی۔ ساڑھے بارہ بجے تھے۔ فون کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔ "پتا نہیں یہ دونوں نالائق گھر پر موجود بھی ہیں یا نہیں۔!"

اُس نے ظفر الملک کے نمبر ڈائیل کئے تھے۔

"ہیلو۔" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"جاگ رہے ہو۔!"

"جی ہاں! فرمائیے۔!"

"جیمسن کہاں ہے....!"

"غالباً سو گیا....!"

"جگا کر فون پر بھیجو....!"

"بہت بہتر۔!"

تھوڑی دیر بعد جیمسن کی بھرائی ہوئی سی آواز آئی تھی "یس یور میجسٹی۔!"

"پہلے پوری طرح بیدار ہو جاؤ۔!"

"جاگ ہی رہا تھا.... آجکل رات کی نیند دوپہر کو آتی ہے۔!"

"گرین ہٹس کے ہٹ نمبر تین سو گیارہ کے بارے میں ایک بار تم نے مجھے کوئی خاص بات بتائی تھی جو اب یاد نہیں رہی۔!"

"ہٹ نمبر تین سو گیارہ.... جی ہاں! وہ ہپیوں کا کلب ہے۔!"

"تمہیں اور ظفر کو وہاں پہنچنا ہے! جتنی جلدی ممکن ہو! اور اب ریسیور ظفر کو دے دو۔!"

"جناب....!" ظفر کی آواز آئی تھی۔ اور عمران اُسے ہٹ نمبر تین سو گیارہ سے متعلق ہدایات دیتا رہا تھا۔ ریسیور رکھ کر بلیک زیرو کی طرف مڑا۔

"تم میرے ساتھ آؤ....!" اُس سے کہا تھا۔



کیپٹن فیاض نے سرِ شام ہی ماما کی لاش دریافت کر لی تھی.... اور مسٹر تصدق نے اُس کی

شناخت بھی کی تھی۔

قریباً دس بجے شب کو پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی جس کے مطابق موت واقع ہونے کے وقت کا تعین اُسی دن دو بجے سہ پہر کیا گیا تھا۔ اور موت کی وجہ زہر خورانی تھی۔

فیاض رپورٹ لے کر رحمان صاحب کے پاس پہنچا۔ وہ گھر ہی پر موجود تھے! رپورٹ پیش کر کے خاموش بیٹھا رہا۔

"کم از کم اس موت کا تعلق بیگم تصدق سے ہر گز نہیں ہو سکتا۔!" رحمان صاحب رپورٹ دیکھ چکنے کے بعد بولے تھے۔ "کیونکہ انہیں کل ہی حراست میں لے لیا گیا تھا۔!"

تھوڑی دیر خاموش رہ کر انہوں نے کہا تھا۔ "معدے میں جو غذا پائی گئی ہے وہ کسی بڑے ہی دستر خوان کی معلوم ہوتی ہے.... لیکن لاش ملی ہے ویرانے سے.... خود زہر کھا کر ویرانے کی راہ لینا سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"نہیں صاحب! صاف ظاہر ہے کہ لاش ویرانے میں پھینکوائی گئی تھی۔!" فیاض بولا۔

"شہزور کے بارے میں کیا معلومات حاصل کیں۔!"

"وجود ہے اس کا.... لیکن کوئی نہیں جانتا کہ وہ کہاں رہتا ہے۔!"

"کیا اُس کا کوئی آدمی ہاتھ لگا ہے۔!"

"چار آدمی.... اور وہ چاروں منشیات کی غیر قانونی تجارت میں ملوث ہیں۔!"

"اوہ....!"

"اور جناب.... یہ مجھے خاصا طاقتور اور سائنٹیفک طور پر منظم کیا ہوا گروہ لگتا ہے۔!"

"یہ کس بناء پر کہہ رہے ہو۔!"

"ان میں سے تین پہلے بھی کئی بار گرفتار ہو کر سزا پا چکے ہیں لیکن کسی شہزور کا نام ان کی زبانوں پر نہیں آیا تھا۔ اس بار خاصی کدوکاوش کے بعد ان سے اگلوایا جا سکا ہے۔ وہ بھی اس لئے کہ ہم کسی شہزور کے وجود سے آگاہ ہو چکے تھے۔!"

رحمان صاحب نے پُر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی....!

"اور اس دریافت کا سہرا عمران کے سر ہے۔" فیاض بولا۔

"لیکن یہ دھماکے جو شہر کے مختلف حصوں میں ہوئے ہیں اگر انہیں شہزور سے منسوب کیا

جائے تو کیا وہ اول درجے کا احمق ثابت نہیں ہوتا۔!"

"ابتداء آپ کی کوٹھی کے دھماکے سے ہوئی تھی۔!"

"ہوں تو پھر۔!"

"عمران کے خیال کے مطابق اس کا مقصد یہی تھا کہ....!"

"عمران کا نام مت لو....!" رحمان صاحب ہاتھ اٹھا کر بولے۔ "اپنے نقطہ نظر سے حالات کا جائزہ لو۔!"

"میں تو یہ سمجھتا ہوں کہ یہ دھماکے اسی لئے ہوتے رہے ہیں کہ ہماری توجہ کسی خاص معاملے سے اُن دھماکوں کی طرف مبذول ہو جائے۔!"

"ناولوں کی کہانیاں مت دہراؤ۔!" رحمان صاحب بُرا سا منہ بنا کر بولے۔

"تب پھر مجھے از سرِ نو غور کرنا پڑے گا۔!" فیاض نے جان چھڑانے کے لئے کہا۔

ویسے تہہ دل سے عمران کے نظریئے پر ایمان لے آیا تھا۔

"یہی بہتر ہو گا۔!" رحمان صاحب نے کلائی کی گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا۔

"اب اجازت دیجئے۔!" فیاض اٹھتا ہوا بولا۔

"شب بخیر۔!"

وہاں سے نکل کر گھر کی راہ لی تھی۔ عمران سے رابطہ قائم کرنے کے لئے بے چین تھا۔ لیکن کوئی صورت ایسی نہیں تھی جس کی بناء پر یہ ممکن ہوتا۔

گھر پہنچ کر دیر تک ڈرائنگ روم میں بیٹھا رہا تھا.... پھر خواب گاہ میں چلا آیا تھا! ان دنوں بیوی اپنے والدین کے گھر گئی ہوئی تھی اس لئے ہر طرح کی بے قاعدگیاں جاری رہتی تھیں۔

کوٹ اتار کر کرسی پر ڈالا تھا اور جوتوں سمیت بستر پر گر گیا تھا.... اور پھر ذرا ہی سی دیر میں خراٹے بھی شروع ہو گئے تھے.... پھر شائد ایک گھنٹہ بھی نہیں گذرا تھا کہ فون کی گھنٹی کا شور خواب گاہ کی محدود فضا میں گونجنے لگا تھا۔!

بوکھلا کر اٹھ بیٹھا! پہلے تو سمجھ میں نہ آیا کہ آنکھ کیوں کھلی ہے۔ پھر کسی قسم کے شور کا احساس ہوا تھا! پھر نیند کا غبار چھٹ گیا اور گھنٹی کی آواز واضح ہوتی گئی۔ جھپٹ کر ریسیور اٹھایا اور ماؤتھ پیس میں دھاڑا تھا۔ "ہیلووو!"

"کیا آسمان گر پڑا ہے سر پر۔!" دوسری طرف سے آواز آئی۔

"کک.... کون ہے.... ہالو.... عمران، عمران....!"

"پہلے پوری طرح ہوش میں آجاؤ۔!"

"اُوہ.... ٹھیک ہے.... کیا بات ہے۔!"

"یاسمین اور اس کی بہن کی اموات کا معمہ حل کرنا چاہتے ہو۔!"

"کیوں نہیں۔ کیوں نہیں! ماما کی لاش بھی مل گئی ہے۔!"

"کہاں اور کب۔!"

"آج شام قریباً چھ بجے.... ہائی وے کے دسویں میل پر جھاڑیوں میں.... ایک ٹرک ڈرائیور نے اطلاع دی تھی! اور وہ بھی زہر ہی سے مری ہے۔!"

"موت کے وقت کا تعین ہو سکا ہے یا ابھی نہیں۔!"

"ہو گیا ہے.... آج ہی دو بجے سہ پہر۔!"

"اور بیگم تصدق کل حراست میں لی گئی تھیں۔!"

"خواہ مخواہ.... میں تو اس کے حق میں نہیں تھا.... لیکن ڈی جی صاحب۔!"

"کوئی بات نہیں.... ہاں تو اگر تم کریڈٹ لینا چاہتے ہو تو بستر چھوڑ دو۔!"

"کوئی خاص بات۔!"

"خاص الخاص۔! کچھ سادہ پوش بھی ساتھ لے لینا۔ گرین ہٹس کی طرف آؤ.... تین سو گیارہ نمبر کے ہٹ پر نظر رکھنا۔ لیکن وہاں کی بھیڑ سے الگ رہ کر۔!"

"وہاں کیا ہے۔!"

"بھینس کے پائے پک رہے ہیں.... تنوری روٹیاں اپنی لانا۔!"

"یار سنجیدگی اختیار کرو....!"

"اتنی سنجیدگی تو نہیں اختیار کر سکتا کہ بیوی کی کمی پوری ہو جائے۔!"

"اُف.... فوہ....!"

"وقت ضائع نہ کرو.... جو کچھ کہا گیا ہے اُس پر عمل کرو۔!"

"پوری بات معلوم کئے بغیر ہلوں گا بھی نہیں۔!"

"جہنم میں جاؤ۔!" کہہ کر سلسلہ منقطع کر دیا گیا۔

فیاض نے برا سا منہ بنا کر ریسیور کریڈل پر رکھ دیا تھا۔



ساحل کا یہ حصہ ریتلا نہیں تھا۔ سنگلاخ چٹانوں کا سیاہی مائل سلسلہ دور تک پانی میں اترتا چلا گیا تھا۔! اور انہی چٹانوں کے درمیان وہ عمارت واقع تھی.... اور ہر چند کہ گرین ہٹس والی آبادی یہاں سے خاصے فاصلے پر تھی لیکن اس کا شمار اسی آبادی میں ہوتا تھا اور ہٹس کے سلسلے میں آخری عمارت سمجھی جاتی تھی.... یعنی ہٹ نمبر تین سو گیارہ.... خاصی بڑی عمارت تھی.... بہت سے کمروں والی لیکن کہلاتی تھی "ہٹ" ہی۔!

اُس کے گرد خار دار تاروں سے بہت بڑے رقبے کو اس طرح گھیر لیا گیا تھا کہ عمارت وسط میں آگئی تھی اور اس گھیرے میں سر شام بڑی بڑی مشعلیں روشن کر دی جاتی تھیں.... اور ہپیوں کے گروہ کھلے آسمان کے نیچے مشعلوں کی سرخ روشنی میں "نشے پانی" کے ساتھ غل غپاڑا مچایا کرتے تھے۔!

عمارت کے اندر ایک بڑا سا ہال تھا جہاں رقص و موسیقی کی محفلیں جمتی تھیں اور یہ ڈائننگ ہال کی حیثیت بھی رکھتا تھا۔! اوپری منزل پر رہائشی کمرے تھے! جہاں کم حیثیت والے غیر ملکی سیاح قیام کرتے تھے۔ اور کم مایہ ہپی عورتیں انہی کمروں میں مقامی آدمیوں سے اپنے دوسرے دن کے اخراجات وصول کرتی تھیں۔

بہر حال کاغذات پر یہ عمارت ایک اقامتی ہوٹل کی حیثیت رکھتی تھی۔

بظاہر دلاور خان نامی ایک آدمی اس کا مالک تھا لیکن حقیقتاً یہ بھی شہزور ہی کی تجارتی تنظیم کی ایک شاخ تھی۔!

گرین بیچ ہوٹل اور ہٹ نمبر تین سو گیارہ کے درمیان چھ فرلانگ کا فاصلہ تھا۔ لیکن کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا تھا کہ دونوں کا تعلق کسی ایک ہی تنظیم سے ہو گا۔

سورج غروب ہوتے ہی ہٹ نمبر تین سو گیارہ کے خار دار تاروں والے احاطے میں ہپیوں کی

بھیڑ نظر آنے لگتی تھی۔ اور عمارت کی روشن کھڑکیاں دور سے ایسی لگتیں جیسے اُن شکستہ حال دو پایوں کو بڑی حقارت سے دیکھ رہی ہوں.... کیونکہ وہ عمارت کے اندر اُسی صورت میں قدم رکھ سکتے تھے جب اُن کی عورتیں مقامی گاہکوں کے لئے تیار ہوں۔!

ضرورت مند غیر ملکی ہپی عورتیں احاطے ہی میں ایسے مقامیوں کی تلاش شروع کر دیتی تھیں جو انہیں ڈائننگ ہال میں چلنے کی دعوت دے سکیں۔!

ظفر اور جیمسن قریباً ڈیڑھ بجے وہاں پہنچ سکے تھے ان صاف ستھرے ہپیوں کو دیکھ کر کئی عورتیں اُن کی طرف جھپٹی تھیں۔

"میں یہاں کبھی نہیں آیا۔!" ظفر الملک بولا۔!

"میں ایسی جگہوں پر تنہا آتا ہوں یور ہائی نس....!"

"اب انہیں سنبھالو۔!"

"ایک [illegible] کو تو ساتھ لینا ہی پڑے گا.... ورنہ ڈائننگ ہال میں احمق لگیں گے۔!"

"ذرا صاف ستھری۔!" ظفر بولا۔

"صاف ستھری یہاں کیوں آنے لگی.... اُوہو.... مگر ٹھہریئے....!" تین چار عورتوں نے انہیں گھیر لیا تھا۔!

"نہیں ہم یہاں سروے کرنے آئے ہیں۔!" جیمسن نے انہیں سامنے سے ہٹا کر آگے بڑھنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"کس قسم کا سروے ڈارلنگ۔!" ان میں سے ایک نے جیمسن کے چہرے کے قریب انگلی نچا کر پوچھا۔!

"ہر کھوپڑی میں کتنی جوئیں پائی جاتی ہیں۔!"

وہ اُسے گندی سی گالی دے کر پیچھے ہٹ گئی تھی۔

"یہاں کے لارڈ کا بھتیجا معلوم ہوتا ہے۔" دوسری نے کہا۔

"نہیں! براہِ راست آسمان سے اُترا ہے۔" تیسری بولی۔

"جہنم میں جائے....!" چوتھی نے کہا.... اور راستہ صاف ہو گیا۔!

وہ آگے بڑھے اور پھر اچانک جیمسن رُک گیا تھا! اُس کی نظر ایک دیسی ہپی لڑکی پر جم گئی تھی۔!

"کیا بات ہے۔!" ظفر بولا۔

"ذرا اُسے دیکھئے۔!"

"دیکھ رہا ہوں۔"

"کوئی خاص بات مارک کی آپ نے۔!"

"ہاں! دو ناکوں والی ہے۔!" ظفر جھنجھلا کر بولا۔

"مذاق نہیں! غور سے دیکھئے.... آپ نے اخبارات میں اُس لڑکی کی تصویر دیکھی ہو گی۔ کیا نام تھا اُس کا.... یاسمین.... وہ یونی ورسٹی کی طالبہ جس کی دوا کی شیشی میں زہریلی ٹکیاں شامل کر دی تھیں کسی نے۔!"

"ٹھیک کہتے ہو.... ہو بہو.... وہی لگتی ہے۔!"

"اور تنہا بھی ہے.... اوہ.... اب ہمیں دیکھ رہی ہے۔! ارے وہ تو ادھر ہی آ رہی ہے۔!"

"کیا اندر چلنے کا ارادہ ہے۔" اُس نے قریب پہنچ کر انہیں اردو میں مخاطب کیا تھا۔!

"ضرور.... ضرور....!" جیمسن تھوک نگل کر بولا۔

"تو آؤ پھر....!" اُس نے جیمسن ہی کے بازو میں ہاتھ ڈال دیا تھا! ظفر نے شانوں کو جنبش دی اور اُن کے پیچھے چلنے لگا۔

ہال میں زیادہ تر میزیں گھری ہوئی تھیں اور ایک نیم عریاں غیر ملکی عورت اُن کے درمیان تھرکتی پھر رہی تھی۔ مائیکروفون سے طربیہ موسیقی نشر ہو رہی تھی۔

انہوں نے ایک میز سنبھالی۔ لڑکی بیٹھتے ہی بولی۔! "میرے لئے تو شیری منگوا دو.... اور اگر تم لوگ بکری کے دودھ سے بھی شغل کرو گے تو مجھے کوئی اعتراض نہ ہو گا۔!"

"کوئی دخانی نشہ نہیں کرو گی۔!" جیمسن نے پوچھا۔

"دخانی کیا ہوتا ہے؟"

"مطلب یہ کہ دھوئیں والا.... یعنی کہ کچھ چرس ورس....!"

"میں چرس نہیں پیتی۔!"

"تو پھر یہاں آنے کی کیا ضرورت تھی.... گھر ہی پر بیٹھی رہتیں۔"

"تم سے مشورہ نہیں مانگا تھا کیا یہاں سچ مچ شراب نہیں ملتی۔!"

"ملتی ہے.... لیکن شاید شیری نہ مل سکے۔!"

"تم پوچھ کر تو دیکھو۔!"

"پوچھ لوں گا۔ میرا نام جیمسن ہے اور یہ میرے باس، ہزلولی ہائی نس پرنس ظفرالملک بہادر!"

"بہادر ہوں یا نہیں ہوں لیکن لولی ضرور ہیں۔!" لڑکی نے کہا۔

"تم نے اپنا نام نہیں بتایا۔!"

"یاسمین۔!"

جیمسن نے طویل سانس لی تھی اور ظفر پوری طرح اُس کی طرف متوجہ ہو گیا تھا۔

"کک.... کیا نام.... !" جیمسن ہکلایا۔

"یاسمین.... کیا ہجے کر کے بتادوں۔!"

"نہیں یونہی کافی ہے۔!"

"میں نے کہا تھا شیری منگواؤ۔!"

"یہاں ویٹر کو آواز دینے کا رواج نہیں ہے۔ خود ہی آئے گا۔!"

"کیا یہ تمہارا پرنس چار منگ گونگا ہے؟"

"ایسی کوئی بات نہیں۔!" ظفر بولا۔

ایک ویٹر تیزی سے اُن کی طرف آیا تھا۔

"یہ میز مخصوص ہے جناب۔!" اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

"یہاں کوئی ریزرویشن کارڈ موجود نہیں ہے۔" جیمسن غصیلی آواز میں بولا۔

"کہیں گر پڑ گیا ہو گا جناب۔!"

"تو پھر ہم کہاں بیٹھیں۔!"

"میرے ساتھ تشریف لائیے۔!"

وہ اٹھ گئے تھے اور ویٹر انہیں کاؤنٹر کے قریب والی ایک میز تک لایا تھا۔

"یہاں تشریف رکھئے۔!" اُس نے بڑے ادب سے کہا۔

"شیری ملے گی۔!"

"ضرور جناب.... !"

"ایک بوتل.... ایک گلاس.... !"

"پوری بوتل کی قیمت آپ کو کاؤنٹر پر ادا کرنی پڑے گی۔!"

"یار! کیا مصیبت ہے۔!" جیمسن بھنا کر بولا۔ "ہر بات نرالی ہے۔!"

"کھانے کو کیا لاؤں جناب۔!"

"جھینگے اور روسی سلاد۔!"

ویٹر چلا گیا تھا۔ جیمسن نے کاؤنٹر سے شیری کی بوتل خریدی اور میز پر واپس آ گیا۔!

"شیری تم شہر ہی میں کہیں سے خرید کر پی سکتی تھیں۔ اس ویرانے میں کیوں دوڑی آئیں۔!" اُس نے لڑکی سے کہا۔

ظفرالملک اُس میں ذرہ برابر بھی دل چسپی نہیں لے رہا تھا۔ اگر عمران کی طرف سے حکم نہ ملا ہوتا تو شاید ادھر آنکھ اٹھا کر دیکھنا بھی گوارہ نہ کرتا۔

"میں ویرانوں ہی میں رہتی ہوں۔!" لڑکی کہہ رہی تھی۔ "کیونکہ میں ایک روح ہوں۔!"

جیمسن کا منہ حیرت سے کھل گیا اور ظفر نے پھر لڑکی کو بہت غور سے دیکھا تھا۔

اُسی وقت ویٹر واپس آ گیا۔ لیکن خالی ہاتھ تھا۔!

"سی فوڈ کھلی چھت پر سرو کیا جاتا ہے۔ اس لئے آپ کو اوپر چلنا پڑے گا۔!" اُس نے نئی اطلاع دی۔

"اور سر کے بل کھڑے ہو کر کھایا جاتا ہے۔" ظفر بھنا کر بولا۔!

"چلو ایک گلاس لاؤ جلدی سے.... اور ہم دونوں کے لئے کافی لاؤ۔!"

"بہت بہتر جناب۔!"

"تو کھلی چھت پر کون سی قیامت آ جائے گی! چلو نا۔" لڑکی بولی۔!

"تم ٹھہریں روح.... اوپر ہی اوپر پرواز کر جاؤ گی۔ لیکن ہمیں نیچے آنے کے لئے زینے ہی طے کرنے پڑیں گے۔!" ظفر نے خشک لہجے میں کہا۔

"یا تو بولو گے نہیں یا پھاڑ کھاؤ گے۔!" لڑکی شکائت آمیز لہجے میں بولی۔!

"تم یاسمین کی ہم شکل ضرور ہو۔ لیکن روح والا اسٹنٹ ہمارے ساتھ نہیں چل سکے گا۔!" ظفر نے کہا۔

"وہ تو میں دیکھ رہی ہوں کہ تم لوگوں پر ذرہ برابر بھی اثر نہیں ہوا۔!"

"میں تکبیر عاشقاں کا عامل ہوں۔!" جیمسن بائیں آنکھ دبا کر مسکرایا۔ ظفر الملک کی مضبوطی کی بنا پر خود بھی شیر ہونے کی تگ ودو میں لگا ہوا تھا۔

"جنابِ عالی۔!" ویٹر پھر خالی ہاتھ واپس آکر بولا۔ "اوپر ہی تشریف لے چلئے.... مجھے معلوم نہیں تھا۔ یہ میز بھی مخصوص ہے۔!"

"اس کا ریزرویشن کارڈ کہاں گیا۔!"

"میں معافی چاہتا ہوں جناب! دراصل آج ہی یہاں آیا ہوں! ریزرویشن کا معاملہ زبانی چلتا ہے! کوئی کارڈ وارڈ نہیں ہوتا۔!"

"گویا یہ ایک جدید ترین کباڑ خانہ ہے۔!" ظفر نے کہا۔

"خدا ہی جانے جناب۔! میں خود حیران ہوں۔!"

"ہم اوپر ہی چلیں گے۔!" دفعتاً لڑکی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"کیا مضائقہ ہے۔!" جیمسن بھی اٹھ گیا۔

"تم دونوں شوق سے جاؤ.... میں یہیں بیٹھوں گا۔!"

"چلو۔!" لڑکی جیمسن کا بازو تھپک کر بولی۔ "تمہارا پرنس تو بدھو لگتا ہے۔ تم اس سے زیادہ خوبصورت ہو۔!"

جیمسن نے ظفر کی طرف دیکھ کر دانت نکال دیئے تھے اور لڑکی کے ساتھ زینوں کی طرف بڑھ گیا تھا۔!

"گلاس تو لے لو کاؤنٹر سے۔" جیمسن نے ویٹر سے کہا۔

"اوپر ہی سب کچھ موجود ہے جناب۔!"

"چلو بھئی۔!" وہ طویل سانس لے کر بولا۔

زینے طے کر کے وہ کھلی چھت پر پہنچے تھے۔ یہاں صرف ایک پیٹرومیکس روشن تھا اور صرف ایک بڑی سی میز پڑی ہوئی تھی جس کے گرد دس بارہ کرسیاں رکھی ہوئی تھیں۔

"تشریف رکھئے.... میں گلاس اور مطلوبہ چیزیں ابھی حاضر کرتا ہوں۔!" ویٹر نے کہا اور زینوں کی طرف پلٹ گیا۔

"ہمارے علاوہ اور کوئی بھی نہیں ہے یہاں۔!" جیمسن چاروں طرف نظر دوڑاتا ہوا آہستہ سے بولا تھا۔

اور پھر لڑکی کے کچھ کہنے سے قبل ہی تین آدمی وہاں پہنچ گئے تھے جن میں سے ایک قوی ہیکل ہپی تھا۔! خود جیمسن اُس کے آگے سچ مچ جھینگا ہی لگ رہا تھا۔

وہ اُن کے مقابل ہی بیٹھ گئے۔! ہپی اُس لڑکی کو خونخوار آنکھوں سے گھورے جا رہا تھا۔

"کیا تم دونوں یہ سمجھتے ہو کہ یہاں سے زندہ واپس جا سکو گے۔!" دفعتاً وہ غرایا تھا۔!

"اُس سے پہلے ہم جھینگے اور روسی سلاد کھائیں گے۔!" جیمسن جی کڑا کر کے بولا۔ بات اب پوری طرح اس کی سمجھ میں آئی تھی۔

"تم کون ہو۔!" ہپی لڑکی کی طرف انگلی اٹھا کر بولا۔

"میرا نام شیلا ہے۔ اور میں آج کل ایک جن کے قبضے میں ہوں۔!"

"آہا.... تم شیلا ہو.... ہاں آواز شیلا ہی کی ہے۔!"

شیلا نے بوتل کھولی تھی اور دو گھونٹ لئے تھے۔ شہزور نے جیمسن کی طرف دیکھ کر پوچھا۔ "یہ کون ہے؟"

"میں نہیں جانتی! یہ دونوں یہیں ملے تھے اور میرے لئے شیری خریدی تھی۔!"

"دوسرا کون ہے۔؟"

"وہ نیچے بیٹھا ہوا ہے! نک چڑھا ہے اوپر نہیں آیا۔!"

"وہ کہاں ہے جس کے قبضے میں ہو آجکل....!"

"میں نہیں جانتی.... مجھے یہاں پہنچنے کو کہا تھا۔!"

"اس میک اپ میں....!"

"ہاں اُس نے مجھے میری ایک مرحومہ دوست کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے....! مجبور کرتا ہے کہ میں اُس کے بھوت کا رول ادا کروں۔!"

"اُس کے ہاتھ کیسے لگیں۔!"

"میری گاڑی کا ٹائر فلیٹ ہو گیا تھا.... نیشنل ہائی وے پر.... شاہ دارا جا رہی تھی.... وہ اور اُس کے آدمی زبردستی مجھے اٹھا لے گئے۔!"

"پیٹر کہاں ہے.....!"

"میں نہیں جانتی.... لیکن تم کون ہو؟"

"تم صرف میری باتوں کا جواب دو۔ اُس آدمی کا حلیہ بتاؤ۔!"

"کیا بتاؤں.... دور ہی سے بیوقوف لگتا ہے.... لیکن خطرناک آدمی....!"

جیمسن کے کان کھڑے ہوئے تھے۔ لیکن وہ خاموش بیٹھا رہا۔ معاملہ پوری طرح سمجھ میں آ گیا تھا۔

"پیٹر کو تم نے کب سے نہیں دیکھا۔!"

"اپنے پکڑے جانے سے پہلے ہی دیکھا تھا۔! لیکن تم کیوں پوچھ رہے ہو تمہیں ان معاملات سے کیا سروکار۔!"

وہ اس کی بات کا جواب دیئے بغیر جیمسن کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا... "کون ہو؟"

"تم کون ہو....؟" جیمسن اُس سے سوال کر بیٹھا۔

"جواب دو۔!"

"بیوقوفی کی باتیں مت کرو...... ویٹر کو بلاؤ اگر اس ہوٹل کی انتظامیہ سے تمہارا کوئی تعلق ہے۔!"

"جو کچھ پوچھا جائے اُس کا جواب دو۔!" شہزور کے ساتھیوں میں سے ایک غرایا۔

"ارے تم کوئی تھانے دار ہو۔! زیادہ بکواس کرو گے تو مزہ چکھا دوں گا۔!"

"........ ارے نہیں پہلوان! ایسا غضب بھی نہ کرنا۔!" شہزور ہنس کر بولا۔

اور اُس کے مقابلے میں اپنے جثے کو مدِ نظر رکھتے ہوئے جیمسن کو خاصی شرمندگی محسوس ہوئی لیکن وہ بڑی ڈھٹائی سے بولا۔ "مزہ چکھا دینے کا یہ مطلب نہیں تھا کہ تم میں سے کسی کو کشتی کے لئے للکاروں گا۔!"

دفعتاً شہزور ہاتھ اٹھا کر دھاڑا "چلے جاؤ.... تم یہاں کسی دیسی کے ساتھ رات نہیں گذار سکو گے۔ کوئی غیر ملکی تلاش کرو۔!"

"لیکن اس لڑکی کا کیا ہوگا۔!"

"میں کہتا ہوں دفع ہو جاؤ۔!"

"یہ میرے ساتھ اوپر آئی تھی اور میرے ہی ساتھ واپس جائے گی۔!"

شیلا ان کی گفتگو سے بے پرواہ ہو کر بوتل سے گھونٹ لئے جا رہی تھی.... ذرہ برابر بھی متاثر یا مرعوب نہیں لگتی تھی۔!

شہزور نے اپنے دونوں ساتھیوں سے کہا۔ "اسے اٹھا کر نیچے پھینک آؤ۔!"

"نہیں آپ حضرات تشریف رکھیں.... میں اتنا بد اخلاق نہیں ہوں کہ آپ حضرات کو تکلیف دوں گا.... لیجئے.... رخصت ہو جاتا ہوں....!"

"ہاں ہاں.... تم جاؤ....!" شیلا ہاتھ ہلا کر بولی۔ "خواہ مخواہ کوئی غیر متعلق آدمی ان معاملات میں کیوں الجھے۔!"

"باس کہیں یہ بھی اُس کے ساتھیوں میں سے نہ ہو۔!" شہزور کا ایک ساتھی بولا۔

"ہونے دو.... جاؤ تم کھڑے منہ کیا دیکھ رہے ہو۔!"

"آپ کا منہ بے حد دلفریب ہے جناب۔!"

"جاتا ہے یا جماؤں ایک ہاتھ....!" شہزور اٹھتا ہوا بولا۔

"لینگویج پلیز۔!"

شیلا اس طرح ہنس رہی تھی جیسے نشے نے ذہن پر قبضہ جمانا شروع کر دیا ہو۔ جیمسن پُر تشویش نظروں سے اُس کی طرف دیکھتا ہوا پیچھے ہٹ رہا تھا۔

شہزور کے دونوں ساتھی اٹھے اور جیمسن کو باہر نکال کر دروازہ بند کر دیا۔ لیکن ابھی دروازے کے قریب ہی تھے کہ شہزور نے انہیں بھی چلے جانے کا اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "جاؤ اور اُس پر نظر رکھو۔!"

اُن کے چلے جانے پر وہ شیلا کو گھورتا ہوا بولا تھا۔ "کیا اُس کے آدمی تمہاری نگرانی نہ کر رہے ہوں گے۔!"

"میں نہیں جانتی۔!"

"تم جانتی ہو کہ وہ اس وقت کہاں ہوگا؟"

"جہنم میں جائے.... اتنے دنوں کے بعد شراب ملی ہے مجھے چین سے پی لینے دو۔ میں نہیں جانتی کہ تم کون ہو۔!"

"اچھی بات ہے پی لو..... میں انتظار کروں گا۔!"

وہ بوتل سے ایک گھونٹ لے کر بولی۔"میں تنگ آگئی ہوں اپنی زندگی سے وہ کہتا ہے کہ میں تمہیں پولیس سے بچائے رکھنے کے لئے یہ سب کچھ کر رہا ہوں اور اس وقت تک کرتا رہوں گا جب تک کہ یاسمین کا اصل قاتل نہ ہاتھ آجائے۔!"

"وہ تمہیں اس روپ میں فرحانہ جاوید کے بنگلے میں بھی لے گیا تھا۔!"

"ہاں..... یہ درست ہے۔!"

"وجہ بتائی ہو گی۔!"

"نہیں..... میں اتنی بور ہو گئی ہوں کہ اب اُس سے کچھ نہیں پوچھتی۔!"

"یہاں پہلے بھی کبھی لایا ہے۔!"

"نہیں..... آج ہی آئی ہوں..... بور ہو رہی تھی کہ یہ دونوں مل گئے۔ دوسروں سے زیادہ صاف ستھرے نظر آئے تھے اس لئے اُن کے ساتھ ہوں۔!"

"اُس نے تمہیں موت کے منہ میں بھیجا ہے۔ آج وہ اور اُسکا کوئی ساتھی زندہ نہیں بچے گا۔!"

"کک..... کیا مطلب۔!" دفعتاً شیلا بہت زیادہ خوف زدہ نظر آنے لگی۔

"میں غلط نہیں کہہ رہا۔!" وہ اس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا۔ "میرے آدمی پوری طرح تیار ہیں۔ ملٹری تک سے نپٹ لیں گے۔!"

"اُوہ..... تو کیا خون خرابہ ہو گا۔!"

"بہت زیادہ۔!"

"خدا کے لئے مجھے کسی محفوظ مقام پر پہنچا دو..... اب میں تمہیں بالکل سچی بات بتائے دیتی ہوں۔!"

"جلدی کرو..... وقت کم ہے۔!" وہ گھڑی دیکھتا ہوا بولا۔ "اگر تم نے سچی بات بتا دی تو وعدہ کرتا ہوں کہ تمہاری حفاظت کی جائے گی۔!"

"وہ یہاں کہیں آس پاس ہی موجود ہے۔ اُس نے مجھے تمہارا حلیہ بتا کر کہا تھا کہ اگر تم یہاں موجود ہو تو میں تم سے مل بیٹھنے کی کوشش کروں اور پھر تمہیں تنہا اس مقام پر لے جاؤں جہاں چٹانوں کے دو شاخے کے درمیان لہریں جھاگ اڑاتی ہیں۔!"

"تم نے دیکھا۔!" شہزور چہک کر بولا۔ "وہ یہاں قدم رکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔!"

"لیکن آج کچھ نہ کچھ ہو کر رہے گا۔!" شیلا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کس کو پرواہ ہے۔!" اُس نے شانوں کو جنبش دے کر کہا۔ "ابھی دیکھے لیتا ہوں۔"

"مم..... میں نہیں جاؤں گی..... میں نے اسی لئے تمہیں بتا دیا ہے کہ اُس کے مشورے پر عمل نہ کرنا پڑے۔!"

وہ کچھ کہنے ہی والا تھا کہ تین چار آدمی دھڑ دھڑاتے ہوئے چھت پر آپہنچے اپنے آدمیوں کے چلے جانے پر شہزور نے دروازہ بولٹ نہیں کیا تھا۔

"خبردار..... کوئی اپنی جگہ سے جنبش بھی نہ کرے۔!"

"پولیس.....!" کیپٹن فیاض نے ریوالور کا رخ اُس کی طرف کرتے ہوئے کہا۔

"لیکن کس خوشی میں۔!"

"تم شہزور ہو.....؟"

"یہ کیا چیز ہے۔!"

"تمہارا نام شہزور ہے.....!"

"چہ خوب..... اب کیا پولیس لوگوں کے نام بھی بدلنے لگی ہے۔!"

ٹھیک اسی وقت فیاض کی نظر شیلا پر پڑی تھی اور وہ چونک پڑا تھا۔ اُسکا منہ حیرت سے کھلا اور بند ہو گیا۔

"یہ کون ہے۔؟" اس نے غیر ارادی طور پر سوال کیا۔

"میری بیٹی ہے! اُوہ..... بدمعاش معلوم ہوتے ہو تم..... ابھی مزہ چکھاتا ہوں..... شائد تم نے کرنل درانی کا نام نہیں سنا جو زندگی سے بیزار ہو کر ہپی بن گیا ہے..... لاؤ نکالو اپنا شناخت نامہ..... اگر پولیس سے تمہارا تعلق ہے۔!"

اتنے میں کچھ اور لوگ بھی وہاں پہنچ گئے..... ان میں ظفر اور جیمسن بھی شامل تھے۔

"ذرا دیکھنا تم لوگ.....!" شہزور بہ آواز بلند بولا۔ "یہ بدمعاش خود کو پولیس والا ظاہر کر کے مجھے لوٹنا چاہتا ہے..... لیکن ریوالور نقلی ہی معلوم ہوتا ہے۔!"

"نہیں جناب عالی۔!" اچانک جیمسن نے کہا۔ "یہ محکمہ سراغ رسانی کے سپرنٹنڈنٹ کیپٹن

فیاض ہیں اور ریوالور نقلی نہیں ہے۔!"

"اوہ خبیث.... تم پھر آ گئے۔!"

شیلا میز کے پاس سے ہٹ کر دیوار سے جا لگی تھی.... اور اب آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی دروازے کی طرف بڑھ رہی تھی۔!"

"تو تم شہزور نہیں ہو....!" فیاض نے سخت لہجے میں پوچھا۔

"معنوی اعتبار سے کہہ سکتے ہیں۔ لیکن میرا نام نہیں ہے! ہوٹل کا مالک دلاور خان میرے بیان کی تائید کرے گا کہ میں کرنل درانی ہوں۔!"

"آپ درست فرما رہے ہیں کرنل صاحب۔" دروازے کے قریب سے آواز آئی۔

"آگے جا کر بات کرو....!" فیاض کے ساتھیوں میں سے ایک نے اُس کا بازو پکڑ کر دھکیلتے ہوئے کہا تھا.... اور وہ فیاض کے قریب پہنچ کر بولا۔ "میں دلاور ہوں اس ہوٹل کا مالک اگر آپ کا تعلق پولیس سے ہے تو آپ کو غلط فہمی ہوئی ہے۔ یہ کرنل درانی ہیں۔!"

"اور اب میں ازالہ حیثیت عرفی کا دعویٰ کروں گا۔!"

"وہ لڑکی کہاں گئی۔!" فیاض چونک کر چاروں طرف دیکھنے لگا۔! اور شائد شہزور کو بھی پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ کھسک گئی ہے۔

"ہٹ جاؤ بدبختو۔!" وہ دھاڑتا ہوا آگے بڑھا۔ "تم نے میری بچی کو خوف زدہ کر دیا۔!"

مجمع کائی کی طرح پھٹا تھا۔ اور جیمسن "ارے ارے" ہی کرتا رہ گیا تھا اور شائد فیاض نے دل ہی دل میں عمران کو کوئی گندی سی گالی دی تھی۔

"ارے جناب کپتان صاحب وہ نکل گیا۔!" ظفرالملک بولا تھا۔

فیاض اُن دونوں کو جانتا تھا بار بار عمران کے ساتھ دیکھ چکا تھا۔

"پتا نہیں کیا چکر ہے۔!" فیاض بولا "میں نیچے تم دونوں کی گفتگو ہی سُن کر اُوپر آیا تھا۔ تم نے ذکر کیا تھا کسی لحیم شحیم ہپی کا۔!"

"آپ کہاں تھے۔!" ظفر نے پوچھا۔

"تمہارے قریب ہی.... وہ اُس کی بیٹی تھی۔!"

"کمال کر دیا وہ تو اُسے دھونستا رہا تھا۔" جیمسن بولا "بیٹی ویٹی نہیں تھی۔ ہمارے ساتھ تھی۔!"

"خدا غارت کرے۔" فیاض دروازے کی طرف جھپٹا۔!

وہ نیچے پہنچے لیکن شہزور اور اس کے دونوں ساتھیوں کا کہیں پتا نہ تھا۔

"جناب کپتان صاحب! اُس لڑکی نے اُسے اپنا نام شیلا بتایا تھا اور ہم سے کہہ رہی تھی کہ میں ہپن کی روح ہوں۔!"

"اوہ.... وہ عمران کا بچہ....!" فیاض مٹھیاں بھینچ کر بولا۔

"انہوں نے کیا کیا ہے جناب۔" جیمسن نے پوچھا۔

"تم لوگ یہاں کیوں آئے تھے۔؟"

"ہم روز ہی آتے ہیں! ہمارے ہی قبیلے کے لوگ یہاں پائے جاتے ہیں۔!"

"عمران نے نہیں بھیجا تھا۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔!" ظفرالملک نے کہا۔

"چلئے باہر دیکھیں۔!" جیمسن نے کہا اور فیاض کچھ کہے بغیر اپنے آدمیوں کے ساتھ دروازے کی طرف بڑھ گیا۔

"ٹھہرو۔!" ظفر جیمسن کا بازو پکڑ کر آہستہ سے بولا تھا۔ "آپ کون ہوتے ہیں تلاش کرنے والے۔ ہم سے صرف یہاں پہنچنے کو کہا گیا تھا۔ ہو سکتا ہے اہم رول ادا کر چکے ہوں۔!"

"مجھے یقین ہے کہ جو کچھ بھی ہونے والا تھا.... کیپٹن فیاض کی مداخلت کی وجہ سے نہیں ہو سکا۔" جیمسن نے پُر تفکر لہجے میں کہا۔ "یعنی کھیل بگڑ گیا۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے۔!"

دفعتاً ایک آدمی اُن کے قریب آ کھڑا ہوا تھا۔ جیمسن نے اُسے تیکھی نظروں سے دیکھا یہ وہی تھا جس نے شہزور کے کرنل درانی ہونے کی تصدیق کی تھی یعنی ہوٹل کا مالک دلاور خان۔

"تم لوگوں نے کرنل کی بیٹی کو چھیڑ کر اچھا نہیں کیا۔!" اُس نے کہا۔

"ارے بھائی.... وہ خود ہی ہمارے پاس آئی تھی۔ شراب کی فرمائش کی تھی اور تمہارے [illegible] نے ہمیں اوپر پہنچا دیا تھا۔!"

"اوپر.... کیوں؟" دلاور کے لہجے میں حیرت تھی۔!

"اُس نے کہا تھا کہ کھانے اور شراب کی سروس کھلی چھت پر ہوتی ہے۔!"

"کیا تم نشے میں ہو..... یہاں ایسی کوئی بات نہیں ہوتی..... ساری سروعیز ڈائننگ ہال ہی میں ہوتی ہیں.... ذرا بتاؤ تو..... وہ آدمی کون تھا؟"

"تم بارٹنڈر سے تصدیق کر سکتے ہو کہ ویٹر ہی کے کہنے پر میں نے شیری کی بوتل کی قیمت کاؤنٹر پر ادا کی تھی۔ اُس نے کہا تھا کہ پوری بوتل اسی طرح مل سکتی ہے۔!"

"ایسا بھی کوئی طریقہ یہاں رائج نہیں ہے۔!"

"تو پھر اب وہ ویٹر بھی یہاں نہیں مل سکے گا۔!" ظفر الملک نے مایوسی سے کہا۔

اور یہی ہوا بھی.... دلاور نے اپنے آفس میں ملازموں کی شناختی پریڈ کرائی تھی۔ لیکن وہ ویٹر ان میں نہیں تھا۔



شیلا نے بڑی پھرتی سے زینے طے کئے تھے اور ڈائننگ ہال میں داخل ہونے سے پہلے ہی اس طرح اسکارف سر پر ڈال کر گردن سے لپیٹا تھا کہ چہرے کا نچلا حصہ چھپ گیا تھا۔ ڈائننگ ہال سے گذر کر باہر نکل چلی آئی۔

خار دار تاروں کے احاطے سے بھی نکل آئی تھی۔ اور اب اس طرف بڑھ رہی تھی جہاں چٹانوں کے درمیان گاڑی کھڑی کی تھی۔

سب کچھ عمران کی اسکیم کے مطابق ہوا تھا۔ لیکن وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ عین وقت پر اس قسم کا کوئی ہنگامہ اٹھ کھڑا ہوگا۔

وہ تو شہزور کو باور ہی کرا چکی تھی کہ آخر میں اس نے جو کچھ کہا تھا سچائی پر مبنی تھا۔ اس کے بعد وہ یقینی طور پر باہر نکل کر ساحل کے اس حصے کی طرف جاتا جہاں کا حوالہ اس نے دیا تھا۔!

اسے یاد آیا کہ پولیس والا اسے دیکھ کر چونکا بھی تھا۔ لیکن عمران نے تو قطعی نہیں کہا تھا کہ وہاں پولیس بھی ہوگی۔

گاڑی کے قریب پہنچی ہی تھی کہ کسی نے اس کا بازو پکڑ لیا۔ وہ اچھل پڑی.... اندھیرا ہونے کے باوجود بھی اس نے اپنے قریب کھڑے ہوئے لمبے چوڑے آدمی کو پہچان لیا۔ شہزور کے علاوہ

اور کوئی نہیں ہو سکتا تھا۔!

"مم.... میں....!" شیلا منمنائی۔

"ڈرو نہیں... میں دشمن نہیں ہوں... تمہیں بیٹی کہہ چکا ہوں۔!" شہزور نرم لہجے میں بولا۔

"جی.... کہئے.... کیا بات ہے۔!"

"کیا اس نے پولیس کی مدد لی ہے....!"

"یقین کیجئے کہ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں معلوم جتنا آپ کو بتا چکی ہوں۔!"

"تو اس وقت تم اس کے قبضے میں نہیں ہو۔ جدھر چاہو نکل جاؤ۔!"

"لیکن میں پولیس کے ڈر سے ایسا نہیں کر سکتی۔!"

"پولیس والا تمہیں یاسمین کی شکل میں دیکھ کر چونک پڑا تھا۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ پولیس یاسمین کی موت کی ذمہ داری مجھ پر کیوں ڈال رہی ہے۔!"

"اب تم میرے ساتھ چلو....!"

"آپ کہاں لے جائیں گے۔!"

"کسی محفوظ جگہ پر....!"

اچانک قریب ہی کہیں کسی کتے کی خوفناک غراہٹ سنائی دی۔ اور شہزور اچھل کر گاڑی کی اوٹ میں ہو گیا۔

کوئی کتا کسی پر جھپٹ پڑا تھا۔ اور اب وہ سچ مچ تھر تھر کانپنے لگی تھی۔

دفعتاً اس نے شہزور کی آواز سنی....!" ٹریچی.... ٹیک ہم.... کل....!"

لیکن وہ کسی عورت کی چیخ تھی۔ شیلا نے بوکھلا کر گاڑی میں گھسنے کی کوشش کی اور ٹھیک اسی وقت وہ کتا نہ جانے کدھر سے اچھل کر اس کے پیروں کے پاس آپڑا تھا۔ اتنا اندھیرا بھی نہیں تھا کہ قریب کی چیزیں نہ دکھائی دیتیں.... کتے کے حلق سے عجیب سی آوازیں نکل رہی تھیں اور وہ دم توڑ رہا تھا۔

"ٹریچی.... ٹریچی....!" دوسری طرف سے شہزور کی آواز آئی۔

"اگر ٹریچی آپ کا کتا ہے..... تو یہ مر چکا ہے۔!"

"نہیں....!" اس کے حلق سے دہاڑ سی نکلی تھی اور وہ گاڑی کے اوپر سے چھلانگ لگا کر ادھر

آیا تھا۔ جدھر شیلا تھی۔

"کک.... کیسے مر گیا....!" وہ مردہ کتے کے قریب گھٹنے ٹیک کر اس پر جھکتا ہوا بولا۔ "اوہ.... ٹریچی.... ٹریچی....!"

اس کی آواز بھرا گئی تھی.... پھر وہ سیدھا کھڑا ہو کر بولا۔ "مگر وہ کسی عورت کی چیخ تھی۔ یہ کیسے مر گیا۔!"

"وہ بھوت ہے۔! کوئی مافوق الفطرت ہستی۔!" شیلا کپکپاتی ہوئی آواز میں بولی۔

"کس کی بات کر رہی ہو۔!"

"اسی کی جس کے قبضے میں ہوں....!"

"میں کہتا ہوں وہ کسی عورت کی چیخ تھی۔!"

"ہو سکتا ہے آپ کا کتا عورت کی طرح چیخا ہو.... اور کتے کی طرح وہ خود بھونکتا رہا ہو۔!"

"کیا بک رہی ہو۔!"

"یقین کیجئے وہ ایسا ہی ہے....! اگر مجھ سے شادی پر آمادہ ہو جائے تو میں دنیا کو ایک عجیب ترین نسل دے سکتی ہوں۔!"

"خبردار جو بے شرمی کی باتیں کیں۔!" کسی طرف سے آواز آئی اور شہزور اچھل پڑا۔

پھر وہ اندازہ لگانے کی کوشش کرنے لگا تھا کہ آواز کدھر سے آئی تھی۔

اچانک اس نے چیخ کر کہا۔ "سامنے آؤ.... ذلیل بلیک میلر تم نے میرے کتے کو مار ڈالا ہے۔ تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔!"

لیکن بدستور سناٹا چھایا رہا۔ پھر شیلا زور سے ہنس پڑی تھی۔

"خاموش رہو....!" شہزور غرایا۔ "کیا اس گاڑی کی چابی تمہارے پاس ہے۔!"

"ہے تو....!"

"لاؤ.... مجھے دو....!"

"اور اگر میں انکار کر دوں تو۔!" شیلا نے کہا۔! عمران کی آواز سن لینے کے بعد وہ شیر ہو گئی تھی۔

"چابی لاؤ۔!" وہ گاڑی کی چھت پر ہاتھ مار کر بولا۔

"ہائیں.... ہائیں.... ڈنٹ پڑ جائے گا....!" آواز پھر آئی.... دفعتاً شہزور مڑا تھا اور آواز

کی جانب دوڑ لگا دی تھی۔



عمران نے کھیل بگڑتے دیکھا تھا اور وہاں سے کھسک گیا تھا۔! لیکن رکنے کے لئے ایسی جگہ منتخب کی تھی جہاں سے چاروں طرف نظر رکھ سکتا۔ اس کے باوجود بھی اسے علم نہ ہو سکا کہ شہزور کس وقت ہوٹل کی حدود سے نکل گیا تھا۔ وہ تو شیلا دکھائی دی تھی اور وہ اس کے پیچھے چل پڑا تھا۔

اسے علم تھا کہ شیلا نے کہاں گاڑی کھڑی کی تھی.... وہ گاڑی ہی کی طرف جاتی دکھائی دی۔ اور پھر گاڑی کے قریب پہنچ کر وہ کسی سے گفتگو کرنے لگی تھی۔

عمران سینے کے بل رینگتا ہوا گاڑی کی طرف بڑھنے لگا کوشش کر رہا تھا کہ گاڑی کی دوسری طرف پہنچ جائے کہ اچانک کسی جانب سے ایک کتا غرا کر جھپٹ پڑا۔ پھر جتنی دیر میں عمران چاقو نکالتا۔ کسی نے کتے کو ہدایات بھی دینی شروع کر دیں۔ اور پھر اُس نے کسی عورت کی سی چیخ حلق سے نکالی تھی۔ اور ہدایات کا سلسلہ منقطع ہو گیا تھا۔ اور اتنی دیر میں وہ اس قابل ہو گیا کہ کتے کی آنتیں نکال باہر کرتا۔

فائر نہیں کرنا چاہتا تھا! شہزور پر.... یہی تاثر قائم رکھنا چاہتا تھا کہ وہ تنہا ہے۔ فائر کر دینے کی صورت میں فیاض اور اُس کے ماتحت یقینی طور پر دوڑ پڑتے اور شائد پھر کھیل بگڑ جاتا۔ کیونکہ شہزور تو چھلاوہ تھا۔!

شیلا اور اُس کی گفتگو ہی سے اندازہ ہو گیا تھا کہ وہ شہزور کے علاوہ اور کوئی نہیں ہو سکتا۔!

پھر اُس نے دونوں کی گفتگو میں دخل اندازی کر کے اُسے اس قدر تاؤ دلایا تھا کہ وہ آواز کی سمت دوڑ پڑا تھا۔

اور اب اُسے جو کچھ بھی کرنا تھا اس کے لئے پوری طرح تیار تھا۔ جیسے ہی شہزور قریب پہنچا اس نے لیٹے ہی لیٹے ٹانگ چلائی اور وہ اُس پر سے قلابازی کھاتا ہوا دوسری طرف جا گرا۔

پھر عمران نے اُسے دوبارہ اٹھنے کا موقع نہ دیا۔ بڑی پھرتی سے اُس پر چھلانگ لگائی تھی اور دبوچ بیٹھنے کی کوشش کر ہی رہا تھا کہ کسی بچے کی طرح پرے جھٹک دیا گیا۔!

سر کے بل گرا ہوتا اگر حواس قائم نہ رکھتا۔

"خطرناک۔!" اس نے دل میں کہا اور باقاعدہ زور آزمائی کا ارادہ ترک کر کے بغلی ہولسٹر سے ریوالور نکال لیا۔ وہ تو کسی ارنے بھینسے کی طرح طاقت ور بھی ثابت ہوا تھا۔!

"خبردار.... ریوالور کا رخ تمہاری ہی طرف ہے۔!"

اُس نے ڈپٹ کر کہا اور شہزور کے بڑھتے ہوئے قدم رک گئے۔!

لیکن دوسرے ہی لمحے میں اُس کا حقارت آمیز قہقہہ سنائی دیا تھا۔!

"چوہٹے.... تو صرف چھ فائر کر سکے گا لیکن اُس کے بعد کیا ہوگا۔!"

"اُس کے بعد تم چھلنی کہلاؤ گے۔!" عمران بولا۔

"اُس کے بعد بھی میں تیری ہڈیاں توڑ رہا ہوں گا.... فائر کر کے دیکھ لے۔!"

"اچھا تو پھر دوسری صورت کیا ہو سکتی ہے۔؟"

"تو مجھے بلیک میل نہیں کر سکتا۔! میں تجھے مار ڈالوں گا۔!"

"بیوقوفی کی باتیں نہ کرو.... کیوں نہ ہم دوستوں کی طرح مل بیٹھیں۔ دراصل اب میں بھی بزنس کرنا چاہتا ہوں۔!"

"بزنس کرنا چاہتا ہے تو یہاں پولیس کی موجودگی کا کیا مطلب ہے۔؟"

"پولیس میری تلاش میں آئی تھی۔!"

"بکواس ہے۔ میرا نام پولیس تک تیرے ہی توسط سے پہنچا ہے.... وہ بھی محض اس لئے کہ میرے کئی خاص آدمی تیرے قبضے میں ہیں.... ورنہ چند افراد کے علاوہ اور کوئی بھی میرے نام سے واقف نہیں ہے۔ کیپٹن فیاض نے میرا نام لیا تھا۔!"

عمران نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا کر رہ گیا۔! فیاض کو اُس نے محض اس لئے یہاں بلایا تھا کہ یہ معاملہ سیکرٹ سروس سے متعلق نہیں تھا۔

"اُن لوگوں کے اپنے ذرائع ہوں گے۔!" اُس نے کہا۔

"میں تسلیم نہیں کر سکتا۔!"

"چلو.... تیسری صورت کیا ہو سکتی ہے۔!"

"صرف تیری موت۔!"

"دراصل تمہاری سمجھ میں نہیں آرہا کہ حقیقتاً کیا کرنا چاہئے۔ اس لئے میرا مخلصانہ مشورہ ہے کہ اس وقت گھر جاؤ اور صبح تک سوچ کر مجھے مطلع کر دینا۔!"

شہزور ہنس کر بولا۔ "مجھے چرانے چلا ہے لونڈے۔!"

"اتنے پڑھے لکھے ہو کر ایسی گھٹیا زبان استعمال کرتے ہو۔!"

"تیرا دماغ تو نہیں چل گیا.... اس سچویشن میں اخلاقیات کا درس دینے چلا ہے۔!"

"کیا مطلب؟"

"علامہ صاحب! میں صرف آپ کے چہرے کا خول اتار دینا چاہتا ہوں۔!" عمران نے کہا.... لیکن اپنی اس حماقت پر اُسے سچ مچ پچھتانا پڑا تھا۔

شہزور نے کچھ اتنے غیر متوقع طور پر چھلانگ لگائی تھی کہ اُسے فائر کرنے کا بھی موقع نہ مل سکا۔! ریوالور بھی ہاتھ سے نکل گیا اور پہاڑ تو آہی گرا تھا۔!

اور پھر اُس نے محسوس کیا کہ وہ اُس کا گلا گھونٹ دینے کی فکر میں ہے۔

ٹھیک اُسی وقت کسی گاڑی کے ہیڈ لیمپس کی روشنی اُن پر پڑی تھی۔

شہزور کی گرفت ڈھیلی پڑ گئی....! پھر کئی فائر ہوئے تھے اور شہزور اچھل کر ساحل کی طرف بھاگا تھا۔!

غالباً فیاض ہی کی گاڑی تھی.... اور اس سے پھر حماقت سرزد ہوئی تھی۔

عمران اٹھ کر بے تحاشہ شہزور کے پیچھے دوڑا.... لیکن قبل اس کے کہ اُس تک پہنچ سکتا اُس نے پانی میں چھلانگ لگادی! پھر عمران نے بھی قطعی غیر ارادی طور پر اس کی تقلید کی تھی۔

پانی ٹھہرا ہوا تھا! کیونکہ یہاں چاروں طرف چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔!

اور وہ قسمت کا سکندر ہی تھا کہ سیدھا پانی ہی میں گرا تھا۔ اگر دو ڈھائی گز کا بھی فرق پڑتا تو کھوپڑی کے درجنوں ٹکڑے ہو گئے ہوتے۔

شہزور کا آس پاس پتا نہیں تھا.... وہ بہ آہستگی تیرتا ہوا قریبی چٹان تک پہنچ گیا۔!

ٹھیک اُسی وقت ایک فائر ہوا اور شعلہ سا اڑتا ہوا اس کے قریب سے گذر گیا۔!

اُس نے بڑی پھرتی سے غوطہ لگایا تھا۔!

سطح پر ابھرے بغیر اُسی طرف تیرنے لگا جدھر سے فائر ہوا تھا! ایک چٹان راہ میں حائل ہوئی

اور اُس نے سطح پر تھوڑا سا سر ابھارا۔

شہزور پھر ہاتھ سے نکلا جا رہا تھا۔ اُس نے دیکھا کہ وہ خشکی پر پہنچ چکا ہے.... اس گھماؤ پر ساحل ڈھلوان تھا۔ عمران بے آواز تیرتا ہوا اس جانب بڑھا۔ اتنی دیر میں شہزور اوپر پہنچ کر نظروں سے اوجھل ہو چکا تھا۔

وہ بھی بدقت اوپر پہنچا کیونکہ بھیگے ہوئے جوتے ڈھلان پر پھسل رہے تھے۔ اوپر پہنچ کر چاروں طرف نظر دوڑائی تھی اور ایک جگہ بیٹھ کر ہانپنے لگا تھا!

فیاض کا بھی کیا قصور ہے۔ اُس نے سوچا غلطی خود اُسی سے ہوئی تھی۔ بلایا تھا اُسے تو پوری بات بتا دیتا۔ فیاض جیسے لوگوں سے محض اتنا ہی کہہ دینا کافی نہیں تھا کہ ہوٹل میں قدم نہ رکھے۔ بھلا کیوں نہ رکھے؟

"جہنم میں جائے۔!" وہ سر ہلا کر بڑبڑایا۔ "پہچانا جا چکا ہے بچ کر کہاں جائے گا۔!"

بائیں بازو میں ایک جگہ ایسی تکلیف ہو رہی تھی جیسے جلتی ہوئی سلاخ کھال سے ہڈی تک اتر گئی ہو۔ شائد کتے کے دانت لگ گئے تھے۔ اور سمندر کے کھارے پانی نے زخموں پر مزید ستم ڈھایا تھا۔! اُس نے جیبیں ٹٹولیں۔ چاقو محفوظ تھا۔ ریوالور تو کھو ہی چکا تھا! چاقو کھول کر مٹھی میں دبایا۔ اور اٹھ کر تاروں کی چھاؤں میں پہنچا ہی تھا کہ عقب سے کسی کے چھینکنے کی آواز آئی.... جہاں تھا وہیں دھڑ سے زمین پر گر گیا اور تیزی سے آواز کی جانب کروٹ لی۔ نشیب کی ایک دراڑ سے کسی کا سر ابھرا تھا۔ پھر شانے دکھائی دیئے تھے۔

چاقو کے دستے پر عمران کی گرفت مضبوط ہو گئی تاریک اور قد آور ہیولیٰ دراڑ سے برآمد ہو کر خود بھی عمران ہی کی طرح زمین پر گر گیا تھا.... لیکن عمران کی طرف آنے کی بجائے مغرب کی جانب رینگنے لگا۔

فاصلہ زیادہ نہیں تھا۔ عمران کسی سانپ کی طرح پلٹا تھا اور اس پر جا پڑا تھا۔

چاقو کا پھل اس کے بازو میں اترتا چلا گیا!

شاید اسی ہاتھ میں ریوالور بھی تھا۔ اضطراب ہی میں ٹریگر دب گیا تھا۔ فائر کی آواز سناٹے میں گونجی۔

ساتھ ہی پولیس والوں کی سیٹیاں بھی فضا میں چکرانے لگیں تھیں۔ غالباً فیاض نے مزید

آدمی طلب کر لئے تھے۔

شہزور غراتا ہوا اٹھ کھڑا ہوا۔! اور ایک بار پھر عمران نہتا ہو گیا تھا.... پتا نہیں چاقو شہزور کے بازو ہی میں پیوست رہ گیا تھا۔ یا وہیں کہیں گر گیا تھا۔

ویسے عمران نے محسوس کیا کہ شہزور بھی اب خالی ہاتھ ہی ہے۔

دونوں آپس میں گتھے ہوئے وحشیانہ انداز میں ایک دوسرے کو نوچتے کھسوٹتے رہے۔ اسی دوران میں اس کے بال عمران کے ہاتھوں میں آ گئے اور اس نے زور جو لگایا تو ایسا معلوم ہوا جیسے وہ چہرے کی کھال سمیت اکھڑتے چلے آئے ہوں۔

اچانک پھر کسی گاڑی کی روشنی ان پر پڑی اور شہزور عمران کو اچھال پھینکنے کی کوشش میں خود ہی چاروں خانے چت گرا۔

گاڑی کی روشنی پوری طرح انہی دونوں پر پڑ رہی تھی۔ شہزور نے اٹھ بیٹھنا چاہا تھا کہ اچانک اس کا کھویا ہوا ریوالور ہاتھ آ گیا۔

عمران پہلے ہی دیکھ چکا تھا اس لئے شہزور کو فائر کرنے کا موقع نہ مل سکا۔! اس نے بایاں پیر ریوالور والے ہاتھ پر رکھ دیا تھا اور داہنے سے ٹھوڑی پر ٹھوکر رسید کی تھی۔

ایک کریہہ سی آواز اس کے حلق سے برآمد ہوئی۔ اور دانت نکل پڑے۔

"خدا کی پناہ.... یہ تو علامہ ہے۔!" عقب سے فیاض کی آواز آئی۔

اب متعدد ٹارچوں کی روشنیاں ان پر پڑ رہی تھیں.... علامہ کی آنکھیں بند ہو گئی تھیں۔ پتا نہیں بن رہا تھا۔ یا سچ مچ بے ہوش ہو گیا تھا۔

"اور شہزور وہ رہا....!" عمران نے بالوں کے ڈھیر کی طرف اشارہ کیا تھا۔

شیلا بھی ان کے ساتھ تھی.... دوڑ کر عمران سے لپٹ گئی اور پھوٹ پھوٹ کر رونے لگی۔

علامہ کے ہاتھوں میں ہتھکڑیاں ڈال دی گئی تھیں۔

"رونے دھونے سے کیا فائدہ....؟" عمران اس کے سر پر ہاتھ پھیرتا ہوا بولا۔ "اب چل کر کوئی ایسا ڈاکٹر تلاش کرو جو کتے کے کاٹے کا ٹیکہ لگاتا ہو ورنہ میں تھوڑی دیر بعد تمہارے ہی قول کے مطابق بھونکنا شروع کر دوں گا۔!"

افق میں صبح کی سپیدی نمودار ہونے لگی تھی۔



دوپہر کو رحمٰن صاحب کے طلب کرنے پر وہ ان کے آفس پہنچا تھا۔ انہوں نے اطلاع دی کہ علامہ یا تو بن رہا ہے یا سچ مچ پاگل ہو گیا ہے! محکمے ہی کی حوالات میں اسے رکھا گیا تھا۔

فیاض کے ساتھ وہ حوالات کی طرف روانہ ہوا تھا۔ اور فیاض کا یہ عالم تھا جیسے اس نے اور عمران نے ایک ہی کوکھ سے جنم لیا ہو۔

"عجیب چیز ہے یہ علامہ بھی....!" اس نے کہا۔ "بالکل کسی پانچ یا چھ سال کے بچے کی سی آواز میں چینختا رہتا ہے۔!"

عمران چلتے چلتے رک گیا۔ دفعتاً اس کے چہرے کی رنگت بدل گئی تھی....!

"یقین کرو.... وہ علامہ کی پاٹ دار آواز نہیں ہے۔ کسی بچے کی آواز ہے۔!" فیاض نے کہا۔

عمران نے تیزی سے حوالات کی طرف قدم بڑھائے تھے۔ ذہن میں آندھیاں اٹھ رہی تھیں۔ اور پہلی بار احساس ہوا تھا کہ وہ کیا کر بیٹھا ہے اس دوران میں وہ صرف فیاض کی آواز سنتا رہا تھا۔ اس کا دھیان نہیں تھا کہ وہ کیا کہہ رہا تھا۔

حوالات کے کٹہرے کے قریب پہنچ کر اس نے علامہ کو زمین پر اوندھے پڑے دیکھا۔ اس نے اسے آواز دی تھی۔

علامہ نے اسے سر اٹھا کر دیکھا تھا۔ لیکن اس کی آنکھوں میں شناسائی کی ہلکی سی جھلک بھی نہ دکھائی دی۔ ان میں ایسی ہی لاتعلقی پائی جاتی تھی جیسے کسی چوپائے نے آنکھ اٹھا کر انہیں دیکھ لیا ہو!

پھر اچانک وہ چیخنے لگا تھا۔ "ماں.... ماں.... بابا.... بابا.... میرے بابا....!"

آواز سچ مچ کسی پانچ یا چھ سال کے بچے کی سی تھی۔

"کمال کی آواز بدلتا ہے۔!" فیاض ہنس کر بولا۔ "شہزور اور اس کی اصل آواز میں کتنا فرق تھا۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ اس کا تالو خشک ہوا جا رہا تھا حلق میں کانٹے سے پڑنے لگے تھے۔

علامہ پھر اسی انداز میں ماں اور بابا کو پکارنے لگا۔ پھر وہ پھوٹ پھوٹ کر رونے لگا تھا۔!

"چلو....!" عمران واپسی کے لئے مڑتا ہوا بولا۔

فیاض اسے حیرت سے دیکھتا ہوا اس کے پیچھے چلنے لگا باہر نکل کر عمران بولا تھا۔ "یہ بن نہیں ذہنی طور پر ماضی میں لوٹ گیا ہے۔ بعض صدمے ایسے ہی ہوتے ہیں.... شائد اسی لئے.... ہ تھا کہ ان میں سے آخری آدمی کا بھی خاتمہ کر دے۔ لیکن نہ کر سکا۔!"

"کہاں کی ہانک رہے ہو۔!"

"تم کچھ بھی نہیں جانتے۔!"

"کیا نہیں جانتا۔!"

"علامہ کی پچھلی زندگی کے بارے میں۔!"

"بہت زیادہ سنجیدہ ہو رہے ہو۔!"

"ہم سب درندے ہیں مائی ڈیئر فیاض....! سب کچھ سامنے آجائے گا۔ باقاعدہ پوری رپورٹ تیار کر کے تمہارے حوالے کر دوں گا۔ جسے عدالت میں پیش کر سکو گے۔ لیکن اس شخص کے لئے میرا دل رو رہا ہے.... کاش اس کے انتقامی جذبے نے انفرادی رنگ اختیار کرنے کی بجائے ایسی تحریکوں کا ساتھ دیا ہوتا جو ظلم اور جبر کے نظام کو مٹا دینے کے لئے کام کر رہی ہیں۔!"

"کہیں میں بے ہوش نہ ہو جاؤں۔ تمہیں سنجیدہ دیکھ کر....!" فیاض کھوکھلی سی ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔

عمران کے ہونٹ سختی سے بھینچے ہوئے تھے۔ اور وہ اپنی گاڑی کی طرف بڑھا جا رہا تھا۔

فیاض وہیں کھڑا اسے دیکھتا رہا۔ اس کی آنکھوں میں عجیب سے تاثرات تھے۔!

﴿تمام شد﴾

عمران سیریز نمبر 92

کالی کہکشاں

(مکمل ناول)

پیشرس

کالی کہکشاں! ملاحظہ فرمائیے! علامہ کا سلسلہ آپ نے پسند کیا تھا شکریہ! چند خطوط میں اس پر افسوس بھی ظاہر کیا گیا کہ "بیچارہ شہ زور" اس سلسلے کی آخری کتاب تھی۔ حالانکہ کہانی میں مزید پھیلاؤ کی گنجائش تھی۔

کالی کہکشاں اُن لوگوں کی فرمائش پر لکھی گئی ہے جو چاہتے ہیں کہ ایک کہانی ایک ہی کتاب میں ختم ہو جایا کرے۔ فرمائش تو میں نے پوری کر دی ہے لیکن ساتھ ہی یہ بھی سوچ رہا ہوں کہ واقعی یہ کہانی پھیلاؤ کی متقاضی تھی۔ دو حصوں میں مکمل ہوتی تو اس کی دلچسپیاں بھی دو چند ہو جاتیں۔ جو ٹکڑے تنگیٔ داماں کے باعث مجملاً لکھے گئے ہیں تفصیل انہیں کہیں کا کہیں پہنچا دیتی۔

ادھر تھریسیا کی واپسی کی فرمائشوں کے ڈھیر لگ گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے جلد ہی اس طرف بھی توجہ دوں۔ لیکن یہ بتانا میرے بس سے باہر ہے کہ زیرو لینڈ کہاں ہے؟ (فی الحال)...! آئندہ دیکھئے کیا ہوتا ہے! خیر چھوڑیئے اس قضیئے کو ایک نئی بات سنئے! بیس سال بعد ایک صاحب نے میرے ایک "گناہ" کی طرف توجہ دلائی ہے اُن کا

کہنا ہے کہ عمران کے والد کو "رحمٰن صاحب" کی بجائے عبدالرحمٰن لکھنا چاہئے....

گذارش یہ ہے کہ یہ احترام محض اسم ذات تک محدود رہا ہے۔ اسمائے صفات کے سلسلے میں لوگ اتنے محتاط نہیں رہے۔ آپ نے بھی اکثر سڑکوں پر اس قسم کی آوازیں سنی ہوں گی۔ "ابے او غفورے" یا "او رحیمے کدھر چلا جا رہا ہے۔؟"

میری دانست میں اس بے تکلفی کی وجہ صرف یہی ہو سکتی ہے کہ اللہ پاک نے اپنی صفات کا کسی قدر حصے دار بندے کو بھی قرار دیا ہے۔ واللہ اعلم بالصواب... اگر میں غلطی پر ہوں تو اللہ مجھے معاف کرے۔

بہتیرے علمائے دین بھی میری کتابیں پڑھتے ہیں۔ ممنون ہوں گا اگر وہ اس سلسلے میں میری رہنمائی فرمائیں۔

ویسے عمران کے والد کا پورا نام عبدالرحمان نہیں بلکہ کرم رحمان ہے... خود کو "کے۔ رحمان" لکھتے ہیں... اور میں نے ابتداء سے آج تک "رحمان صاحب" ہی لکھا ہے! صرف "رحمان" کبھی نہیں لکھا کہ گستاخی کا پہلو نکل آتا۔

ابن صفی

۳۱ر مئی ۱۹۷۶ء

وہ پاگلوں کی طرح کار ڈرائیو کر رہی تھی۔ نچلا ہونٹ دانتوں میں دبا ہوا تھا نتھنے غصے کی زیادتی کی وجہ سے پھول پچک رہے تھے۔ پیشانی پر سلوٹیں تھیں.... اور آنکھیں سرخ.... ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کار ہی سے اُس کی شان میں کوئی گستاخی سرزد ہوئی ہو۔ اسی لئے رگڑے ڈال رہی ہو بیچاری کو....!

سڑک خطرناک تھی۔ پہاڑی علاقوں کی سڑکیں عام طور پر ایسی ہوتی ہیں۔ چکر دار.... جن کی ایک جانب ہیبت ناک گہرائیاں ہوتی ہیں۔

لیکن وہ تو اِس طرح ڈرائیو کر رہی تھی جیسے کسی میدان میں تیز رفتاری کے ریکارڈ توڑ رہی ہو۔

خوش شکل بھی رہی ہو گی لیکن اس وقت تو غضب ناکی نے خدوخال کی بناوٹ ہی بگاڑ کر رکھ دی تھی.... بال کھلے ہوئے تھے اور ایک سرکش لٹ بار بار اُڑ کر چہرے پر آ رہتی.... جین اور جیکٹ میں ملبوس تھی۔! سینے پر کارتوسوں کی پیٹی تھی اور ہولسٹر میں ریوالور موجود تھا۔!

سفر کا اختتام ایک چھوٹی سی بستی میں ہوا... قہوہ خانے کے سامنے اُس نے گاڑی روکی تھی۔

انجن بند کر کے نیچے اُتری.... چند لمحے خاموش کھڑی قہوہ خانے کے صدر دروازے کو گھورتی رہی۔ پھر آندھی اور طوفان کی طرح قہوہ خانے میں داخل ہوئی تھی۔! چوبی فرش پر اُس کے وزنی جوتے ایسے دھمک پیدا کر رہے تھے جیسے دوسروں کا سکون غارت کرنا اُس کے بنیادی حقوق میں شامل ہو۔

اُسے دیکھتے ہی ایک آدمی کاؤنٹر کے پیچھے سے نکلا تھا اور تیزی سے آگے بڑھ کر اُس کی راہ میں حائل ہونے کی کوشش کی تھی۔

"چلی جاؤ.... خدا کے لئے اس وقت چلی جاؤ۔!" اُس نے خوف زدہ انداز میں سرگوشی کی تھی۔!

"بکواس بند کرو....!" وہ پیر پٹخ کر دھاڑی.... "مجھے بتاؤ کہ وہ بابا کو کہاں لے گئے ہیں۔!"

"تمہارے لئے بھی خطرہ ہے.... چلی جاؤ....!" اُس نے مڑ کر کاؤنٹر کی طرف دیکھا تھا۔

لڑکی کی نظر بھی اُدھر ہی اٹھ گئی....!

"کاؤنٹر کے پیچھے کون ہے....؟" اُس نے آہستہ سے پوچھا تھا۔ ساتھ ہی اُس کا ہاتھ ریوالور کے دستے پر جا ٹکا تھا۔

"میں کہتا ہوں چلی جاؤ....!"

"کیا تمہاری شامت آئی ہے....! میں نے پوچھا تھا کاؤنٹر کے پیچھے کون ہے....؟"

"وہ دونوں رک گئے ہیں۔ عقبی کمرے میں ہیں....!"

"کون دونوں....!"

"طارق اور جواد....! میں کہتا ہوں یہاں سے چلی جاؤ۔!"

"میں نے پوچھا تھا وہ بابا کو کہاں لے گئے ہیں۔!"

"رب العزت کی قسم....! میں نہیں جانتا.... وہی دونوں جانتے ہوں گے۔ اُن کے ساتھ تھے.... نہ جانے کیوں یہاں رُک گئے ہیں۔ ہو سکتا ہے .... تمہارے ہی لئے رُکے ہوں.... چلی جاؤ.... پھر کہتا ہوں چلی جاؤ....!"

اُس نے پھر خوف زدگی کے ساتھ کاؤنٹر کی طرف دیکھا تھا۔

"تو وہ جانتے ہوں گے کہ بابا کو کہاں لے جایا گیا ہے....!" لڑکی نے سوال کیا۔

"جب ساتھ ہی تھے تو ضرور جانتے ہوں گے۔!"

"اور تم مجھے مشورہ دے رہے ہو کہ میں یہاں سے چلی جاؤں۔!"

"فی الحال عقل مندی کا تقاضا یہی ہے۔!"

"اور تم اُن لوگوں کے مقابلے میں بابا کے ہمدرد ہو....!"

"یقیناً ہوں....!" وہ آہستہ سے بولا۔ "لیکن تمہارے علاوہ اور کسی کے سامنے اعتراف کی جرأت نہیں رکھتا۔!"

"اچھی بات ہے تو پھر ہٹ جاؤ میرے راستے سے..! میں اُنہی دونوں سے معلوم کروں گی۔!"

"تم سمجھتی کیوں نہیں....!" اُس نے چاروں طرف دیکھ کر بے بسی سے کہا۔ اس دوران میں قہوہ خانے کی ساری میزیں خالی ہو گئی تھیں۔ لوگ خطرے کی بو سونگھتے ہی ایک ایک کر کے کھسک گئے تھے۔!

"اچھی بات ہے.... میں جا رہی ہوں....!" لڑکی نے آہستہ سے کہا۔ وہ کنکھیوں سے کاؤنٹر کی طرف دیکھے جا رہی تھی۔ کاؤنٹر کے پیچھے کا دروازہ تھوڑا سا کھلا تھا.... اور اُس آدمی کی شکل صاف نظر آئی تھی جس نے دروازہ کھولا تھا اور پھر وہ تیزی سے باہر آ گیا۔

لڑکی صدر دروازے کی طرف مڑی ہی تھی کہ وہ ہاتھ اٹھا کر دہاڑا....!

"ٹھہرو....!"

لڑکی پلٹ پڑی لیکن اُس کا ریوالور ہولسٹر سے نکل آیا تھا اور اُس کی نال آواز دے کر روکنے والے کے سینے کی طرف اٹھی ہوئی تھی۔

قہوہ خانے کا مالک تھوک نگل کر رہ گیا۔

کاؤنٹر کے پیچھے کھڑے ہوئے آدمی نے اپنے ہاتھ اوپر اٹھا دیئے تھے۔ لڑکی اُس کے دل کا نشانہ لئے آہستہ آہستہ کاؤنٹر کی طرف بڑھتی رہی قہوہ خانے کا مالک جہاں تھا وہیں کھڑا رہا۔ اُس کے چہرے پر سراسیمگی کے آثار تھے۔

"بابا کہاں ہیں....؟" لڑکی نے کاؤنٹر کے قریب پہنچ کر تیز قسم کی سرگوشی کی۔!

"تم فائر نہیں کر سکتیں۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میری بات کا جواب نہ دے کر دیکھو....!"

"میں نہیں جانتا....!"

"تم جھوٹے ہو....؟ بتاؤ....!" لڑکی نے کہا اور پھر کسی قدر ترچھی ہو کر فائر کر دیا لیکن نشانہ وہ آدمی تھا جس نے دروازے کی اوٹ سے لڑکی پر فائر کرنے کی کوشش کی تھی۔ ریوالور اُس کے ہاتھ سے چھوٹ پڑا۔

وہ آدمی جس نے ہاتھ اٹھا رکھے تھے بوکھلا کر ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

"جیسے ہو.... ویسے ہی کھڑے رہو....!" لڑکی ڈپٹ کر بولی اور کاؤنٹر کے پیچھے والا دروازہ

زور دار آواز کے ساتھ بند ہو گیا تھا اور بولٹ سرکنے کی آواز بھی آئی تھی۔

لڑکی اُس آدمی کو کور کیے ہوئے کاؤنٹر کے پیچھے آئی اور جھک کر ریوالور اٹھا لیا.... ریوالور کے قریب ہی اُسے خون کی بوندیں بھی نظر آئی تھیں....!

"صدر دروازہ بند کر دو....!" لڑکی نے قہوہ خانے کے مالک سے کہا۔

اُس نے چپ چاپ تعمیل کی تھی۔

"اب میرے دونوں ہاتھوں میں ریوالور ہیں۔!" لڑکی نے اونچی آواز میں کہا۔ "ایک کا رخ دروازے کی طرف ہے اور دوسرے کا طارق کی طرف.... بہتری اسی میں ہے جواد کہ باہر آجاؤ.... اور مجھے بتاؤ کہ تمہارے ساتھی بابا کو کہاں لے گئے ہیں....؟"

اُس کی آواز سناٹے میں گونج کر رہ گئی.... لیکن کہیں سے بھی کوئی جواب نہ ملا۔

"جواد زخمی ہو گیا ہے....!" لڑکی نے طارق سے کہا۔ "یہ رہیں خون کی بوندیں، میں تمہیں بھی زندہ نہ چھوڑوں گی ورنہ بابا کا پتا بتادو۔!"

"مم.... میں نہیں جانتا....!"

"تم دونوں یہاں کیوں رک گئے تھے....!"

"بب.... بس یونہی....!"

قہوہ خانے کا مالک دروازہ بند کر کے وہیں رک گیا تھا۔ لیکن اب اُس کے چہرے پر ہیجان یا انتشار کی علامات نہیں تھیں۔ بڑے سکون کے ساتھ اس سچویشن کا تماشائی بنا ہوا تھا۔

"اچھی بات ہے تو مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ۔ میں اُن میں سے کسی کو بھی نہیں بخشوں گی جو بابا کی پریشانی کا باعث بنے ہیں۔!" لڑکی نے طارق سے کہا۔

"تیرے بابا نے غداری کی تھی....!" اندر سے کراہتی ہوئی سی آواز آئی۔

"باہر نکل کر بات کیوں نہیں کرتا کتے.... اگر تو بابا کی غداری ثابت کر سکا تو میں تجھے معاف کر دوں گی۔!"

"تم پچھتاؤ گی زینو....!" طارق بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"دیکھا جائے گا.... تم اپنی خیریت چاہتے ہو تو جواد کو میرے سامنے بلاؤ....!"

"مم.... میں کیسے بلاؤں....!"

"جواد باہر نکل کر بات کرو....!" لڑکی دھاڑی.... لیکن اس بار اندر سے کوئی آواز نہ آئی۔

زینو نے نچلا ہونٹ دانتوں میں دباتے ہوئے سوچا کہیں وہ فرار نہ ہو گیا ہو۔

"طارق....! آگے بڑھو اور دیوار کی طرف منہ کر کے کھڑے ہو جاؤ۔!" اُس نے ریوالور کو جنبش دے کر کہا۔

"تم ضرور پچھتاؤ گی....!" کہتا ہوا دیوار کی طرف مڑ گیا۔ زینو نے ایک ریوالور ہولسٹر میں ڈال دیا اور دوسرے سے طارق کو کور کیے ہوئے اس کی طرف بڑھی۔ وہ دیوار سے لگا کھڑا تھا۔

اُس کے ہولسٹر سے ریوالور نکال لینے کے بعد اپنے ریوالور کے دستے سے اُس کی گردن پر ضرب لگائی تھی۔

طارق لڑکھڑاتا ہوا فرش پر آرہا۔

"رب العزت کی قسم تو بڑے دل گردے والی ہے....!" قہوہ خانے کے مالک نے کہا جو اَب کاؤنٹر کے قریب کھڑا ہوا تھا۔

"کیا وہ دوسری طرف سے نکل گیا ہوگا۔!" زینو نے بیہوش طارق پر سے نظریں ہٹائے بغیر پوچھا۔

"اُدھر کی کھڑکی میں سلاخیں نہیں ہیں۔!" جواب ملا۔

"اُوہ.... تب تو ضرور نکل گیا ہوگا۔!"

"میں دیکھوں جا کر....!"

"ضرور.... ضرور.... میں اِدھر ہی ٹھہروں گی۔ کہیں یہ بھی ہوش میں آکر کھسک نہ جائے۔!"

"مجھے اس کے لئے جواب دہی کرنی پڑے گی۔!"

"ہاں.... یہ بات تو ہے.... اچھی بات ہے.... میں جا رہی ہوں تم اسے دیکھو.... پھر میں کوئی ایسی تدبیر کروں گی کہ تم جواب دہی سے بچ جاؤ۔!"

وہ دروازہ کھول کر باہر نکلی۔ قہوہ خانے سے تھوڑے ہی فاصلے پر بھیڑ لگ گئی تھی۔! اُس نے اُن لوگوں پر اُچٹتی سی نظر ڈالی تھی اور ریوالور والا ہاتھ اٹھا کر بولی تھی "اگر کسی نے ادھر آنے کی کوشش کی تو اچھا نہیں ہوگا۔!"

جو جہاں تھا وہیں کھڑا رہا.... وہ چکر کاٹ کر قہوہ خانے کی پشت پر پہنچی۔

کھڑکی کھلی نظر آئی۔ اُس کے نیچے دیوار پر خون کی لکیریں تھیں۔ کمرہ خالی تھا۔ وہ کھڑکی ہی کی طرف سے کمرے میں داخل ہوئی اور کھڑکی بند کر کے سٹکنی لگا دی.... یہاں بھی فرش پر کئی جگہ تازہ خون کے دھبے تھے۔! دروازہ کھول کر وہ پھر ہال میں پہنچ گئی۔ طارق بدستور اوندھا پڑا نظر آیا۔ ابھی تک ہوش میں نہیں آیا تھا۔

"باہر بھیڑ لگ گئی ہوگی۔!" قہوہ خانے کے مالک نے پوچھا۔

زینو نے سر کی جنبش سے اعتراف کیا تھا اور طارق کی طرف متوجہ ہو گئی تھی۔

"جاؤ دروازہ بند کر کے بولٹ کر دو....!" اُس نے کچھ دیر بعد قہوہ خانے کے مالک سے کہا۔

وہ پُر تفکر انداز میں دروازے کی طرف بڑھ گیا تھا۔

واپسی پر زینو سے بولا۔ "مجھے یقین آ گیا ہے کہ طارق نہیں جانتا۔! جواد کو علم تھا جو فرار ہو گیا....!"

"مجھ سے بچ کر کہاں جائے گا.... یہاں ان کی کوئی گاڑی تو نہیں تھی....!"

"نہیں... یہ دونوں کل صبح تک بستی ہی میں قیام کرنیوالے تھے۔ کل ان کے لئے گاڑی آتی!"

"ٹھیک ہے...! میں تمہیں کرسی سے باندھ جاؤں گی اور تم جواب دہی سے بچ جاؤ گے...!"

"زینو.... تم تنہا کچھ نہیں کر سکتیں۔!"

"تو پھر یہاں کون میرا ساتھ دے گا۔!"

قہوہ خانے کا مالک کچھ نہ بولا۔ زینو نے تھوڑی دیر بعد کہا۔ "اس لئے مجھے ہی سب کچھ کرنا ہے۔!"

"تم کیا کرو گی....؟"

"جو کچھ بھی بن پڑے گا....! بابا کو اُن کے رحم و کرم پر نہیں چھوڑ سکتی....!"

"سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیوں اور کیسے ہوا....؟"

"وہ کہہ رہا تھا کہ بابا نے غداری کی تھی۔!"

"میں سوچ بھی نہیں سکتا۔!"

زینو پھر بیہوش آدمی کی طرف دیکھنے لگی تھی.... قہوہ خانے کا مالک کہیں سے موٹی ڈور کا ایک لچھا نکال لایا۔ پہلے بیہوش طارق کے ہاتھ پشت پر باندھے گئے تھے۔ پھر اُس نے خود بھی

ے ہاتھ پیر بندھوائے تھے اور زینو سے بولا تھا۔ "اب کیا کرو گی....!"

"جواد کو تلاش کروں گی....!"

"بستی والوں سے ہوشیار رہنا.... سرخروئی حاصل کرنے کے لئے وہ تم پر پیچھے سے بھی وار سکتے ہیں۔!"

"تم بے فکر رہو....!" اُس نے کہا اور دروازے کی طرف بڑھ گئی۔

باہر نکلی تھی.... بھیڑ اب بھی موجود تھی۔ لیکن کسی نے بھی اس کی طرف بڑھنے کی ت نہیں کی تھی۔! وہ اپنی گاڑی میں آ بیٹھی....! طارق کی کارتوس کی پیٹی سے سارے کارتوس ل لائی تھی اور دونوں ریوالور بھی اُسی کے قبضے میں تھے۔

گاڑی اسٹارٹ کر کے ایک بار پھر وہ قہوہ خانے کی پشت پر آئی تھی اور گاڑی سے اُتر کر کھڑکی ے قریب پہنچی تھی اور زمین پر خون کی بوندوں کی تلاش شروع کر دی تھی۔

پتھریلی اور شفاف زمین پر یہ کام کچھ ایسا مشکل بھی نہیں تھا۔ تھوڑی دور تک خون کی ندیں نظر آتی رہیں.... پھر یک بیک غائب ہو گئی تھیں....!

چاروں طرف دور دور تک دیکھ آئی لیکن خون کی ایک بوند بھی کہیں نہ دکھائی دی۔

آخر اُس جگہ سے وہ کہاں غائب ہو گیا....! آس پاس کوئی ایسی پناہ گاہ بھی نہ دکھائی دی جہاں ں کے چھپ رہنے کا امکان ہوتا۔

وہ پھر گاڑی کی طرف پلٹ آئی۔ اتنے میں قہوہ خانے کی عقبی کھڑکی کھلی تھی اور زینو نے ی پھرتی سے ریوالور نکال لیا تھا۔!

کھڑکی میں ایک چہرہ نظر آیا.... بستی ہی کا کوئی فرد تھا....! چہرہ شناسا سا لگ رہا تھا۔!

"تم نے اچھا نہیں کیا لڑکی....!" وہ بھاری بھرکم آواز میں بولا۔

"دونوں زندہ ہیں....! مر نہیں گئے....!" زینو نے لاپرواہی سے کہا۔

"اُسے ابھی تک ہوش نہیں آیا۔!"

"اتنا طاقتور نہیں معلوم ہوتا کہ جلد ہوش میں آ جائے۔!"

"تم جانتی ہو اس کا کیا انجام ہوگا۔!"

"تم ہی بتاؤ اگر نہیں جانتی....!"

"پوری بستی پر عذاب نازل ہوگا۔!"

"وہ میرے بابا کو پکڑ کر کہیں لے گئے ہیں۔ طارق اور جواد ان کے ساتھ تھے۔!"

"مجھے معلوم ہے.....!"

"کہاں لے گئے ہیں.....؟"

"یہ میں نہیں جانتا.....!وہ بستی ہی سے گذرے تھے اسی لئے سب کو اس کا علم ہے.....!اور اب جتنی جلد ممکن ہو یہاں سے چلی جاؤ..... ورنہ اگر ہوش میں آنے کے بعد طارق نے بستی والوں کو تمہارے خلاف اکسایا تو وہ اس کا کہنا ماننے پر مجبور ہو جائیں گے۔!"

"میں چلی جاؤں گی..... لیکن یہی بتادو کہ جواد کہاں غائب ہو گیا.....!"

اُس نے ادھر اُدھر دیکھ کر سامنے والی پہاڑیوں کی طرف اُنگلی اٹھائی تھی۔

"تمہارا بہت بہت شکریہ.....!میں ہمیشہ یاد رکھوں گی.....!" کہتی ہوئی وہ گاڑی میں بیٹھ گئی۔ اور گاڑی تیر کی طرح سڑک کی جانب روانہ ہوئی تھی۔

شائد وہ سمجھ گئی تھی کہ جواد نے کہاں پناہ لی ہوگی..... چھینے ہوئے ریوالور اُس نے ڈیش بورڈ کے ایک خانے میں رکھ کر اُسے مقفل کر دیا تھا۔!کچھ دور..... سڑک پر چلنے کے بعد اُس نے گاڑی کو بڑی احتیاط سے ایک ڈھلان میں اُتارنا شروع کیا تھا اور بالآخر اس میں کامیاب بھی ہوگئی تھی.....ایک مسطح جگہ کا انتخاب کر کے گاڑی وہیں روکی اور انجن بند کر دیا۔

بے حد پُر سکون نظر آرہی تھی۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے اس مہم کی کامیابی پر پوری طرح یقین ہو.....!گاڑی کو مقفل کر کے دوسری جانب والی چڑھائی طے کرنے لگی تھی.....! آنکھیں کسی ایسے درندے کی آنکھوں سے مشابہہ نظر آرہی تھیں جو شکار کرنے نکلا ہو۔

چٹان کی انتہائی بلندی پر پہنچ کر وہ سینے کے بل لیٹ گئی تھی اور کہنیوں پر زور ڈال کر آہستہ آہستہ کھسکتی ہوئی چٹان کے دوسرے سرے کی طرف بڑھنے لگی۔ سورج ابھی غروب نہیں ہوا تھا۔ ہوا میں خنکی پیدا ہوگئی تھی لیکن چٹان ابھی تک تپ رہی تھی۔

دوسرے سرے پر پہنچ کر اُس نے نشیب میں جھانکا..... دور دور تک کوئی نہ دکھائی دیا۔ ایک بار پھر اُس کی آنکھوں میں تشویش کے آثار اُبھر آئے..... بڑی دیر تک اُسی حالت میں بے حس و حرکت پڑی رہی۔ پھر اس طرف کی ڈھلان میں اُترنے کا ارادہ کیا ہی تھا کہ نیچے بائیں جانب والی

دراڑ سے ایک آدمی برآمد ہوا اور وہیں ایک بڑے پتھر سے ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔

زینو کی آنکھوں سے پہلے ہی کی سی چمک پھر عود کر آئی۔ تنفس کسی قدر تیز ہو گیا۔

اُسی طرح کہنیوں کے بل کھسکتے ہوئے اُس نے ایک لمبا چکر لیا اور اُس کی لاعلمی میں عین اُن کے سر پر جا پہنچی۔

"جنبش نہ کرنا اپنی جگہ سے.....!" اُس نے ہولسٹر سے ریوالور نکال کر اُس کے سر کا نشانہ لیتے ہوئے کہا۔!

وہ اچھل پڑا اور منہ اٹھا کر آواز کی سمت دیکھنے لگا۔

سب سے پہلے ریوالور کی نال ہی پر نظر پڑی ہوگی.....! بے حس و حرکت بیٹھا رہ گیا۔!

پھر زینو ایک ہی جست میں اُس کے سامنے جا پہنچی تھی۔

"تم آخر ہمارے پیچھے کیوں پڑ گئی ہو.....!" جواد اپنا زخمی ہاتھ بائیں ہاتھ سے دباتے ہوئے کراہا۔ "ہمیں جو حکم ملا تھا.....!"

"بس.....!" زینو غرائی۔ "مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں۔! میں نے صرف یہ معلوم کرنا چاہا تھا کہ بابا کو کہاں لے جایا گیا ہے.....؟"

جواد تھوک نگل کر رہ گیا۔!

"لیکن اَب اُس سے پہلے تمہیں یہ ثابت کرنا پڑے گا کہ بابا غداری کے مرتکب ہوئے تھے۔"

"ہمیں یہی بتایا گیا تھا.....!"

"یہ تو ثبوت نہ ہوا.....!"

"پھر میں کیا کروں.....!"

"یہی کہ ایسی کوئی بیہودہ بات زبان سے نہ نکالو جس کا کوئی ٹھوس ثبوت تمہارے پاس نہ ہو۔!"

جواد کچھ نہ بولا..... زینو چند لمحے اُسے گھورتی رہی پھر بولی۔ "یقین کرو اگر تم نے زبان نہ کھولی تو میں تمہیں سسکا سسکا کر ماروں گی۔!"

"ہمیں حکم ملا تھا کہ جس طرح بھی ممکن ہو انہیں کہکشاں پہنچادیں۔!"

"اور تم لوگ ان کی بے خبری میں حملہ آور ہوئے تھے۔!"

"پھر کیا کرتے جابر خان کو للکارنا آسان تو نہیں اور میں نے تو ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا۔!"

"اُن کے سر پر ضرب کس نے لگائی تھی۔!"

"داراب نے....!"

"تم دونوں یہاں کیوں رُک گئے تھے۔!"

"اس لئے کہ کسی طرح تمہیں بھی کہکشاں لے جایا جائے۔!"

"تم لوگوں کو یقین تھا کہ اس کا علم ہوتے ہی میں تعاقب کروں گی۔!"

جواد نے اثبات میں سر کو جنبش دی....اور ہولے ہولے کراہنے لگا۔

زینو چونکی تھی اور بڑی پھرتی سے ایک پتھر کی اوٹ میں چھلانگ لگائی تھی۔ اُوپر سے فائر ہوا تھا اور گولی اُسی پتھر سے رگڑ کھاتی ہوئی دوسری طرف نکل گئی تھی۔!

"گھیرو....!" کسی نے چیخ کر کہا اور دوڑتے ہوئے قدموں کی آواز سے فضا گونجنے لگی۔

پھر زینو کے ریوالور سے ایک شعلہ نکلا....ایک چیخ سناٹے میں گونجی اور اُس کا شکار اوپر سے لڑھکتا ہوا نیچے چلا آیا۔

دوڑتے ہوئے قدموں کی آوزیں معدوم ہو گئیں..زینو آہستہ آہستہ پیچھے کھسک رہی تھی۔!

"جانے دو....فائر مت کرو....!" جواد نیچے سے چیخا....!" ورنہ سب مارے جاؤ گے۔!"

کہیں سے کوئی جواب نہیں آیا تھا....اور کسی نے بھی اپنی جگہ سے جنبش کرنے کی کوشش نہیں کی تھی۔

زینو نکلی چلی گئی تھی.... مقصد حاصل ہو چکا تھا....وہ یہی تو جاننا چاہتی تھی اُس کے باپ کو وہ لوگ کہاں لے گئے ہیں۔!



"خدا اُس کتے کو غارت کرے جس نے ایسے پر منہ مارا تھا۔!" سلیمان بھنا کر بولا۔

"تو کیوں مرا جا رہا ہے....!" گل رخ چچنائی۔

"ارے زندگی عذاب بن گئی ہے.... پچھلی رات بے خبر سو رہا تھا۔ جگا کر کہنے لگے....اَبے

مجھے ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے پیٹ میں بے شمار کتے کے پلے ٹیاؤں ٹیاؤں کر رہے ہوں.... میں نے کہا سو جایئے ریاح گھوم رہی ہو گی۔ کان کھینچ کر بولے کیا ریاح ٹیاؤں ٹیاؤں کرتی ہے۔!"

"کہیں پاگل نہ ہو جائیں....!" گل رخ نے پُر تشویش لہجے میں کہا۔ "کتے کے کاٹنے سے آدمی پاگل ہو جاتا ہے۔!"

"ارے جاوہ خود ہی سالا پاگل ہو گیا ہو گا کاٹنے کے بعد....!"

"آہستہ بول سُن لیا تو گردن اُڑا دیں گے....!"

"ٹیکے بھی لگ چکے ہیں....لیکن کسی طرح وہم ہی نہیں نکلتا دماغ سے۔!"

"میں تو کہتی ہوں کسی بہت بڑے ڈاکٹر کو دکھائیں....ولائت چلے جائیں۔!"

"یہ ولائت کیا ہوتی ہے....!"

"ارے وہی جہاں انگریز رہتے ہیں۔!"

"میٹرک پاس کیا ہے تو نے....اور یہ تک پتا نہیں کہ وہ اُس وقت ولائت کہلاتی تھی جب یہاں انگریزوں کی حکومت تھی....اب تو سالا صرف لندن ہے....!"

"ارے ہو گا کچھ میں کہہ رہی تھی کسی بڑے ڈاکٹر کو....!"

"بس بس....بہت دیکھے ہیں بیاز....جب بھی گھر پکڑتے ہیں اسی طرح بور کرتے ہیں۔ آج کل شائد کوئی کام دھام نہیں ہے۔!"

"کل مجھ سے پوچھ رہے تھے پہاڑ پر چلے گی....!"

"چلی جا خدا کے لئے۔!"

"اکیلے....واہ تو بھی جائے گا تو جاؤں گی....!"

"مجھے کون پوچھتا ہے....!"

"ارے نہیں....کہہ رہے تھے کہ سلیمان بھی جائے گا۔!"

"مر گیا سلیمان....!"

"کیوں....؟ کیوں....؟"

"شائد تو ٹھیک کہہ رہی ہے....!"

"کیا ٹھیک کہہ رہی ہوں....!"

"یہی کہ کہیں پاگل نہ ہوگئے ہوں.... ورنہ کہاں سلیمان.... اور کہاں پہاڑ۔ اُس کے مقدر میں تو صرف سل بٹہ لکھے ہوئے ہیں۔!"

"بک بک مت کرو.... کہیں تو تیار ہو جائیو....!"

"اُن کے ساتھ کسی ایسی جگہ نہیں جاسکتا جہاں بھاگ نکلنے کا راستہ بھی نہ معلوم ہو۔!"

"خواہ مخواہ ٹرٹر کئے جارہا ہے جو کچھ میں کہہ رہی ہوں وہی تجھے کرنا پڑے گا۔!"

"کرچکا....!"

"کیا....؟ نہیں کرے گا....!"

"اپنا کام کر مغز نہ چاٹ....!"

اتنے میں جوزف کچن کے دروازے پر نظر آیا تھا۔

"باس ٹم کو بلاتا....!" اُس نے سلیمان سے کہا۔

"کیا کررہے ہیں....؟"

"سیٹی بجاتا....!"

"سیٹی بجارہے ہیں....؟ پہلے تو کبھی ایسا نہیں ہوا....!" سلیمان نے گل رخ کی طرف دیکھ کر کہا۔

جوزف چلا گیا تھا۔ گلرخ بولی "جا دیکھ کیا بات ہے.... میں ہانڈی دیکھ لوں گی۔!"

"اب تو ڈر لگتا ہے اُن کے قریب جاتے ہوئے....!"

"کیوں خواہ مخواہ بدنام کرتا ہے.... میں نے تو کوئی ایسی بات نہیں دیکھی جس سے پاگل معلوم ہوں....!"

"یہی تو خرابی ہے.... پتہ ہی نہیں چلے گا کہ کب پاگل ہوگئے۔!"

"چل دیکھ جاکر کیا کہہ رہے ہیں۔!"

سلیمان ہاتھ جھاڑتا ہوا کچن سے نکلا تھا اور سٹنگ روم کی طرف چل پڑا تھا! عمران آرام کرسی پر نیم دراز نظر آیا۔

"جی.... فرمائیے....!" سلیمان نے بڑے ادب سے پوچھا۔

"اُبے وہ تیرے چھوٹے خالو کو بھی تو کتے نے کاٹا تھا.... پھر کیا ہوا تھا۔!"

"چھوٹی خالہ بھونکنے لگی تھیں ایک ہفتے کے بعد....!"

"خالو کی بیوی کو خالہ کہتے ہیں نا....!"

"جی ہاں....!"

"تو پھر یہاں کون بھونکے گا....؟" عمران نے مایوسی سے کہا۔

سلیمان سر کھجانے لگا۔

"بولتا کیوں نہیں....!"

"میں کیا بتاؤں صاحب.... اسی لئے کہتا تھا کہ شادی کر لیجئے..! ہو جاتی بھونکنے والی بھی۔!"

"تیری والی سے کام نہیں چلے گا....!"

"وہ کیوں بھونکنے لگی.... مجھے تو کاٹا نہیں کتے نے....!"

"تو پھر کیا کریں....!"

"اب تو شادی بھی نہیں ہوسکتی....!"

"کیوں نہیں ہوسکتی....!"

"اپنی خوشی سے کون بھونکنے پر تیار ہوگی....؟"

"یہ بھی ٹھیک کہا ہے.... اچھا تو پھر کردے بستر گول....!"

"ک.... کیا مطلب....!"

"پہاڑ پر چلیں گے.... جوزف بھی جائے گا اور تو بھی اپنی فیملی سمیت....!"

"صرف میں چل سکتا ہوں....! فیملی اپنی والدہ کے ساتھ رہے گی۔!"

"کیوں بکواس کررہا ہے وہ بھی جائے گی....!"

"تو پھر اُسی کو لے جائیے.... میں نہیں جاؤں گا۔!"

"اُبے کیوں شامت آئی ہے....!"

"نہیں صاحب.... وہ جائے گی یا میں جاؤں گا۔!"

"آخر کیوں....!"

"پہاڑ پر مجھے بہت غصہ آتا ہے کہیں کسی بات پر گردن نہ مروڑ دوں....!"

"فکر مت کر میں مڑی ہوئی گردن سیدھی کر سکتا ہوں....!"

"آخر آپ کو اُس سے کیوں اتنی دلچسپی ہو گئی ہے۔!"

"بڑی اچھی بچی ہے.... ہمیشہ ہاں میں ہاں ملاتی رہتی ہے۔!"

"اچھا تو جو ہاں میں ہاں ملائے بہت اچھا ہے....!"

"کھلی ہوئی بات ہے....!"

"اچھی بات ہے....! میں ملاؤں گا ہاں میں ہاں....! اُسے یہیں چھوڑ چلیئے....!"

"دونوں مل کر کیوں نہ ملاؤ ہاں میں ہاں....!"

"یہ ناممکن ہے....!"

"تیری تو مکھیاں بھی جائیں گی....!"

"شوق سے لے جایئے مکھیوں کو مجھے کوئی اعتراض نہ ہوگا۔!"

عمران نے جوزف کو آواز دی.... وہ فوراً ہی پہنچا تھا۔

"یہ....!" عمران سلیمان کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ہولڈال میں جائے گا۔!"

"میں نہیں سمجھا باس....!"

"بستر کے ساتھ ہولڈال میں اسے بھی لپیٹ دو....!"

"کیا تم سنجیدہ ہو باس....!"

"کیوں بکواس کر رہا ہے کیا تجھ سے مذاق کا رشتہ ہے....!"

"لیکن.... ہولڈال میں مر جائے گا....!"

"کچھ بھی ہو.... اسے زندہ یا مردہ پہاڑ پر لے جانا ہے....!"

"انگریزی میں کیا مسکوٹ ہو رہی ہے....!" سلیمان بولا۔

"بتادے اس کو بھی....!" عمران نے جوزف سے کہا۔

"تم سالا ہولڈال میں جائے گا....!"

"ہولڈال میں....!" سلیمان نے آنکھیں نکالیں۔

"ہم بولا.... مر جائے گا.... باس بولا مر جائے۔!"

"ارے باپ رے.... تو گویا ٹیکے سچ مچ بے اثر رہے....!"

"جی....!" عمران نے مسکرا کر آنکھیں چمکائیں۔

سلیمان اُلٹے پاؤں بھاگا تھا اور کچن میں داخل ہو کر دروازہ بند کر لیا تھا۔!

"کیا ہے۔ ارے کیا ہے....!" گل رخ بوکھلا گئی۔

"سچ.... مچ.... سچ مچ پاگل....!" سلیمان ہانپتا ہوا بولا۔

"کیا بک رہا ہے....!"

"جوزف سے کہہ رہے تھے اسے ہولڈال میں لپیٹ دے۔ زبردستی پہاڑ پر لے چلیں گے۔!"

"اخاہ رے.... ننھے بھولے....! یہ کوئی نئی بات ہے....! ہمیشہ ہی سے ایسی باتیں کرتے آئے ہیں....!"

"اسی لئے تو کہتا ہوں کہ لاکھ برس پتا نہیں چل سکے گا کہ کب پاگل ہو گئے....!"

"چل ہٹ اُدھر میں جا کر پوچھتی ہوں!" وہ اُسے دروازے کے سامنے سے ہٹاتی ہوئی بولی۔

"کہاں جاتی ہے....!"

"تو چپ رہ....!" وہ دروازہ کھول کر کچن سے نکل آئی۔

عمران اب بھی وہیں تھا.... اُس کے اس طرح دیکھنے کے انداز سے گل رخ بھی بوکھلا گئی۔

"کیا بات ہے....؟" عمران نے اُس سے پوچھا۔

"وہ صاحب.... جی.... ہولڈال والی بات....!"

"کچھ بھی ہو لے جاؤں گا مردود کو.... کہتا ہے گل رخ جائے گی تو میں نہیں جاؤں گا۔!"

"ہائے.... تو یہ بات ہے....!"

"لیکن اُس نے تجھ سے یہی کہا ہوگا کہ میں پاگل ہو گیا ہوں....!"

"پاگل ہوں آپ کے دشمن.... خدا کرے اُسی کی سات پشتیں پاگل ہو جائیں۔!"

"اکیلے جانا چاہتا ہے....!"

"آپ کا جانا ضروری ہے خاک ڈالیئے ہم دونوں پر....!"

"ڈال دی.... دفع ہو جاؤ.... لیکن یہاں نہ رہنا۔ اُس مردود کو بھی ساتھ ہی لے جانا۔!"

"بڑے سرکار ناراض نہ ہوں کہیں....!"

"میں نہیں جانتا....! جوزف ان دونوں کو فوراً نکال باہر کرو....!"

"ارے نہیں صاحب....!" گل رخ گھگھیائی۔

"میاں بیوی کو اکیلے گھر میں نہیں رہنے دوں گا۔ دنیا کیا کہے گی۔!"

"جی....!" گل رخ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

جوزف نے عمران کی آنکھ بچا کر گل رخ کو وہاں سے چلے جانے کا اشارہ کیا تھا اور وہ یک بیک کھسک ہی گئی تھی۔

عمران جوزف کو آنکھ مار کر مسکرایا اور بولا۔ "دونوں ہی مجھے پاگل سمجھنے لگے ہیں۔!"

"آسمان والا تمہیں بچائے باس....! ورنہ وہ رات ایسی ہی تھی کہ اگر چیونٹی بھی کاٹ لیتی تو تم اپنا ذہنی توازن کھو بیٹھتے۔!"

"مت بکواس کر تیاری شروع کر۔!"

"کیا تیاری بھی کرنی ہوگی....!"

"کم از کم ایک ماہ کے لئے اس شہر کو چھوڑ دینا چاہتا ہوں۔!"

"یہ تو بڑی اچھی بات ہوگی باس....! لیکن روانگی کب ہوگی....!"

"آج....! ٹھیک چار بجے شام کو....!"



زینو وہاں سے تو کسی نہ کسی طرح نکل آئی تھی اور اپنی گاڑی تک بھی پہنچ گئی تھی لیکن دروازہ بھی نہیں کھولنے پائی تھی کہ کسی نے پیچھے سے گردن پکڑ لی.... وہ اچھلی تھی اور دونوں پاؤں گاڑی سے ٹکا کر اپنا سارا بوجھ حملہ آور پر ڈال دیا تھا دونوں ہی دوسری طرف الٹ گئے.... وہ خود حملہ آور پر چت گری تھی اور برق کی سی سرعت سے تڑپ کر الگ ہوگئی تھی! پھر حملہ آور کو اٹھنے کا موقع نہیں مل سکا تھا۔ لیٹے ہی لیٹے وزنی جوتے کی ٹھوکر اُس کے چہرے پر رسید کی تھی۔

پھر اس کے دوبارہ سنبھلنے سے پہلے ہی اُس کے سینے پر سوار ہوگئی۔ دونوں ہاتھوں کا دباؤ حملہ آور کی ناک پر پڑ رہا تھا اور اُس کے حلق سے گھٹی گھٹی سی چیخیں نکل رہی تھیں۔ ذرا ہی سی دیر میں وہ بے حس و حرکت ہوگیا۔

زینو نے اُس کے ہولسٹر سے بھی ریوالور نکال لیا اور کارتوسوں کی پیٹی خالی کر دی۔

شائد طارق نے بستی والوں کو ڈرا دھمکا کر اُس کے خلاف اپنی مدد کرنے پر مجبور کر دیا تھا اس لئے اب یہاں سے نکل ہی لینے میں عافیت تھی۔ ویسے وہ مقصد بھی حاصل ہوگیا تھا جس کے لئے اس نے یہ ساری تگ و دو کی تھی۔

گاڑی میں بیٹھی.... انجن اسٹارٹ کیا اور ناہموار راستے پر چل پڑی.... دفعتاً اُس نے کسی کی آواز سنی تھی۔

"ٹھہرو.... ٹھہر جاؤ.... خدا کے لئے.... زینو.... مجھے بھی لیتی چلو....!"

اُس نے پلٹ کر دیکھا.... قہوہ خانے کا مالک گاڑی کے پیچھے دوڑا آ رہا تھا۔

زینو نے بریک لگائے اور کہا "جلدی کرو.... پیچھے بیٹھ جاؤ....!"

وہ دروازہ کھول کر پچھلی سیٹ پر گر گیا.... اور گاڑی پھر چل پڑی۔

بُری طرح ہانپ رہا تھا.... گاڑی سڑک پر پہنچ گئی تھی۔ تھوڑی دیر بعد قہوہ خانے کا مالک بولا۔ "طارق کو مجھ پر شبہ ہوگیا تھا۔!"

"وہ لوگ بے وقوف نہیں ہیں....!"

"ایسی صورت میں میرا وہاں ٹھہرنا خطرے سے خالی نہ ہوتا۔!"

"تم نے مناسب قدم اٹھایا ہے....!"

"وہ بستی والوں کو تمہارے خلاف اُکسانے میں کامیاب ہوگیا ہے۔!"

"ہاں....! انہوں نے مجھے گھیرنے کی کوشش کی تھی۔!"

"اب کہاں جاؤ گی....!"

"جہاں بابا کو لے جایا گیا ہے....!"

"کیا معلوم ہوگئی وہ جگہ....؟"

"ہاں....! میں ادھر جواد کی تلاش میں آئی تھی.... آسانی سے ہاتھ آگیا....!"

"پھر کیا ہوا.... کیا تم نے اُسے مار ڈالا....!"

"خواہ مخواہ زندگیوں سے نہیں کھیلتی.... اگر نہ بتاتا تو یقیناً مار ڈالتی....!"

"کہاں لے گئے ہیں....؟"

"کہکشاں....!"

"اور تم وہاں جاؤ گی....!" وہ مضطربانہ انداز میں بولا۔

"جتنی جلدی پہنچ سکی....!"

"وہ توان کا قلعہ ہے زینو.... اب اچھی طرح سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا....!"

"سوچنے سمجھنے کا وقت گذر گیا....!اگر بابا کو کوئی نقصان پہنچ گیا تو کیا کروں گی....!"

"کیا وہ انہیں مار ڈالیں گے....!"

"خدا جانے....!لیکن کیا تم نے سنا تھا.... اُن پر غداری کا الزام ہے.... جو کسی طرح بھی ممکن نہیں.... بابا بہت کھرے آدمی ہیں۔!"

"بات شروع کیسے ہوئی تھی....!"

"مجھے تفصیل کا علم نہیں....!" زینو نے کہا اور سختی سے ہونٹ بھینچ لئے۔ "ویسے تم خود اپنی حالت سے اندازہ لگا لو.... اگر وہاں رُکتے تو محض شبہے کی بنا پر وہ لوگ تمہاری چٹنی بنا دیتے....!"

"پتا نہیں.... اس ظلم کا خاتمہ کب ہو گا....!"

"جب تک مظلوموں کی غیرت نہیں جاگے گی....!"

"لیکن میری بات بھی مان لو.... ایک دم سے کہکشاں کی طرف نہ جاؤ۔!"

"میں بھی سمجھتی ہوں کہ یہ لاحاصل ہو گا.. لیکن دیر ہو جانے پر کہیں وہ بابا کو مار نہ ڈالیں۔!"

"میں یہ کبھی نہ چاہوں گا.... احسان فراموش کتا نہیں ہوں.... تمہارے بابا کے مجھ پر بڑے احسانات ہیں....!"

"میں اُن کا عوض نہیں چاہتی....!"

"مجھے غلط نہ سمجھو زینو....!"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہو....؟"

"خود کو ہلاکت میں ڈالنے سے پہلے.... اچھی طرح سوچ سمجھ لو.... تمہارے بابا اہم آدمی ہیں۔ اس لئے میرا خیال ہے کہ وہ زندہ رکھے جائیں گے۔ مار ڈالنا مقصود ہوتا تو یہ واردات تمہارے ٹھکانے ہی پر ہو جاتی.... کہکشاں کیوں لے جائے جاتے۔!"

"ہاں.... یہ بات تو دل کو لگتی ہے....!"

"اسی لئے کہہ رہا ہوں کہ ٹھنڈے دماغ سے سوچنے کی ضرورت ہے....!"

زینو کچھ نہ بولی۔

"تم پڑھی لکھی لڑکی ہو.... اور جابر خان نے تمہیں دوسرے ملکوں میں تعلیم دلوائی ہے۔ تمہیں جہالت سے کام نہ لینا چاہئے۔!"

"شکریہ ثمر خان.... تمہاری باتیں قابلِ غور ہیں....!"

"لیکن سوال تو یہ ہے کہ فی الحال کہاں جاؤ گی۔ گھر واپسی خطرے سے خالی نہ ہو گی اور۔!"

"بے فکر رہو....!"

"پھر کہاں جاؤ گی....؟"

"کئی ایسے ٹھکانے ہیں جن کا علم میرے علاوہ اور کسی کو نہیں۔!"

"کاش کہ مجھے معلوم ہو سکے....!" ثمر خان نے ٹھنڈی سانس لے کر کہا۔

"آخر جابر خان سے کون سا قصور سرزد ہوا ہے....!"

زینو نے سختی سے ہونٹ بھینچ لئے ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے دل پر جبر کر کے خود کو اظہارِ خیال سے باز رکھنے کی کوشش کر رہی ہو۔!

ثمر خان نے تھوڑی دیر بعد پھر وہی ذکر چھیڑ دیا اور زینو بولی۔ "میں نے کہہ دیا کہ مجھے تفصیل کا علم نہیں ہے۔!"

"بڑی عجیب بات ہے....!"

"میرا خیال ہے جابر خان نے تم سے کبھی کوئی بات نہیں چھپائی....!"

"ہو سکتا ہے یہ کوئی ایسی بات ہو جس کا ذکر کرنے کا انہیں موقع ہی نہ ملا ہو۔!"

"تم جانتی ہو کہ میں جابر خان کے بچپن کے ساتھیوں میں سے ہوں....!اس لئے ہر حال میں اُس کا ساتھ دوں گا....!"

"میں تمہاری مشکور ہوں ثمر خان....!اگر تم مجھے اُن دونوں کی موجودگی سے باخبر نہ کردیتے تو میں کچھ بھی نہ معلوم کر سکتی۔!"

"میرا فرض تھا زینو.... میرا فرض تھا.... اگر مجھے اصل معاملے کا علم ہو جائے تو شائد اس سلسلے میں بھی کچھ کر سکوں.... آخر غداری کا الزام کیوں عائد کیا گیا ہے....!"

"تم خود سوچو....!" وہ اُکتا کر بولی.... "میری سمجھ میں تو نہیں آرہا۔!"

اندھیرا پھیلنے لگا تھا ایک جگہ اُس نے اپنی گاڑی پھر نشیب میں اُتار دی۔

یہاں چاروں طرف اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں اور راستہ بے حد دشوار گذار تھا۔

"یہاں کس طرح چلاؤ گی گاڑی....؟" ثمر خان نے حیرت سے کہا تھا۔

"بس دیکھتے جاؤ...!میں صرف تنور میں روٹیاں ہی نہیں لگاتی رہی ہوں!" زینو نے ہنس کر کہا۔

تھوڑی دیر بعد اُس نے ایک پتلی سی دراڑ کے قریب گاڑی روکی تھی۔!

خاصا اندھیرا پھیل گیا تھا.... اُس نے ڈیش بورڈ کے خانے سے ٹارچ نکالی تھی۔

"رات میں سفر جاری رکھنا مناسب نہ ہوتا۔!" اُس نے کہا۔

"یہاں گاڑی بھی دوسروں سے پوشیدہ رہے گی اور ہم بھی محفوظ رہیں گے۔!"

"خدا کرے ایسا ہی ہو....!" ثمر خان بولا۔

"تمہارے لہجے میں مایوسی ہے....!"

"میں کیا کروں.... اچھی طرح جانتا ہوں کہ مظالم ڈھانے والے شیطانی قوتوں کے مالک ہوتے ہیں۔!"

"اُوہ....!" وہ ہنس کر بولی۔ "یہاں پچاس بھی آجائیں تو میں تنہا ہی اُن پر بھاری پڑوں گی!"

"یہ بھی جانتا ہوں کہ تم بہت دلیر لڑکی ہو۔!"

زینو نے دراڑ میں ٹارچ کی روشنی ڈالی تھی اور ثمر خان سے اُس میں داخل ہو کر آگے بڑھنے کو کہا تھا۔ خود عقب سے ٹارچ کی روشنی ڈال کر راستہ دکھاتی رہی تھی۔

دراڑ کا اختتام ایک بہت بڑے غار میں ہوا تھا۔

"یہ جگہ شکاریوں کو بھی نہیں معلوم....!" زینو نے کہا۔

"تمہاری دریافت ہے....!"

"نہیں بابا کی....!"

"تو ہم یہاں رات گذاریں گے....!" ثمر خان نے پوچھا۔

"فکر نہ کرو.. لومڑیوں کے شکار کے زمانے میں ہم یہاں راتیں گذارتے ہیں اس لئے ضرورت کی بہتیری چیزیں یہاں موجود ہیں۔ جلانے کے لئے لکڑیاں کمبل اور مومی شمعیں وغیرہ..!"

"کھانے پینے کو بھی کچھ ہے یا نہیں....!"

"میری گاڑی کی ڈگی میں سب کچھ موجود ہے....!اس کی طرف سے بھی بے فکر رہو.... پورے انتظام کے ساتھ روانہ ہوئی تھی۔!"

تھوڑی دیر بعد غار میں الاؤ کی سرخ روشنی پھیلی ہوئی تھی اور وہ دونوں آگ کے قریب بیٹھے کافی پی رہے تھے۔!

"تمہیں کسی چیز سے بھی خوف نہیں معلوم ہوتا زینو....!" ثمر خان نے پوچھا۔

"صرف خدا سے ڈرتی ہوں ثمر بابا....!"

"بڑی خوشی ہوتی ہے کہ باہر تعلیم حاصل کرنے کے باوجود بھی تم بے دین نہیں ہوئیں..!"

وہ کچھ نہ بولی۔ الاؤ میں چٹختی ہوئی لکڑیوں کو گھورتی رہی۔!

ثمر خان نے تھوڑی دیر بعد کہا "اب میرا شمار بھی غداروں میں ہوگا۔!"

"بس کرو....!" وہ ناخوش گوار لہجے میں بولی۔ "اس لفظ کو سنتے سنتے کان پک گئے ہیں۔ میرے عقیدے کے مطابق دین سے انحراف اور وطن دشمنی کے علاوہ اور کوئی فعل غداری نہیں کہلایا جاسکتا۔!"

"یہ تو ٹھیک ہے.... مم.... مگر.... خان....!"

"خان قزاتوغا کا نہ وطن ہے اور نہ خدا....!"

"یہ تم ہی کہہ سکتی ہو جس نے فرنگیوں کے ملک میں تعلیم حاصل کی ہے۔!"

"اجداد سے چلی آنے والی لایعنی رسوم کو دین نہ بناؤ ثمر بابا اور پھر اب ہمارا اصل حاکم خان قزاتوغا نہیں ہے کہ اُس کی اطاعت ہم پر واجب و لازم ہو....! میرے بابا صرف اُس کے ملازم ہیں۔ اپنی خدمات کے عیوض تنخواہ حاصل کرتے ہیں.... خان قزاتوغا اُن پر احسان نہیں کرتا۔"

"سرداروں کی اطاعت صدیوں سے لازم چلی آرہی ہے۔!"

"اب وہ بھی کسی اور کو جواب دہ ہے اس لئے اُن کی برتری ختم ہو چکی ہے.... اصل حاکم وہ سرکاری افسر ہے جس کے تحت قزاتوغا کا نظام چل رہا ہے۔!"

"خان کو اُس کی حمایت حاصل ہے....!"

"ہوا کرے.... وہ سرکاری افسر بھی کسی اور کو جواب دہ ہے....!"

"بہر حال....!خان کو اُس کی حمایت حاصل ہونے کی وجہ سے تمہارے بابا کی آواز قزاتوغا سے باہر نہیں پہنچ سکے گی۔!"

"دیکھا جائے گا.... نہ میں خان سے ڈرتی ہوں اور نہ اُس کے شکاری کتوں سے....!"

"خدا ہم پر رحم کرے....!" ثمر خان بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"ختم کرو اس قصے کو.... یہ بتاؤ کہ داراب سے عام طور پر کہاں مڈبھیڑ ہو سکتی ہے۔!"

"وہ ایسا شکاری کتا ہے جو ہمیشہ گشت پر رہتا ہے....! کوئی مخصوص ٹھکانا نہیں ہے....! ہو سکتا ہے جابر خان کو کہکشاں پہنچا کر پھر کسی مہم پر نکل گیا ہو....!"

"میں نے اُسے آج تک نہیں دیکھا....! صرف نام سنتی رہی ہوں۔!"

"بے حد خطرناک آدمی ہے۔ اُس کا ایک گھونسہ مضبوط سے مضبوط کھوپڑی توڑ دیتا ہے....!"

"دیکھوں گی.... کتنا خطرناک ہے....!"

"اُس سے دور ہی رہنا.... کم از کم میری ایک بات تو مان لو....!"

"اچھا ثمر بابا....!"



اب تو جوزف بھی سراسیمگی کا شکار ہو گیا تھا۔ اُس کی دانست میں یہ سفر بذریعہ طیارہ ہونا تھا لیکن سامنے آئی ایک بہت بڑی گاڑی جس میں ضروریاتِ زندگی کی ہر شے موجود تھی۔

دو بستر تھے.... ایک چھوٹا سا کچن.... ایک مختصر سا باتھ روم.... دیواروں پر مختلف نسلوں کے کتوں کی تصویریں آویزاں تھیں۔ یہ گاڑی بھی پہلی بار جوزف کی نظروں سے گذری تھی۔

"اگر وہ دونوں بھی چلتے باس.... تو کیا ہوتا۔!" جوزف نے عمران سے پوچھا تھا۔ "اس گاڑی میں تو گذارہ ممکن نہ ہوتا۔!"

"تب پھر اور کوئی صورت ہوتی۔!"

"لیکن یہ گاڑی.... کیا یہ پہاڑی راستوں پر آسانی سے چل سکے گی۔!"

"سائیکو مینشن کی گاڑیاں ہر راستے پر چل سکتی ہیں....!"

"لیکن باس.... یہ کتوں کی تصویریں....؟"

"مجھے یاد دلاتی رہیں گی کہ میرے سفر کی غرض و غائت کیا ہے....!"

"وہ تو میں بھی کر سکتا تھا۔!"

"تو پھر ہر کتے کے ساتھ اپنی تصویر بھی لٹکا دے۔!"

"مجھے بڑی تشویش ہو جاتی ہے باس....!"

"کس سلسلے میں....!"

"تم نے انجکشن لئے بھی تھے یا محض کہہ کر ہی رہ گئے تھے۔!"

"یعنی تو بھی یہی سوچ رہا ہے کہ میرا دماغ چل گیا ہے....!"

"نن نہیں باس.... لیکن....!"

"بکواس بند.... میں بالکل ٹھیک ہوں....!"

"خدا کرے ایسا ہی ہو....!" جوزف سر جھکا کر مضمحل آواز میں بولا تھا اور عمران اُسے گھورنے لگا تھا۔!

بہر حال سفر شروع ہوا تھا اور وہ دونوں باری باری سے ڈرائیونگ کرتے رہے تھے۔

دن بھر سفر جاری رہتا اور سرِ شام کوئی مناسب سی جگہ تلاش کر کے شب بسری کی ٹھہرتی۔ باری باری سے سوتے اور گاڑی کی رکھوالی کرتے۔!

آج ایسی ہی دوسری شام تھی اور وہ ایک ایسی جگہ رکے تھے جہاں دور دور تک نام کو بھی سبزہ نہیں تھا۔! چاروں طرف بھوری سنگلاخ چٹانیں بکھری ہوئی تھیں۔

"یہاں تو خاصی سردی ہے باس....!" جوزف نے کہا۔

"ہاں.... ادھر کی راتیں گرمیوں میں بھی بہت سرد ہوتی ہیں۔!"

"کچھ عجیب سا احساس ہو رہا ہے۔!"

"کہیں شاعری نہ شروع کر دینا.... جلدی سے کافی کے لئے پانی رکھ دے....!"

"میرا مطلب تھا کہ ہواؤں میں بارود کی بو محسوس ہوتی ہے۔!"

"ہوتی ہو گی....!" عمران نے لاپرواہی سے شانوں کو جنبش دی۔

رات اندھیری نہیں تھی۔ دسویں کا چاند پوری آب و تاب کے ساتھ فضا کو منور کئے ہوئے تھا۔ چاندنی اور سناٹے کا یہ پُراسرار امتزاج بہت دنوں بعد دیکھنے کو ملا تھا۔!

"ایسے ہی مواقع پر دل چاہتا ہے باس....!" جوزف ٹھنڈی سانس لے کر بولا۔ "پر لگ جائیں اور میں اپنے دیس کو اڑ جاؤں۔!"

"پروں کے بغیر بھی تجھے اڑا سکتا ہوں....!"

"سچ باس.... یقین کرو....!" جوزف بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نے تجھے پنجرے میں تو نہیں بند کر رکھا۔!"

"میں کب کہتا ہوں.... لیکن تمہاری جدائی تو موت ہی کا پیغام ہو گی۔!"

"زیادہ سینٹی مینٹل ہونے کی ضرورت نہیں۔!"

"کبھی میرے دیس کا بھی کوئی کام نکال لو باس....! تاہیٹی تک تو ہو آئے ہو۔!"

"ہاں یہ ممکن ہے.... میری خواہش بھی ہے کہ افریقہ کے کچھ ممالک دیکھوں....!"

"تو پھر جلدی سے کوئی پروگرام بنا ڈالو باس....!"

"تجھے گانا بھی آتا ہے....!" عمران نے موضوع بدلنے کے لئے سوال کیا۔

"اپنی زبان میں صرف جنگی ترانے گا سکتا ہوں۔!"

"چل سنا دے کوئی....!"

"اُوہ.... اس وقت تو مشکل ہے....! چاند کی دسویں ہے آج....!"

"اس سے کیا ہوتا ہے....؟"

"میرے مقدر کی لال چمگادڑ طیش میں آجائے گی۔!"

"آجانے دے.... میں دیکھوں گا کہ طیش کے عالم میں وہ کیسی لگتی ہے۔!"

"خواہ میں مر ہی کیوں نہ جاؤں....!"

"لال چمگادڑ کے طیش میں آنے کی وجہ سے....؟"

"ہاں باس....!"

"تب تو تجھے مر ہی جانا چاہئے کہ لال چمگادڑ سے بھی کمزور پڑتا ہے....!"

"وہ جہنم کی آنچ ہے....!"

"اور تو اُسے اپنی تقدیر میں لئے پھر رہا ہے۔!"

"مجبوری ہے باس....!"

"مجبوری سے فائدہ کیوں نہیں اٹھاتا۔!"

"کیسے باس....!"

"اُسی جہنم کی آگ پر روٹیاں سینک لیا کر تیل ہی کی بچت ہو جائے گی۔!"

جوزف خوف زدہ سی ہنسی کے ساتھ بولا تھا۔ "بات میں بات نکالنے سے کام نہیں چلتا جب لال چمگادڑ حملہ آور ہوتی ہے....!"

"خدا کے لئے اب ختم کر یہ قصہ....!"

جوزف تھوڑی دیر خاموش رہ کر بولا تھا۔ "ان راستوں پر رہزنی ضرور ہوتی ہو گی۔!"

"رہزنی تو نہیں ہوتی.... لیکن دشمنیوں کی بناء پر قتل ضرور ہوتے ہیں۔!"

"ہاں میں سنا ہے کہ ان اطراف میں انتقام کے صدیوں پرانے ادھار بھی چکائے جاتے ہیں۔!"

"یہی بات ہے....!"

"کیا تمہارے پیغمبر کا پیام یہاں تک نہیں پہنچا....!"

"پیغام پہنچانے والوں کو زیادہ تر اپنی پوجا کرانے کی فکر رہتی ہے اس لئے وہ صرف اختلافی مسائل پر ایک دوسرے کو للکارتے رہتے ہیں۔!"

"بیچارہ آدمی....!" جوزف نے ٹھنڈی سانس لی۔ "کسی طرح بھی نہیں سدھر سکتا.... اب یہی دیکھو باس....! یسوع کا پیرو بن جانے کے بعد مجھے اپنے قبائلی توہمات سے پیچھا چھڑا لینا چاہئے تھا لیکن ایسا ممکن نہ ہوا اُس نے گوشت اور شراب کی ممانعت کی تھی لیکن میں.... لیکن میں....!" اچانک جوزف دہاڑیں مار مار کر رونے لگا۔

"ابے اُو نالائق.... کیا ساتویں بوتل بھی چڑھا گیا ہے....!"

"مم.... میں سیر لیس ہوں باس....!" جوزف روتا ہوا بولا۔

"یعنی تو نے ساتویں بوتل میں ہاتھ نہیں لگایا۔!"

"ہرگز نہیں باس....! آج تو صرف چار ہی ہوئی ہیں۔!" جوزف نے کہا اور بدستور روتا رہا۔

"تب تو تشویش کی بات ہے....!"

"میں بہت گنہگار ہوں باس....! لیکن آخر اُس نے ہمیں شراب کشید کرنے کی عقل کیوں عطا کی تھی۔!"

"اور بھیڑ بکریاں کیوں پیدا کی تھیں....؟" عمران نے کہا۔

"تم خود سوچو باس....!"

"ابے اب چپ رہتا ہے یا جماؤں دو چار ہاتھ....!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کیا کروں....؟"

"گوشت اور شراب بھی استعمال کئے جا اور خدا خدا بھی کئے جا۔!"

"لیکن کیا یہ عقل مندی کی بات ہے....!"

"اور تو مجھ سے اسطرح پوچھ رہا ہے جیسے چھ بوتلیں میرے ہی پیٹ میں اٹکھیلیاں کرتی ہوں!"

"نہیں تم مجھے بتاؤ....!"

"جلدی سے پانچویں کھول لے.... ورنہ اب میں بھی رو پڑوں گا۔!"

"ہائے میں کیا کروں....!"

"اب تک کے گناہوں سے توبہ کر اور پانچویں بوتل کھول لے.. پانچویں کے بعد پھر توبہ کر لیجیو۔!"

"ہائے کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"پانچویں بوتل کے بغیر نہیں آئے گا سمجھ میں۔!"

"شائد تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... پئے بغیر ڈھنگ کی کوئی بات سوچ ہی نہیں سکتا۔!"

"پیتا رہ اور سوچتا رہ کہ تجھے بالآخر شراب ترک کرنی ہے....!"

"تم عقل مندوں کے سرتاج ہو باس....!"

"سرتاج عقل مندوں کے نہیں بیویوں کے ہوا کرتے ہیں۔!"

"میں نہیں سمجھا۔!"

"اپنی طرف کی چیز ہے تیری سمجھ میں نہیں آئے گی۔!"

"تم آخر شادی کیوں نہیں کرتے باس....؟"

"ابے یہ روتے روتے میری شادی کی کیوں سوجھ گئی۔!"

"اس غم میں بھی ایک آدھ بوتل روزانہ پینی پڑتی ہے....!"

عمران کچھ کہنے ہی والا تھا کہ اچانک دور سے فائروں کی آوازیں آئیں اور جوزف کی گریہ زاری میں بھی بریک لگ گیا۔!

پھر کئی فائر ہوئے تھے اور اس بار عمران نے سمت کا بھی تعین کر لیا تھا۔

"یہ کیا ہو رہا ہے باس....!"

"ہوتا ہی رہتا ہے کچھ نہ کچھ فکر مت کرو....!"

"ہم رائفلوں کی رینج سے باہر نہ ہوں گے آواز کا فاصلہ یہی بتاتا ہے....!"

"گاڑی میں بیٹھو.... شیشے چڑھا دو اور دروازوں کو مقفل کر دو....! رائفل کی گولیوں سے محفوظ ہو جاؤ گے.... گاڑی بلٹ پروف ہے.... البتہ اگر کوئی گولی کسی ٹائر سے آٹکرائی تو پریشانی ہو گی کیونکہ ٹائر بلٹ پروف نہیں ہیں....!"

پھر وہ دونوں گاڑی کے اندر آبیٹھے تھے اور جوزف نے کہا تھا۔ "کیوں نہ آگے چلیں باس۔!"

"نہیں.... یہیں ٹھہرو....!"

فائروں کی آوازیں تھوڑے تھوڑے وقفے سے اب بھی آرہی تھیں.... ایسا معلوم ہو رہا تھا جیسے دو پارٹیاں ایک دوسرے کو گھیرنے کی کوشش کر رہی ہوں۔!

جوزف نے بھاڑ سا منہ کھول کر جماہی لی اور بولا۔ "تو پھر کھولوں پانچویں بوتل باس....!"

"ہرگز نہیں.... بند گاڑی کے اندر اگر تو نے بوتل کھولی تو میں اُس کی بو ہی سے بیہوش ہو جاؤں گا۔!"

"تو پھر میں باہر نکل جاؤں۔!"

"کیوں شامت آئی ہے.... چپکا بیٹھا رہ.... ان اطراف میں پہلی بار آیا ہوں.... راستوں کا بھی علم نہیں ہے۔!"

کچھ دیر بعد پھر سناٹا چھا گیا تھا.... اور انہوں نے گاڑی کے شیشے گرا دیئے تھے سردی بڑھ رہی تھی لیکن جوزف اس کے باوجود بھی بوتل سنبھال کر گاڑی سے نکل گیا۔

دو چار گھونٹ پی لینے کے بعد اُس نے کھڑکی میں سر ڈال کر کہا تھا۔ "مقدر کی لال چمگادڑ کی ایسی کی تیسی میں تمہیں ضرور سناؤں گا رجز.... یہ اُس وقت گایا جاتا ہے جب ہم دشمنوں پر اس

لئے حملہ کرتے ہیں کہ اُن کے مویشی چھین لائیں۔!"

پھر اُس نے بوتل زمین پر رکھ دی تھی اور گاڑی میں تھاپ دے دے کر گلا پھاڑنے لگا تھا۔

عمران حیرت سے آنکھیں پھاڑے اُسے دیکھتا رہا....! بالکل ایسا ہی لگ رہا تھا جیسے جوزف پر دیوانگی طاری ہوگئی ہو۔!

"بس یا اور....!" جوزف کچھ دیر بعد بولا تھا۔

"بس....!" عمران ہاتھ اٹھا کر دہاڑا...."مجھے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے میرے تن پر لنگوٹی کے علاوہ اور کچھ باقی نہ بچا ہو....!"

جوزف نے موج میں آکر قہقہہ لگایا تھا اور بوتل اٹھا کر دو گھونٹ لئے تھے۔!

"کھانا بھی کھائے گا یا نہیں....!"

"تم کھالو باس مجھے بھوک نہیں ہے....!"

"معدہ برسٹ ہو جائے گا کسی دن....!"

"وہ دن بھی تو آئے.... تمہاری زندگی ہی میں مر جانا چاہتا ہوں....!" جوزف نے کہا۔

اس کے بعد اُس نے پھر گنگنانا شروع کر دیا تھا۔

رات سکون کے ساتھ گذری تھی دوبارہ فائر نہیں سنائی دیئے تھے۔ دوسری صبح عمران نے جوزف سے کہا۔"ڈبوں کی غذا نے میرا ہاضمہ برباد کر دیا ہے.... اس لئے تازہ گوشت کے لئے شکار ضروری ہو گیا ہے۔!"

"مجھے یقین نہیں ہے کہ ان پہاڑیوں میں شکار مل سکے.... اور تم گیدڑ کا گوشت تو کھانے سے رہے.... حالانکہ گیدڑ کے اسٹو کا جواب نہیں ہوتا۔!"

"چپ.... کیوں بکواس کرتا ہے....!" عمران بُرا سا منہ بنا کر بولا۔"تجھے یہیں رک کر گاڑی کی نگرانی کرنی ہے.... میں آس پاس دیکھتا ہوں شائد کوئی پہاڑی بکرا مل جائے.... ان اطراف میں ملتا ہے....!"

"پتھر چاٹ کر بکرے زندہ نہیں رہ سکتے۔!"

"یہ بھی ٹھیک ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"لیکن یہاں چکور ضرور ہوں گے....!" جوزف نے کچھ سوچتے ہوئے کہا۔

"کچھ نہ کچھ تو ہونا ہی چاہئے....!" عمران نے گاڑی کے ایک خانے سے اعشاریہ دو دو کی رائفل نکالتے ہوئے کہا۔

"تمہاری مرضی.... دیکھ لو....!"

عمران بائیں جانب چل پڑا تھا۔ دراصل اُس کا رخ اُسی طرف تھا جدھر سے رات کو فائروں کی آوازیں آئی تھیں یہ بھی ممکن تھا کہ وہاں کسی قسم کا شکار ہوا ہو۔!

ذہن میں ایسے نشانات قائم کرتا جا رہا تھا جن کی مدد سے دوبارہ گاڑی تک پہنچ سکتا۔!

بڑی بے ہنگم چٹانیں تھیں.... اُن کے درمیان راستے کی تلاش میں خاصی دشواری پیش آرہی تھی.... کچھ دور چل کر وہ رک گیا....! سوچ رہا تھا کہ کہیں واپسی میں بھٹک ہی نہ جائے.... روانگی سے پہلے اندازہ نہیں تھا کہ کس قسم کی چٹانوں سے سابقہ پڑے گا۔!

واپسی کے لئے پلٹا ہی تھا کہ عقب سے آواز آئی۔"رائفل زمین پر ڈال دو.... ورنہ چھلنی ہو جاؤ گے۔!"

یہ مقامی زبان میں کہا گیا تھا جسے عمران سمجھتا بھی تھا اور روانی سے بول بھی سکتا تھا۔

اُس نے چپ چاپ رائفل نیچے ڈال دی۔

"اب ادھر مڑو.... ہاتھ اوپر اٹھاؤ....!"

عمران نے تعمیل کی تھی اور احمقانہ انداز میں پلکیں جھپکائی تھیں....! ایک لڑکی جین اور جیکٹ میں ملبوس ریوالور تانے کھڑی نظر آئی۔

"تم میں سے کسی کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی....!" اُس نے کہا اور عمران نے اُس کی آنکھوں میں ایسے ہی عزم کی جھلکیاں دیکھیں.... اور پوری طرح تیار ہو گیا۔

فائر ہوا تھا.... اور وہ ڈھلان میں لڑھکتا چلا گیا تھا.... لڑکی واپسی کے لئے مڑی۔

"ارے ٹھہرو.... یہ اپنی گولی تو لیتی جاؤ....!" نیچے سے عمران نے کہا۔

وہ اچھل پڑی.... عمران قہقہے لگاتا ہوا ڈھلان پر چڑھ رہا تھا۔

لڑکی نے پھر فائر جھونک مارا.... پے در پے کئی فائر کئے تھے.... ہر فائر پر وہ اسی طرح اچھلا تھا جیسے گولی نشانے پر بیٹھی ہو.... اور پورے پانچ فائر گن لینے کے بعد لمبا لمبا لیٹ گیا تھا۔!

لڑکی آہستہ آہستہ چلتی ہوئی اُس کے قریب آئی.... اور جھک کر اُس کی رائفل اٹھا ہی رہی

تھی کہ عمران نے ہاتھ پکڑ لیا۔

"مردے کا مال ہضم نہیں ہو گا....!" اُس نے آہستہ سے کہا۔

اور لڑکی نے بائیں ہاتھ سے ریوالور کا دستہ اُس کے سر پر مارنے کی کوشش کی لیکن وہ ہاتھ بھی پکڑ لیا گیا۔!

پھر وہ اُسے دھکا دے کر اٹھ کھڑا ہوا تھا۔ لڑکی دھپ سے زمین پر بیٹھ گئی۔

پہلی بار عمران نے اُس کی آنکھوں میں خوف کی جھلکیاں دیکھیں۔!

ساتھ ہی وہ اُسے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھے بھی جا رہی تھی۔

"پوری چھ گولیاں میرے جسم میں پیوست ہو گئی ہیں....!" عمران نے احمقانہ انداز میں کہا۔ "لیکن میرے جسم میں تو خون ہی نہیں ہے ورنہ کپڑے بھی خراب ہو جاتے۔!"

وہ کچھ نہ بولی۔ اُس کا منہ حیرت اور خوف سے پھیلا ہوا تھا۔

"ڈرو نہیں....! میں کسی سے کہوں گا نہیں کہ تم نے مجھے مار ڈالا ہے....!"

"مجھے جانے دو....!" وہ پھنسی پھنسی سی آواز میں بولی تھی۔

"یہ بتائے بغیر نہیں جانے دوں گا کہ آخر تم نے مجھ پر حملہ کیوں کیا تھا۔ نہ کبھی کی جان نہ پہچان اور اس لباس سے ظاہر ہوتا ہے کہ تم اپنی روایات کی بھی پابند نہیں ہو۔!"

"تت.... تم کون ہو....؟"

"اب تو ایک لاش ہی سمجھو.... خدا کی پناہ.... پوری چھ گولیاں....!"

"تم جھوٹے ہو.... ایک بھی نہیں لگی۔!"

"دکھاؤں....؟ نکال کر....!"

"مجھے جانے دو....!" وہ ہاتھ چھڑانے کی کوشش کرتی ہوئی بولی۔

"تم نے کہا تھا ایک کو بھی زندہ نہیں چھوڑوں گی۔!"

"مجھے غلط فہمی ہوئی تھی... ہر چند کہ ہماری زبان بول سکتے ہو لیکن ہم میں سے نہیں ہو۔!"

"میں ملک کی ساری علاقائی زبانیں بول سکتا ہوں۔!"

"بس تو پھر معاف کرو.... مجھے غلط فہمی ہوئی تھی.... انہوں نے پچھلی رات میرے ساتھی کو مار ڈالا.... جوش انتقام میں اندھی ہو رہی تھی۔!"

"مجھے تازہ گوشت کی ضرورت ادھر لائی تھی....!" عمران نے کہا۔

"ادھر گوشت کہاں.... شکار قطعی نہیں ہے۔!"

"چکور بھی نہیں ملتے۔!"

"بہت کمیاب ہیں.... دن بھر میں شائد ایک آدھ ہاتھ لگے.... اب چھوڑو میرا ہاتھ۔!"

"تمہارا لباس مجھے حیرت میں ڈال رہا ہے....! ادھر کی خواتین تو بہت قدامت پسند ہیں۔!"

"میں اُن سے مختلف ہوں....! میں نے یو کے میں تعلیم حاصل کی تھی۔!"

"اوہ.... تو یہ کہو....!" عمران اُسے نیچے سے اوپر تک دیکھتا ہوا بولا۔

"بس اب جانے دو....!"

"میرا خیال ہے کہ تم تنہا ہو.... اور وہ کئی ہیں۔!"

"کچھ ایسی ہی بات ہے....!"

"اچھا.... تو وہ پچھلی رات والی فائرنگ....!"

"تم کہاں تھے....؟ تم کیا جانو....!"

"اُدھر....!" عمران داہنی جانب والی چٹانوں کی طرف ہاتھ اٹھا کر بولا "ہم دن بھر سفر کرتے ہیں اور رات کو کہیں رک جاتے ہیں۔! ہماری گاڑی اُدھر کھڑی ہے۔!"

"گاڑی ہے....؟" لڑکی نے پُر مسرت لہجے میں پوچھا۔

"ہاں....؟"

"تب تو میں تم سے لفٹ مانگوں گی.... انہوں نے میری گاڑی بھی تباہ کر دی۔!"

"کہاں جاؤ گی....؟"

"تم کدھر جا رہے ہو....!"

"قزاتوغا....!"

لڑکی کی پیشانی پر سلوٹیں پڑ گئیں اور اُس نے پُر اشتباہ نظروں سے اُسے دیکھا تھا۔

"وہیں رہتے ہو....؟" اُس نے بالآخر پوچھا۔

"نہیں.... تفریحاً جا رہا ہوں....!"

"کس کے مہمان ہو....؟"

"کسی کا بھی نہیں....!"

"مطلب یہ کہ قیام کہاں ہوگا....!"

"گاڑی میں....!"

"مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو....!" اُس نے جھٹکا دے کر اپنا ہاتھ چھڑاتے ہوئے کہا۔"تم بھی انہی میں سے معلوم ہوتے ہو.... میرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔!"

دفعتاً وہ اچھل کر کئی قدم پیچھے ہٹ گئی تھی۔

عمران نے اپنی رائفل اٹھائی اور اُس کا رخ اُس کی جانب کرتے ہوئے کہا۔"بھاگنے کی کوشش کی تو گولی مار دوں گا۔!"

"یہ دوسری بات ہے....!" لڑکی نہایت اطمینان سے بولی۔"زندہ تمہارے ہاتھ نہیں لگ سکتی۔!"

"زندہ رہنے کی ضرورت بھی کیا ہے....! مجھے تو تازہ گوشت چاہئے۔!"

لڑکی خاموش کھڑی پلکیں جھپکاتی رہی۔

"اپنا خالی ریوالور اٹھا کر ہولسٹر میں رکھ لو.... تمہیں آرام کی ضرورت ہے.... میری گاڑی دیکھو گی تو خوش ہو جاؤ گی۔!"

"تو تم خان آف قزاتوغا کے آدمی نہیں ہو....؟" لڑکی نے بھرائی ہوئی آواز میں پوچھا۔

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... میں تو اپنی مملکت کا شہزادہ ہوں....!"

"کس مملکت کے....؟"

"احمق آباد نام ہے.... تم اس کی فکر مت کرو.... گاڑی ایسی ہے کہ تم بہ آسانی چھپ سکو گی.... جہاں کہو گی اُتار دوں گا۔!"

"مجھے بھی قزاتوغا ہی جانا ہے....!"

"بڑی عجیب بات ہے.... خان آف قزاتوغا کے آدمیوں نے تمہیں گھیرا تھا.... اور تم قزاتوغا ہی جانا چاہتی ہو....!"

"وہاں پہنچ کر میں اپنی حفاظت آپ کرلوں گی۔!"

"لیکن وہاں جانے کی ضرورت ہی کیا ہے اگر کوئی خطرہ ہے وہاں تمہارے لئے....!"

"وہاں تو جانا ہی پڑے گا....!"

"خان سے فریاد کرو گی....؟"

"فریاد....!" وہ طنزیہ سی ہنسی کے ساتھ بولی"کسی بھیڑیئے سے؟"

"تمہاری باتیں میری سمجھ میں نہیں آرہیں....!"

"طویل کہانی ہے.... لیکن میں کیسے یقین کرلوں کہ تم خان کے آدمی نہیں ہو....!"

"آدمی تو سرے سے ہوں ہی نہیں....! ویسے کچھ دیر قبل تم نے کہا تھا کہ تم ہم میں سے نہیں معلوم ہوتے۔!"

"خان کے پاس باہر کے لوگ بھی ہیں۔!"

"تم اگر چاہو تو اپنا ریوالور دوبارہ لوڈ کرسکتی ہو....!" عمران نے رائفل کی نال جھکاتے ہوئے کہا۔

وہ بے یقینی کے عالم میں اُسے دیکھتی رہی۔

"اب کھڑی کیوں ہو.... جاؤ جہاں جانا چاہتی ہو.... میں تو چل دیا....!"

عمران نے اپنی رائفل کاندھے سے لٹکائی تھی اور دائیں جانب مڑ گیا تھا۔ چند ہی قدم چلا ہوگا کہ لڑکی نے آواز دے کر روک لیا۔

"اب کیا ہے....؟" وہ اُس کی طرف مڑے بغیر بولا۔

"میں چل رہی ہوں....!"

"پیچھے.... پیچھے چلی آؤ....!" وہ آگے بڑھتا ہوا بولا۔

لڑکی تیزی سے آگے بڑھی تھی اور اُس کے ساتھ چلنے لگی تھی۔

تھوڑی دیر بعد بولی۔"اتنے قریب سے کبھی میرا نشانہ خطا نہیں ہوا۔!"

"اتنے قریب سے کبھی کوئی مجھ پر فائر کرنے کی جرأت بھی نہیں کرسکا۔!"

"تم آخر ہو کون....؟"

"علی عمران نام ہے.... اور تم....!"

"زینت.... لیکن زینو کہلاتی ہوں....!"

"میرا نام بگاڑنے کی بھی جرأت آج تک کسی کو نہیں ہوئی۔!"

"تمہارا نام ایسا ہے ہی نہیں کہ بگاڑا جاسکے....!"

"کیوں نہیں.. اگر کہنا چاہو تو مجھے صرف ران بھی کہہ سکتی ہو۔ کوئی تمہارا کیا بگاڑ لے گا۔!"

"مجھے یقین دلاؤ کہ تم خان کے آدمی نہیں ہو۔!"

"کیا خان کے پاس کوئی نیگرو بھی ہے....؟"

"نہیں.... نیگرو تو نہیں ہے.... میں نے کبھی نہیں سنا....!"

"میرا باڈی گارڈ ایک نیگرو ہے.... تم ابھی دیکھ ہی لوگی اور خان کے پاس ایسی کوئی گاڑی بھی نہ ہوگی۔!"

پھر زینو نے خاموشی اختیار کرلی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ گاڑی کے قریب جا پہنچے....! جوزف باہر ہی کھڑا تھا۔ لڑکی کو دیکھ کر اس کا منہ حیرت سے کھل گیا۔

"خبردار....!" عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "منہ بند کرو....!"

جوزف نے جلدی سے منہ بند کرلیا.... لیکن اُس کی آنکھوں میں حیرت بدستور باقی تھی۔

"چکور نہیں ملے.... یہ مل گئیں....!" عمران بولا۔

جوزف احتراماً جھکا تھا۔

"یہ جوزف موگونڈا ہے.... اور یہ زینت ہیں....!" عمران نے تعارف کرایا۔

"خوش آمدید مسی....!" جوزف نے دانت نکال دیئے۔

"دروازہ کھولو....!" عمران نے کہا۔

جوزف نے گاڑی کا دروازہ کھولا تھا اور عمران نے زینو سے اندر چلنے کو کہا تھا۔

"واقعی..! خان کے پاس ایسی کوئی گاڑی نہیں ہے۔!" زینو نے اندر داخل ہوتے ہوئے کہا۔

"تم یہاں محفوظ رہوگی.... گاڑی بلٹ پروف بھی ہے۔!"

"کیا تمہارے اس سفر کا کوئی خاص مقصد ہے....؟"

"کتے نے کاٹا تھا.... سوچا اسی بہانے تبدیلی آب و ہوا ہو جائے گی۔!" عمران نے احمقانہ نداز میں کہا۔

"میں نہیں سمجھی۔!"

"واقعی کتے نے کاٹا تھا.... کچھ کھاؤ پیوگی....!"

"پچھلی رات سے کچھ نہیں کھایا۔!"

"فی الحال انڈوں کے سینڈوچ اور کافی پیش کرسکوں گا۔ کھڑی کیوں ہو بیٹھ جاؤ.... خود کو قطعی محفوظ سمجھو.... میرا باڈی گارڈ بہترین لڑاکا ہے....!"

"تم بھی کم نہیں معلوم ہوتے....! میرے خدا.... چھ فائر.... اور تم زندہ ہو....!"

"مجھے تو آج تک کسی نے عورت کے ہاتھوں مارے جانے کی بددعا نہیں دی۔!"

"قزاتوغا میں اجنبیوں کو نہیں داخل ہونے دیا جاتا۔!"

"میں نے تو ایسی کوئی بات نہیں سنی....!"

"نہ سنی ہوگی.... لیکن ہوتا یہی ہے.... سرکاری افسر وہی کرتا ہے جو خان چاہتا ہے۔!"

"تب تو بہت بُرا ہوا.... لیکن پھر یہ سیاح کہاں جاتے ہیں ہمارے سیاحت کے لٹریچر میں قزاتوغا کو خاص اہمیت حاصل ہے....!"

"سب کاغذی باتیں ہیں.... سیاحوں کو سبوچہ سے آگے نہیں بڑھنے دیا جاتا۔ قزاتوغا کا فاصلہ وہاں سے دس میل ہے۔!"

"ہوں....!" عمران نے پُر تفکر انداز میں سر کو جنبش دی تھی۔

"وہاں ایک اقامتی ہوٹل بھی ہے.... چھوٹا سا بازار ہے.... کچھ آبادی ہے کھاتے پیتے لوگوں کی۔!"

"تب پھر تم کیسے جاؤ گی قزاتوغا....!"

"تم مجھے سبوچہ میں اتار دینا....!"

عمران کچھ نہیں بولا تھا۔ وہ بھی خاموش بیٹھی اُسے سینڈوچ کے لئے انڈے فرائی کرتے دیکھتی رہی تھی۔!.... جوزف باہر ہی تھا۔

"تو اب تم خان کے مقابلے میں بالکل تنہا ہو....!" عمران نے تھوڑی دیر بعد سوال کیا.... اور وہ چونک کر اُسے ٹٹولنے والی نظروں سے دیکھنے لگی۔

"پھر شبہات سر اٹھا رہے ہیں ذہن میں....!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا مسکرایا۔

"میری سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"اگر تم تنہا رہ گئی ہو.... تو تمہیں سوچ سمجھ کر کوئی قدم اٹھانا چاہئے۔!"

"مجھے اس پر حیرت ہے کہ تم نے اس کے بارے میں بالتفصیل جاننے کی کوشش نہیں کی۔!"

"اگر تم مناسب سمجھو گی تو خود ہی سب کچھ بتا دو گی.... خیر یہ لو سینڈوچ کھاؤ.... میں کافی تیار کرتا ہوں۔!"

"اگر انہوں نے راستے میں گاڑی روک کر تلاشی لی تو کیا ہوگا....؟"

"تمہیں نہیں پاسکیں گے....!" عمران بولا۔ "مطمئن رہو.... یہ ایک شعبدہ باز کی گاڑی ہے.... تم انہیں نظر نہیں آؤ گی۔!"

"تم شعبدہ باز ہو....! اُوہ.... اسی لئے.... میری گولیوں سے بچ گئے.... لندن میں میں نے ایسا ہی ایک شعبدہ باز دیکھا تھا لیکن اس سے بھی زیادہ خطرناک شعبدہ باز رائفل کی گولیوں کو دانتوں سے پکڑتا تھا۔!"

"میں ابھی اس درجے پر فائز نہیں ہوا۔!"

"میں سمجھ گئی....! تم یہاں کھیل تماشے کے لئے آئے ہو.... اس کے باوجود بھی شائد قزاقوغا میں داخل نہ ہو سکو.... البتہ اگر سرکاری افسر چاہے تو....!"

"شعبدہ باز ضرور ہوں لیکن اس سفر کا مقصد صرف تفریح ہے....! ہاں تو تمہارا وہ ساتھی کیسے مرا تھا۔!"

"بوڑھا آدمی تھا.... پھرتیلے پن کا مظاہرہ نہیں کر سکا تھا.... میں غار سے نکاسی کے دوسرے راستے سے بھی واقف تھی.... نکل آئی....!"

"آخر خان کو تم دونوں سے کیا شکایت تھی۔!"

"مجھے شکایت ہے خان سے.... اُس نے میرے بابا کو گرفتار کر لیا ہے.... غداری کے الزام عائد کر کے.... میں نہیں جانتی کہ وہ زندہ بھی ہیں یا ختم کر دیئے گئے۔!"

"غداری.... کس سے غداری! کیا تمہارے بابا نے ملکی قوانین کو ماننے سے انکار کر دیا تھا؟"

"ملکی قوانین....!" وہ حقارت سے ہنس کر رہ گئی تھی۔

"میں نہیں سمجھا تم کیا کہنا چاہتی ہو....!"

"یہاں خان کا قانون چلتا ہے.... میرے بابا خان کے بزنس منیجر تھے۔!"

"آہا.... خان کا کوئی بزنس بھی ہے....!"

"کیوں نہیں.... یہاں سے شمالی سرحد پار لاکھوں کا مال جاتا ہے۔!"

"اوہو.... خوب کیا کیا چیزیں ہوتی ہیں۔!"

"غلہ، شکر، گھی اور سوتی کپڑے وغیرہ....!"

"اور تمہارے بابا.... کیا نام بتایا تھا....؟"

"شائد میں نے تمہیں ابھی تک نام نہیں بتایا۔!" وہ اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"نہ بتایا ہوگا....!" عمران نے لاپرواہی سے کہا۔

"اُن کا نام جابر خان ہے....!"

"اچھا.... اچھا.... تو پھر شائد وہ خان کے کسی کاروباری حریف سے مل گئے ہوں گے.... اسی لئے غداری کا الزام آیا ہے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا....!" زینو نے غصیلے لہجے میں کہا۔

"آخر کچھ تو ہوگا جس کی بناء پر اُن کی گرفتاری عمل میں آئی ہے۔!"

"سازش....! اور اس سازش کا سرغنہ اس علاقے کا سب سے بڑا آدمی داراب ہے.... خان کا مصاحب خاص کہلاتا ہے.... اُس نے بابا سے میرا رشتہ مانگا تھا.... بابا نے انکار کر دیا۔!"

"تمہاری مرضی معلوم کئے بغیر....!"

"میں تو اس کا نام تک لینا پسند نہیں کرتی۔!"

"اچھا.... اچھا.... تو پھر یہاں اسی کو غداری کہتے ہوں گے....!"

"تم کیسی اوٹ پٹانگ باتیں کر رہے ہو۔!"

"جو کچھ تم نے بتایا ہے اُس پر تبصرہ کر رہا ہوں.... اچھا یہ بتاؤ کیا انہیں علم تھا کہ وہ کسی الزام کے تحت گرفتار کر لئے جائیں گے۔!"

"یہ میں نہیں جانتی لیکن پرسوں شب کو وہ رات انہوں نے ٹہل ٹہل کر گذاری تھی.... دوسری صبح میں شکار کو چل دی.... جانتی تھی کہ وہ مجھے پریشانی کا سبب نہیں بتائیں گے.... کبھی اپنی کسی الجھن میں شریک نہیں کرتے.... بہر حال.... دوپہر کو شکار سے واپس آئی تو معلوم ہوا کہ داراب دھوکے سے حملہ آور ہو کر انہیں پکڑ لے گیا۔!"

"سرکاری حوالات میں ہوں گے....!"

"یہاں کوئی سرکاری حوالات یا جیل نہیں ہے.... خان کے محل کہکشاں میں ایک اذیت خانہ بھی ہے جہاں ایسے قیدی رکھے جاتے ہیں جنہیں کسی بناء پر خان ہی سزا دینا چاہتا ہو۔!"

"تب تو وہاں ضمانت پر بھی رہائی ممکن نہ ہوگی۔!"

"تم قانون کی حکمرانی والی اصطلاحات استعمال کر رہے ہو یہاں ان کا تصور بھی احمقانہ ہے۔!"

"تمہارے بابا کس قسم کے آدمی ہیں....!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"کیا اُن کا رجحان قانون کی حکمرانی کی طرف تھا۔!"

"یہ میں نہیں جانتی.... لیکن وہ اس طرزِ زندگی کو پسند نہیں کرتے تھے.... اکثر کہا کرتے تھے کہ آخر سرکاری آفیسر کی موجودگی کے ڈھونگ کی ضرورت ہی کیا ہے....!"

"تب تو یہ خان سے کھلی ہوئی غداری ہے....!"

"وہ چاہتے تھے کہ اس علاقے کے لوگ بھی ویسی ہی زندگی بسر کر سکیں جیسے ملک کے دوسرے حصوں کے لوگ کرتے ہیں۔!"

"اور وہ اپنے ان خیالات کا اعلان بھی کرتے رہے ہوں گے....!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا۔ میرے علاوہ اور کسی سے بھی وہ اس قسم کی گفتگو نہیں کرتے تھے۔!"

"خان کا وہ محل کہکشاں قزاتوغا ہی میں ہوگا۔!"

"وہیں ہے۔!"

"میری سمجھ میں نہیں آتا کہ تم تنہا کیا کر لوگی۔!"

"اپنی جان دے دوں گی....!"

"اس سے فائدہ....!"

"میرے ساتھ سبوچہ ہی میں قیام کرو.... کوئی صورت نکالی جائے گی۔!"

اُس نے عمران کو طنزیہ انداز میں دیکھتے ہوئے پوچھا۔ "کیا میں تمہیں بہت اچھی لگی ہوں۔!"

عمران کے چہرے پر حماقتوں کی پرچھائیاں کچھ اور گہری ہو گئیں اور اُس نے ہکلا کر کہا۔

"میں نہیں سمجھا.... تم کیا کہنا چاہتی ہو....!"

"تمہیں جتا دوں کہ میں نے یورپ میں بھی پاک بازی کی زندگی بسر کی تھی۔!"

"ماشاءاللہ.... ماشاءاللہ....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "نیکو کاروں کے لئے جنت ہے....!"

"کیا تم میرا مذاق اڑا رہے ہو....!" وہ جھلا کر بولی۔

"نہیں خود کو اُلو محسوس کر رہا ہوں.... اب تم کافی پیئو اور چلتی پھرتی نظر آؤ.... تمہاری چھ گولیاں مجھ پر ادھار رہیں.... غضب خدا کا اب یہ وقت آگیا کہ لڑکیاں مجھے اپنی پاکبازی کی دھونس میں لینا شروع کر دیں....!"

"کیا مطلب....؟"

"ارے مجھے اس سے کیا سروکار کہ تم کتنی پاک باز ہو.... یہ لفظ بھی مجھے کبوتر باز ہی کا سا لگنے لگا ہے۔!"

"کیا بکواس کر رہے ہو....؟"

"اب چپ رہو.... ورنہ جھاپڑ رسید کر دوں گا.... کتے کاٹے کا مریض ہوں۔!"

"واقعی.... کچھ کچھ پاگل ہی لگ رہے ہو....!"

"جوزف....!" عمران نے آواز دی۔

"یس باس....!" باہر سے جواب ملا۔

"اب ہمیں روانہ ہو جانا چاہئے۔!"

"چلو اُترو....!" عمران نے خشک لہجے میں زینو سے کہا۔

"سبوچہ میں اُتروں گی....!" زینو غرائی تھی۔

"جہنم میں جاؤ....!" کہہ کر عمران نے سوئچ بورڈ کے ایک پش سوئچ پر انگلی رکھ دی تھی۔ ساری کھڑکیوں پر نیلے رنگ کے شیشے چڑھ گئے۔

"اُوہ.... واقعی شاندار چیز ہے....!" زینو بولی۔ "اب ہمیں باہر سے نہیں دیکھا جا سکے گا.... اور ہم سب کو دیکھتے رہیں گے۔!"

عمران خاموش رہا.... جوزف نے انجن اسٹارٹ کیا تھا اور گاڑی حرکت میں آگئی تھی۔!



کہکشاں.... رات کے اندھیرے میں کہکشاں ہی معلوم ہوتی تھی۔ قلعہ نما عمارت کے جھروکوں میں چراغ ہی چراغ روشن نظر آتے..اور یہ روشنیاں میلوں دور سے دکھائی دیتی تھیں۔

لیکن دن کے اُجالے میں سیاہ پتھروں سے بنائی ہوئی اس عمارت کو دیکھ کر عجیب سی دہشت ذہن پر طاری ہوتی تھی.... شائد اسی بناء پر لوگ اسے کالی کہکشاں کہنے لگے تھے۔

یہ خان قزاتوغا کا محل تھا....! خان قزاتوغا.... جس کے تصور سے بھی اُس کی زمینوں پر بسنے والے لرزنے لگتے تھے۔!

طویل قامت اور مضبوط جسم والا یہ آدمی ساٹھ اور پینسٹھ سال کے درمیان رہا ہوگا۔ چڑھی ہوئی سفید ڈاڑھی اور گھنی مونچھوں کے اُوپر دو خون خوار آنکھیں اُس کی ہیبت ناکی میں مزید اضافہ کرتی تھیں۔ عام طور پر کہا جاتا تھا کہ اُس کا مقابل دورانِ گفتگو میں آنکھ اٹھا کر اُس کے چہرے کی طرف دیکھنے کی جرأت نہیں کر سکتا۔

"پیشی" کی خبر ہی سن کر متعلقہ آدمی کا دم نکل جاتا تھا۔

اس وقت وہ اپنے دیوانِ خاص میں ایک زرنگار کرسی پر بیٹھا خصوصی مصاحب داراب کو قہر آلود نظروں سے گھورے جا رہا تھا اور داراب سر جھکائے کھڑا تھا۔ اُس کی ٹانگیں کانپ رہی تھیں۔ خان کے بعد اس علاقے میں وہی سب سے خطرناک آدمی تصور کیا جاتا تھا۔ اس کے مظالم کے چرچے دور دور تک تھے....! خان کا داہنا ہاتھ تصور کیا جاتا تھا۔

"ایک لڑکی تیرے قابو میں نہ آسکی....!" خان دفعتاً دہاڑا۔

"عالی جاہ....! لڑکی ہی ہونے کی وجہ سے قابو میں نہ آسکی.... عورت ذات پر کیسے ہاتھ اٹھے....!" داراب کپکپاتی ہوئی آواز میں بولا۔

"ہمیں اطلاع ملی ہے کہ اس نے دو سپاہیوں کو مار بھی ڈالا ہے....!"

"اندھیرے میں دیوانہ وار فائرنگ کر رہی تھی.... اسے محض اتفاق سمجھنا چاہئے کہ دو آدمی مر گئے۔!"

"اگر وہ علاقے سے باہر نکلنے میں کامیاب ہوگئی تو ہم تیری کھال کھنچوا کر بھس بھروا دیں گے۔!"

"وہ باہر نہیں جا سکے گی عالی جاہ....! غلام نے ناکہ بندی کرا دی ہے....!"

"اُس کا ساتھی کون تھا۔!"

"گلزار کے قہوہ خانے کا مالک ثمر گل.... وہ مارا گیا....!"

"اُس کا سب کچھ ضبط کر لیا جائے.... اُس کے ورثاء میں کون کون ہے۔!"

"کوئی بھی نہیں.... تنہا تھا.... عالی جاہ....!"

"جابر کی کتنی انگلیاں کاٹی گئیں....!"

"دو.... عالی جاہ....!"

"دو....!" خان کے لہجے میں حیرت تھی....!" اور اُس نے ابھی تک زبان نہیں کھولی۔!"

"اسی لئے خیال ہوتا ہے عالی جاہ کہ کہیں وہ سچ مچ لاعلم ہی نہ ہو۔!"

"کیوں بکواس کرتا ہے۔!"

"معافی چاہتا ہوں عالی جاہ....!"

"ہر روز ایک انگلی۔ اس پر بھی زبان نہ کھولے... تو کان.... پھر ناک.... پھر آنکھیں۔!"

"ایسا ہی ہوگا.... عالی جاہ....!" داراب خم ہوا تھا۔ خان نے ہاتھ ہلا کر جانے کا اشارہ کیا۔

وہ الٹے قدموں چلتا ہوا دروازے تک آیا تھا اور پھر باہر نکل گیا تھا۔

اس کے کرخت چہرے پر تشویش کے آثار کچھ عجیب سے لگ رہے تھے۔! تھوڑی ہی دور چلا ہوگا کہ کسی نے عقب سے آواز دی! رک کر مڑا.... ایک معمر آدمی تیزی سے اُس کی جانب بڑھا آرہا تھا۔!

"خیر تو ہے.... کچھ پریشان نظر آرہے ہو....!" اُس نے قریب پہنچ کر کہا۔

"کچھ نہیں صمد خان.... کوئی خاص بات نہیں۔!"

"آئینے میں شکل دیکھو اپنی....!"

"کیا واقعی پریشان لگ رہا ہوں۔!"

"تمہاری فطرت کے لوگ اگر پریشان ہوں تو میلوں دور سے احساس ہو جائے گا۔!"

"جابر خان کا قصہ ہے....!" وہ طویل سانس لے کر بولا۔

"آخر اُس سے کیا خطا سرزد ہوئی ہے۔!"

"اس کھیپ میں اُس نے جو مال سرحد پار پہنچایا تھا اُس میں سے کوئی چیز گم ہو گئی ہے۔ عالی جاہ کا خیال ہے اس میں جابر خان کی بدنیتی کو دخل ہے۔!"

"کیا کوئی بہت قیمتی چیز تھی۔!"

"خدا جانے.... میرے علم کے مطابق وہ صرف ایک لفافہ تھا۔!"

"لفافہ....! تو پھر وہ تو جابر خان کی جیب ہی میں رہا ہو گا۔!"

"نہیں.... کسی پیٹی میں تھا....! جابر خان اس حد تک تو اعتراف کرتا ہے ایک جگہ ٹرک سے کچھ پیٹیاں گر کر ٹوٹ گئی تھیں اور اُن کا سامان سمیٹ کر دوبارہ پیک کیا گیا تھا۔ لیکن اُسے کسی لفافہ کا علم نہیں۔!"

"تو پھر وہ ٹھیک ہی کہتا ہو گا....!"

"خاموش....!" داراب نے چاروں طرف دیکھتے ہوئے کہا۔ "کیا تم بھی اپنی انگلیاں کٹوانا چاہتے ہو۔!"

"کیا اُس کی انگلیاں کاٹی جا رہی ہیں....!" بوڑھے نے خوف زدہ لہجے میں پوچھا۔

"ہاں.... دو انگلیاں کٹ چکی ہیں۔!"

"اگر اُسے علم ہوتا تو ضرور اعتراف کر لیتا۔!"

"میرا بھی یہی خیال ہے....!"

"تو پھر....!"

"وہ کچھ سننے پر تیار نہیں....!"

"اللہ رحم کرے....!" بوڑھا سانس لے کر بولا۔

"اب زینو کی تلاش ہے.... لیکن وہ قابو میں نہیں آ رہی.... دو سپاہی بھی اُس کے ہاتھوں مارے گئے ہیں۔!"

"یہ تو بہت بُرا ہوا۔!"

"میں نہیں چاہتا کہ اُسے کوئی گزند پہنچے۔!"

"تمہارے چاہنے سے کیا ہوتا ہے اور میری نصیحت سنو.... اپنے کسی رویئے سے یہ ہرگز نہ ظاہر ہونے دینا کہ تمہیں اُس سے ہمدردی ہے۔!"

"میں سمجھتا ہوں....!"

"میرے ساتھ آؤ.... میں تمہیں کچھ اور بتانا چاہتا ہوں۔!"

کچھ دور چلنے کے بعد وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے۔! داراب استفہامیہ نظروں سے بوڑھے کو دیکھے جا رہا تھا۔

بوڑھا کچھ دیر بعد بولا۔ "جب سے خانوں کے اقتدار کے خاتمے کی تحریک شروع ہوئی ہے! خان کا رویہ کچھ اور تلخ ہو گیا ہے۔!"

"یہ تو میں بھی دیکھ رہا ہوں۔!"

"اب سوال یہ ہے کہ ہمارا رویہ کیا ہونا چاہئے۔!"

"جو خان کا رویہ وہی ہمارا بھی ہونا چاہئے۔!"

بوڑھے نے اُسے غور سے دیکھا تھا اور بولا تھا۔ "اس کے علاوہ اور کوئی چارہ بھی نہیں۔!"

"ہمارے خان کا اقتدار نہیں ختم ہو سکتا....!" داراب نے کہا۔

"قومی حکومت نے اب تک جو کچھ کہا ہے کیا بھی ہے....!"

"میں کسی قومی حکومت کو نہیں جانتا.... میرا حاکم خان قزاتوغا.... تمہاری بزرگی کا خیال مانع ہے.... ورنہ....!"

"مجھے غلط نہ سمجھو داراب....! میں بھی خان کا اتنا ہی وفادار ہوں جتنے تم ہو۔!"

"پھر کیا کہنا چاہتے ہو....!"

"یہی کہ جابر خان کی بیٹی.... یہاں سے باہر نہ جانے پائے.... کیونکہ قومی حکومت خانوں کے خلاف شہادتیں اکٹھا کر رہی ہے اور تم ابھی کہہ چکے ہو کہ تمہیں لڑکی سے ہمدردی ہے۔!"

داراب چونک کر اُسے گھورنے لگا تھا۔ شائد اب اپنی غلطی کا احساس ہوا تھا۔ اُسے یہ بات زبان سے نہ نکالنی چاہئے تھی۔!

"تم یہ بات اپنی ہی ذات تک محدود رکھو گے....!"

"مطمئن رہو.... ایسا ہی ہو گا۔!"

"میرا اطمینان نہیں ہوا۔!"

"کس طرح یقین دلاؤں....!" بوڑھا جھنجھلا کر بولا۔

"اس طرح....!" کہہ کر داراب نے بوڑھے کا سر دیوار سے ٹکرا دیا تھا.... ایسی شدید ضرب تھی کہ وہ آواز نکالے بغیر گر کر بے حس و حرکت ہو گیا تھا۔

داراب نے اپنا داہنا پیر اُس کی گردن پر رکھ دیا.... اور پھر اُس وقت تک دباؤ ڈالتا رہا تھا جب تک کہ بوڑھے کا دم نہیں نکل گیا تھا۔

اس کے بعد پھر اُس نے دیوان خاص میں اپنی پیشی کرائی تھی۔ خان ابھی وہیں تھا اس لئے فوری طور پر حاضری کی اجازت مل گئی تھی۔

"کوئی خاص خبر لایا ہے....؟" خان نے اس کی طرف دیکھے بغیر پوچھا۔

"خاص خبر ہے عالی جاہ.... میں نے صمد خان کو مار ڈالا....!"

"کیوں....؟" وہ اُسے گھورنے لگا داراب سر جھکائے کھڑا تھا بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"غلام کے برداشت سے باہر تھی یہ بات کہ وہ قومی حکومت کے گن گائے۔!"

"اچھا.... کیا کہا تھا اُس نے....!"

"یہی کہ خدا کرے جابر کی بیٹی دار لحکومت تک پہنچ جائے.... تاکہ اس ظالمانہ نظام کے خلاف قومی حکومت کو ایک ثبوت اور مل جائے۔!"

"یہ کہا تھا اُس بدبخت نے....!"

"ہاں عالی جاہ.... اس سے آگے سننے کی تاب نہیں رہی تھی اور میں اس کی ضعیفی کا خیال کئے بغیر اُس پر ٹوٹ پڑا.... میں نہیں سُن سکتا ایسی باتیں۔!"

"تو نے حق نمک ادا کیا.... ہم خوش ہوئے.... اُس خبیث کی لاش کو گندے کیچڑ میں دفن کرا دے....!"

"بہت بہتر عالی جاہ....!"



سڑک چکراتی ہوئی نشیب میں چلی گئی تھی.... اور وہ سرسبز وادی گویا زمرد کا پیالہ تھی جو بھوری چٹانوں والے اس علاقے کو قدرت کی طرف سے عطا کر دیا گیا تھا.... جوزف کی باچھیں کھل گئیں اور اُس نے عمران سے کہا "واہ باس.... !مزہ آ گیا یہاں تو ایک بوتل سے ڈھائی بوتل کا نشہ ہو گا.... واہ وا....!"

اس وقت جوزف ہی ڈرائیو کر رہا تھا اور عمران اُس کے برابر بیٹھا اونگھ رہا تھا۔

"کیا کہا تھا تو نے....!" وہ چونک کر بولا۔

"ذرا بائیں جانب دیکھو.... شائد ہمیں وہیں رکنا ہے.... عمارتیں بھی نظر آ رہی ہیں.... بڑی حسین جگہ ہے۔!"

"شائد ہم سبوچہ پہنچ گئے ہیں۔!" عمران نے کہا اور جماہی لے کر منہ چلانے لگا۔! اس وقت صورت سے اول درجے کا کاہل معلوم ہو رہا تھا۔

"کیا لڑکی سو رہی ہے....!" جوزف نے پوچھا۔

"میں نے اُسے کافی میں خواب آور سفوف دیا تھا تاکہ اُس کی بے خبری میں اُس کا حلیہ تبدیل کر سکوں۔!"

"ہر جگہ مسائل تمہارے منتظر رہتے ہیں۔ کہیں چین نہیں ہے۔ خواہ کتا ہی کیوں نہ کاٹ لے۔!"

"مظلوم لڑکی ہے....!"

"بڑی جی دار معلوم ہوتی ہے کہ تنہا ہی بھیڑیوں کے غول میں گھسنے کی کوشش کر رہی تھی۔!"

"میرے ملک کے اس خطے میں ایسے ہی بے جگر اور غیور لوگ پائے جاتے ہیں۔!"

"مگر تم اس سلسلے میں کیا کر سکو گے جبکہ پہلی بار ادھر آئے ہو....!"

"دیکھا جائے گا.... ہاں دیکھو.... بستی سے باہر ہی گاڑی روکنا.... پوری بات اُسے سمجھائے بغیر بستی میں نہیں داخل ہونا چاہتا.... اور پھر یہاں تو وہی ہماری رہنمائی کرے گی۔!"

"جہاں کہو روک دوں....!"

"کوئی مناسب سی جگہ دیکھ کر گاڑی کو سڑک سے اُتار دینا.... یہاں بائیں جانب مسطح جگہوں کی کمی نہیں ہے۔!"

"اُدھر نکل چلوں....!" جوزف نے ایک سمت اشارہ کرتے ہوئے کہا۔ "گاڑی بھی سڑک پر سے نہ دکھائی دے گی۔!"

"ہاں ٹھیک ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

جوزف نے گاڑی اُدھر ہی اُتار دی جس طرف اشارہ کیا تھا.... اور ابھی رکنے کے لئے جگہ کا تعین بھی نہیں کرپایا تھا کہ اچانک سات آٹھ مسلح آدمیوں نے کسی طرف سے نمودار ہو کر گاڑی کو روکنے کا اشارہ کیا۔

"روک دو....!" عمران آہستہ سے بولا۔

"کدھر جاتا....!" ایک آدمی نے آگے بڑھ کر پوچھا تھا۔!

"سبوچہ....!" عمران نے جواب دیا.... "ذرا ادھر رک کر کچھ کھائیں پئیں گے۔!"

گاڑی کو وہ سبھی حیرت سے دیکھ رہے تھے۔!

"تلاشی لے گا....!" اُسی آدمی نے کہا۔

"ضرور.... اُدھر میری زنانی سو رہی ہے....!" عمران نے گاڑی کے عقبی حصے کی طرف اشارہ کیا۔

"تلاشی لے گا....!" اُس نے سخت لہجے میں دہرایا۔

"اچھا....اچھا....!" عمران اُترتا ہوا بولا۔

اُس نے گاڑی کا عقبی دروازہ کھولا تھا.... اور پھر اسے بھی اتفاق ہی کہنا چاہئے کہ ٹھیک اُسی وقت گہری نیند میں سونے والی بھی اٹھ بیٹھی تھی۔!

تلاشی لینے پر اصرار کرنے والا آگے بڑھا تھا... اور زینو کی آنکھوں سے خوف جھانکنے لگا تھا۔

عمران نے انگلش میں کہا "نروس ہونے کی ضرورت نہیں تم ان کی نظروں سے غائب ہو گئی ہو.... چُپ چاپ بیٹھی رہو۔!"

وہ تھوک نگل کر رہ گئی تھی.... تلاشی لینے والے نے اندر کا جائزہ لیا تھا۔ لیکن اُس پر صرف اُچٹتی سی نظر ڈالی تھی۔

"ٹھیک ہے....!" وہ سر ہلا کر پیچھے ہٹتا ہوا بولا۔

عمران نے دروازہ بند کردیا اور وہ لوگ وہاں سے چلے گئے۔!

تھوڑی دیر بعد اُس نے پھر دروازہ کھولا تھا۔ زینو سکتے کے سے عالم میں بیٹھی نظر آئی۔

"تم نے دیکھا میرا شعبدہ....!" عمران ہنس کر بولا۔ "انہیں تمہاری ہی تلاش تھی۔ لیکن تمہیں نہیں دیکھ سکے۔!"

"شائد میں خواب دیکھ رہی ہوں۔!" وہ بھرائی ہوئی آواز میں بولی تھی۔

"مجھے داد نہ دو گی۔!"

"میں کیسے یقین کرلوں جبکہ اُن سے نظریں چار ہوئی تھیں.... انہوں نے مجھے دیکھا تھا۔!"

"پھر کیوں دُم دبا کر چلے گئے....! یا پھر وہ تمہیں پہچانتے ہی نہ ہوں گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... کم از کم تین آدمی اُن میں ایسے تھے جو مجھے دور ہی سے پہچان لیں گے۔!"

"تو پھر رہی نا میرے شعبدے کی بات....!"

"اُوہ.... یہ میرے چہرے پر بھاری پن کیسا ہے....!" اُس نے کہا تھا اور چہرے کی طرف ہاتھ لے جانے والی تھی کہ عمران ہاتھ اٹھا کر بولا۔ "ٹھہرو کہیں میری محنت ضائع نہ ہو جائے۔!"

"کک.... کیا مطلب....!"

"شعبدہ....!" عمران نے کہا اور ریک پر سے آئینہ اٹھا کر اُس کے سامنے رکھ دیا۔ تحیر زدہ سی آواز اُس کے حلق سے نکلی تھی۔! اور پھر وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر عمران کو دیکھنے لگی تھی۔

"کیا یہ تم نہیں ہو....؟" عمران نے ہنس کر پوچھا۔

"مم.... میں نہیں....!" وہ احمقانہ انداز میں ہنس پڑی.... پھر بولی۔ "یہ تو کوئی یوریشین معلوم ہوتی ہے....!"

"اسی لئے اب تم صرف انگلش میں گفتگو کرو گی....! دو تین گھنٹے لگیں گے اس میک اپ کی عادی ہونے میں۔!"

"لیکن یہ کب اور کیسے ہوا....؟"

"جیسے بھی ہوا اُس پر میں نادم ہوں.... ورنہ بہ قائمی ہوش و حواس تم مجھے اپنے چہرے پر

ہاتھ بھی نہ لگانے دیتیں....!"

"کیا کیا تھا تم نے....!" وہ یک بیک اچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"کافی میں خواب آور دوا شامل کی تھی۔!"

"خدا کی پناہ.... لل.... لیکن....!"

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ ہی نہ تھا۔ یہ نہ کرتا تو تم اس وقت کہاں ہوتیں۔!"

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی.... آخر تم ہو کون....؟"

"دوسروں کے معاملات میں ٹانگ اڑانا میری ہابی ہے۔!"

"میک اپ کے ماہر معلوم ہوتے ہو.... شائد یہی پلاسٹک میک اپ کہلاتا ہے۔!"

"تمہارا خیال غلط نہیں ہے۔!"

"کس حد تک میرا ساتھ دو گے....!"

"جس حد تک تم چاہو....!"

"میں نادم ہوں کہ میں نے ابتداء میں تمہارے بارے میں اچھی رائے کا اظہار نہیں کیا تھا۔!"

"کوئی فرق نہیں پڑتا.... میں اس برتاؤ کا عادی ہوں۔!"

"سچ بتاؤ.... تم کون ہو....؟"

"علی عمران.... ایم ایس سی ڈی ایس سی آکسن.... وغیرہ.... اور بھی بہتیری کوالیفکیشنز سمیت....!"

"اور تم محض تفریحاً یہاں آئے ہو....!"

"ابھی تک تو یہی خیال تھا لیکن شائد اب تفریح کی آرزو دل ہی میں رہ جائے۔!"

"تم اُن خطرات کا تصور بھی نہیں کر سکتے جن سے دوچار ہونے والے ہو۔ میری حمائت کا بیڑہ اٹھا کر۔!"

"دیکھا جائے گا....!"

"پھر سوچ لو....!"

"کچھ کر گذرنے کے بعد ہی سوچنے کا عادی ہوں۔!"

"خان قزاتوغا سے ٹکرانا پڑے گا۔!"

"کیا وہ پہاڑ ہے....!"

"یہی سمجھ لو....!"

"اُس کے اذیت خانے تک پہنچنے کا تہیہ کر چکا ہوں....! کاش مجھے تمہارے والد کے جرم کی نوعیت کا علم بھی ہو سکتا۔!"

"بسا اوقات خان غلط فہمی میں مبتلا ہو کر بھی دوسروں کی زندگیوں سے کھیلنے لگتا ہے۔!"

"مجھے خوف زدہ کرنے کی کوشش مت کرو....!"

"تمہاری مرضی.... میں دیکھوں گی کہ کب تک ثابت قدم رہتے ہو....!"

"سبوچہ پہنچ کر ہمیں کیا کرنا چاہئے۔!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"گاڑی ہی میں قیام مناسب رہے گا یا ہوٹل میں ٹھہریں۔!"

"مجھے تو ڈر ہے کہ کہیں تم اس نادر و نایاب گاڑی سے بھی نہ ہاتھ دھو بیٹھو....!"

"اگر خان تک اس کی شہرت پہنچی تو پہلے تم سے اس کی قیمت فروخت پوچھی جائے گی لیکن اگر تم فروخت کر دینے پر آمادہ نہ ہوئے تو یہ حیرت انگیز طور پر تمہارے قبضے سے نکل جائے گی۔!"

"کیا کوئی بہت بڑا جن خان کے تابع ہے۔!"

"وہ خود ہی کسی جن سے کم نہیں ہے اور پھر داراب جیسے لوگوں کے آقا کو ایسا ہی ہونا چاہئے۔!"

"کام کی بات کرو.... خان قزاتوغا کے قصیدے سے مجھے ذرہ برابر بھی دلچسپی نہیں ہے۔!"

"میں سمجھ گئی.... تم اس علاقے کے کمشنر کے کوئی خاص آدمی ہو اور تمہیں یہاں کسی خاص مقصد کے تحت بھیجا گیا ہے۔!"

"میں اب تمہاری کسی بات کی تردید نہیں کروں گا۔!"

"دیکھا....! کیسا پہچانا میں نے....!"

"اپنی باتوں کا خود ہی جواب دے رہی ہو....! یہ اچھی علامت نہیں ہے۔!"

"میں صرف اتنا ہی کہنا چاہتی ہوں کہ گاڑی کے سلسلے میں کسی پر بھی اعتماد نہ کرنا۔ یہاں خان کے حکم سے کوئی بھی سر تابی نہیں کر سکتا۔!"

"تم فی الحال اپنے بارے میں سوچو کہ تمہارا اگلا قدم کیا ہونا چاہئے۔!"

"کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔!"

"اسی برتے پر اکیلے نکل کھڑی ہوئی تھیں۔!"

"یہاں کس میں اتنی جرأت ہے کہ خان کے خلاف میرا ساتھ دے سکے۔!"

وہ گاڑی سے اُتر کر چاروں طرف نظریں دوڑانے لگی۔ پھر پلٹ کر عمران سے بولی۔ "دوڑھائی میل کا سفر اور باقی ہے۔ اگر ہم ابھی روانہ ہو جائیں تو غروب آفتاب سے قبل ہی سبوچہ پہنچ جائیں گے۔!"

عمران نے جوزف کو پھر کچھ ہدایات دی تھیں اور گاڑی پھر سڑک پر آ نکلی تھی۔

تھوڑی دیر بعد وہ بستی میں داخل ہوئے تھے اور زینو نے ایک ایسے باغ کی طرف رہنمائی کی تھی جہاں متعدد خیمے نصب تھے اور کچھ گاڑیاں بھی کھڑی ہوئی تھیں۔!

"کچھ سیاح یوں بھی گذر کرتے ہیں یہاں۔۔۔!" اُس نے کہا۔

"ہمارے لئے بھی یہی مناسب رہے گا۔!" جوزف بولا۔ "کسی ہوٹل کی گھٹن سے لاکھ درجہ بہتر۔!"

"لیکن اس کے باوجود بھی گاڑی کی نگرانی کرنی پڑے گی۔!"

"میری موجودگی میں کوئی اُسے ہاتھ بھی نہیں لگا سکے گا۔!" جوزف نے کہا۔

"ویسے بھی کوئی جرأت نہیں کرے گا۔۔۔! کیونکہ اس پر قومی فوج کا نشان موجود ہے۔!" عمران نے کہا۔

"اوہ۔۔۔ تو تمہارا تعلق فوج سے ہے۔۔۔!" زینو اُسے غور سے دیکھتی ہوئی بولی۔

"پھر یاد دلاؤں کہ یہ ایک شعبدہ باز کی گاڑی ہے۔!" عمران نے کہا۔ "خیر۔۔۔! ہاں تو صورت یہ ہوگی تم گاڑی میں سوؤ گی اور ہم دونوں خیمے میں رہیں گے۔۔۔ ایک چھوٹا سا خیمہ میں بھی لایا ہوں۔!"

"میری وجہ سے۔۔۔ تم لوگ بھی زحمت میں پڑے ہو۔!" زینو نے کہا اور آئینہ اٹھا کر پھر اپنا جائزہ لینے لگی۔۔۔ پھر اس طرح چونک پڑی جیسے کسی نئے خیال نے ذہن میں جنم لیا ہو۔!

"سنو، دوست۔۔۔!" اُس نے عمران کو مخاطب کیا۔ "میں یوریشین نہیں بلکہ ایک فرانسیسی

ڑکی ہوں۔۔۔ زینو نہیں بلکہ زیانا نام ہے۔!"

"میری طرف سے کھلی اجازت ہے جو قومیت چاہو اختیار کرلو۔ لیکن اس سے فائدہ کیا ہوگا۔!"

"ہم کہکشاں میں داخل ہو سکیں گے۔۔۔ خان غیر ملکیوں کو محل دیکھنے کی اجازت دے دیتا ہے۔ بلکہ کبھی کبھی مہمان بھی بنا لیتا ہے۔۔۔ اور فوجیوں سے بھی نہیں اُلجھتا۔۔۔ کبھی کبھی فوجی آفیسر بھی کہکشاں میں دیکھے گئے ہیں۔ تم کیوں نہ کسی فوجی آفیسر کا سوانگ رچاؤ۔۔۔ میں فرانس سے آئی ہوں۔۔۔ اور یہ تمہارا نیگرو باڈی گارڈ میرا باڈی گارڈ بن جائے۔۔۔ یعنی یہ میرے ساتھ فرانس ہی سے آیا ہے۔۔۔ میری اور تمہاری پرانی دوستی ہے۔۔۔ اور میں یہاں تمہاری مہمان ہوں۔۔۔ اگر اس طرح کہکشاں میں رسائی ہوگئی تو پھر سمجھو کام بن گیا۔۔۔ میں عمارت کے چپے چپے سے واقف ہوں لیکن ٹھہرو۔۔۔ کیا تم میں اتنی ہمت ہے کہ صدر کے پولیٹیکل ایجنٹ سے مل کر اُس سے محل میں داخلے کی سفارش کرا سکو۔۔۔!"

"فکر نہ کرو۔۔۔ یہ بھی ہو جائے گا۔۔۔ ویسے تمہیں سوجھی خوب ہے۔۔۔!"

"اس کے علاوہ اور کوئی چارہ نہیں ہے۔!"

"خیر تو اب تم مجھے کرنل عمران کہہ کر مخاطب کر سکتی ہو۔۔۔!"

دفعتاً جوزف کی آواز سنائی دی۔ "باس۔۔۔! وہ لوگ پھر ادھر ہی آ رہے ہیں۔!"

"آنے دو۔۔۔!" عمران نے کہا اور زینو سے بولا "ہماری گفتگو کے دوران میں اس طرح غیر متعلق نظر آنے کی کوشش کرنا جیسے زبان کو سمجھ نہیں سکتیں۔!"

"میں احتیاط رکھوں گی۔!"

وہ قریب آ گئے۔۔۔ اس بار اُن کے ساتھ ایک نیا چہرہ بھی نظر آیا اور یہ چہرہ قوت اور درندگی کا مظہر بھی تھا۔

گاڑی کے قریب پہنچ کر اُس نے اپنے ساتھیوں سے کہا۔ "فوج کی گاڑی ہے۔!"

وہ صرف گاڑی ہی کو دیکھتے ہوئے آگے بڑھ گئے تھے۔۔۔ اُن لوگوں سے کچھ پوچھا نہیں تھا۔

پھر وہ خیموں میں جھانکتے پھرے تھے زینو انہیں بغور دیکھتی رہی تھی۔ عمران اور جوزف لاتعلق نظر آ رہے تھے۔ تھوڑی دیر بعد عمران نے کہا تھا۔ "شائد تمہاری ہی تلاش جاری ہے۔!"

"تم نے اُس آدمی کو دیکھا۔۔۔ وہ جس کی پیشانی پر لمبا سا زخم کا نشان تھا۔!" زینو نے پوچھا۔

"ہاں.... لیکن گاڑی کی تلاشی لیتے وقت ان لوگوں کے ساتھ نہیں تھا۔!"

"میں نے اُسے حلئے سے پہچانا ہے.... داراب، وہی تھا....! خان کا خصوصی مصاحب، صرف نام سنتی رہی تھی.... آج پہلی بار دیکھا ہے.... بابا کو اسی نے گرفتار کیا تھا۔! لیکن سنو..... کیا تمہاری گاڑی پر اُس وقت فوج کا نشان موجود نہیں تھا جب انہوں نے تلاشی لی تھی۔!"

"موجود تھا.... انہوں نے توجہ نہ دی ہوگی.... ویسے یہ نشانات بدلے بھی جا سکتے ہیں.... کہو تو پل بھر میں اسے کسی فلم کمپنی کی ملکیت بنادوں۔!"

"آخر تم ہو کیا چیز....؟"

"اس نشان کے ساتھ تو کرنل ہوں.... فلم کمپنی والے نشان کے ساتھ ماسٹر جھاپک کہلاؤں گا۔ ویسے بات صرف اتنی سی ہے کہ مجھے کتے نے کاٹا تھا....!"

وہ اُسے عجیب سی نظروں سے دیکھے جارہی تھی.... دفعتاً بولی۔ "یہ تم نے کتوں کی تصویریں گاڑی میں کیوں لٹکا رکھی ہیں۔!"

"جب سے کتے نے کاٹا ہے.... یہ کیفیت ہوگئی ہے۔!"

"میں اُنہیں اتار کر پھینک دوں گی.... کتے مجھے اچھے نہیں لگتے۔!"

"اچھے تو مجھے بھی نہیں لگتے.... لیکن بہر حال کتوں ہی میں زندگی بسر کرنی ہے۔!"

"بسا اوقات تمہاری کوئی بات میری سمجھ میں نہیں آتی۔!"

"آج تو پہلا ہی دن ہے۔!"

"لیکن مجھے پورا ایک سال لگ رہا ہے۔!"

"کبھی کتے نے تو نہیں کاٹا تھا۔!"

"ختم کرو فضول باتیں.... اب ہمیں صرف اس کی فکر ہونی چاہئے کہ جلد از جلد کہکشاں تک رسائی ہو جائے۔!"

"وہ بھی ہو جائے گا.... میں پولیٹیکل ایجنٹ سے ملوں گا۔!"

"نہیں دوست....!" وہ پُر تفکر لہجے میں بولی۔ "یہ طریقہ کارگر نہیں ہوگا۔ اگر اس طرح ہم کہکشاں میں داخل بھی ہو گئے تو اذیت خانے تک ہر گز نہ پہنچ سکیں گے.... ہر وقت ہماری نگرانی کی جائے گی۔!"

"یہ بات تو ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔

"اگر کسی اور طریقے سے کہکشاں والوں کی لاعلمی میں داخل ہو سکیں تو وہاں ہفتوں چھپے رہ سکتے ہیں۔ کسی کو کانوں کان خبر نہ ہوگی.... وہ قلعہ نما عمارت ضرور ہے لیکن وہاں کوئی باقاعدہ قسم کی فوج نہیں رہتی.... خان کے ایک درجن سپاہیوں کے علاوہ چند ہی افراد اور ہیں۔!"

"اگر میں پہلے کبھی یہاں آچکا ہوتا تو آج دوسری صورت ہوتی.... خود ہی کوئی راستہ پیدا کر لیتا۔!"

"میری ایک تجویز ہے اگر تم اُس پر عمل کر سکو.... مسئلہ صرف قزاتوغا تک پہنچنے کا ہے۔ ہم اس طرح جائیں کہ اجنبی نہ معلوم ہوں۔ تم میک اپ کے ایکسپرٹ ہو کیا یہ ممکن نہیں۔!"

"ہر طرح کا میک اپ ممکن ہے....!"

"یہاں ایک دوکان علاقائی ملبوسات کی بھی ہے.... ہم چرواہوں کا بھیس بدل سکیں گے بس قزاتوغا پہنچ جائیں.... پھر کہکشاں میں داخل ہونے کی تدبیر میں کروں گی۔!"

"مجھے منظور ہے....!"

"لیکن ساتھ ہی ساتھ یہ بھی ہے کہ میں کسی طرح کی یقین دہانی نہیں کرا سکتی ہو سکتا ہے.... ہماری موت ہی ہمیں اُس طرف لے جارہی ہو۔!"

"لے جانے دو....!"

"کیا مطلب....؟"

"زیادہ دور کی باتیں سوچنا میرے بس کی بات نہیں۔!"

"کیا تمہارے آگے پیچھے کوئی نہیں ہے۔!"

"آگے سناٹا اور پیچھے تاریکی ہے....!"

"میں نہیں سمجھی۔!"

"کچھ سمجھنے کی ضرورت نہیں ہے....! اگر مجھ پر اعتماد کر سکتی ہو تو کرو ورنہ تمہاری راہ اور میری اور....!"

وہ خاموش ہوگئی تھی.... پھر عمران اور جوزف بڑی دیر تک سر جوڑے آہستہ آہستہ باتیں کرتے رہے تھے اور وہ دور سے انہیں کشمکش کے سے عالم میں دیکھے جارہی تھی۔!



اس آدمی کو سمجھنے کی کوشش میں مبتلا ہو کر زینو اپنی الجھنیں بھی بھول گئی۔ کبھی وہ اُسے دیوانہ معلوم ہوتا کبھی احمق اور کبھی اتنا عاقل و فہیم کہ اپنی سماعت پر یقین نہ آتا۔ وہ اُس سے اس بات پر پوری طرح متفق ہو گیا تھا کہ چرواہوں کے بھیس میں قزاتوغا کا سفر کیا جائے....! دوسرے دن انہوں نے اس سلسلے کی ساری تیاریاں مکمل کی تھیں اور شام ہوتے ہی وہاں سے چل پڑے تھے۔!

مقامی پوشاکیں خریدی گئی تھیں اور پھر انہیں عمران نے جانے کن تدبیروں سے اس حال کو پہنچادیا تھا کہ وہ مہینوں کی استعمال شدہ معلوم ہونے لگی تھیں۔!

پیدل روانگی ہوئی تھی اور جوزف گاڑی سمیت سبوچہ ہی میں مقیم رہا تھا۔ ویسے وہ بڑی مشکل سے اس پر آمادہ ہوا تھا۔ عمران کا ساتھ نہیں چھوڑنا چاہتا تھا۔! لیکن حکم کی تعمیل سے روگردانی بھی ناممکن تھی۔!

کچھ دور چلنے کے بعد عمران نے کہا۔ "ایک کام تو رہ ہی گیا۔!"

"کیا....؟" زینو چلتے چلتے رک گئی۔!

"ہم نے اپنے گلے میں ایسی تختیاں تو لٹکائی ہی نہیں جن پر تحریر ہوتا کہ ہم چرواہے ہیں۔!"

"اوبابا.... وہ بھی ہو جائے گا....!" زینو نے کہا۔ "یہاں سے تین چار میل کے فاصلے پر ایک بستی ہے....! وہاں سے ہم چند بھیڑیں خرید لیں گے۔!"

کچھ دور سڑک پر چلنے کے بعد زینو نے ایک جانب کی ڈھلان میں اُترنا شروع کیا تھا اور پھر اُس کے بعد سے دشوار گذار راستوں پر چلنا پڑا تھا۔

"اندھیرے میں کہاں کہاں بھٹکاؤ گی....!" عمران نے کہا۔

"ذرا دیر میں چاند نکل آئے گا....! میں چاہتی ہوں کہ ہم اس طرح اُس بستی میں داخل ہوں کہ کسی کو علم نہ ہو سکے۔!"

"کس بستی میں....!"

"جہاں سے بھیڑیں خریدنی ہیں۔! باتیں کرتے چلو.... اپنے بارے میں کچھ اور بھی بتاؤ۔!"

"میں اپنے بارے میں کچھ بھی نہیں جانتا۔!"

"تو پھر مجھے یہ سمجھنا چاہئے کہ تم کوئی فرشتہ ہو، جسے خدا نے میری مدد کے لئے بھیج دیا ہے۔!"

"میرے بارے میں جاننے کی خواہش کرنے کی بجائے میری مدد کرو....!" عمران بولا۔

"میں نہیں سمجھی۔!"

"اپنے بابا کے بارے میں باتیں کرو.... کیا وہ مال کے ساتھ خود بھی سفر کرتے ہیں۔!"

"زیادہ تر یہی ہوتا ہے....!"

"کبھی انہیں رخصت بھی کیا ہے ایسے کسی موقع پر....!"

"بارہا....!"

"روانگی کے وقت وہ مضطرب نظر آتے ہیں یا پُرسکون....!"

زینو نے فوراً ہی جواب نہیں دیا تھا۔ کچھ سوچنے لگی تھی.... تھوڑی دیر بعد بولی "بڑا عجیب سوال کیا ہے تم نے... ہاں.... اب میں سوچتی ہوں.... میں نے انہیں ہمیشہ مضطرب پایا ہے۔!"

"میرا بھی یہی خیال تھا۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "خان کی تجارت قانونی نہیں معلوم ہوتی.... وہ ضروریاتِ زندگی کی اسمگلنگ کراتا ہے....!"

"نہیں.... یہ غلط ہے.... بابا کہہ رہے تھے کہ خان کے پاس اجازت نامہ ہے۔!"

"صرف فرٹیلائیزر برآمد کرنے کا اجازت نامہ ہے اُس کے پاس....... میں نے آج ہی تصدیق کی ہے.... تم غلے، شکر اور گھی کا بھی تذکرہ کر چکی ہو....!"

"میں نے غلط نہیں کہا تھا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ٹرکوں پر کون سی اشیاء لادی جاتی ہیں۔!"

"اسمگلنگ اچھی لڑکی اسمگلنگ....!"

"ہو سکتا ہے.... ادھر اتنی سختی بھی نہیں ہے۔!"

"خیر ہو گا.... مجھے اس سے سروکار نہیں.... دیکھنا یہ ہے کہ تمہارے بابا پر غداری کا الزام کیوں عائد کیا گیا ہے۔!"

"میں صرف اُن کی رہائی چاہتی ہوں۔!"

چاند چڑھتے ہی وہ ایک جگہ بیٹھ گئے تھے اور تھیلے سے کھانا نکالا تھا۔ کھانے کے دوران میں زینو نے کہا۔ "بستی میں پہنچ کر تم گونگے بن جانا.... بھیڑوں کا سودا میں کروں گی۔!"

"یعنی تمہارا گونگا ملازم....!"

"ہوش کی دوا کرو.... یہاں کے چرواہے اتنے مال دار نہیں ہیں کہ ملازم رکھ سکیں۔ میں تمہیں اپنا.... اپنا.... شوہر ظاہر کروں گی۔!"

"وہ تو گونگا ہوتا ہے....! ظاہر واہر کرنے کی کیا ضرورت ہے۔!"

"میں تم سے متفق نہیں ہوں....! شوہر بہت بکواس کرتے ہیں۔!"

"اُسی صورت میں اگر بیوی سچ مچ گونگی ہو....!"

"میں سمجھ گئی..! تم یہ کہنا چاہتے ہو کہ بیویاں انہیں زبان کھولنے کا موقع ہی نہیں دیتیں۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ پھر اُس نے ہاتھ اٹھا کر اسے بھی خاموش رہنے کا اشارہ کیا۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے وہ کچھ سننے کی کوشش کر رہا ہو اور پھر اُس نے تھیلے سے نکالی ہوئی اشیاء کو سمیٹ کر دوبارہ تھیلے میں رکھنا شروع کر دیا تھا۔ زینو بھی کھانا کھا چکی تھی....! عمران کے رویئے پر وہ بھی اُلجھنے لگی.... پھر ہاتھ کے اشارے سے اس کی وجہ پوچھی تھی اور عمران نے ہونٹوں پر انگلی رکھ کر پھر چپ رہنے کا اشارہ کیا تھا۔

اور پھر قدموں کی آوازیں واضح ہوتی گئی تھیں.... زینو نے ایک دم اٹھنا چاہا لیکن عمران اُس کا ہاتھ پکڑ کر آہستہ سے بولا۔ "بیٹھی رہو.... آوازیں کئی اطراف سے آ رہی ہیں۔!"

اندازہ غلط نہیں نکلا تھا.... چھ افراد نے دائرے کی شکل میں انہیں گھیر لیا تھا۔!

"تم لوگ کون ہو.... اور یہاں کیا کر رہے ہو....؟" کسی نے ڈپٹ کر پوچھا تھا۔

"مسافر ہیں....!" زینو بولی۔

اور پھر کئی ٹارچوں کی روشنیاں اُن کے چہروں پر پڑی تھیں.... عمران نے اُلوؤں کی طرح دیدے نچائے اور پھر کسی گونگے کی طرح شور مچانے لگا جیسے آنکھوں پر تیز روشنی پڑنے کی وجہ سے بلبلا اٹھا ہو!

"کہاں جا رہے ہو....؟" پھر پوچھا گیا۔

"سعد گنج....!" زینو بولی۔

"لیکن تم لوگ سعد گنج کے تو نہیں معلوم ہوتے....!"

"جا رہے ہیں سعد گنج.... زمانیہ سے آئے ہیں....!"

"سعد گنج میں کس کے گھر جا رہے ہو....؟"

"کلاں پیر کی زیارت کو آئے ہیں۔!"

دفعتاً اُن میں سے ایک نے دوسرے کا بازو پکڑا اور اُسے دور لے جا کر آہستہ آہستہ کچھ کہنے لگا۔ عمران نے طویل سانس لی.... جس بات کا خدشہ تھا وہی پیش آئی تھی غالباً زینو کی آواز پہچان لی گئی تھی.... ذرا سی بھی تبدیلی اپنی آواز میں نہیں کر سکی تھی۔

وہ دونوں پھر پلٹ آئے.... اور دوبارہ ٹارچ روشن کی اور اُسی روشنی میں عمران نے اُس شخص کو پہچان لیا جس کے بارے میں زینو نے بتایا تھا کہ وہ داراب ہی ہو سکتا ہے۔!

روشنی کا دائرہ زینو کی طرف رینگ گیا....! عمران پھر شور مچاتا ہوا ٹارچ والے اور زینو کے درمیان آ گیا۔!

"اسے پکڑ لو....!" داراب نے اپنے آدمیوں سے کہا تھا۔

تین آدمی عمران کی طرف بڑھے ہی تھے کہ زینو بھی اُچھل کر کھڑی ہو گئی۔

"خبردار جو اُسے ہاتھ لگایا بدبختو....!" زینو نے عمران کا ڈنڈا اٹھاتے ہوئے کہا تھا۔

لیکن تین آدمی پہلے ہی عمران پر جھپٹے تھے اور پھر زینو یہ نہیں دیکھ سکی تھی.... وہ کس بناء پر اُچھل اُچھل کر دور جا پڑے تھے۔!

ویسے خود اُس نے اُس شخص پر ڈنڈا گھمایا تھا جسے داراب کی حیثیت سے شناخت کر چکی تھی وہ اچھل کر پیچھے ہٹتا ہوا دہاڑا۔ "عورت تو پاگل تو نہیں ہو گئی ہے.... جانتی ہے میں کون ہوں۔!"

"کلاں پیر کے زائروں کو پریشان کرنے والے شیطان ہی ہو سکتے ہیں۔!" زینو بھی چیخی تھی۔

اُدھر عمران اُن پانچوں کی درگت بنائے دے رہا تھا۔! کسی طرح اُن کے قابو ہی میں نہیں آ رہا تھا۔

"اُس گونگے کو روک لے ورنہ پچھتائے گی.... ہم خان کے آدمی ہیں۔!" داراب نے کہا۔

"ارے تو پہلے کیوں نہیں بتایا تھا....!" وہ عمران کی طرف دوڑی تھی۔

"ہٹ جاؤ.... ٹھہرو.... تم لوگ....!" داراب نے اپنے آدمیوں کو للکارا۔

جو جہاں تھا وہیں رک گیا....! لیکن عمران ہاتھ ہلا ہلا کر انہیں للکارتا رہا.... زینو اُس کے قریب پہنچی تھی اور اُس کا شانہ تھپک تھپک کر اشاروں سے کچھ سمجھانے کی کوشش کرنے لگی تھی اور پھر عمران نے اُن سبھوں کو جھک جھک کر سلام کرنا شروع کر دیا تھا۔! داراب کے ساتھی ہانپ رہے تھے۔

داراب نے زینو سے کہا۔ "ہمیں ایک پاگل عورت کی تلاش ہے جو گھر سے نکل گئی ہے لیکن ہم اُسے پہچانتے نہیں ہیں.... میرے ایک آدمی کو تمہاری آواز اُسی کی سی لگی تھی۔"

"جاؤ.... کوئی بات نہیں....!" زینو نے فراخ دلی کا مظاہرہ کیا۔

"یہ.... یہ.... تمہارا....!" داراب نے عمران کی طرف ہاتھ اٹھا کر کچھ کہنا چاہا اور زینو جلدی سے بولی "میرا آدمی ہے....!"

"بہت تیز معلوم ہوتا ہے....!"

"تمہیں جلد ہی ہوش آ گیا تھا.... ورنہ یہ تمہارے کسی ساتھی کی گردن ضرور توڑ دیتا....!" زینو نے اپنے لہجے میں پیار اُجاگر کرنے کی کوشش کرتے ہوئے کہا۔

"چلو.... دل صاف کرو.... کہو تو ہم تمہیں سعد گنج پہنچا دیں۔ ہمارے پاس گاڑی ہے۔!"

"میرے باپ دادا بھی پیدل زیارت کو جاتے تھے....!"

"اچھا.... اچھا....!" اُس نے اپنے آدمیوں کو چلنے کا اشارہ کیا تھا.... پھر وہ ڈھلان میں اُترتے چلے گئے تھے۔

"خواہ مخواہ....!" عمران سر ہلا کر آہستہ سے بولا۔

"کیا شاندار اداکاری کی تھی تم نے.... واہ....!" زینو نے کہا۔

"مجھے یقین ہے کہ اُسے تمہاری باتوں پر یقین نہیں آیا.... اب وہ چھپ کر ہماری نگرانی کریں گے.... لہٰذا مجھے گونگا ہی بنا رہنے دو....!" بولنے پر مجبور نہ کرو....!"

"اور اب ہمیں زیارت گاہ پر بھی حاضری دینی پڑے گی.... چلو اچھا ہے.... تھکن بھی دور ہو جائے گی۔!"

"بھیڑیں نہ خرید سکیں گے....!"

"کیوں....؟"

"اُس صورت میں اگر انہوں نے چھپ کر نگرانی کی.... مضحکہ خیز بات ہو گی کہ زیارت کرنے کے بعد بھیڑیں خرید کر انہیں چراتے ہوئے قزاتوغا کی طرف چل پڑیں۔!"

"ٹھیک کہتے ہو.... کھیل بگڑ گیا ہے.... لیکن ٹھہرو.... ہم دیکھیں گے کہ وہ ہماری نگرانی کرتے بھی ہیں یا نہیں.... محض قیاس کی بناء پر....!"

"چلو بیٹھ جاؤ.... فوراً ہی روانگی بھی مناسب نہ ہو گی....!" عمران نے کہا۔

"لیکن ایسی جگہ بیٹھنا چاہئے کہ چاروں طرف نظر رکھ سکیں۔!"

مطلع صاف تھا اور چاندنی بڑی شفاف لگ رہی تھی....!

تھوڑی ہی دیر میں انہوں نے جگہ کا انتخاب کر لیا۔

"تم بہت پھرتیلے ہو....!" زینو نے کہا۔

"شعبدہ بازوں کو بڑی محنت کرنی پڑتی ہے....!"

"یقین نہیں آتا کہ تم محض شعبدہ باز ہو....!"

"تمہاری اس بات کا میرے پاس کوئی جواب نہیں ہے۔!"

"یہ طریقہ جو ہم نے اختیار کیا ہے.... کیا یہ مضحکہ خیز نہیں ہے....!" زینو نے کہا۔!

"تم جانو.... تجویز تمہاری ہی تھی.... میں نے تو کہا تھا کہ پولیٹیکل ایجنٹ سے سفارش نامہ حاصل کر کے خان کے مہمان ہی بن جائیں گے۔!"

"بس پھر مہمان ہی بنے رہتے.... یقین کرو.... ہر وقت نگرانی ہوتی....!"

"اُوہ.... ختم کرو.... دیکھا جائے گا....! کیوں نہ ہم کوئی مناسب سی جگہ تلاش کر کے آرام کریں اور صبح ہوتے ہی سعد گنج کی طرف روانہ ہو جائیں۔!"

"چلو یونہی سہی.... اب تو سیدھے کلاں پیر کے مزار پر پہنچنا ہے....!" زینو نے کہا اور جگہ کی تلاش شروع کرنے کے لئے اٹھ کھڑی ہوئی۔



عمران اتنا مجبور تو نہیں تھا کہ دوسرا میک اپ نہ کر سکتا....! ضرورت کی ساری چیزیں اُس کے دونوں تھیلوں میں موجود تھیں.... پچھلی رات انہوں نے ایک چھوٹا سا غار تلاش کر لیا تھا اور باری باری سے سوتے جاگتے رہے تھے۔ دوسری صبح زینو نے عمران سے کہا۔ "ہم بھیڑیں ضرور خریدیں گے.... کیا تم دوسرا میک اپ نہیں کر سکتے....؟"

"زیارت گاہ تک ہم اسی میک اپ میں جائیں گے....!" عمران نے جواب دیا۔ "وہاں ٹھہر کر دیکھیں گے کہ ہماری نگرانی تو نہیں کی جا رہی...!"

"اب میں مطمئن ہوں....!" زینو نے طویل سانس لی۔

وہ پھر چل پڑے تھے۔ لیکن شام سے پہلے زیارت گاہ تک نہ پہنچ سکے۔

اُن کا تعاقب تو نہیں کیا گیا تھا.... لیکن جب وہ زیارت گاہ میں پہنچے تھے تو داراب اور اُس کے ساتھیوں کو وہاں موجود پایا تھا۔ غالباً وہ زینو کے بیان کی تصدیق کرنے کے لئے وہاں رکے تھے۔! زیارت گاہ میں زائروں کے قیام کے لئے ایک بہت بڑا سائبان تعمیر کیا گیا تھا جس میں عورتوں اور مردوں کے قیام کے لئے الگ الگ حصے بنائے گئے تھے۔

زینو خواتین والے حصے میں پہنچی تو اُسے اپنی بستی کی تین عورتیں نظر آئیں جن کے یہاں ہونے کا جواز تو تھا لیکن یہ وقوعہ ناممکن سا نظر آتا تھا۔!

زینو نے سوچا کیا داراب انہیں لایا ہے.... اگر وہی لایا ہے تو مقصد اس کے علاوہ اور کچھ نہیں ہو سکتا کہ میک اپ کا شبہ ہو جانے کی بناء پر وہ آواز اور نقل و حرکت کے انداز کی شناخت کرانا چاہتا ہے۔!

زینو نے اپنی چال میں ہلکی سی لنگڑاہٹ پیدا کی اور اُن کے قریب سے گذرتی چلی گئی.. انہوں نے اُسے بغور دیکھا تھا۔ لیکن وہ اُن کی طرف متوجہ نہیں ہوئی تھی.. اس رویے کا اُن تینوں پر کوئی اثر نہیں ہوا تھا۔ وہ آگے بڑھی تھیں اور اُس سے پوچھنے لگی تھیں کہ وہ کہاں سے آئی ہے۔!

زینو کے ہونٹ آہستہ آہستہ ہل رہے تھے۔ ایسا معلوم ہوتا تھا جیسے کوئی ورد کر رہی ہو....

پھر اُس نے اسی طرح آنکھیں نکال کر سر کو احتجاجی جنبش دی تھی جیسے ورد کے دوران میں گفتگو کرنے پر مجبور کر کے وہ اُس پر زیادتی کر رہی ہوں.... تینوں چپ چاپ دور جا بیٹھیں اور آپس میں سرگوشیاں کرنے لگیں.... پھر اٹھ کر باہر چلی گئی تھیں۔

اُدھر مردانہ حصے میں داراب اور اُس کے پانچوں ساتھی عمران کے گرد منڈلا رہے تھے.... اور وہ اُن سے اس درجہ لاتعلق نظر آ رہا تھا جیسے انہیں پہچانتا تک نہ ہو۔!

کچھ دیر بعد داراب نے شائد کچھ کر گذرنے کی ٹھانی تھی اور اُس کے قریب پہنچ کر بولا تھا۔ "کہاں سے آئے ہو بھائی۔!"

عمران نے اونٹ کی طرح منہ اٹھا کر "لی ای ای.... ایل.... یع....!" شروع کر دی۔

"اُوہو..!" داراب نے چہرے پر شرمندگی کے آثار پیدا کئے تھے اور دوسری طرف مڑ گیا تھا۔!

عمران اور زینو نے وہ رات وہیں گذاری تھی اور صبح ہونے پر داراب اور اُس کے ساتھی نہیں دکھائی دیئے تھے۔ زینو کی بستی کی تینوں عورتیں بھی چلی گئی تھیں۔

دن چڑھے وہ بھی واپسی کی تیاریاں کرنے لگے۔ زیارت گاہ سے تھوڑے ہی فاصلے پر زینو نے اُس جگہ کا تعین پہلے ہی کر لیا تھا جہاں انہیں دوسرا میک اپ کرنا تھا۔!

وہ جگہ واپسی ہی کے راستے پر تھی.... لیکن عمران کے رویئے میں کسی قدر ہچکچاہٹ پائی جاتی تھی۔!

"کیا بات ہے....! اب کیا سوچ رہے ہو....!" زینو نے پوچھا۔

"میں اُس شخص داراب کی طرف سے مطمئن نہیں ہوں۔ چالاک آدمی معلوم ہوتا ہے۔!"

تب زینو نے اُسے اپنی بستی کی اُن تینوں عورتوں کے بارے میں بتایا جن سے زنانہ قیام گاہ میں ملاقات ہوئی تھی۔ اس نے کہا "وہ مجھ سے گفتگو کرنا چاہتی تھیں.... لیکن میں نے موقع ہی نہیں دیا۔ چادر بچھا کر نفلیں پڑھنی شروع کر دی تھیں۔!"

"یہ دوسری ہوئی....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "داراب سے پیچھا چھڑانا مشکل ہو جائے گا....! اُن سیدھی سادھی عورتوں سے گفتگو نہ کر کے تم نے اچھا نہیں کیا۔! آواز میں معمولی سا بھاری پن پیدا کر کے تم انہیں مطمئن کر سکتی تھیں۔!"

"تم ٹھیک کہہ رہے ہو.... واقعی مجھ سے غلطی ہوئی....!"

"داراب کو اس پر بھی یقین نہیں ہے کہ میں گونگا ہوں۔۔!"

"یہ کیسے کہہ سکتے ہو....؟"

"بس اندازہ ہے میرا....!"

"پھر اب کیا ہوگا....!"

"میرا خیال ہے کہ ہم ابھی یہیں رُکے رہیں....! ذرا یہ تو بتاؤ.... کیا وہ یہاں کوئی ہنگامہ برپا کرنے کی جرأت کر سکیں گے۔!"

"سوال ہی نہیں پیدا ہوتا.... اس سے مزار کی بے حرمتی ہوگی.... جسے کوئی بھی نہیں برداشت کر سکتا۔!"

"میرا بھی یہی خیال تھا.... اس لئے فی الحال یہ تمہارے لئے محفوظ ترین جگہ ہے....!"

"بہت دیر ہو رہی ہے....! کہیں وہ بابا کو ختم ہی نہ کر دیں۔!"

"آخر انہیں تمہاری تلاش کیوں ہے....؟"

"میں تمہیں پہلے ہی بتا چکی ہوں کہ داراب نے بابا سے میرا رشتہ مانگا تھا....!"

"بات سمجھ میں نہیں آتی....!"

"خان اگر کسی گھرانے کے ایک آدمی سے ناراض ہوتا ہے تو اُس کی یہی کوشش ہوتی ہے کہ اُس کے متعلقین میں سے کوئی بھی نہ بچے۔!"

"پھر رشتے کا کیا ہوگا۔!"

"یہی تو اُلجھن ہے....!"

"کہو تو میں بات کروں داراب سے....؟"

"کیا کہہ رہے ہو....!" وہ آنکھیں نکال کر بولی۔ "بات سمجھا کرو۔ میں کہہ رہی تھی اگر داراب یہی چاہتا ہے تو اُسے میری حفاظت کرنی چاہئے نہ کہ میری بھی گرفتاری کے درپے ہے....!"

"معلوم نہیں.... وہ کیا چاہتا ہے۔ ہو سکتا ہے اسی لئے تمہاری تلاش میں ہو کہ تمہیں کہیں چھپا دے تاکہ خان کی دستبرد سے بچ سکو....!"

"خدا جانے.... بس اب کوئی ایسی تدبیر کرو کہ کہکشاں تک پہنچ سکیں۔!"

"احتیاط ضروری ہے۔ اگر اس علاقے میں پہلے کبھی آنا ہوا ہوتا تو تمہیں اتنی پریشانی نہ ہوتی۔!"

عمران اُسے زنانہ اقامت گاہ کی طرف بھیج کر خود نکل کھڑا ہوا تھا۔ اُسے یقین تھا کہ داراب اور اُس کے ساتھی کہیں آس پاس ہی موجود ہیں۔!

ٹہلنے کے سے انداز میں چلتا ہوا وہ اُس طرف جا رہا تھا جہاں اپنا کچھ سامان زیارت گاہ تک پہنچنے سے قبل چھپا دیا تھا اور وہیں دوسرا میک اپ کرنے کی بھی تجویز ہوئی تھی۔ پچھلی رات نیند پوری نہیں ہوئی تھی اس لئے ذہن کچھ بوجھل سا ہو رہا تھا ورنہ شائد اسی حد تک بے خبری طاری نہ ہوتی کہ کوئی اپنا کام کر جاتا۔

جیسے ہی دو چٹانوں کے درمیان سے گذر کر آگے بڑھنا چاہا تھا سر کے پچھلے حصے پر قیامت ٹوٹی تھی.... جھونجھل میں منہ کے بل نیچے چلا آیا۔ پھر دوبارہ اٹھنے کی مہلت نہیں ملی تھی بیک وقت کئی آدمی چھاپ بیٹھے تھے۔ ایک بار اور ضرب لگائی گئی تھی سر پر.... اور وہ تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا تھا۔

زینو بے چینی سے اُس کی منتظر تھی۔ نہ جانے کہاں غائب ہو گیا تھا۔! کئی بار مردانہ اقامت گاہ کی طرف گئی تھی لیکن وہ دکھائی نہیں دیا تھا۔! اُلجھن بڑھتی رہی۔ دوپہر کے کھانے کے لئے لنگر خانے میں پہنچی تھی.... جہاں ایک عورت نے اُس کے "شوہر" کی خیریت پوچھی۔

"اُسے ہوش آیا کہ ابھی تک بیہوش ہے....!"

"نہ جانے کیا کہہ رہی ہو....!" زینو اُسے گھورتی ہوئی بولی۔

"ارے تو تمہیں پتا ہی نہیں۔!" عورت کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"خدا کے لئے جلدی بتاؤ.... کیا بات ہے.... میں دیر سے اُسے ڈھونڈ رہی ہوں نہ جانے کدھر نکل گیا....!"

"ارے وہ زخمی بھی تھا اور بیہوش بھی، کوئی دو گھڑی کی بات ہے....! وہ لوگ اُسے جراح کے حجرے میں لے گئے ہیں۔!"

"کدھر ہے جراح کا حجرہ.... مجھے وہاں لے چلو....!" اور پھر وہ کھانا کھائے بغیر اُس عورت کے ساتھ نکل کھڑی ہوئی تھی۔!

"وہ لوگ کون تھے جو اُسے لے گئے ہیں۔!" زینو نے پوچھا۔

"میں انہیں نہیں جانتی.... تمہاری ہی طرح میں بھی زیارت کو آئی ہوں۔ میں نے سنا تھا

جراح کے حجرے میں لے گئے ہیں۔ جراح کا حجرہ بھی نہیں جانتی....! کسی سے پوچھ لیں گے۔!"

جراح کے حجرے تک پہنچنا مشکل نہیں تھا۔ بستی کی مشہور جگہ تھی....! اور پھر جب وہ اندر پہنچی تو بے خبری میں وہی عورت اُس پر ٹوٹ پڑی۔ کسی جانب سے تین عورتیں اور بھی برآمد ہوئیں اور دیکھتے ہی دیکھتے اُسے باندھ کر ایک طرف ڈال دیا۔

"آخر تم لوگ چاہتی کیا ہو....!" وہ حلق پھاڑ کر چیخی تھی لیکن وہ کوئی جواب دیئے بغیر وہاں سے چلی گئی تھیں۔!

زینو اُسی طرح بندھی پڑی رہی۔ تھوڑی دیر بعد اُس نے شور مچانا شروع کیا تھا۔! اور دو عورتیں پھر اندر آئی تھیں اور اُس کے منہ میں حلق تک کپڑا ٹھونس دیا تھا پھر اُس پر بھی غشی طاری ہوگئی تھی۔

دوبارہ ہوش آنے پر اُس نے محسوس کیا تھا کہ وہ جسمانی طور پر آزاد ہے۔ منہ میں ٹھونسا جانے والا کپڑا بھی نکال لیا گیا تھا.... لیکن اس قدر اندھیرا تھا کہ ہاتھ کو ہاتھ نہیں سجھائی دیتا تھا.... وہ اٹھ بیٹھی اور بیٹھے ہی بیٹھے ایک جانب کھسکنے لگی.... فرش ہموار تھا....! جیسے کسی کمرے کا فرش ہو.... لیکن وہ تاریکی.... عجیب تھی.... دفعتاً وہ چونک پڑی تھی.... کہیں بینائی ہی تو نہیں کھو بیٹھی۔!

پھر دیر تک آنکھیں مل مل کر اندھیرے میں گھورتی رہی تھی۔!

"ارے کوئی ہے آس پاس....!" دفعتاً وہ زور سے چیخی تھی۔!

"کک.... کون ہے....!" کسی جانب سے مردانہ آواز آئی تھی۔!

"یہ کون سی جگہ ہے....!" زینو نے چیخ کر پوچھا۔

"خداوندا.... میری بچی.... کیا تو ہے.... زینو....!" کراہتی ہوئی سی آواز آئی۔

"بابا....!" زینو کی آواز اس بار حلق میں گھٹ کر رہ گئی تھی۔

"تو.... زخمی.... ہے کیا میری بچی....!"

"نہیں بابا.... تم کس حال میں ہو....!"

"خدا کرے یہ اندھیرا کبھی نہ دور ہو....!"

"کیا کہہ رہے ہو بابا....!"

"میرا حال تجھ سے نہ دیکھا جاسکے گا....!"

"تم کدھر ہو....! میں آرہی ہوں....!"

"نہیں.... ہرگز نہیں.... جہاں ہے وہیں ٹھہر....! ظالموں نے فیصلہ کرلیا ہے کہ کوئی خانہ خالی نہ چھوڑیں گے.... شائد میری آنکھوں کے سامنے تجھے بھی اذیت دیں گے.... اے اللہ مجھے ثابت قدم رکھیو....!"

"تو کیا سچ مچ غداری کے مرتکب ہوئے ہو بابا....!"

"ہرگز نہیں.... ہرگز نہیں....!"

"تو پھر.... خدارا مجھے بتاؤ کہ یہ سب کیا ہے....!"

"میں نہیں جانتا....! کچھ نہیں جانتا....!"

"پھر کس معاملے میں ثابت قدم رہنے کی دعا مانگ رہے تھے۔!"

"رحم کی بھیک کسی آدمی سے نہیں مانگوں گا.... تو جانتی ہے کہ میرا پردادا قزاتوغا کا حکمران تھا۔! فرنگیوں سے ٹکرایا اور شہید ہوگیا.... پھر سرداری موجودہ خان کے اجداد کی طرف منتقل ہوگئی....! لیکن میں نے کبھی موجودہ خان کے خلاف کوئی بُرا خیال اپنے دل میں نہیں رکھا۔ خدا شاہد ہے کہ میں اُس کا وفادار رہا ہوں....! لیکن اس کا یہ مطلب تو نہیں کہ میں کسی حقیر آدمی کی طرح اُس کے سامنے گڑگڑاؤں گا.... اُس کا ملازم تھا....! اپنی محنت کا معاوضہ لیتا تھا.... زر خرید غلام تو نہیں ہوں۔!"

"آخر کس بناء پر غداری کا الزام لگایا گیا ہے....!"

"میں کچھ نہیں جانتا....! خاموش رہو.... خاموش رہو....!"

"مجھے اپنے قریب آنے دو بابا....!"

"کیا تو میرا کہنا نہیں مانے گی.... میں کہتا ہوں مجھ سے دور رہ....!"

"تمہیں سُن کر خوشی ہوگی کہ میں آسانی سے اُن کے ہاتھ نہیں آئی۔ مجھے دھوکے سے پکڑا گیا ہے....!" زینو نے کہا اور اپنی روداد دہرانے لگی.... خاموش ہوئی تو جابر خان کی آواز آئی۔! "شاباش....! تو نے اجداد کا نام روشن کردیا.... اب دیکھنا ہے کہ آگے کیا ہوتا ہے.... مگر وہ آدمی کون تھا۔!"

"میں نہیں جانتی....! آنکھ بند کر کے میرے ساتھ اس آگ میں آکودا تھا۔ خدا جانے اُس کا کیا حشر ہوا۔!"

"اب حالات اور پیچیدہ ہو جائیں گے۔!"

"میں نہیں سمجھی بابا....!"

"کچھ نہیں.... صبر سے کام لو اور خدا سے دعا کرو....!"

"کس بات کی دعا بابا....!"

"میں کچھ نہیں جانتا.... خاموش رہو....!"



عمران کے سر میں کئی جگہ ورم تھا....! اور وہ مسلسل اُن جگہوں کو سہلائے جا رہا تھا اور اس کا اندازہ تو ہوش میں آتے ہی ہو گیا تھا کہ میک اپ صاف کر دیا گیا ہے....!

ہر چند کہ اُس نے سر گھما کر دیکھا نہیں تھا.... لیکن ہوش میں آتے ہی احساس ہو گیا تھا کہ وہ کمرے میں تنہا نہیں ہے کوئی اور بھی موجود ہے....! اُس نے طویل سانس لی تھی اور عجیب سی ہنسی کے ساتھ بولا۔ "ایمان داری کی بات تو یہ ہے کہ میں گونگا نہیں ہوں۔!"

"شاباش....! اب تو یہی کہو گے....!" بائیں جانب سے آواز آئی۔

یہ داراب کی آواز تھی.... عمران نے فوراً ہی پہچان لیا۔

"لیکن میں کہاں ہوں.... اور تم کون ہو....!"

"اٹھو.... اٹھ بیٹھو....!" داراب غرایا۔

بڑی پھرتی سے وہ اٹھ بیٹھا تھا اور داراب کی طرف گھومتا ہوا بولا تھا۔ "اچھا تو تم ہو۔!"

"لیکن تم کون ہو....!"

"ایک شعبدہ باز.... اور اُس نامعقول لڑکی کے بہکانے میں آ گیا تھا۔!"

"جھوٹ مت بولو.... تم حکومت کے جاسوس ہو۔!"

"بڑی خوشی ہوئی اس اطلاع پر....!" عمران چہک کر بولا۔

"بکواس مت کرو.... اگر تم نے اپنے بارے میں صحیح معلومات فراہم نہ کیں تو بڑی اذیت دے کر ہلاک کیئے جاؤ گے۔!"

"پہلے تم بتاؤ کہ میں کہاں ہوں۔!"

"کہاں ہونا چاہیئے۔!"

"اگر لڑکی سچ کہہ رہی تھی تو یہ خان قزاتوغا کا محل ہی ہو سکتا ہے۔!"

"تمہارا خیال درست ہے....!"

"چلو کسی طرح بھی ہوا.... میری خواہش پوری ہو گئی۔!"

"کھل کر بات کرو....!" داراب دھاڑا۔

"اُس نے اپنی رام کہانی سنائی تھی اور میں اُس کا ساتھ دینے پر اس لئے آمادہ ہو گیا تھا کہ قزاتوغا تک پہنچنا چاہتا تھا۔! ویسے تو رسائی ممکن نہ ہوتی کیونکہ پہلے ہی سن رکھا تھا کہ اجنبیوں کو قزاتوغا میں داخل نہیں ہونے دیا جاتا۔ سوچا تھا کسی موقع پر اُس بے حد چالاک لڑکی کو قابو میں کروں گا اور لے کر خان کی خدمت میں حاضر ہو جاؤں گا۔!"

"مجھے بیوقوف بنانے کی کوشش مت کرو۔ تمہاری گاڑی پر میں نے فوج کا نشان دیکھا تھا۔!"

"ہر طرح کے نشان موجود ہیں میرے پاس....! لڑکی نے کہا تھا کہ فوجیوں سے یہاں کوئی باز پرس نہیں ہوتی۔ لہٰذا میں نے فوج کا نشان لگا دیا تھا۔ بہر حال مجھے اُس کے ساتھ پہلے بھٹکنا تھا پھر.... قابو میں کر کے خان کی خدمت میں پیش کر دینا تھا۔ یہ اُسی کی تجویز تھی کہ میں گونگا بن جاؤں.... پھر چند بھیڑیں خریدی جائیں اور ہم چرواہوں کی طرح قزاتوغا میں داخل ہوں۔!"

"تمہیں کہاں اور کیسے ملی تھی....!" داراب نے سوال کیا۔

عمران نے ملاقات کا واقعہ دہراتے ہوئے کہا۔ "وہ دراصل میرے اُس شعبدے سے متاثر ہو گئی تھی۔!"

"میں یقین نہیں کر سکتا....! بڑی اچھی نشانہ باز ہے.... تم جھوٹے ہو....؟"

عمران اُسے غور سے دیکھتا ہوا بولا۔ "نشانہ تو تمہارا بھی بہت اچھا ہو گا۔ خود امتحان لو.... حالانکہ اس وقت....!"

وہ اپنے سر پر ہاتھ پھیر کر رہ گیا.... لیکن آنکھوں میں چیلنج بدستور موجود تھا۔

"یہ بھی دیکھ لیا جائے گا.... پہلے تمہاری اس بکواس سے خان کو مطلع کر دوں۔!" داراب نے کہااور دروازہ کھول کر باہر چلا گیا۔

عمران بیٹھا طرح طرح کے منہ بناتا رہا۔ روشن دان سے اندر دھوپ آ رہی تھی اور کمرہ پوری طرح روشن تھا۔!

کچھ دیر بعد داراب واپس آیا.... اُس کی آنکھوں میں طنزیہ سی چمک لہرا رہی تھی اور پھر طنزیہ ہی انداز میں وہ بولا تھا۔ "تھوڑی دیر بعد تمہاری یہ خواہش بھی پوری ہو جائے گی کہ خان کی خدمت میں اپنا شعبدہ پیش کر سکو....!"

"خدا کا شکر ہے....!" عمران سر ہلا کر بولا۔ "شائد اس طرح میں اپنی بات کا یقین دلا سکوں....!"

"اس دربار میں صفائی کا پورا پورا موقع دیا جاتا ہے۔!"

"کیا تم داراب ہو....!"

"تم کیا جانو....!"

"وہ تمہارا ذکر بڑے پیارے سے کرتی تھی۔ لیکن جب خود تمہیں ہی اپنی تلاش میں سرگرداں دیکھا تو اُس کا دل ٹوٹ گیا۔!"

داراب نے اس طرح ہونٹ بھینچ لئے جیسے کسی جذبے کو دبانے کی کوشش کر رہا ہو۔!

"کہہ رہی تھی کہ داراب اس علاقے کا سب سے زیادہ طاقت ور اور دلیر آدمی ہے....! لیکن مجھے حیرت ہے کہ اُس نے دھوکے سے میرے بابا پر ہاتھ کیسے ڈالا۔!"

"نمک خوار ایسے ہی ہوتے ہیں۔ خان کے حکم کی تعمیل میں اپنی گردن اپنے ہاتھ ہی سے کاٹ سکتا ہوں۔!"

"مگر وہ.... ایک معصوم سا دل.... جو ٹوٹ گیا....؟" عمران کراہا تھا۔

"خاموش رہو....! ابھی تم پیش کر دیئے جاؤ گے....!" کہہ کر داراب مڑا تھا اور کمرے سے نکل گیا تھا۔ دروازہ باہر سے بولٹ ہونے کی آواز آئی تھی۔!

عمران سر ہلا کر مسکرا دیا۔ اُس کی دانست میں تیر نشانے پر بیٹھا تھا۔ سر کے گومڑے ٹٹول

ٹٹول کر سسکاریاں لیتا رہا۔ آدھ گھنٹے بعد ایک بہت بڑے ہال میں لے جایا گیا تھا جہاں سامنے ہی زرنگار کرسی پر خان قزاتوغا بیٹھا نظر آیا۔!

عمران جھک کر آداب بجالایا تھا۔!

"تم ہمارے حضور کیوں حاضر ہونا چاہتے تھے۔!" اُس نے عمران کو دیکھتے ہی سوال کیا۔!

"اپنے شعبدے خدمتِ عالی میں پیش کر کے انعام کا مستحق بننا چاہتا تھا عالی جاہ....!"

"اور تمہارا پورا بیان حقیقت پر مبنی ہے۔!"

"یقیناً عالی جاہ.... میں رقعہ لکھ کر اپنی گاڑی بھی طلب کر سکتا ہوں میرا حبشی مددگار جو کالے جادو کا ماہر بھی ہے گاڑی سمیت حاضر ہو جائے گا اور یہ ناچیز ثابت کر سکے گا کہ حسبِ ضرورت اُس کے نشانات بدلے بھی جا سکتے ہیں۔!"

"یہ بعد میں دیکھیں گے۔ پہلے تم اپنا وہ شعبدہ پیش کرو جس کے بارے میں تم نے داراب کو بتایا تھا۔!"

"عاجز تیار ہے عالی جاہ....!"

"داراب....! تم فائر کرو گے....!"

"جو حکم عالی جاہ....!" داراب ہولسٹر سے ریوالور نکالتا ہوا بولا۔

"تم اپنی مرضی سے جہاں چاہو کھڑے ہو جاؤ....!" خان نے عمران سے کہا۔

"جہاں اور جس طرح عالی جاہ ارشاد فرمائیں.... شعبدہ باز ایسے حالات میں تماشائی کی مرضی کا پابند ہوتا ہے۔!"

خان کی آنکھوں میں پل بھر کیلئے حیرت کے آثار نظر آئے تھے اور پھر وہ معمول پر آ گیا تھا۔!

"اچھی بات ہے.... اُس طرف کھڑے ہو جاؤ....!" خان نے ایک جانب اشارہ کر کے کہا۔ "ہاں.... فاصلہ کتنا ہونا چاہیئے۔!"

"کم از کم چھ گز عالی جاہ....!"

"ہماری طرف سے آٹھ گز....!" خان نے داراب کی طرف دیکھ کر کہا۔!

"بہت بہتر عالی جاہ....!" داراب نے کہا اور پوزیشن لے لی.... پھر اُس نے عمران کو ہوشیار کر کے فائر کر دیا تھا۔! اُس کے بعد نہ اُس کی انگلی ٹریگر سے ہٹی تھی اور نہ عمران کے پیر

زمین سے لگتے ہوئے معلوم ہوئے تھے.... ریوالور خالی ہو گیا... اور عمران نے جھک کر خان کو تعظیم دی.... وہ حیرت سے منہ کھولے بیٹھا ہوا تھا اور داراب کا تو یہ عالم تھا جیسے کوئی سر بازار چپت رسید کر کے نو دو گیارہ ہو گیا ہو۔

"کمال ہے.... واقعی کمال ہے....!" خان بالآخر بولا تھا۔

عمران کچھ نہ بولا۔ سر جھکائے کھڑا رہا.... داراب کے چہرے پر بدستور ہوائیاں اڑتی رہیں۔

بالآخر خان نے کہا۔ "یہ تو ہم نے دیکھ لیا کہ تم داراب کی گولیوں سے کیسے بچے.... کیا یہ ممکن نہیں کہ ہم بھی کوشش کر دیکھیں۔!"

"خادم حاضر ہے عالی جاہ....!" عمران نے بڑے ادب سے کہا۔

"ہمارا ریوالور پیش کیا جائے....!" خان نے داراب کی طرف دیکھ کر کہا۔ وہ تعظیم دے کر باہر چلا گیا تھا۔

"کیا صرف یہی تمہارا ذریعہ معاش ہے....!"

"عالی جاہ....! بس اسی پر گذارہ ہے....!"

"اگر تم ہمارے ہاتھ سے بچ گئے تو منہ مانگا انعام دیں گے اور تمہارے اُس بیان پر یقین کر لیں گے کہ تم لڑکی کو ہمارے حضور پیش کرنا چاہتے تھے۔!"

"حکم کی تعمیل ہو گی عالی جاہ....!"

کچھ دیر بعد خان اُس کے مقابل کھڑا نظر آیا۔ ہاتھ میں اعشاریہ چار پانچ کا ریوالور تھا۔!

"تمہاری موت کی ذمہ داری ہم پر نہ ہو گی۔ تم اپنی مرضی کے مختار ہو۔!"

"اپنا خون معاف کیا عالی جاہ....!"

"اچھا تو یہ لو....!" اُس نے فائر کر دیا.... عمران نے پھرتی سے اپنے جسم کو موڑا تھا.... خان نے داراب کی طرح تابڑ توڑ فائر نہیں کئے تھے بلکہ وقفہ رکھا تھا۔! اس کے باوجود بھی وہی ہوا جو پہلے ہو چکا تھا۔!

عمران ایک بار پھر خم ہوا.... لیکن خان اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔ خالی ریوالور کو اسی طرح گھورے جا رہا تھا جیسے سارا قصور اُسی کا ہو۔!

پھر اُس نے داراب کی طرف دیکھا تھا جو عمران کو گھور رہا تھا۔!

"ہم نے اس کی بات پر یقین کیا....!" بالآخر خان نے کہا تھا۔ اور زرنگار کرسی کی طرف واپس چلا گیا تھا۔!

عمران ہاتھ باندھے اور سر جھکائے کھڑا رہا۔

"اسے مہمان خانے میں لے جاؤ داراب.... اور اس سے رقعہ لکھوا کر گاڑی بھی یہیں لے آؤ....!" خان نے کہا۔

داراب نے حکم کی تعمیل کی تھی۔ عمران کو وہاں سے لے چلا تھا اور اب اُس کے برتاؤ میں بھی سختی باقی نہیں رہی تھی۔! وہ اُسے ایک بہتر طور پر آراستہ کئے ہوئے کمرے میں لایا تھا۔!

"تمہیں یہاں قیام کرنا ہے.... ضرورت کی ہر چیز خادم سے طلب کر سکو گے جو ہمہ وقت کمرے کے باہر موجود رہے گا۔!"

"شکریہ داراب خان....!" عمران بولا۔

داراب چند لمحے کھڑا رہا پھر بیٹھ گیا تھا۔! عمران نے محسوس کیا کہ وہ مزید گفتگو کرنا چاہتا ہے۔!

"کیا تمہیں مجھ سے کوئی خاص شکایت ہے داراب خان....!" اُس نے پوچھا۔

"نن.... نہیں! میں یہ معلوم کرنا چاہتا ہوں کہ اُس نے میرے بارے میں اور کیا کہا تھا۔!"

"اب اُسے بھول جاؤ.... تم نے سب کچھ تباہ کر دیا.... وہ بہت اچھی لڑکی ہے۔ اگر تمہارے حصے میں آتی تو ہمیشہ خوش رہتے۔!"

"مجھے دونوں سے ہمدردی ہے.... لیکن خان کا حکم....!"

"بہر حال اب تم اُسے منہ دکھانے کے قابل نہیں رہے۔!"

"میں سمجھتا ہوں....! لیکن اگر تم چاہو تو اُس کا دل میری طرف سے صاف ہو سکتا ہے۔!"

"وہ کس طرح داراب خان....!"

"تم اُسے یقین دلا سکو گے کہ اُس کی گرفتاری میں میرا ہاتھ نہیں تھا۔!"

"میں اُسے کس طرح یقین دلاؤں گا.... وہ ہے کہاں۔!"

"وعدہ کرو کہ تم ایسا کرو گے۔!"

"اپنی بساط بھر کوشش کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔!"

"لیکن یہ بات بھی واضح کر دوں کہ اُس کے باپ کو نہیں بچا سکتا۔ میرے بس سے باہر

ہے۔ اُس نے غداری کی تھی اور غداری کی سزا یہاں صرف موت ہے۔!"

"میں نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ مجھے ان معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں۔ لڑکی کا ساتھ دینے پر بھی اس لئے آمادہ ہو گیا تھا کہ خان قزاتوغا تک رسائی ہو جائے۔!"

"میں سمجھتا ہوں.... لیکن تمہیں میرا یہ کام ضرور کرنا پڑے گا۔!"

"میں نے کب انکار کیا ہے.....! داراب خان....!"

"شکریہ.....! اب اپنے ملازم کے لئے رقعہ لکھ دو.... خان کے حکم کے بموجب اُسے گاڑی سمیت یہاں لانا ہے۔!"

رقعہ لے کر وہ چلا گیا تھا اور عمران آئندہ اقدامات کے بارے میں سوچنے لگا تھا۔!

شام تک جوزف بھی پہنچ گیا تھا۔ خان نے گاڑی دیکھی تھی اور عمران کے اس بیان سے مطمئن ہو گیا تھا کہ اُس پر کئی قسم کے نشانات استعمال کئے جاسکتے تھے.... اور پھر اُس نے مزید شعبدوں کی فرمائش کی تھی۔

"عالی جاہ....! صرف دو دن کی مہلت دیجئے تا کہ ہم کئی نئے کھیل تیار کر سکیں۔!"

خان نے عرض داشت قبول کی تھی اور عمران جوزف سمیت مہمان خانے میں واپس آگیا تھا! جوزف نے لڑکی کے بارے میں پوچھا تھا اور عمران نے اُسے اب تک کی کہانی سنائی تھی۔

"لیکن باس....! یہاں سے نکلنے کی کیا صورت ہو گی۔! یہ عمارت تو قرونِ وسطیٰ کے قلعوں جیسی ہے۔!" جوزف نے کہا۔

"فکر مت کرو.... دیکھا جائے گا.... بس یہاں ذرا پینے پلانے کے معاملے میں محتاط رہنا۔ یہ لوگ شراب نہیں پیتے.... اور شائد اسے پسند بھی نہ کریں کہ یہاں شراب پی جائے۔ چھپا کر گاڑی سے نکال لانا.... اور یہاں کہیں چھپا دینا۔!"

"میں احتیاط برتوں گا باس....!"

رات گئے دروازے پر ہلکی سی دستک ہوئی تھی اور عمران نے دروازہ کھولا تھا۔! داراب خان جلدی سے کمرے میں داخل ہوا تھا اور دروازہ بند کر کے آہستہ سے بولا تھا۔ "کیا تم تیار ہو۔!"

"تمہارا ہی منتظر تھا...!" عمران نے کہا۔ وہ کمرے میں اس وقت تنہا تھا۔ جوزف کے سونے کا انتظام دوسرے کمرے میں کیا گیا تھا۔ یہ داراب ہی کی تجویز تھی۔!

"سنو....! اُسے یقین دلا دینا کہ اگر داراب کی حکمت عملی کو دخل نہ ہوتا تو وہ اپنے باپ کو زندہ نہ دیکھ سکتی اور بات صرف دو انگلیوں ہی پر نہ ٹل جاتی۔!"

"میں اچھی طرح سمجھ گیا ہوں داراب خان....!"

"اب چپ چاپ میرے ساتھ چلے آؤ.... ایک گھنٹے بعد میں تمہیں پھر یہیں پہنچا جاؤں گا۔!" داراب نے کہا۔

قریباً دس منٹ تک چلتے رہنے کے بعد داراب ایک کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"ٹارچ لائے ہو....!" اُس نے پوچھا۔

"ہاں موجود ہے....!"

"اچھی بات ہے.... نیچے تاریکی ہی تاریکی ہے....! میں تمہارے ساتھ نہیں جاؤں گا.... تہہ خانے کی سیڑھیوں کے اختتام پر ایک دروازہ ملے گا۔! وہ صرف سیڑھیوں ہی کی طرف سے کھولا جاسکتا ہے۔ اندر سے نہیں....! تمہارے داخل ہو جانے پر خود بخود بند ہو جائے گا اور پھر میں ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد نیچے آکر دروازہ کھولوں گا۔ تم دروازے کے قریب ہی موجود رہنا۔!"

"میں نے پوری طرح ذہن نشین کر لیا ہے....!" عمران بولا۔

داراب نے ایک گوشے سے قالین الٹ دیا.... اُسی جگہ تہہ خانے میں داخل ہونے کا راستہ تھا۔! عمران حسبِ ہدایت نیچے اُترا.... اور سیڑھیوں کے اختتام پر بند دروازے کو کھولنے کے لئے ہینڈل گھمایا دروازہ بے آواز کھلا تھا اور اُس کے گذرتے ہی پھر بند ہو گیا تھا۔!

گہری تاریکی تھی چاروں طرف.... اُس نے ٹارچ روشن کی اور اطراف میں روشنی ڈالنے لگا۔! پھر روشنی کا دائرہ زینو پر ٹھہرا تھا جو گھٹنوں میں سر دیئے بیٹھی شائد بے خبر سو رہی تھی۔

قریب پہنچ کر عمران نے اُسے آوازیں دیں اور وہ اچھل پڑی۔

"کک.... کون ہے....!"

"عمران....!"

"اُوہ....!" وہ اٹھ کھڑی ہوئی اور بے ساختہ پوچھا۔ "عمران....! تت.... تم کہاں تھے۔!"

"قید میں.... لیکن اب میں آزاد ہوں! بیٹھ جاؤ اور جو کچھ کہوں اُسے سکون سے سنو۔!"

"انہوں نے بابا کی دو انگلیاں کاٹ دی ہیں۔!" وہ بلبلا اٹھی۔

"مجھے علم ہے لیکن خود کو قابو میں رکھو.... دو انگلیاں جان سے زیادہ عزیز نہ ہونی چاہئیں۔!"

وہ بیٹھ گئی تھی اور عمران آہستہ آہستہ وہ سب کچھ سنانے لگا تھا جو اُس پر گذری تھی.... اپنی اُس حکمت عملی کا بھی ذکر کیا جس کی بناء پر تہہ خانے تک رسائی ممکن ہوئی تھی۔

"بابا کی خاطر سب کچھ گوارا کرلوں گی ورنہ تمہارے اس جھوٹ کو کبھی معاف نہ کرتی۔!"

"جہاں چالاکی سے کام نکل سکے وہاں دلیری کا مظاہرہ کرنا میری دانست میں بدترین حماقت ہوگی۔!"

"میں سمجھتی ہوں....!"

"تمہارا تحفظ میری ذمہ داری ہے....!اس میں فرق نہیں پڑے گا۔!"

"مجھے یقین ہے عمران.... تم دیوانگی کی حد تک اپنے وعدے کا پاس کرنے والوں میں سے ہو۔ اگر زندہ رہی تو تمہیں کبھی نہ بھلا سکوں گی۔!"

"اور اب مجھے اپنے بابا کے پاس لے چلو....وقت بہت کم ہے۔!"

"بڑی دشواری سے انہوں نے مجھے اپنے قریب آنے دیا تھا۔ لیکن وہ مجھ تک نہیں آسکتے.... چلو تم خود دیکھ لو کہ وہ کیسی اذیت میں مبتلا ہیں۔ اُن کی جگہ میں ہوتی تو میرا دم گھٹ جاتا۔ ایک دن سے زیادہ زندہ نہ رہ سکتی۔!"

"اب تو تمہیں معلوم ہی ہو گیا ہوگا کہ اُن سے کون سا جرم سرزد ہوا ہے۔!"

"نہیں.... بس یہی کہتے ہیں کہ مجھ سے کوئی ایسا فعل سرزد نہیں ہوا جس پر مجھے ضمیر کی ملامت کا سامنا کرنا پڑے۔!"

"اچھا.... اچھا.... چلو اب دیر نہ کرو.... اور تم مجھے اُن تک پہنچا کر واپس آجاؤ گی.... کیا یہاں اندھیرا ہی رہتا ہے۔!"

"دن کو کہیں سے تھوڑی سی روشنی آتی ہے.... رات اندھیرے ہی میں بسر ہوتی ہے....!" زینو نے کہا اور پھر وہ اُسے اُس جگہ لے گئی تھی جہاں اُس کا باپ تھا۔!

عمران نے ٹارچ روشن کی تھی اور پھر اُس کے رونگٹے کھڑے ہوگئے تھے۔ دو فٹ چوڑی اور چار فٹ لمبی کوٹھری تھی جہاں وہ گٹھری سا بنا ہوا پڑا تھا۔ اُسی میں ایک کنارے غلاظت کا ڈھیر بھی نظر آیا۔ بدبو سے دماغ پھٹا جا رہا تھا۔ شائد کئی دنوں سے وہ سلاخوں دار دروازہ نہیں کھولا گیا

تھا.... زینو نے آہستہ آہستہ اُسے آوازیں دیں تھیں۔

"تو پھر آ گئی....!" جابر خان کراہتا ہوا اٹھ بیٹھا۔!

"وہ تم سے ملنے آیا ہے جس نے میری مدد کی تھی۔!"

"کہاں ہے....!میں اُس کا چہرہ کیسے دیکھوں۔!"

عمران نے ٹارچ روشن کی تھی اور جابر خان اُسے غور سے دیکھتا رہا پھر بولا۔ "بے شک یہ خان قزاتوغا کا نمک خوار نہیں معلوم ہوتا۔!"

"اب تم واپس جاؤ....!" عمران نے زینو سے کہا۔ "میں تمہارے بابا سے کچھ ضروری باتیں کروں گا۔!"

"کتنا تو اندھیرا ہے.... میں کیسے واپس جاؤں گی۔!"

"یہ ٹارچ لیتی جاؤ... میں نے راستہ سمجھ لیا ہے۔ تم تک اندھیرے ہی میں پہنچ جاؤں گا۔!"

وہ اُس سے ٹارچ لے کر چلی گئی تھی اور عمران آہستہ سے بولا تھا۔ "جابر خان....! میں سرکاری جاسوس ہوں....!خان قزاتوغا کے بارے میں چھان بین کرنے آیا تھا۔ اتفاق سے تمہاری بیٹی سے ملاقات ہوگئی۔ بہر حال کل رات تک میں بھی قیدی تھا آج صبح سے آزاد ہوں۔!"

ایک بار پھر اُسے پوری کہانی دہرانی پڑی تھی....!اندھیرے میں وہ جابر خان کے چہرے کے تاثرات نہیں دیکھ سکا تھا۔!لیکن اُسے یقین تھا کہ وہ اب تک دوسروں سے جو کچھ چھپاتا رہا ہے اُس پر ضرور ظاہر کردے گا۔

پوری داستان سن لینے کے بعد جابر نے کہا۔ "مجھے یقین ہے تمہارے بیان سے صداقت کی بو آتی ہے....!خدا کا شکر ہے کہ مجھے ایک ایسا آدمی مل گیا ہے جسے میں سب کچھ بتا سکوں گا.... خان قزاتوغا.... ملک و قوم کا غدار ہے.... وہ مجھ سے جس چیز کا مطالبہ کررہا ہے.... اس وقت بھی میرے پاس موجود ہے.... میں اُس کا مال لے کر سرحد پار جاتا ہوں۔!"

"اسمگلنگ....!"

"کسی حد تک.... ورنہ کیمیائی کھاد برآمد کرنے کا اجازت نامہ خان کے پاس ہے.... اور میں اس طرف اسمگلنگ کو اس لئے جائز سمجھتا ہوں کہ بعض علاقوں میں اعلانیہ اسمگلنگ کا مال آتا ہے اور فروخت ہوتا ہے۔ حکومت اُس کے خلاف کوئی قدم نہیں اٹھاتی.... لیکن میں اسے برداشت

نہیں کر سکتا کہ ملک کے راز غیروں تک پہنچائے جائیں۔ پچھلی بار جب میں مال لے کر جا رہا تھا تو ایک ٹرک سے کچھ پیٹیاں گر کر ٹوٹ گئی تھیں۔ مال بکھر گیا تھا جسے سمیٹتے وقت ایک مہر بند لفافہ ہاتھ لگا میرا ماتھا ٹھنکا تھا اور میں نے وہ لفافہ پھر پیٹی میں نہیں رکھا تھا! بہر حال اُس لفافے کو کھولنے کے بعد خان کی غداری مجھ پر عیاں ہو گئی تھی.... اُس نے بعض فوجی ٹھکانوں کے کچھ نقشے کسی کو بھیجے تھے.... اور اُس کے ہاتھ کی ایک تحریر بھی اُن کے ساتھ تھی جسے وہ لفافہ بھیجا گیا تھا اُس تک پہنچنے کا سوال ہی نہ پیدا ہو سکا....! شائد اُس نے کسی طرح خان سے رابطہ قائم کر کے عدم وصولی کی اطلاع دی ہو گی.... اُس کے بعد ہی سے یہ قصہ شروع ہوا تھا۔!"

"تو وہ نقشے اس وقت بھی تمہارے پاس موجود ہیں۔!"

"ہاں.... لیکن خدا کا شکر ہے کہ اپنی دو انگلیاں کٹوانے کے بعد بھی ثابت قدم رہا۔!"

"میں تمہاری عظمت کو سلام کرتا ہوں جابر خان....!"

"نہیں میرے بچے....! اس میں عظمت کی کوئی بات نہیں....! خدا کی طرف سے جس فرض کی ادائیگی مجھ پر واجب و لازم کی گئی تھی اُس سے عہدہ برآ ہونے کی کوشش کی تھی میں نے.... اور اب میں اس سے سبکدوش ہوتا ہوں.... اپنا ہاتھ ادھر سلاخوں پر رکھ دو....!"

پھر جابر خان کے حلق سے کچھ ایسی آوازیں نکلی تھیں جیسے ابکائیاں لے رہا ہو.... ٹٹول کر عمران کا ہاتھ پکڑا تھا اور اُس میں کسی دھات کی پتلی سی سلائی تھماتا ہوا بولا تھا۔ "اس پلان میں وہ سب کچھ موجود ہے جسے اس غدار کے خلاف استعمال کیا جا سکے گا۔!"

"بہت گہرے معلوم ہوتے ہو جابر خان....!" عمران بھرائی ہوئی آواز میں بولا۔

"میں نے یہ فن ایک چینی سے سیکھا تھا! ہفتوں اس نلکی کو نگلے رہ سکتا ہوں....! سانس کی نالی میں جگہ بنائی ہے.... پلان رکھنے کی۔!"

"بس اب تم مطمئن رہو.... میں سب کچھ ٹھیک کر لوں گا....!" عمران نے کہا۔ "ہاں یہ بتاؤ کہ تم پر تشدد کرنے والے کن اوقات میں یہاں آتے ہیں۔!"

"آج تو کوئی سرے سے آیا ہی نہیں....! ایک ہفتے کے لئے پانی اور خشک روٹیاں یہاں رکھ دی جاتی ہیں اور کئی کئی دن بعد اس کوٹھری سے غلاظت نکالی جاتی ہے....! مجھے حیرت ہے کہ اب تک زندہ کیسے ہوں۔!"

عمران نے اُسے مزید تسلیاں دی تھیں اور ریڈیم ڈائیل والی گھڑی پر نظر ڈالی تھی۔ ایک گھنٹہ پورا ہونے میں صرف دس منٹ باقی تھے....! وہ ٹٹولتا ہوا اُس سمت چل پڑا تھا جہاں زینو تھی۔!

"ٹارچ روشن کرو زینو....!" کچھ دور چلنے کے بعد اُس نے آواز دی تھی ٹارچ روشن ہوئی تھی اور عمران اُس کے پاس پہنچ گیا تھا۔

"کیا باتیں ہوئیں....!" زینو نے مضطربانہ انداز میں سوال کیا۔

"کچھ بھی نہیں۔ وہ بدستور یہی کہہ رہے ہیں کہ کسی لفافے کے بارے میں کچھ نہیں جانتے۔!"

"تو پھر اب کیا ہو گا۔!"

"فکر نہ کرو.... خدا نے چاہا تو بہتر ہی ہو گا۔!"

ٹھیک ایک گھنٹے کے بعد عمران دروازے کے قریب پہنچ گیا تھا اور داراب نے اُس کے لئے دروازہ کھولا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ پھر مہمان خانے میں تھے.... راستے میں داراب خاموش ہی رہا تھا۔ لیکن کمرے میں پہنچتے ہی مضطربانہ انداز میں پوچھا "کیا رہا۔!"

"بڑی مشکل سے اُسے یقین دلانے میں کامیاب ہوا ہوں کہ اس معاملے سے تمہارا کوئی تعلق نہیں اور اُسے گرفتار کرنے والوں میں بھی تم نہیں تھے۔!"

داراب نے طویل سانس لی تھی عمران کہتا رہا "میں نے یہ بھی کہا تھا کہ داراب خان بس موقعے کی تلاش میں ہیں.... وہ تم دونوں کو فرار ہونے میں مدد دیں گے۔!"

"واہ وا.... تم تو بہت کمال کے آدمی ہو.... تو گویا اب میں مطمئن ہو جاؤں کہ سامنا ہونے پر وہ مجھے کینہ توز نظروں سے نہیں دیکھے گی۔!"

"بالکل ایسا ہی ہو گا۔!"

"بس تو پھر اب تم مرنے کے لئے تیار ہو جاؤ....!"

"کیا مطلب....!" عمران چونک پڑا۔

"میں اپنے خلاف کوئی ثبوت چھوڑنے کا قائل نہیں ہوں....!" داراب نے بے حد سرد لہجے میں کہا۔

"یہ تو سراسر زیادتی ہے۔!"

"فائر نہیں کروں گا کیونکہ تم شعبدہ باز ہو.... اور پھر اس سے شور بھی ہو گا.... خاموشی سے یہ کام کرنا چاہتا ہوں گلا گھونٹ کر ماروں گا۔!"

"کیوں مذاق کر رہے ہو....!" عمران احمقانہ انداز میں ہنس پڑا!

"دانت بند کرو.... میں نہیں چاہتا کہ مرنے کے بعد تمہارے چہرے پر کرب کے آثار پائے جائیں۔!"

"تب پھر مجھے ہنسنے دو.... مرنے کے بعد شادیٔ مرگ کا شاہکار نظر آؤں گا.... لوگ کہیں گے کہ فرطِ مسرت سے مر گیا.... شائد اسے امپورٹ لائیسنس مل گیا تھا۔!"

داراب نے اُس پر چھلانگ لگائی تھی اور دیوار سے جا ٹکرایا تھا۔ پھر پلٹا تو اپنا ریوالور عمران کے ہاتھ میں دیکھا!

"اس کرتب کے بارے میں کیا خیال ہے.... داراب خان ٹائیمنگ کا ریکارڈ توڑ دیا ہے۔ میں اس وقت نہ صرف تمہاری گرفت سے بچا ہوں بلکہ ساتھ ہی تمہارے ہولسٹر سے ریوالور بھی نکال لیا ہے۔!"

داراب خان دم بخود کھڑا رہ گیا.... عمران مسکرا کر بولا۔ "میں نے سنا ہے کہ تم ایک گھونسے سے کھوپڑی توڑ دیتے ہو۔ تمہیں اس کا بھی موقع دوں گا۔ آؤ....!"

"میں تو مذاق کر رہا تھا۔!" داراب کھسیانی ہنسی کے ساتھ بولا۔

"اگر یہ بات ہے تو میرا دل بھی صاف ہو گیا.... یہ لو.... اپنا ریوالور سنبھالو....!" عمران نے ریوالور کی نال پکڑ کر اُس کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا تھا لیکن جیسے ہی وہ ریوالور لینے کے لئے جھکا ریوالور کا دستہ پوری قوت سے اُس کی کنپٹی پر رسید کر دیا گیا وہ لڑکھڑایا تھا لیکن پھر عمران نے اُسے سنبھلنے کا موقع نہیں دیا تھا۔ پے در پے دو ضربیں اور لگائی تھیں۔

داراب کسی تناور درخت کی طرح ڈھیر ہو گیا....! عمران کی اسکیم کچھ اور تھی لیکن داراب کے اس طرح پلٹا کھانے سے کھیل ہی بگڑ گیا۔

اب جو کچھ بھی کرنا تھا۔ اُس میں دیر لگانے سے مزید پیچیدگیاں پیدا ہو سکتی تھیں۔!

بہت جلدی میں اُس نے جوزف کو بیدار کیا تھا۔ گہری نیند سویا تھا اس لئے فوری طور پر معاملہ اُس کی سمجھ میں نہیں آیا تھا۔! بدقت سچویشن اُس کی کھوپڑی میں اُتاری گئی اور پھر وہ کسی شکاری

کتے کی طرح چوکنا نظر آنے لگا تھا!

"اب داراب کو اٹھا کر تہہ خانے تک لے چلنا ہے....!" عمران نے اُس سے کہا۔ "توقع نہیں ہے کہ وہ جلد ہوش میں آسکے۔!"

جوزف نے بڑی پھرتی دکھائی تھی.... عمران نے اُسے تو تہہ خانے کے دروازے پر چھوڑا تھا اور بیہوش داراب کو گھسیٹتا ہوا تہہ خانے میں لے گیا تھا۔ دروازہ خود بخود بند ہو گیا۔

زینو دوڑ کر اُس کے قریب آئی تھی.... اور عمران بولا تھا۔ "پوری اسکیم چوپٹ ہو گئی.... اب حالات غیر یقینی ہیں۔!"

داراب والا واقعہ سُن کر زینو نے کہا۔ "تم یہ سب کچھ اتنی آسانی سے کر لیتے ہو جیسے کوئی بات ہی نہ ہو....! اگر داراب کے ہاتھ تمہاری گردن تک پہنچ جاتے تو شائد سچ مچ....!"

"میں سمجھتا ہوں....!" عمران اس کی بات کاٹ کر بولا۔ "اب تمہارے بابا کو اُس کوٹھری سے نکال کر داراب کو اُس میں قید کرنا ہے۔!"

"قفل کیسے کھولو گے....!"

"میرا خیال ہے کہ چابیاں داراب ہی کے قبضے میں ہوں گی.... ابھی تلاشی لیتا ہوں۔!"

کنجیوں کا ایک گچھا اُس کے پاس سے برآمد ہوا تھا اور پھر ایک کنجی کوٹھری کے قفل میں لگ گئی تھی۔ جابر خان کو نکال کر بیہوش داراب کو بند کر دیا گیا!

شدتِ جذبات سے زینو کا گلا رندھ گیا تھا۔ آواز نہیں نکل رہی تھی۔ عمران کا بازو اُس نے بڑی مضبوطی سے پکڑ رکھا تھا۔ عمران نے زینے کا دروازہ تھپتھپایا.... جوزف نے دوسری طرف سے ہینڈل گھما کر دروازہ کھولا تھا۔

پہلے عمران انہیں اُسی کمرے میں لے گیا تھا جہاں مقیم تھا۔ پھر سر جوڑ کر سوچا جانے لگا تھا کہ اب کیا کرنا چاہئے۔!

پھاٹک پر پہرہ تھا ویسے جابر خان نے پہلے ہی کہہ دیا تھا کہ تہہ خانے سے نکل جانے کے بعد فرار آسان ہو جائے گا کیونکہ وہ ایک ایسے راستے سے بھی واقف تھا کہ کسی سے مڈبھیڑ نہ ہوتی اور وہ صاف نکلے چلے جاتے لیکن عمران اپنی گاڑی چھوڑ کر نہیں جانا چاہتا تھا!

اُس نے جوزف سے ٹرانس میٹر لیا تھا اور اُن دونوں کے ساتھ وہ راستہ دیکھنے چل پڑا جس

سے انہیں فرار ہونا تھا۔!

وہ ایک چور دروازے سے نکلے تھے اور ویرانے میں پہنچ گئے تھے۔ دور تک اونچی نیچی چٹانیں بکھری ہوئی تھیں.... اور اتھاہ سناٹا چاندنی سے سرگوشیاں کرتا معلوم ہو رہا تھا۔

"یہاں ایسی جگہیں بھی ہیں جہاں ہم کئی دنوں تک چھپے رہ سکتے ہیں۔!" جابر خان نے کہا۔

"بس تو پھر ٹھیک ہے تم جگہ کی نشاندہی کر کے چھپ جاؤ.... میں واپس چلا جاؤں گا.... اور کل صبح باضابطہ کارروائی شروع ہونے پر میں تم لوگوں کو وہاں سے نکال لے جاؤں گا۔!" عمران نے کہا۔ پھر اُس نے ٹرانس میٹر پر سرحدی چوکی سے رابطہ قائم کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی۔

تھوڑی دیر بعد کسی کی آواز سنائی دی تھی اور عمران نے انچارج سے گفتگو کرنے کی خواہش ظاہر کی تھی۔ ساتھ ہی انٹر سروسز انٹیلی جینس کا حوالہ بھی دیا تھا.... انچارج سے رابطہ قائم ہونے میں بھی کچھ وقت صرف ہوا تھا اور پھر عمران نے اُسے مختصراً بتایا تھا کہ اُس کال کا مقصد کیا ہے۔ ساتھ ہی اُسے لائحہ عمل سے بھی آگاہ کیا تھا۔ انچارج نے کہا تھا کہ وہ صبح ہونے سے پہلے ہی کہکشاں پہنچ سکتا ہے کیونکہ سرحدی چوکی کا فاصلہ وہاں سے صرف تیرہ میل ہے اور راستہ بھی پرپیچ نہیں ہے.... عمران نے ایک بار پھر بتایا تھا کہ اُسے کیا کرنا ہے.... ٹرانس میٹر کا سوئچ آف کر کے اُس نے جابر خان سے کہا"تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔!"

"میں سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ تم کوئی سرکاری جاسوس نکلو گے۔!" زینو نے کہا۔

"کتا کاٹ کھائے تو آدمی بادشاہ تک بن سکتا ہے.... سرکاری جاسوس کیا چیز ہے۔!"

"بہر حال تم نے چوکی کے انچارج کو جو تجویز بتائی ہے اُس سے اچانک خان قزاتوغا کا ہارٹ فیلیور بھی ہو سکتا ہے....!"

"اُس کتے کو دعائیں دو جس نے کاٹ کر یہاں بھجوایا تھا....!"

پھر اُس نے انہیں وہیں چھوڑا تھا اور خود واپس آ گیا تھا.... جوزف کو اس کے کمرے میں بھیج کر سو جانے کی کوشش کرنے لگا تھا۔ سو بھی گیا تھا لیکن جاگا تھا دروازہ پیٹے جانے کی آواز پر.... بالکل اسی طرح پیٹا جا رہا تھا کہ اگر اندر سے نہ کھولا گیا تو توڑ دیا جائے گا۔!

عمران نے اُٹھ کر دروازہ کھولا.... صبح ہو رہی تھی سامنے دو مسلح فوجی کھڑے نظر آئے اور

اُن کے ساتھ خان کا بھی ایک سپاہی تھا۔ جوزف کو بھی جگایا گیا اور وہ دونوں اس طرح دیوانِ خاص کی طرف ہانکے جانے لگے جیسے اُن سے کوئی بہت بڑا جرم سرزد ہو گیا ہو۔

خان اپنی زرنگار کرسی پر بیٹھا ہوا نظر آیا۔ قریب ہی ایک کیپٹن بھی موجود تھا.... چھ مسلح فوجی ایک طرف کھڑے ہوئے تھے۔

"یہی ہے وہ شعبدہ باز جس کی آپ کو تلاش ہے....!" خان نے کیپٹن سے کہا۔"اس کی گاڑی بھی موجود ہے جس پر پہلے فوج کا نشان تھا اور اب فلم اسٹوڈیو کا مونوگرام نظر آ رہا ہے....!" پھر عمران سے بولا۔"اب بتاؤ مردود تم کیوں آئے تھے یہاں۔!"

"جابر خان کی رہائی کے لئے۔!" عمران نے سرد لہجے میں کہا"اور اُس سے وہ لفافہ حاصل کرنے کے لئے جس کے حصول کے لئے تم نے اُس بیچارے کی دو انگلیاں کٹوا دی ہیں۔!"

"یہ کیا بکواس ہے....!" خان غرایا۔

"وہ لفافہ میں نے حاصل کر لیا ہے خان....! نقشوں کے ساتھ ہی اُن سے متعلق تمہارے ہی ہاتھ کی ایک تحریر بھی ہے۔!"

"کک.... کیا مطلب....!"

"اُس تحریر کی موجودگی میں تم کسی طرح بھی نہیں بچ سکتے.... اور یہ بھی بتا دوں کہ جابر خان اور اُس کی بیٹی رہائی پا چکے ہیں ورنہ کاغذات کیونکر میرے ہاتھ لگتے۔!"

"یہ بکواس کر رہا ہے....!" خان نے کیپٹن کی طرف دیکھ کر کپکپاتی ہوئی آواز میں کہا۔

"یہ بالکل درست کہہ رہے ہیں خان.... میں ان کے بارے میں ہیڈ کوارٹر سے تصدیق کرنے کے بعد ہی یہاں آیا ہوں اور ان کے کسی کام میں مداخلت کرنے کا اختیار مجھے نہیں ہے۔!"

"اُوہ.... اوہ....!" خان مٹھیاں بھینچ کر رہ گیا۔

"اب جابر خان کی جگہ تمہارے اذیت خانے میں داراب قید ہے۔!" عمران نے کہا اور کیپٹن سے کہا۔"خان کو حراست میں لے کر فوری طور پر قزاتوغا سے ہٹا دیا جائے۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

"یہ نہیں ہو سکتا....!" خان اٹھتا ہوا بولا۔ کیپٹن نے فوجیوں کو اشارہ کیا تھا اور وہ نصف دائرے کی شکل میں آگے بڑھ آئے تھے۔!

"عزت سے چلے چلئے...!" کیپٹن نے خان سے کہا۔ "فی الحال اسی میں آپ کی بہتری ہے۔!"

"سب جھوٹ ہے....!" خان حلق پھاڑ کر دہاڑا۔

"دو فوجیوں کو میرے ساتھ کیجئے۔!" عمران نے کیپٹن سے کہا۔ "میں اُن دونوں مظلوموں کو خان کی خدمت میں پیش کئے دیتا ہوں۔!"

"جیسی آپ کی مرضی....!" کیپٹن بولا۔

عمران دو سپاہیوں کے ساتھ اُس ویرانے میں آیا تھا جہاں وہ دونوں چھپے ہوئے تھے۔!

"خدا کا شکر ہے....!" زینو کانپتی ہوئی سی آواز میں بولی۔ "تم بالآخر کامیاب ہو گئے۔!"

جابر خان کی حالت غیر ہو رہی تھی....اُس کے دونوں ہاتھ متورم تھے....! فوجی اُسے سہارا دے کر لے چلے۔!

"کیا تم کوئی بہت بڑے افسر ہو....!" زینو نے عمران سے پوچھا۔

"بس ایسا ہی افسر ہوں کہ کتے کاٹ لیا کرتے ہیں۔!"

"پھر کبھی آؤ گے ہماری طرف....!" زینو کے لہجے میں حسرت تھی۔!

"دعا کرتی رہنا کہ پھر کتا کاٹ لے۔!"

"بار بار کتے کی بات کر کے مجھے غصہ نہ دلاؤ....!" وہ جھنجھلا کر بولی۔

تھوڑی دیر بعد وہ دیوانِ خاص میں پہنچے تھے۔ لیکن خان انہیں دیکھ نہ سکا کیوں اب وہ اپنی کرسی پر بیہوش پڑا تھا اور اُس کی گردن ایک طرف ڈھلک گئی۔!

"یہ کیا ہوا....!" عمران نے کیپٹن سے پوچھا۔

"بیٹھے بیٹھے تشنجی کیفیت طاری ہوئی تھی....اور پھر بیہوش ہو گئے۔!"

"غضب ناکی اور احساس بے بسی مل کر کس حال کو پہنچا دیتے ہیں۔!" عمران سر ہلا کر بولا۔

پھر زینو اور جابر خان کی طرف دیکھ کر کہا۔

"ان دونوں کو ہیڈ کوارٹر پہنچانا ہو گا اس کیس کے شاہد ہیں۔!"

کیپٹن نے خان قزاتوغا کی طرف دیکھا تھا۔

"جتنی خاموشی سے ممکن ہو اسے بھی لے جاؤ....! عمارت سے کوئی فرد باہر نہ نکلنے پائے ورنہ دشواری میں پڑ جاؤ گے۔!"

"میں سمجھتا ہوں۔!"

"ان کے خلاف ثبوت میں بذاتِ خود انٹر سروسز کے ڈائریکٹر جنرل تک پہنچاؤں گا۔!"

"بہت بہتر جناب....!"

زینو حیرت سے آنکھیں پھاڑے عمران کو دیکھتی رہی تھی لیکن اب عمران اُس کی طرف متوجہ نہیں تھا۔

پھر داراب کو بھی تہہ خانے سے نکالا گیا....فوجیوں کو دیکھ کر وہ چونکا تھا۔

"کھیل ختم ہو چکا ہے داراب....! اب تم حکومت کے قیدی ہو۔!"

وہ کچھ نہ بولا۔ قہر آلود نظروں سے عمران کی طرف دیکھتا رہا تھا۔

"زینو کے بارے میں تمہیں جو اطلاع میں نے دی تھی....!" عمران اُس کی آنکھوں میں دیکھتا ہوا بولا "محض حکمتِ عملی تھی....وہ تو تم سے اس حد تک متنفر ہے کہ موقع ملنے پر خود ہی تمہیں گولی کا نشانہ بنا دیتی۔!"

"تم سب جہنم میں جاؤ....!" وہ حلق پھاڑ کر دہاڑا تھا۔

روانگی سے قبل زینو نے عمران سے ملنے کی خواہش ظاہر کی تھی اور اُسے مہمان خانے میں پہنچا دیا گیا تھا۔

"میں آپ کی شکر گذار ہوں جناب عالی....!" اُس نے رقت آمیز لہجے میں کہا۔

"ارے واہ....یہ آپ اور جناب کیوں شروع کر دی۔!"

"میں تصور بھی نہیں کر سکتی تھی کہ آپ اتنے بڑے آفیسر ہیں، اپنے اختیارات سے خان قزاتوغا کی قسمت کا بھی فیصلہ کر سکتے ہیں۔!"

"نہیں زینو دوست....!" عمران مسکرا کر بولا۔ "میں ایک بہت بڑی مشین کا ایک معمولی سا پرزہ ہوں۔!"

"شکریہ....! آپ نے مجھے دوست کہا ہے....! اسے ہمیشہ یاد رکھے گا اور میں تو شائد مرتے دم تک آپ کو نہ بھلا سکوں۔!"

عمران کچھ نہ بولا۔ وہ آہستہ آہستہ آگے بڑھی تھی اور عمران کی پیشانی کو بوسہ دے کر یکلخت واپسی کے لئے مڑ گئی تھی۔

عمران ہونقوں کی طرح منہ پھاڑے بیٹھا رہا۔

زینو مڑ کر دیکھے بغیر باہر نکلی چلی گئی تھی.... اُس کے بعد جوزف کمرے میں داخل ہوا تھا۔

"کیا ہوا باس....!" وہ بوکھلا کر بولا۔

"اوں....!" عمران چونک پڑا۔

"مطلب.... یہ کہ طبیعت تو ٹھیک ہے....؟"

"ہاں.... اس وقت میری پیشانی پر تقدس اور خلوص کے پھول کھل رہے ہیں.... کاش ثریا نے بھی کبھی اس طرح میری پیشانی کو بوسہ دیا ہوتا۔!"

جوزف متحیرانہ انداز میں اُسے دیکھتا رہ گیا تھا۔!

﴿ختم شد﴾